داستاں میری

جلد دوم

جامعہ اسلامیہ ومرکز الشیخ أبی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الإسلامیہ کے قیام کی تفصیلات، ہند وبیرون ہند کے اسفار، مختلف کانفرنسوں میں شرکت کی روداد، چند اہم تقاریر ومقالات کا مجموعہ

مؤلف

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی

ناشر

مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی

جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڑھ یوپی (انڈیا)

نام کتاب: داستاں میری (جلد دوم)

مؤلف: (حضرت مولانا) ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری

کمپوزنگ: صلاح الدین ندوی / مشتاق احمد غازیپوری

صفحات: ۶۳۳

ناشر: مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی، مظفر پور اعظم گڑھ یوپی

اشاعت اول: ۱۴۳۵ھ ۲۰۱۴ء

اشاعت دوم: ۱۴۴۱ھ ۲۰۲۰ء

ملنے کے پتے:

۱۔ جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ (یوپی) 9450876465

۲۔ نعیمیہ بک ڈپو، دیوبند 01336-223294

۳۔ مکتبہ الشباب العلمیہ، لکھنؤ 9696437283

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عناوین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''داستاں میری'' کی جلد ثانی کا جدید اڈیشن

الحمد للہ اب ''داستاں میری'' کی دونوں جلدیں دوبارہ پریس میں جا رہی ہیں، اس دوسری جلد میں مشائخ اور اہل تعلق کے انتقال پر لکھے گئے مضامین اور تعزیتی خطوط تھے، ان کو مع اضافہ کے ''تذکرۂ رفتگاں'' کے نام سے مستقل ایک کتاب میں جمع کیا گیا ہے، اس جلد میں مختلف کانفرنسوں میں شرکت کے موقع پر اہم شخصیتوں سے ملاقات واجازت حدیث کی مجالس کے علاوہ بعض اہم مقالات جو اس ناچیز نے تحریر کیے ہیں ان سب کا ایک مجموعہ اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ طلبہ وناظرین کے لیے یہ کتاب پہلی جلد کی طرح مقبول ہو، واللہ الموفق۔

ا۔د۔ تقی الدین ندوی

مدینۃ العین

۱۲/جولائی ۲۰۲۰ء یکشنبہ

تقدیم

الحمد لله رب العالمین ، والصلاۃ والسلام علی محمد وآلہ وصحبہ أجمعین .

امابعد!

الحمد للہ ''داستاں میری'' کی پہلی جلد کو اللہ تعالی نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی، تھوڑے عرصہ میں اس کی بڑی مقدار نکل گئی ہے، اب اس کی دوسری جلد ناظرین کے سامنے پیش کی جارہی ہے، اس کتاب کا مقصد اپنے معاصر علماء کے درمیان اپنی بڑائی اور فضیلت کا اظہار مقصود نہیں ہے، اللہ تعالی کبر وتکبر کے مرض سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین، بلکہ اس ناچیز کا اپنے اکابر سے جو تعلق رہا ہے جس کی بنا پر ان کے مکاتیب کا بڑا مجموعہ اس ناچیز کے پاس محفوظ تھا، اس میں ان خطوط کی اشاعت مقصود ہے جس سے طالبعلم اور قاری کتاب کو نفع اور فائدہ پہونچے، ان بزرگوں نے بالخصوص ہمارے استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ نے اس ناچیز کی کس طرح تربیت فرمائی، گرچہ اپنی نااہلیت کی وجہ سے کچھ نہ ہوسکا، لیکن بقول کسے:

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

پیوستگی تو بہت بڑی چیز ہے وابستگی بھی اپنے اندر ایک خاص تاثیر رکھتی ہے، اور اسی کا ثمرہ ہے کہ جس نے اعظم گڑھ کے ایک دیہات کے ایک معمولی طالب علم کو علمی و دینی کاموں کا موقع فراہم کیا، ہندوستان کے عالمی شہرت یافتہ مدارس میں شیخ الحدیث کے درجہ پر پہونچایا اور عرب ممالک میں ایک منصب رفیع (جج) کے درجہ تک، اور شرعی کورٹ کے مستشار وایڈوائزر اور اس سے آگے بڑھ کر ایک بڑی یونیورسیٹی (متحدہ عرب امارات یونیورسیٹی) میں پروفیسر کے درجہ تک پہونچایا، جس کی وجہ سے ہندو بیرون ہند میں شاگردوں کی اچھی خاصی تعداد ہے، عرب ممالک میں تو یہ تعداد تین ہزار سے متجاوز ہے، جن میں بعض وزارت کے عہدہ پر ہیں، اسی طرح عرب ملکوں میں مجازین فی الحدیث کی تعداد سینکڑوں ہے اور اس میں اضافہ ہی ہورہا ہے، اس کے علاوہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور بعض دیگر عرب یونیورسیٹیوں میں بھی تدریس کے لئے بلایا گیا تھا، ”وأما بنعمة ربک فحدث“.

اپنے بزرگوں خاص طور سے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی دعا کی برکت نے متحدہ عرب امارات کے قیام کو حدیث پاک کی خدمت کا ذریعہ بنادیا، تحقیق وتعلیق کرنے کا موقع فراہم ہوا، بالخصوص ہندوستان کے علماء ومحدثین کے اس حدیثی سرمایہ کو جس کی تمنا کی جارہی تھی کہ عالم عربی واسلامی میں پھیل جائے اور ان اکابر کی کتابوں کا فیض عام ہو، الحمد للہ دنیا کے سارے کتب خانوں اور علمی ودینی مراکز میں ان کتابوں کو جگہ ملتی جارہی ہے، اور عرب علماء نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے اور دیکھ رہے ہیں، اور ان میں سے بعض کتابوں کے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں، ”التعلیق

الممجد'' تو آٹھ مرتبہ شائع ہوچکی ہے، اور میرے رسالہ ''امام بخاریؒ'' کو تو غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی، اب تک یہ کتاب بیس ہزار کی تعداد میں چھپ چکی ہے، اسی طرح دوسری کتابیں اہل علم کے درمیان قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جارہی ہیں۔

ناچیز نے یہ سب اس لئے ذکر کردیا کہ اس میں میرا کوئی کمال نہیں ہے، بلکہ یہ محض اللہ رب العزت کا فضل اور توفیق ہے، اور اسی کی توفیق نے اور بزرگوں کی دعاؤں نے ان علمی و تحقیقی کاموں کے ساتھ ساتھ جامعہ اسلامیہ اور مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی جیسے دو عظیم اداروں کی تاسیس کا موقع دیا، جامعہ اسلامیہ کے گیٹ پر یہ شعر آویزاں ہے جو بالکل حقیقت پر مبنی ہے:

فیوض حضرت شیخ زکریا کا ہے یہ مخزن
دعاء حضرت احمد سے ہے شاداب یہ گلشن

بہرحال اس کتاب کی دوسری جلد ناظرین کے سامنے پیش کی جارہی ہے، اس ناچیز نے عزیز گرامی مولانا فیروز اختر صاحب ندوی سلمہ کو اس کتاب پر نظر ثانی اور تصحیح کا ذمہ دار بنایا تھا، الحمد للہ انہوں نے اس ذمہ داری کو بحسن و خوبی انجام دیا، اللہ تعالی انھیں جزائے خیر دے، آمین، اور اس کتاب کو مقبول و نافع بنائے، **وماذلک علی اللہ بعزیز.**

والسلام

تقی الدین ندوی

بروز جمعہ ۲۸/ جولائی ۲۰۱۴ء

پہلا باب

جامعہ اسلامیہ ومرکز الشیخ ابی الحسن الندوی کا قیام

جامعہ اسلامیہ ومرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیہ
کے قیام کا پس منظر، اغراض ومقاصد، مرحلہ واران کی ترقی کی تفصیلات،
جامعہ کے اجلاس اور مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی کے زیر اہتمام منعقد
ہونے والے علمی مذاکروں اور سمیناروں کی روداد

پہلا باب:

جامعہ اسلامیہ ومرکز الشیخ ابی الحسن الندوی کا قیام

جامعہ اسلامیہ ومرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیہ کے قیام کا پس منظر، اغراض ومقاصد، مرحلہ واران کی ترقی کی تفصیلات، جامعہ کے اجلاس اور مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے علمی مذاکروں اور سمیناروں کی روداد

جامعہ اسلامیہ مظفر پور کا قیام:

اس ناچیز کا مختلف مدارس ومراکز سے تعلق رہا ہے جس کا ذکر اس کتاب کی پہلی جلد میں آچکا ہے، ۱۹۸۸ء میں اس ناچیز نے جب علامہ عبدالحی لکھنویؒ کی کتاب ''التعلیق الممجد'' پر کام شروع کیا تو کام کے دوران اور اختتام کے بعد شدت سے ضرورت محسوس کی کہ کوئی فاضل نوجوان ایسا مل جاتا جس سے کتاب کے مقابلے میں سہولت حاصل ہوتی مگر کسی ادارے سے اس سلسلہ میں کوئی تعاون نہ مل سکا، اس سے دل پر ایک چوٹ لگی کہ کاش ہماری نگرانی میں کوئی علمی ادارہ ہوتا تو یہ دشواری نہ پیش

آتی، اسی زمانہ میں ابوظبی ہمارے نام حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کا گرامی نامی پہونچا جس میں تین اہم باتیں تحریر فرمائی تھیں، یہاں اس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا قاری صاحب کے شیخ حضرت مولانا اسعد اللہ نور اللہ مرقدہ جو حضرت حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں تھے، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ اس ناچیز کے اساتذہ میں رہے ہیں، ان کی خاص شفقتیں اس ناچیز پر بھی تھیں، اس لئے بھی اور اس کے علاوہ اس ناچیز کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ سے تلمذ اور حضرت شیخ کا اعتماد جس کی بنا پر ''بذل المجہود'' و''اوجز المسالک'' کی خدمت کا مکلّف بنایا تھا، اس کی وجہ سے حضرت قاری صاحب باندویؒ اس ناچیز سے بے حد محبت فرماتے، انہوں نے ایک مختصر خط اس ناچیز کے نام تحریر فرمایا۔

عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی کا مکتوب گرامی:

مکرم بندہ زید کرمکم ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے خیریت ہو، مفتی عبید اللہ جب واپس آئے اس وقت بمبئی سے رقم لائے ہیں، اس وجہ سے رسید بھیجنے میں تاخیر ہوئی، مقدمہ کا کیا حال ہے اللہ پاک غیب سے مدد فرمائیں، اللہ پاک تمام پریشانیاں دور فرمائیں، بمبئی میں جو پلاٹ لیا گیا ہے اس کی مکمل رجسٹری ہوگئی، بات آپ جلد ہی کر لیں، قیمت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، کہیں مالک مکان کی نیت نہ خراب ہو جائے، آپ اپنی نگرانی میں کوئی ادارہ قائم کرلیں جس میں تعلیم بھی اور تربیت

بھی ہو، مدرسین کی تربیت بہت ضروری ہے، تصنیف وتالیف کا شعبہ بھی آپ کی نگرانی میں ہو تو ان شاء اللہ زیادہ نفع ہوگا، وہاں کی ملازمت کا کوئی اعتبار نہیں، آپ یہاں ذریعہ معاش کے لیے کوئی ایسی صورت بمبئی میں نکال لیں جس میں زیادہ مشغولی نہ ہو، دین کے کاموں میں ہر طرح اطمینان ہو، تاکہ سکون کے ساتھ کام کرسکیں، اس ادارے میں کوئی دوسرا دخیل نہ ہو، اس میں کام نہیں ہوتا، میرے لیے، اولاد کے لیے، مدرسہ کے لیے دعا کرتے رہیں۔

احقر صدیق احمد

خادم جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ

حضرت قاری صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا گرامی نامہ اس کے بعد آیا جس میں تین باتیں تحریر فرمائی تھیں، (۱) آپ کی ضرورت ہندوستان میں ہے (۲) یہاں آنے سے پہلے معاش کے لیے کوئی صورت ممبئی وغیرہ میں نکال لیں۔ (۳) اپنی نگرانی میں ایک بڑا ادارہ قائم کریں۔

اس کا جواب اس ناچیز نے یہ تحریر کیا کہ حضرت یہاں قیام میں بہت سے دینی کام حتی کہ حدیث شریف کے اہم کام رک جائیں گے، اس لئے دعا فرمائیں کہ یہاں خیر وعافیت سے قیام رہے، اس خط کے آنے کے بعد غیبی طور سے مسجد و مدرسہ کا انتظام ہوگیا۔

حضرت قاری صاحبؒ کے اس خط کے علاوہ ہمارے شیخ استاد حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے عرصہ ہوا اپنے ایک گرامی نامہ میں جو اس ناچیز کے خط کے جواب میں ہے تحریر فرمایا تھا کہ ”دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کے یہاں کے

مکتب کو ایک بڑے مدرسے کی شکل میں تبدیل کردے" یہ خط کا جواب اس پس منظر میں تھا کہ ہمارا گاؤں، مظفر پورا اعظم گڑھ ایک چھوٹی مسلم آبادی پر مشتمل ہے، لوگوں کی مالی حالت ایسی خستہ تھی کہ ایک مدرس کی تنخواہ دے کر مکتب چلانا مشکل ہورہا تھا، دو مرتبہ ایسا ہوا کہ یہ ناچیز ندوۃ العلماء سے ابتدائی مدرسی میں چھٹی کے وقت گھر پہونچا معلوم ہوا کہ کوئی نماز جنازہ پڑھانے والا نہیں ہے، قریبی گاؤں میں آدمی میاں صاحب کو بلانے گیا ہے کہ نماز جنازہ پڑھادیں، بہر حال حضرت شیخ الحدیثؒ کی دعا حضرت قاری صدیق احمد باندویؒ کی دعا واصرار اور اپنے علمی حالات نے دل میں داعیہ پیدا کیا کہ یہاں ایک بڑا مدرسہ قائم کیا جائے اور اپنے اس خیال کا کئی دوستوں سے ذکر کیا، انہوں نے بھی اصرار وتاکید کی اور اللہ کے فضل سے مولانا باندویؒ کے خط کے بعد میرے ایک دوست نے مجھ سے مسجد ومدرسہ قائم کرنے کے لئے ایک رقم فراہم کردی، لیکن اس کی جگہ کے انتخاب میں بڑی دشواری پیش آئی، مگر بعض دوستوں وبزرگوں بالخصوص حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ کا مشورہ یہ تھا کہ ادارہ بڑی وسیع زمین پر قائم کرنا چاہئے، ہمارے ضلع اعظم گڑھ جو کبھی جونپور کا حصہ تھا زمانہ ماضی سے علماء وفضلاء کا مرکز رہا ہے، کبھی شاہ جہاں نے "شیراز ما" کا لقب دیا تھا، علماء وبزرگان دین کی برکت سے یہاں بڑے بڑے مدارس قائم ہیں، ان میں سے اکثر کا اس ناچیز سے تعلق قائم ہے، وسط شہر میں دارالمصنفین جیسا ادارہ قائم ہے، جس کا یہ ناچیز ۴۰ رسال سے ممبر ہے، اس ناچیز کا تعلیم وتدریس کا ایک بڑا زمانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں گزرا ہے، اس لئے اسی کے طرز ومنہج پر مدرسے کو قائم کرنے کا خیال ہوا، اس کا تذکرہ جب حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے کیا تو حضرت مولانا

نے نہایت ہی مسرت کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں، لیکن اس سلسلے میں زیادہ مشورہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء سے کرتا رہا۔

جامعہ کا سنگ بنیاد:

جامعہ کے قیام کے سلسلہ میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ نے باصرار یہ فرمایا کہ وہ جگہ آبادی سے دور ہونی چاہئے اور کشادہ جگہ کی ضرورت ہے، بہت غور وفکر کے بعد اس ناچیز نے اپنی زمین جو نہایت وسیع کشادہ ہے، جو مجھے وراثت میں ملی ہے، اس کو جامعہ پر وقف کی نیت کرلی اور اس پر جامعہ کی تعمیر کا ارادہ ہوا، یہ جگہ عام سڑک سے 5.50 میٹر دور ہے، درمیان میں نہر تھی، اس کو پار کرنا پڑتا تھا، سب سے پہلے چہار دیواری کی تعمیر کا خیال ہوا، اس کے لئے اپنے چچا محترم جناب حاجی عبدالرشید صاحب نوراللہ مرقدہ جو صالحین میں تھے، ان کے دست مبارک سے یوم چہارشنبہ ۱۷/ جولائی ۱۹۸۹ء کو ۱۱/ بجے بنیاد رکھوائی، اپنے متعلقین کے علاوہ مرحوم قاری اختر عالم صاحب بھی موجود تھے، اس کی قبولیت کے لئے نہایت ہی آہ وزاری سے دعا کرائی گئی۔

دوسرے دن ہمارے قریبی گاؤں منگراواں جہاں پر مدرسہ قاسم العلوم، نسواں کالج، انٹر کالج اور اب تو ڈگری کالج بھی ہوگیا ہے، مولوی مسعود خان کی کوششوں سے ترقی کی راہ پر گامزن تھا، انہوں نے اس ناچیز کو وہاں کی محی الدین ایجوکیشنل سوسائٹی کا صدر بنا رکھا ہے، اور ان کے کاموں میں اس ناچیز کا تعاون رہا ہے، سب سے پہلی مسجد بھی اس ناچیز کے ذریعہ وہیں تعمیر ہوئی تھی، اس زمانے میں بہت خوبصورت تصور کی گئی تھی، اس لئے منگراواں سے کوئی ۴۰، ۵۰/ آدمیوں کا ایک

وفد آیا اور ان کا کہنا تھا کہ آپ ان سب اداروں کے سرپرست ہیں، یہاں یہ نیا ادارہ کیوں تعمیر کررہے ہیں، اس ناچیز نے شرح کی اور بتلایا کہ اس ادارہ سے ان سب اداروں میں قوت پیدا ہوگی، اس پر سب لوگ مطمئن ہوکر واپس لوٹ گئے، بہرحال پہلے دیوار ایک جانب تعمیر ہوئی اس کے بعد جامعہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا، اس کے لئے اس ناچیز نے اپنے شیخ ثانی حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڑھیؒ کو دعوت دی تھی، مگر حضرت والا اپنی علالت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے، البتہ حضرت کی طرف سے جناب مولانا عمار احمد صاحب اور کامل چائلی صاحب وغیرہ، اس ناچیز کے پاس معذرت لے کر آئے، اس موقع پر کامل چائلی صاحب نے ایک نظم لکھی تھی۔

بہرحال عمارت کی بنیاد اس ناچیز نے رکھی، اس کے بعد حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ تشریف لائے، انہوں نے اس کی تجدید کی اور طویل دعا فرمائی۔

اس ناچیز کو تعمیر وغیرہ کا تجربہ نہیں تھا، ہمارے علاقہ کے حاجی فاروق صاحب جو موضع پھریہا کے رہنے والے ہیں، ایک تجربہ کار آدمی ہیں، ان کو تعمیر کا نگراں بنایا، انہوں نے پہلی عمارت جس میں دو درسگاہیں ہیں اس کا کام شروع کرایا، بہت حکمت اور دانائی کا ثبوت دیا، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جب چند کمرے تیار ہوگئے تو خیال ہوا کہ قرآن پاک کے حفظ کا آغاز کردیا جائے، چنانچہ پہلے مدرس حافظ اعجاز احمد جو آج بھی موجود ہیں اور ان کے ساتھ دوسرے مدرس کی تقرری عمل میں آئی، ۱۹۹۰ء سے تعلیم کا اور مطبخ کا آغاز ہوگیا، قریباً ۲۵، ۳۰ لڑکے جمع ہوئے، اس سال عزیزی ولی الدین سلمہ نے ۲؍مئی ۱۹۹۰ء کو ایک

جلسہ عام کیا، جس میں مولانا قاری اختر عالم مرحوم اور مقررین نے تقریریں کیں، قرب و جوار کے اچھے خاصے لوگ آگئے، اس کے لئے اخبارات وغیرہ کے ذریعہ اعلان کیا گیا کہ آئندہ سال درجہ چہارم عربی تک یہاں تعلیم کا انتظام کیا جارہا ہے، چنانچہ شوال ۱۴۱۱ھ میں ۱۲۵؍طلبہ درجہ حفظ و درجات عربی چہارم تک آگئے، یہاں تک کہ ہمارے پاس مدرس کا انتظام کرنا مشکل ہورہا تھا، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے مولانا اعجاز احمد ندوی اور مولانا اخلاق احمد ندوی جو رائے بریلی میں تھے دونوں کو بھیجا، عزیزی حبیب الرحمٰن قاسمی جو قاری اختر عالم مرحوم کے داماد و بھانجے ہیں اور مولانا نسیم الدین ندوی وغیرہ بھی آگئے، اس طرح تعلیم کا نظم الحمدللہ ہوگیا، اس کے ساتھ ساتھ تعمیری سلسلہ جاری رہا، مسجد کی بنیاد رکھی گئی، الحمدللہ مسجد تہہ خانہ کے ساتھ تیار ہوگئی، ہم نے مسجد کا تہہ خانہ کشادہ رکھا کہ جلسہ وغیرہ بھی ہوسکے، بعد میں مسجد کی اوپر کی منزل بھی تیار کردی گئی، اس طرح الحمدللہ سنگ مرمر سے مسجد کے فرش ودیوار کو تیار کیا گیا، اور نہایت ہی خوبصورت بن گئی۔

جامعہ اسلامیہ ترقی کے مراحل میں:

پہلے سال یعنی (۱۴۱۱ھ) میں طلبہ کی تعداد ۳۵؍تھی اور صرف درجۂ حفظ کی تعلیم ہورہی تھی، ۱۴۱۲ھ میں طلبہ کی مجموعی تعداد ۱۲۵؍ہوئی اور عربی چہارم تک تعلیم ہونے لگی، اس سال عربی چہارم میں کل چھ لڑکے تھے، چھ میں سے پانچ نے سالانہ امتحان ندوۃ العلماء میں دیا اور اچھے نمبرات سے کامیابی حاصل کی، دوسرے سال طلبہ کی تعداد ۱۳۴؍ہوگئی، ۲۵؍محرم الحرام ۱۴۱۲ھ کو حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

جامعہ اسلامیہ تشریف لائے، انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا ''یہاں اس مدرسہ میں حاضر ہوا، جس کی ابتدا اسی سال ہوئی ہے، مجھے دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ آغاز ہی میں اس مدرسہ نے جو شکل اختیار کر لی ہے، اس سے اس کی ترقی کے آثار نمایاں ہیں، اس سے زبردست توقعات قائم ہوتی ہیں، مجھے امید ہے کہ یہ مدرسہ دینی تعلیم کا ایک بڑا مرکز بنے گا'' پہلے ہی سال ''النادی العربی'' و''الاصلاح'' کے دونوں شعبے قائم کر دیئے گئے تھے اور کتب خانہ کی بنیاد پڑ گئی تھی۔

مدرسین میں اس سال مولانا اعجاز احمد صاحب ندوی، مولانا نسیم الدین صاحب ندوی، مولانا اخلاق احمد صاحب ندوی، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی، حافظ جمیل احمد صاحب مظاہری، مولانا عبدالرشید صاحب قاسمی (مہتمم جامعہ)، مولانا مسعود احمد صاحب ندوی، ماسٹر غلام صابر صاحب کی تقرری عمل میں آئی، پھر ۱۴۱۳ھ میں طلبہ کی تعداد ۲۷۲ رہوئی اور اس سال منشی ضمیر الحسن صاحب کی تقرری بحیثیت منشی و منصرم عمل میں آئی، ۱۴۱۴ھ میں یہاں درجہ عربی پنجم قائم ہوا اور اس سال طلبہ کی تعداد ۳۰۲ رہی، مولانا خطیب الرحمٰن ندوی کی تقرری عمل میں آئی، پھر ۱۴۱۵ھ میں درجہ عربی ششتم قائم ہوا اور مشکاۃ شریف اول کا آغاز ہوا، اس سال طلبہ کی مجموعی تعداد ۴۴۸ رہی اور پانچ سال تک طلبہ عربی ششم کا سالانہ امتحان دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں دیتے رہے اور وہاں داخل ہوتے رہے، ان پانچ سالوں میں مختلف مدرسین کی تقرری عمل میں آئی جن میں مولانا شبیہ الحسن صاحب ندوی، مولانا انوار احمد صاحب قاسمی، مولانا محمد ساجد صاحب ندوی، مولانا محمد خالد صاحب قاسمی، مولانا محمد اطہر صاحب قاسمی اور منشی شکیل احمد صاحب کی تقرری بحیثیت منشی مطبخ عمل میں آئی اور

۱۴۲۰ھ میں طلبہ کی مجموعی تعداد ۶۱۰ / رہی، اس سال درجہ عربی ہفتم قائم ہوا۔

پھر ۱۴۲۱ھ میں یہاں درجہ عربی ہشتم (عالمیت) قائم ہوا، اس سال طلبہ کی مجموعی تعداد ۶۵۰ تھی اور جناب مولانا لیاقت حسین قاسمی، مولانا سید جاوید احمد ندوی کا تقرر عمل میں آیا، اسی سال مولوی صلاح الدین ندوی پرتاپگڑھی کی تقرری شعبۂ نشرو اشاعت میں ہوئی، ۱۴۲۲ھ سے لے کر ۱۴۳۳ھ تک متعدد مدرسین کی تقرری عمل میں آئی جن میں مولانا فیروز اختر صاحب ندوی، مولانا ظفر احمد صاحب قاسمی، مولانا شمس الرحمٰن صاحب قاسمی، مولانا حسان اختر صاحب ندوی، مولانا ابوثاقب ندوی، مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی، ماسٹر امتیاز احمد صاحب، مولانا رفیق المنان صاحب قاسمی، مولانا جمیل احمد ندوی وغیرہم ہیں، درجۂ عربی ہشتم کے طلبہ سالانہ امتحان دارالعلوم ندوۃ العلماء میں جا کر دیتے ہیں اور الحمدللہ اچھے نمبرات سے کامیابی حاصل کرتے ہیں، ۱۴۳۲ھ میں ایک طالب علم نے پورے ندوۃ العلماء میں دوسری پوزیشن حاصل کی ہے، ۱۴۳۳ھ میں ۲۵ / طلبہ نے درجہ عالمیت کا امتحان دیا ۲۴ / لڑکوں نے امتیازی نمبرات حاصل کیے، ندوۃ العلماء کے علاوہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی (جے۔این۔یو) نے اس کی سند کو انٹر کے مساوی تسلیم کیا ہے۔

جامعہ اسلامیہ کے اول ناظم جناب حضرت مولانا قاری اختر عالم صاحب مظاہری (وفات ۲۵ / اگست ۲۰۰۵ء) کے بعد عزیزی ڈاکٹر ولی الدین ندوی کو ناظم بنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے، ان کے دور میں جامعہ تعلیم وتربیت اور تعمیر وترقی کے میدان میں خوب سے خوب تر کی راہ پر گامزن ہے۔

مجلّہ الشارق کا اجراء:

جامعہ اسلامیہ کا ترجمان ''الشارق'' سہ ماہی اردو مجلّہ ۱۹۹۷ء سے شائع ہو رہا ہے، (جنوری ۲۰۰۷ء سے دو ماہی ہو گیا ہے) جو عوام وخواص میں اپنا ایک خاص مقام رکھتا ہے اور اپنے تحقیقی وحدیثی، دینی اور دعوتی مضامین کے لحاظ سے اس کا ایک بلند معیار ہے جس کی داد ملک کے ممتاز اہل نظر علماء وفضلاء نے دی ہے۔

جامعہ کا پہلا اجلاس:

جامعہ کا پہلا اجلاس ۱۶/ اکتوبر ۱۹۹۳ء بروز سنیچر منعقد ہوا، اس جلسہ میں شرکت کے لیے حضرت مولانا علی میاں ندوی نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوریؒ، حضرت مولانا قاری محمد صدیق باندویؒ اور دیگر حضرات شریک ہوئے، یہ سب حضرات جامعہ اسلامیہ کی ترقی دیکھ کر خوش ہوئے اور مزید ترقی کے لیے دعائیں کیں، حاضرین کا اندازہ آٹھ ہزار لگایا گیا تھا، یہ بھی بہت خوش آئند بات تھی۔

جامعہ کا دوسرا اہم اجلاس:

۹/ نومبر بروز جمعرات ۱۹۹۵ء میں اس اجلاس میں ملک کے مشہور ومعروف علماء وصلحاء ومفکرین شریک ہوئے، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ، ان کے ہمراہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ودیگر حضرات تھے، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری، حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندوی اور حضرت مولانا محمد سالم القاسمی کے علاوہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی، حضرت مولانا عمار احمد صاحب وجناب کامل چائلی صاحب وغیرہ تشریف لائے، یہ معلوم ہوا تھا کہ

حضرت مولانا ابرار الحق نور اللہ مرقدہ مدرسہ بیت العلوم سرائے میر تشریف لائے ہیں، قاری اختر عالم مظاہریؒ اور دیگر حضرات کو بیت العلوم بھیج کر یہاں کے جلسہ میں شرکت کی دعوت دی گئی، چنانچہ حضرت والا عصر کی نماز میں تشریف لائے، نماز کے بعد مسجد ہی میں مختصر وعظ فرمایا اور فوراً بیت العلوم واپسی ہوئی، چائے نوش فرمانے پر بھی تیار نہیں ہوئے، ناچیز نے قاری اختر عالم صاحب مرحوم کو ایک لفافہ کے ساتھ حضرت والا کے ہمراہ بیت العلوم بھیجا، وہاں پہونچ کر وہ لفافہ پیش کیا گیا جس کو قبول فرمالیا اور بہت دعائیں دیں۔

قرب وجوار کے علماء وطلباء کی خاصی تعداد اس جلسہ میں شریک ہوئی، مجمع کا اندازہ تقریباً دس ہزار لگایا گیا تھا، مقامی اخبارات نے اس جلسہ کو بڑی اہمیت دی، اس چھوٹی سی جگہ پر ایک غیر معمولی بھیڑ ہوگئی، اس سے جامعہ کے تعارف میں کافی مدد ملی اور سبھی حضرات نے جامعہ کی ترقی دیکھ کر خوشی کا اظہار فرمایا، مزید ترقی کی دعا فرمائی، اس سال شوال میں طلباء کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا۔

تیسرا، چوتھا، پانچواں اور چھٹا اجلاس:

تیسرا اجلاس ۱۳/ مارچ ۱۹۹۶ء کو، چوتھا اجلاس ۲۵/ مارچ ۲۰۰۴ء کو، پانچواں اجلاس ۲۲/ مارچ ۲۰۰۷ء کو اور چھٹا اجلاس ۲۹/ مارچ ۲۰۱۲ء کو ہوا، چوتھے اور پانچویں اجلاس میں حاضرین کی تعداد کا ایک لاکھ سے بھی زیادہ کا اندازہ لگایا گیا، غیر معمولی منظر تھا، اور چھٹے اجلاس میں ۲۵/ سے ۳۰/ ہزار کا مجمع تھا۔

مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الإسلامیۃ کا قیام:

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی جو شفقت اس ناچیز پر رہی ہے اس کا تقاضا تھا کہ ان کی یادگار جامعہ اسلامیہ میں قائم کی جائے، حضرت مولاناؒ اس جامعہ میں تقریباً دس مرتبہ تشریف لا چکے ہیں اور کبھی کبھی چند روز قیام فرمایا ہے، اسی طرح ان کے قائم مقام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ مع محترم مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی رحمہ اللہ اور رفقاء کے بار بار تشریف لاتے رہے ہیں، اس بنا پر یہ ضروری سمجھا گیا کہ ان کے نام نامی سے اس مرکز کو منسوب کیا جائے جو جامعہ اسلامیہ کے تحت ۱۴۲۵ھ میں قائم کیا گیا جس کے مقاصد حسب ذیل تجویز کیے گیے ہیں۔

(۱) ایک عظیم الشان علمی، تاریخی، ادبی اور ثقافتی مکتبہ کا قیام۔

(۲) علماء ہند کی علوم حدیث پر وہ کتابیں جو اب تک عالم عرب میں نئے اسلوب و فہارس کے ساتھ نہیں آسکی ہیں ان کو تیار کرنا اور اس قابل بنانا کہ عرب ممالک میں جدید علمی و تحقیقی معیار پر شائع کرائی جاسکیں۔

(۳) اس عظیم کام کے لئے ان علماء و مراکز سے تعاون حاصل کرنا جن سے بسہولت مدد مل سکے۔

(۴) بہت سی اہم کتابیں جو علوم حدیث یا دیگر علوم اسلامیہ پر لکھی گئی ہیں ان کا اردو میں ترجمہ کرانا یا جو کتابیں ہندوستانی علماء نے تصنیف کی ہیں ان کو عربی میں منتقل کرانا۔

(۵) علماء و باحثین سے روابط پیدا کرنا اور ان سے استفادہ کی راہ ہموار کرنا۔

مرکزی کتب خانہ:

ماشاء اللہ مرکز کی پُرشکوہ بلند وبالا جلیل وجمیل تین منزلہ شاندار بیضوی عمارت ہے جس میں ایک شاندار کتب خانہ ہے جس میں تقریباً اسی (۸۰) ہزار کتابیں باحثین ومحققین اور استفادہ کرنے والوں کے لیے دستیاب ہیں، مرکز کے آئندہ پروگرام اور سرگرمیوں کو دیکھتے ہوئے بجاطور پر امید کی جارہی ہے کہ مستقبل میں یہ مرکز نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے اہم اور ممتاز مراکز میں شمار کیا جائے گا، وماذلک علی اللہ بعزیز۔

شعبۂ مخطوطات:

اس شعبہ کا مقصد نادر مخطوطات کو جمع کرنا اور مفید مخطوطات کی اعلی معیاری تحقیق کر کے ان کو اشاعت کے قابل بنانا تاکہ علماء اسلام کی تحریروں سے موجودہ دنیا فائدہ اٹھا سکے، الحمدللہ تقریباً ایک ہزار قلمی کتابیں اور چار ہزار سے زیادہ قلمی کتابوں کی سی ڈی اس میں دستیاب ہے۔

گوشۂ مفکر اسلام:

اس گوشہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے متعلق تمام دستاویزی معلومات اکٹھا کرنا اور حضرت کی تصنیفات، تحریکات اور خیالات سے آئندہ نسلوں کو روشناس کرانا مقصود ہے، حضرت کے متعلق یہ ایک جامع میوزیم ہے، جہاں سے حضرت مولانا سے متعلق ہر طرح کی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

شعبۂ بحث وتحقیق:

اس شعبہ کا مقصد ملک کی مشہور اعلیٰ دانشگاہوں کے فضلاء کے ذریعہ علوم

اسلامیہ خصوصاً فن حدیث سے متعلق اعلی معیاری بحث وتحقیق کا نمونہ قائم کر کے اور عملی طور پر ہندوستانی فضلاء کے علوم کی تحقیق کر کے ان کو اس قابل بنانا کہ جدید علمی و تحقیقی معیار پر ان کو شائع کرایا جاسکے۔

جامعہ اسلامیہ میں مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی کے زیر اہتمام دو بڑے سمینار:

جامعہ اسلامیہ میں مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی کے زیر اہتمام دو بڑے سمینار منعقد ہوئے، پہلا سمینار ''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی'' کے عنوان سے ۲۴، ۲۵/ مارچ ۲۰۰۴ء مطابق ۲، ۳/ صفر ۱۴۲۵ھ کو منعقد ہوا، آخری دن رات میں اجلاس عام ہوا، اس کی پوری تفصیل جناب مولانا عمیر الصدیق ندوی کے قلم سے حسب ذیل ہے۔

پہلا سیمینار بعنوان: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ:

حضرت شیخ الحدیثؒ سمینار اور '' مرکز الشیخ أبی الحسن الندویؒ للبحوث والدراسات الإسلامية'' کے افتتاح کی تاریخوں کے تعین کے بعد سے ہی ملک اور بیرون ملک میں ان جلیل القدر ہستیوں کے عقیدت مندوں اور شیدائیوں کو ۲۴، ۲۵ مارچ ۲۰۰۴ء مطابق ۲، ۳/ صفر ۱۴۲۵ھ کا شدت اور بے صبری سے انتظار تھا، جامعہ اسلامیہ اور بانئ جامعہ کے لئے تو گویا ہر آنے والا دن بلکہ ہر آئندہ ساعت، فکر اور شوق کے جذبات میں اضافہ کرتی جاتی تھی، حضرت شیخ الحدیثؒ اور مفکر

اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے انتساب اور مناسبت، مہمانوں اور میزبانوں دونوں کے ذوق وشوق کو ظاہر ہے تیز تر کرنے والی تھی، مہمانوں کے استقبال، ان کے آرام وراحت، شرکاء کی سہولت اور خاطر خواہ انتظامات کی فکر وسعی، جامعہ کے ہر شخص بلکہ مظفر پور اور اعظم گڑھ کے ان تمام لوگوں کو قدرتی طور پر دامن گیر تھی جن کا تعلق کسی نہ کسی شکل میں بانیٔ جامعہ مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری وجامعہ اسلامیہ اور خود حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مفکر اسلامؒ سے تھا، چنانچہ دار العلوم ندوۃ العلماء سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، حضرت مولانا سید واضح رشید ندوی اور ان کے بعض سرگرم رفقاء اور خود بانیٔ جامعہ ابوظبی سے قریب ڈیڑھ مہینے قبل تشریف لائے اور واپس جاکر بھی برابر بلکہ روزانہ فون کے ذریعہ ہدایات دیتے رہے، اس عرصے میں جامعہ اسلامیہ نے معزز مہمانوں کی آمد اور قیام کے لئے ہر ممکن کوشش اور تیاری میں خود کو مصروف رکھا، عمارتیں نئے رنگ و روغن سے آراستہ ہوئیں، چمن زاروں کو قدرت نے نئے برگ وبار اور پھولوں اور کلیوں سے سجانے میں بھی کمی نہ کی، مرکز الشیخ أبی الحسن کی نئی عمارت گل رعنا کی شکل میں حسن، دلکشی اور جاذبیت کے ایسے معیاروں سے روشناس ہوئی اور صاحب نسبت کی خوبیوں سے اس طرح نکھری کہ نظریں یہ کہنے پر مجبور ہوئیں کہ ؎

اللہ رے حسن یار کی خوبی کہ خود بخود
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

مسجد، کتب خانہ، میوزیم، کمپیوٹر روم اور تمام عمارتیں اور چمن کا ہر گوشہ اور ہر روش اس طرح آراستہ ہوئی کہ دامن قلب ونظر ہر گام پر ان کی کشش سے کھنچتا رہا اور احساس یہ

کہتا رہا کہ جا ایں جاست۔

۲۴،۲۵؍مارچ کی منتظر تاریخوں کے آتے آتے اعظم گڑھ سے بنارس تک شاہ راہوں پر بلند و بالا استقبالی دروازے اپنے مہمانوں کی ترحیب کے لئے صف بہ صف استادہ ہوکر اپنے دامن کو چھوکر گزرنے والے ہر شخص کو یہ احساس اور پیغام دینے لگے کہ ۲۴،۲۵؍مارچ کو مظفر پور کی یہ دورافتادہ، خاموش اور پُرسکون بستی، علم و عمل کی ہر دو برگزیدہ اور گذشتہ صدی میں ہندوستان بلکہ عالم اسلام کی نمایاں ترین شخصیتوں کے مبارک ذکر اور معطر یادوں سے آباد، سرسبز اور شاد ہوگی، شیراز مشرق کی یہ سرزمین ایک بار پھر ایسے نفوس قدسیہ کے وجود اور ان کے مبارک سانسوں سے زندگی، حرکت اور سرشاری کی نعمتوں سے مالا مال ہوگی جو بے شبہ اس وقت عالم اسلام کی مذہبی و روحانی اور علمی و تحقیقی سرگرمیوں کے مرکز، آبرو اور سرمایہ کی حیثیت کے حامل ہیں، ایک وقت میں ایک جگہ اتنی تعداد میں اہل علم و فضل کا یہ اجتماع اس خطے کے لئے اللہ تعالیٰ کی عنایات بے پایاں کا ایسا مظہر ہوگا جو جامعہ، بانئ جامعہ اور اس خطہ کے تمام باشندوں کے لئے صرف یادگار ہی نہیں بلکہ حمد و شکر کا سزاوار بھی ہوگا۔

۲۴،۲۵؍مارچ سے قریب ایک عشرہ قبل حضرت بانئ جامعہ ابوظبی سے تشریف لائے اور مذاکرہ علمیہ کے انعقاد کی نوک پلک درست کرنے کا عمل بھی تیز تر ہوگیا، اعظم گڑھ اور اطراف و جوانب کے معززوں، ضلع انتظامیہ کے ذمہ داروں، صحافت اور ذرائع ابلاغ کے نمائندوں، سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا، تعاون کے لئے یہ سب حاضر اور مستعد تھے، صاف ظاہر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو مقبول بندوں سے انتساب اور بانئ جامعہ کے اخلاص کو قبولیت کا

شرف بخش کر اپنی عنایتوں کا باب کرم وا کر دیا تھا۔

۲۳/ مارچ کو ہرے بھرے کھیتوں اور باغوں کے درمیان جامعہ اسلامیہ کے نہایت خوبصورت اور پُر وقار احاطہ میں چہل پہل شروع ہوگئی اور شام ہوتے ہوتے مولانا عبداللہ کاپودروی اور مولانا شبیر صاحب سالوجی کی آمد سے محسوس ہوا کہ جامعہ کے افق پر علم وتقوی کے ستارے طلوع ہونے لگے اور جب ۲۴/تاریخ کا خورشید جہاں تاب روشن ہوا تو معلوم ہوا کہ علم وفضل کے سیاروں اور ستاروں سے جامعہ کی زمین رشک فلک بنی ہوئی ہے اور شیدائی اور عقیدت مند جگہ جگہ ہالے بنائے ہوئے اپنے اپنے ستاروں کے محور پر گردش کررہے ہیں۔

مذاکرہ علمی کا خوبصورت پنڈال اور شاندار اسٹیج یادگار تقریبات کے لئے تیار ہوچکا تھا اور علماء وفضلاء کی دید وشنید کے لئے لوگ پروانوں کی طرح وقت سے پہلے ہی وہاں جمع ہوچکے تھے، قریب دس بجے مرکز الشیخ کی افتتاحی مجلس کی مسند صدارت پر جناب مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی معتمد دارالعلوم ندوۃ العلماء رونق افروز ہوئے، موصوف صرف دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ہی معتمد نہیں بلکہ ان کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا بھی اعتماد کامل حاصل رہا، حضرت مولانا ندویؒ اور ندوۃ العلماء کی دعوت وفکر کے بزرگ ترین سفیر کی حیثیت سے ان کی شہرت ہے، ان کے ساتھ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ، اور بانئ جامعہ مولانا تقی الدین صاحب ندوی اور جناب مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی نے بھی شہ نشین کرسیوں کو رونق بخشی، اس افتتاحی جلسہ کی نظامت نوجوان صالح مولانا فیروز اختر ندوی مدیر مرکز الشیخ الندوی کے سپرد کی گئی جنہوں نے تلاوت قرآن

مجید کے لئے جامعہ کے استاد قاری مسعود احمد کو دعوت دی اور اس طرح کلام ربانی سے اس مجلس عرفانی کا بابرکت آغاز ہوا اس کے بعد جناب منشی شکیل احمد صاحب نے مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ کی کی درد و سوز میں ڈوبی ہوئی ایک نظم پیش کی، پھر تین طالب علموں سرفراز احمد (متعلم ثانویہ خامسہ) محمد شعیب (متعلم ثانویہ ثانیہ) اور جمشید احمد (متعلم ثانویہ اولیٰ) کے مجموعہ نے جامعہ کا ترانہ اس طرح پیش کیا کہ ایک سماں بندھ گیا، خطبہ استقبالیہ بانیٔ جامعہ نے پیش کیا، لیکن لکھے ہوئے خطبے سے زیادہ مولانا نے زبانی اپنے جذبات کا اظہار کیا، حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا علی میاںؒ کی محبتوں اور عنایتوں کے بیان میں ان کی آنکھیں نم ہوگئیں، پلکوں پر یہ ستارے قریب پچاس سال کی یادوں کو منور کر گئے، انہوں نے اس سمینار کے انعقاد کی غرض و غایت بیان کرنے کے ساتھ اعظم گڑھ اور بیرون اعظم گڑھ کے ہر مخلص معاون کے لئے جذبات تشکر کا اظہار کیا، وقت کی تنگی نے اختصار کے لئے مجبور ضرور کیا لیکن ؎

کبھی فرصت سے سن لینا عجب ہے داستاں میری

نے اس اختصار کو بھی اثر اور جامعیت کے لحاظ سے بڑی کیفیت بخش دی، خطبۂ استقبالیہ کے بعد ناظم جامعہ اور ''الولد سر لابیہ'' کے حقیقی مصداق ڈاکٹر ولی الدین ندوی استاذ حدیث جامعہ دبئی نے جامعہ کی ایک مختصر لیکن نہایت جامع روداد پیش کی، وہ ایک روز قبل ہی ابوظبی سے آئے اور بجائے گھر جانے کے سیدھے جامعہ پہونچے اور پھر ہمہ تن عمل ہوگئے، ان کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے تقدیمی کلمات ادا کئے، مولانا مدظلہ کی تقریر بھی مختصر اور سادہ تھی لیکن حضرت کی سادہ شخصیت کی طرح ان کی تقریر کے متعلق یہی تأثر برحق ہے کہ ؎

بات میں سادہ و آزاد، معانی میں دقیق

مولانا عبداللہ عباس ندوی کے صدارتی کلمات کی اثر انگیزی بتارہی تھی کہ ملت کے دو انتہائی قابل احترام بزرگوں کی روحانی توجہات کا آغاز ہو چکا ہے اور ان کے معتقدین کی زبانوں پر بے اختیار ایسے مضامین جاری ہورہے ہیں جن کا سرچشمہ محض عالم غیب ہے، اسے القاء کہئے یا الہام، بات یہی تھی کہ ؎

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

یہ ساری باتیں ان شاء اللہ حرفاً حرفاً شائع ہوں گی، اس روداد کا اختصار ان کی تفصیل کا متحمل نہیں ہوسکتا، بانئ جامعہ کے اظہار تشکر کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے اپنے دست مبارک سے مرکز الشیخ کی عمارت کا صدر دروازہ کھول کر افتتاح فرمایا، اس طرح مرکز الشیخ کی اس افتتاحی تقریب کی تکمیل ہوئی، شرکاء جلسہ نے اس موقع پر مرکز کی شاندار عمارت اور اس کے وسیع وعریض کتب خانے کی زیارت کی، اور ایک مختصر چائے کے وقفہ کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی سمینار کی افتتاحی نشست کا باقاعدہ آغاز حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی صدارت اور جناب مولانا نذر الحفیظ ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء کی نظامت میں ہوا، قاری محمد عامر صاحب کی تلاوت کے بعد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے کتاب ''أوجز المسالک'' کا اجراء فرمایا، جو اٹھارہ جلدوں میں بانئ جامعہ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ بیروت سے شائع ہوئی ہے، اس کے بعد بزرگ شاعر اور جامعہ اور ''الشارق'' کے خاص قدرداں جناب فاخر جلال پوری کے کلام کے بعد بانئ جامعہ

مولانا ندوی مظاہری مدظلہ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا، اوراس موقع پر بھی تحریر سے زیادہ ان کی گفتگو مؤثر رہی، جس میں حضرت شیخ کی عنایات وتوجہات کا ذکر محبت وعقیدت کے ایسے لہجہ میں تھا کہ سننے والوں کی تمنا تھی کہ کاش یہ لمحات درازتر ہوتے جائیں، مولانا مدظلہ نے اس موقع پر اپنے مرشد حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ اورحضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، اور حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب ہردوئی کا ذکر بھی کیا، بعض کبار علمائے ہند کے ساتھ شیخ محمد علوی مالکی، ڈاکٹر نورالدین عتر استاد حدیث دمشق یونیورسٹی، شیخ محمد عوامہ، مولانا یوسف متالا خلیفہ حضرت شیخ الحدیثؒ لندن کے خطوط، مقالات اور پیغامات کا ذکر کرکے ان کا شکریہ ادا کیا، اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی اوران کے ممتاز متوسلین اور صاحبان اجازت وخلافت کا تعارف بھی پیش کیا، ان میں شیخ محمد اسماعیل بدات مدینہ منورہ، مولانا شبیر صاحب سالوجی جنوبی افریقہ اورمولانا عبداللہ کاپودروی کناڈا، شیخ مفتی محمد اسماعیل کچھولوی لندن جیسی شخصیتیں شامل تھیں، ان حضرات نے بھی اس موقع پر اپنے جذبات واحساسات کے اظہار سے گریز نہیں فرمایا، اخلاص وللٰہیت اور علم حدیث سے نسبت عالیہ اور فنائیت فی الشیخ کے لحاظ سے یہ حضرات جس مقام بلند پر فائز ہیں، اس کا ایک ہلکا اندازہ ان کے کلمات مبارکہ سے کیا جاسکتا ہے، ان حضرات کی گفتگو اور صاحب معرفت وطریقت مولانا قمرالزماں الہ آبادی کی اس موقع پر مختصر تقریر بھی ان شاء اللہ پردۂ تحریر پر ظاہر ہوگی، صدر نشست اور بانئ جامعہ کے شکریے اور حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند کی دعا پر یہ نشست اختتام کو پہونچی۔

اسی ۲۴ تاریخ کو عصر کی نماز کے بعد طلبائے جامعہ کی تعلیمی وثقافتی سرگرمیوں کی ایک مختصر اور دلچسپ جھلک پیش کی گئی، مسجد کے زیر سایہ وسیع سبزہ زار پر عامر وصاف نے اردو اور صفی اللہ نے عربی میں تقریریں کیں اور ایک دلچسپ عربی مکالمہ "السنة النبوية و حجيتها في الإسلام" کے موضوع پر ہوا، جس میں سید جمشید احمد (متعلم عالیہ ثالثہ شریعہ) نواب عالم (متعلم عالیہ ثانیہ شریعہ) احتشام الحق (متعلم عالیہ اولیٰ شریعہ) زاہد اختر (متعلم عالیہ اولیٰ شریعہ) اور بانئ جامعہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی کے ہونہار حفید فرید الدین (متعلم ثانویہ خامسہ) نے برجستہ بحث و مباحثہ میں عربی زبان میں خیالات کا اظہار بڑے سلیقہ سے کیا، مولانا سید محمد رابع ندوی اور مولانا عبداللہ عباس ندوی نے اس موقع پر بچوں کو نصیحتوں سے سرفراز فرمایا۔

مغرب کی نماز کے بعد سمیناری مقالات کی نشست حضرت شیخ الحدیثؒ کے مخلص وفعال عقیدت مند مولانا عبداللہ کاپودری کی صدارت میں ہوئی، مولانا کاپودروی کا ذکر آچکا ہے، ان کی شخصیت کی سادگی، دلنوازی بجائے خود بڑی دلکش ہے، اس سمینار کے اکثر حاضرین کو پہلی بار ان کی زیارت کی سعادت حاصل ہورہی تھی، سمینار کے برکات میں یہ زیارت کچھ کم نہیں، نظامت جامعہ ملیہ دہلی کے شعبۂ عربی کے پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی کے حصہ میں آئی، اس نشست میں کل سات مقالات پیش کئے گئے، ہر مقالہ پُر مغز اور پُر از معلومات، سامعین کی محویت اور استغراق کا یہ عالم کہ ایک لفظ کا چھوٹنا بھی جیسے گوارہ نہیں تھا، ان مقالات سے اب استفادہ ان کے چھپنے پر ہوگا (۱)، تاہم یہ احساس عام تھا کہ مولانا عبداللہ عباس ندوی کے قلم گہر بار نے

(۱) الحمدللہ "ذکر زکریا" کے نام سے مقالات کا مجموعہ شائع ہوچکا ہے۔

حضرت شیخ اور عامۃ المسلمین کے موضوع کو عجب تب وتاب بخش دیا، حضرت شیخ کی شخصیت اور کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ میں ان کا ذکر سننے والوں کو عرصے تک لطف و لذت سے سرشار کرتا رہے گا، مفتی ابوالقاسم صاحب بنارسی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بنارس نے تو مقالہ ہی نہیں پیش کیا، بلکہ انہوں نے بنارس میں سمینار کے مہمانوں کے استقبال اور راحت کی ذمہ داری جس اپنائیت سے پوری کی اس کا اجر اللہ تعالی ہی دے گا، بنارس کی ساری ذمہ داریوں کو انہوں نے اپنے سر لے کر ذمہ داران جامعہ کو گویا فارغ البال کردیا، اس نشست میں بلکہ ہر نشست میں اگر چہ شہ نشیں سے ایک شخصیت طبیعت کی سادگی اور نمود وظہور سے نفور کی وجہ سے دور رہی تاہم ایک گوشہ میں خاموش اور سر جھکا کر بیٹھنے کی ادا کی وجہ سے وہ ہزاروں نگاہوں کا مرکز رہی، یہ شخصیت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی خلف الرشید حضرت شیخ الحدیثؒ کی تھی، ان کے اس فقیرانہ جمال کا اثر ان کے خاص ہم نشینوں مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری کی شخصیتوں میں محسوس کیا جارہا تھا، مولانا کاندھلوی مدظلہ کی دعا اور مؤذن کی اذان عشاء پر اس نشست کا اختتام ہوا۔

۲۵ مارچ، سمینار کا دوسرا اور آخری دن تھا، ۱۰ ربجے مذاکرہ کی دوسری نشست شروع ہوئی، مسندِ صدارت پر مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی اور کرسی نظامت پر مولوی سید جاوید احمد ندوی متمکن ہوئے، مولوی ابرار حسن کی تلاوت کلام پاک سے کاروائی کی ابتدا ہوئی اور مقالات سے پہلے جناب مولانا احمد دیولا ناظم مدرسہ جامعہ علوم القرآن نے جو جمبوسر گجرات سے آئے تھے، مختصر لفظوں میں حضرت شیخ، بانئ جامعہ اور جامعہ کے تعلق سے اظہار خیال کیا، نشست میں کل ۹ مقالات پڑھے گئے۔

یہ نشست بھی بڑی مفید اور بیش بہا معلومات سے پُر رہی، جناب مولانا برہان الدین سنبھلی، ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی ندوی، مولانا عبید اللہ اسعدی وغیرہ کسی بھی سمینار کے وقیع اور کامیاب ہونے کے ضامن ہیں، پنڈال حسب معمول سامعین سے معمور تھا، ہمہ تن گوش مجمع کی محویت کو چائے کے وقفہ نے توڑا اور معاً بعد آخری نشست کے آغاز کا اعلان کیا گیا جس کی مسند صدارت کو مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے زینت بخشی، شہ نشیں پر مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند اور بانیٔ جامعہ بھی جلوہ افروز تھے، نظامت کے فرائض کی ذمہ داری مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات کے پروفیسر مولانا سعود عالم قاسمی نے سنبھالی، حضرت مولانا محمد سالم قاسمی کے کلمات نصائح کے بعد مقالات پیش کئے گئے، یہ کل ۱۰ تھے تلک عشرۃ کاملۃ، ہر مقالہ خوب سے خوب تر تھا، جناب مولانا عبدالقدوس رومی مفتی شہر آگرہ کا مقالہ ان کی موجودگی میں ان کے صاحبزادے مولانا مجد القدوس رومی اور جناب مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمانی کا مقالہ مولانا عبداللہ صاحب معروفی نے پیش کیا، جناب مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کے تأثراتی مضمون نے تو الگ ہی سماں باندھا، جناب مولانا واضح رشید ندوی کا مقالہ عربی زبان میں تھا جس کو مولوی فیروز اختر ندوی نے پیش کیا، صدر نشست مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے پہلے تو حضرت شیخ الحدیثؒ کے بارے میں اپنے تعلق اور واقعات کا اظہار کیا پھر اپنے مقالہ کے جستہ جستہ مقامات بھی سنائے، مولانا اعظمی ندوی کا تأثر دوسرے اصحاب کے بارے میں یہ تھا کہ حضرت شیخ کی برکت سے کہنے والوں کے الفاظ میں الہامی تاثیر پیدا ہوگئی تھی، خود ان کے تأثرات کے متعلق بھی اسی کیفیت کو محسوس کیا

گیا، آخر میں ناظم جامعہ اسلامیہ ڈاکٹر ولی الدین صاحب ندوی نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور ضیافت کی راہ میں آنے والی ہر تکلیف کے لئے معذرت کا اظہار کیا، انہوں نے سمینار میں پیش کیے گئے خیالات کی روشنی میں واضح کیا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی کتابوں اور ان کے غیر مطبوعہ کاموں کو اعلیٰ معیار کے ساتھ ''مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی'' کی جانب سے شائع کیا جائے گا، حضرت شیخ کی عدیم المثال مذہبی و علمی خدمات کے فروغ کے لئے انہوں نے اس توقع کا بھی اظہار کیا کہ اس قسم کی علمی مجالس کا سلسلہ جاری رہے گا، مندوبین کی جانب سے ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے، جامعہ، بانیٔ جامعہ اور تمام منتظمین کے شکریہ کا فریضہ انجام دیا اور بجا طور پر اظہار فرمایا کہ مہمانوں کو ادنی سی تکلیف کا احساس نہ ہونے دینے میں یہ سمینار عدیم المثال رہا۔

پروگرام کے مطابق مغرب کی نماز کے بعد اجلاس عام ہونا تھا، اس کے لئے جامعہ سے متصل، جامعہ کے ایک وسیع قطعہ آراضی پر ایک نہایت شاندار شامیانہ سایہ فگن تھا، جس میں تقریباً ساٹھ ہزار افراد کی نشست کی گنجائش تھی، یہ پنڈال بھی اس قدر آرام دہ اور خوبصورت تھا کہ کہنے والوں کے مطابق اعظم گڑھ میں اس سے پہلے کبھی اس شان کا پنڈال آراستہ نہیں کیا گیا تھا، مغرب کی نماز سے پہلے ہی لوگوں کی آمد کا تانتا بندھنے لگا، ''من کل فج عمیق '' کی عملی تفسیر سامنے تھی اور جب جلسہ شروع ہوا تو عالم یہ تھا کہ سامعین کی تعداد لاکھ سے بھی تجاوز کر گئی، حد نظر تک بس ایک خلقت تھی جو ٹوٹی پڑ رہی تھی، سارے اندازوں کے برخلاف وہ بے مثال مجمع بس یہی ثابت کر رہا تھا کہ یہ حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا علی میاںؒ کی پاکیزہ نسبتوں

اور داعیان جلسہ کی پاک صاف نیت کی برکت اور عند اللہ مقبولیت کا جیتا جاگتا نمونہ ہے، اعظم گڑھ، مئو، مبارکپور کو تو قرب کی سہولت تھی لیکن گونڈہ، بستی، گورکھپور، پرتاپ گڑھ، الہ آباد، سلطان پور، جونپور، غازی پور اور بنارس سے آنے والے محبت و عقیدت کی ایک نئی داستاں رقم کر گئے، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی نے اس سمینار اور جلسہ کو عدیم المثال قرار دیا، اور مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی زبان سے بے اختیار یہ سچی بات نکلی کہ یہ جلسہ تاریخی بھی ہے اور تاریخ ساز بھی، الحمد للہ اس مرجعیت و مقبولیت کا اثر اس طرح ظاہر ہوا کہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا محمد ولی رحمانی، مولانا سجاد نعمانی اور مولانا سلمان حسینی کی زبانوں سے معرفت و حقیقت کے چشمے رواں ہو گئے، ایسی طاقتور، پُر اثر تقریریں کم کی جاتی اور کم سنی جاتی ہیں، مولانا محمد ولی رحمانی کی صدارت اور مولانا رئیس الشاکرین ندوی اور مولانا سید جاوید احمد ندوی استاد جامعہ اسلامیہ کی نظامت میں یہ جلسہ تاریخ ساز کامیابی کی ایک نئی تاریخ لکھ کر ختم ہوا، جس کی یاد ہی مدت تک باقی نہ رہے گی بلکہ یقین ہے کہ اس کے مبارک اثرات بھی دیرپا ثابت ہوں گے، علوم دینیہ سے اشتغال، معاشرے کی اصلاح اور خود اپنی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دینے اور خیر امت کا مثالی کردار نبھانے کی ترغیب اس جلسہ کی روح تھی، امید ہے یہ روح زندہ اور تابندہ ہو کر اس علاقہ میں خاص طور پر اور امت مسلمہ میں عام طور پر احیائے اسلام، تعمیر انسانیت کے لئے سرگرم عمل ہوگی، جلسہ کا اصل مقصد بھی یہی تھا اور جن بزرگان گرامی سے اس کی نسبت تھی ان کی زندگی کی اصل کہانی بھی بس یہی تھی، سمینار اور جلسہ ختم ہوا، مندوبین اور شرکاء کے کچھ نام اس داستان میں آ گئے لیکن ایسے مندوبین بھی تھے جن کے مقالات وقت کی قلت کی

وجہ سے پیش نہیں کیئے جا سکے، دارالمصنفین ، دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم ندوۃ العلماء، مدرسۃ الاصلاح ، جامعۃ الفلاح ، جامعہ مظہر العلوم ، احیاء العلوم ، مدرسہ بیت العلوم ، دارالعلوم الاسلامیہ بستی وغیرہ تو چند نام ہیں، ورنہ قرب وجوار خصوصاً مئو، مبارکپور کے تمام مدارس اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی ، شبلی نیشنل پوسٹ گریجویٹ کالج اعظم گڑھ جیسے اہم تعلیمی مراکز کے نمائندے کثرت سے موجود تھے۔

بہت سے ایسے اسمائے گرامی ہیں جن کے ذکر سے ذہول عین ممکن ہے مولانا عبداللہ حسنی صاحب ندوی، مفتی محمد ظہور ندوی، مولانا محمود الازہار ندوی، مولانا محمود حسن حسنی ندوی، ڈاکٹر نفیس احمد چیف پراکٹر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ڈاکٹر جاوید عثمانی علی گڑھ، حکیم اسلام اللہ علی گڑھ، ڈاکٹر مسیح الرحمٰن، ڈاکٹر اظفر فیضان، وکیل وصی الدین تو چند نام ہیں، حیدرآباد سے پروفیسر محسن عثمانی ندوی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اور دہلی سے پروفیسر اختر الواسع کا انتظار تھا اول وآخر الذکر کے مقالات دوروز بعد آگئے اور مولانا خالد سیف اللہ صاحب اپنے مقالہ کے ساتھ ۳۰؍ مارچ کو تشریف لائے ، ذکر تو ان کا بھی ضروری ہے جن کی دن رات کی محنت سے یہ سمینار کامیاب ہو سکا، ضلع کی انتظامیہ ہو، اعظم گڑھ کے میئر بلدیہ ہوں، ممبران اسمبلی ہوں، صحافت اور ذرائع ابلاغ کے نمائندے ہوں، سماجی کارکن ہوں، اساتذہ جامعہ ہوں، طلبہ ہوں، مطبخ کے منتظمین ہوں، ان سب کے نام یقیناً لوح دل پر نقش ہیں، ان کے مفصل ذکر کا شاید کاغذ متحمل نہ ہو سکے، لیکن یہ یقین ہے کہ اس سمینار کی برکتوں میں ان سب کا حصہ کم نہ ہوگا اور اصل اجر تو اسی کا ہے جس کے خزانے میں کسی کے لئے کوئی کمی نہیں، قبولیت اور اندراج بس اسی کے دربار کا مطلوب ومقصود ہونا چاہئے۔

دوسرا سیمینار بعنوان: ’’تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں ہندوستان میں علم حدیث‘‘:

دوسرا سیمینار ’’تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں ہندوستان میں علم حدیث‘‘ کے عنوان سے ۲۱/۲۲/مارچ ۲۰۰۷ء کو منعقد ہوا، آخری دن رات میں اجلاس عام تھا اس کی تفصیل بھی جناب مولانا عمیر الصدیق ندوی کے قلم سے حسب ذیل ہے:

’’تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں، ہندوستان میں علم حدیث‘‘ کے موضوع پر دوروزہ بین الاقوامی مذاکرۂ علمی کی تاریخیں ایک بار ٹل چکی تھیں اور جب یہ فیصلہ ہوا کہ اب ۲۱/۲۲/مارچ ۲۰۰۷ء کو ان شاء اللہ یہ سمینار ہوگا تو پورے ملک اور خاص طور پر ان علماء و محققین کا جن کا علم حدیث کے مطالعہ سے تعلق ہے، جذبۂ شوق اپنی انتہا کو پہنچنے لگا، آخر شوق کے یہ مرحلے طے ہونے لگے، فاصلے سمٹتے گئے اور منزل کے نشان ظاہر ہونے لگے، کاروانِ شوق کی نظر میں وہ نقوش بھی تھے جو ٹھیک تین سال پہلے ۲۴/۲۵/مارچ ۲۰۰۴ء کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سمینار کی راہ میں ثبت ہوئے تھے اور جنہوں نے ایک دور افتادہ چھوٹے سے گاؤں مظفر پور میں محبت و عقیدت کی نئی شمعیں فروزاں کی تھیں، تین سال پہلے ایک فرد واحد کی عظیم الشان محدثانہ خدمات کا مطالعہ و تجزیہ، استیعاب و استقصاء مقصود تھا تو اب تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے ہندوستانی علمائے حدیث کی ان خدمات کا احاطہ و مطالعہ پیش نظر تھا جن کی دوسوسالہ خدمات اپنے تنوع، گہرائی اور گیرائی کے لحاظ سے گویا حضرات محدثین کے بارہ سوسالہ کارناموں کا عطر کہی جاسکتی ہیں، اس عطر کی کشید میں

جہاں بعض نام اور کام واضح اور نمایاں تھے وہیں کچھ شخصیتیں اور خدمات ایسی بھی تھیں کہ وقت کی گردش نے اور کچھ تساہل وغفلت نے ان کو گم نامی اور کم نامی کے غبار سے آلودہ کر دیا تھا، نام نیک رفتگاں ضایع مکن کی نصیحت اپنی جگہ برحق، لیکن اس پر عمل کرنے کی ہمت جیسے مردہ اور بے روح تھی، برصغیر میں گذشتہ دوسو سالوں میں درس و تدریس اور تصنیف وتالیف اور وعظ وتقریر کے ذریعہ علوم اسلامیہ پر توجہ واعتناء میں علم حدیث کو ہمیشہ نمایاں حیثیت حاصل رہی، لیکن دوسو سال گزر جانے کے بعد علوم نبوت کے ان شیدائیوں کے نام سے بھی اکثر طالبان حدیث ناواقف ہوتے جارہے تھے، یہی احساس تھا جس نے موجودہ صدی کے ایک اللہ کے بندے کو مضطرب کیا، اور وہ جو خود دور حاضر میں گلستانِ حدیث میں اپنی گل کاری سے تازہ اور مشک بار گلوں کے ذریعہ عطر بیزی اور مشک ریزی میں ہمہ وقت اور ہمہ تن مشغول ہے، اس کے ذہن رسا نے اس گلستاں میں ان پھولوں کو جمع کرنے کی آرزو کی جن کے وجود سے خود ان کے لگانے والوں کے وجود کی خوشبو محسوس کی جاتی ہے، حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ کا یہی جذبہ تھا جس نے نقش اول کی شکل میں حضرت شیخ الحدیث سمینار کو تاریخی حیثیت عطا کی اور یہی جذبہ اب اس سمینار کو غیر معمولی اور مثالی بنانے کے لیے بے تاب تھا، بے تابی تو اسی وقت سے روز افزوں ہوتی گئی جب دار العلوم ندوۃ العلماء کے ناظم حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی دامت برکاتہم نے اور ان کے رفقائے کرام نے اس جذبہ کی تائید فرمائی اور پھر مسلسل حوصلہ افزائی ہوتی رہی اور اسی کے نتیجے میں علماء و محققین حضرات سے براہ راست تعلق رکھا گیا، عنوانات کی مناسبتیں تلاش کی جاتی رہیں اور ان ساری کاوشوں سے یہ توقعات بھی قوی تر ہوتی گئیں کہ ان شاء اللہ

موضوع اور اس کی نسبت والا شان کی برکت کا ظہور ہوکر رہے گا اور بانیٔ جامعہ اور داعیٔ مذاکرہ حضرت مولانا تقی الدین ندوی مدظلہ کی تڑپ اور لگن رنگ لا کر رہے گی۔

۲۱/مارچ کو سمینار کا افتتاح ہونا تھا لیکن اس سے کئی دن پہلے ہی مظفر پور بلکہ اعظم گڑھ کی تمام شاہراہیں اس مبارک سمینار کے لیے فرش راہ بنی ہوئی تھیں، علم حدیث کی عظمت اور خود سمینار کے موضوع کی جلالت قدر کے پیش نظر ہر اہم موڑ پر بلند و بالا آراستہ و پیراستہ استقبالی دروازے، حاملین علوم نبوت کے خیر مقدم کے لیے صف بہ صف استادہ تھے اور پُر وقار انداز میں گویا یہ پیغام دے رہے تھے کہ دنیا اور دنیا کے طالبوں کے لیے بھی دروازے اور دوّار سجتے اور سجائے جاتے ہیں لیکن علم حدیث کے خادموں کی ترحیب کا انداز کچھ اور ہی ہے، ان کے لیے تو فرشتے راستے پر پر بچھاتے ہیں اور عرش کا سایہ ان پر دراز رہتا ہے، یہ جہاں جمع ہوں وہی جلوہ گہِ جبرئیل ہے، اعظم گڑھ کے اس خطہ اور قدیم شیراز مشرق کے اس حصہ کی یہ سرزمین مظفر پور عن قریب ایسے پاک نفس اور پاک طینت نفوس سے معمور ہوگی جو اس وقت ہندوستان ہی نہیں، ایک عالم کی مذہبی وروحانی اور علمی و تحقیقی سرگرمیوں کی آبرو کے مترادف ہیں جو کلام سرور کائنات ﷺ کی لذتوں اور برکتوں سے آشنا ہیں، جو وحی متلو کے ربانی کلام کے اسرار و رموز کی تلاش میں وحی غیر متلو کی شاہ کلید کے حامل و بردار ہیں، حق تھا کہ علم حقیقی کے ان طالبین اور مدرسہ صفہ کے ان جانشین وارثوں کے لیے چشم شوق کی ایک ایک لرزش نچھاور کردی جائے، مہمان جس درجے کے بھی ہوں، ان کی ضیافت بھی ایک ہنر ہے، اور اس ہنر کا حق یہ ہے کہ دیدۂ و دل سب مہمانوں کی راہ اور راحت میں بچھا دیئے جائیں، حق یہ ہے کہ اس ہنر سے بانیٔ جامعہ بھی خوب واقف ہیں اور اس خوبی کا

اثرات کے زیر سایہ جامعہ اسلامیہ میں بھی سرایت کر چکا ہے، اس کا اظہار واعتراف تین سال پہلے کے سمینار میں کیا گیا تھا اور اب وقت تھا کہ نقش ثانی، نقش اول سے بہتر ثابت ہو، پنڈال، شامیانوں اور ان کے لوازم کی ذمہ داری انہیں کے سپرد تھی جنہوں نے تین سال پہلے اپنے کام سے میز بانوں اور مہمانوں کو متاثر اور مطمئن کیا تھا اور حق یہ ہے کہ ان کا نقش ثانی، نفاست اور خوش سلیقگی میں خوب سے خوب تر ثابت ہوا، حسن معنی کے ساتھ حسن ظاہر کا اہتمام، ہر ایک کے بس کی بات نہیں، یہ محض ذوق کے معیار کی بات ہے، یہ نہ ہو تو شاہجہانی اور عالمگیری مزاجوں کا فرق بھی نہ ہو، بانیٔ جامعہ کو اس باب میں بھی قدرت نے خصوصی فیاضی سے نوازا ہے۔

۲۰/مارچ کی تاریخ آئی اور یہ خوش خبری لائی کہ حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی، مولانا سید واضح رشید ندوی مدظلہما اپنے رفقاء کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں، آفتاب نصف النہار پر تھا کہ اس کاروان اہل صفا کے وجود سے جامعہ اسلامیہ کے درو دیوار تابندہ تر ہو گئے، عصر کی نماز کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی مدظلہ نے جامعہ اسلامیہ میں رابطہ ادب اسلامی کی مشرقی یو پی کی شاخ کا باقاعدہ افتتاح فرمایا، جامعہ اسلامیہ کی کلاہِ فخر و امتیاز میں یہ ایک اور اضافہ تھا، بانیٔ جامعہ جن کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ہر یادگار سے عقیدت ہے، مولاناؒ کی اس یادگار کو بھی جامعہ اسلامیہ کے وجود کا ایک حصہ بنا دیا، باقاعدہ ایک کشادہ کمرہ، رابطہ ادب اسلامی کے دفتر کی حیثیت سے خاص کر دیا گیا کہ تعلیم و تدریس و تحقیق کے ساتھ ادب اسلامی کے فروغ کا سرچشمہ بھی اس خطہ و دیار میں، جامعہ اسلامیہ ہی کے نصیب میں آئے، اس موقع پر جناب حکیم ظل الرحمٰن، ڈاکٹر عتیق الرحمٰن، مولوی محمود حسن حسنی اور صوفی عبدالرزاق

صاحب بھی موجود تھے، حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی کی دعاؤں سے رابطہ ادب اسلامی کی اس مشرقی یوپی شاخ کے نہال اور برگ وثمر آور ہونے کی توقع، حق اور بجا ہے، اسی تقریب میں بانیٔ جامعہ نے بخاری شریف کا وہ نادر مخطوطہ بھی دکھایا جس کی تحقیق وتعلیق اب ان کے شب وروز کا حاصل ہے اور شاید ان کی اب تک کی تمام علمی و تحقیقی کاوشوں میں سب سے اہم اور سب سے ممتاز ہے، اس کی تفصیلات پھر کبھی۔

۲۰/مارچ کو قافلۂ حسنی کی آمد سے جیسے مہمانوں کی آمد کا بھی افتتاح ہوگیا، ڈاکٹر ولی الدین ندوی ناظم جامعہ اسلامیہ، مولانا ابوسعد ندوی رکن مجلس ادارت الشارق گو میزبان تھے لیکن اسی روز وہ ابوظبی سے تشریف لائے، اس سمینار کے ایک مہمان خصوصی متحدہ عرب امارات کے نوجوان صالح ڈاکٹر شیخ احمد الخزرجی تھے جو اپنے نامور والد اور یواے ای کے سابق وزیر قانون واوقاف اور بانیٔ جامعہ کے محبّ کریم اور ان کی علمی فتوحات کے قدرداں ڈاکٹر شیخ محمد الخزرجی کی محبتوں کے امین اور سفیر کی حیثیت سے اس سمینار میں شرکت کے لیے بے قرار تھے، ان کی آمد کی خبر ملی کہ وہ بنارس تشریف لاچکے ہیں۔

۲۱/مارچ کی صبح ہوئی تو محسوس ہوا کہ نسیم صبح آج عجب انداز میں مشک بار ہی نہیں بے قرار بھی ہے، مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا اور نو بجے تک عالم یہ تھا کہ گلشن علم نبوت کے خوشہ چینوں کی خوشبو اور ان کی تب وتاب سے جامعہ اسلامیہ کی فضائیں معطر ومنور ہورہی تھیں، مرکز الشیخ ابی الحسن کے ٹھیک سامنے عظیم الشان پنڈال اپنے مہمانوں کی راحت وسہولت کی خاطر اپنی آغوش وا کیے ہوئے تھا، نہایت وسیع و عریض اور بلند وبالا ہونے کے باوجود، حضور رسالت مآب ﷺ کے علوم کے شیدائی

اس کثرت سے اور پروانہ وار جمع ہورہے تھے کہ اندیشہ ہوا کہ یہ شامیانہ بھی محبت و عقیدت کے اس جوش و وفور کے سامنے بے بضاعت نہ ثابت ہو، ہوا بھی یہی، جتنے کرسی نشین تھے، شامیانے کے اطراف میں شاید اتنے ہی اور سامعین تھے۔

آخر وہ وقت آ ہی گیا، افتتاحی جلسے کے لیے پُر وقار شہ نشیں تیار تھی، حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی نے صدارت کی مسند کو سرفراز فرمایا، ایک جانب سمینار کے داعی مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی اور دوسری جانب ڈاکٹر شیخ احمد بن محمد الخزرجی رونق افروز تھے، جلسے کے ناظم مولانا فیروز اختر ندوی نے تلاوت آیات کے لیے قاری مسعود احمد کو دعوت دی اور اس طرح کلام ربانی سے حدیث نبویؐ کی اس تاریخی تقریب کا آغاز ہوا، مندوبین اور سامعین کے استقبال کے لیے گو داعیٔ بزم کا خطبۂ استقبالیہ مطبوع تھا جس میں انہوں نے اس مذاکرۂ علمی کی غرض و غایت کو واضح فرمایا تھا، لیکن لکھے چھپے الفاظ میں جذبات کا سیلاب کہاں سما سکتا ہے، مولانا ندوی مظاہری نے اپنی برجستہ تقریر میں صاف فرمایا کہ ہندوستان کے علمائے حدیث نے گذشتہ دو صدیوں میں جو خدمات انجام دی ہیں ان میں سے کچھ تو عالم اسلام کے سامنے ہیں لیکن ایک بڑا حصہ آج بھی اس کا منتظر ہے کہ اس کو شایان شان طریقے سے عالم اسلام سے روشناس کرایا جائے اور خود ہندوستان میں ان بیش قیمت مضامین کا احیاء ہو، آج ہندوستانی مسلمانوں کو ہی نہیں، دنیا کے ہر باشندے کو سرور دو عالم ﷺ اور نبی رحمت للعالمینؐ کے ہر قول و عمل اور چشم و ابرو کے ہر اشارے کی دولت سے مالا مال کیا جائے، ہندوستان سے باہر علمائے ہند کی یہ خدمات، اسلامی ہند کے وقار میں اضافہ کا باعث تو ہیں ہی، یہ موجودہ ہندوستان کی وقعت میں اضافے کی مبارک سفیر بھی ہیں، اس طرح

مولانا نے موجودہ ہندوستانی حکومتوں کو یہ پیغام بھی دے دیا کہ ہندوستان کے عربی و اسلامی مدارس اپنے طور پر ملک کی نیک نامی کا ذریعہ ہیں، ان کے وجود کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے والوں کو حقیقت پر نظر رکھنی چاہئے اور برادران وطن میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں، اسی لیے انہوں نے اعظم گڑھ کے سیاسی رہنماؤں اور انتظامیہ کا خوش دلی سے ذکر کیا کہ مختلف سیاسی پارٹیوں سے تعلق کے باوجود یہ تمام سیاسی قائدین، جامعہ اسلامیہ سے تعاون میں دریغ نہیں کرتے اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ جامعہ اسلامیہ ہو یا دیگر دینی ادارے اور مدارس ہوں، یہ معاشرے کو پاکیزہ اور ماحول کو امن وسلامتی میں بدلنے کے بے غرض ذرائع ہیں، مولانا کے یہ مختصر استقبالی کلمات اس درجہ مؤثر تھے کہ پورے پنڈال میں خاموشی تھی اور ہر شخص یہی سمجھ رہا تھا کہ گویا یہ اسی کے دل کی آواز ہے، مولانا کے ان کلمات کے بعد ان کے لائق صاحبزادے اور جامعہ اسلامیہ کے ناظم مولانا ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے جامعہ اسلامیہ کا ایک جامع تعارف اور اس کی کارکردگی کی روداد پیش کی، تعارف کے بعد ناظم جلسہ نے نوجوان شیخ احمد بن محمد الخزرجی کو تأثرات پیش کرنے کی دعوت دی، فصیح و بلیغ عربی زبان میں ان کے تأثرات ان سامعین کے دلوں میں بھی اتر گئے جو عربی زبان نہیں سمجھتے تھے، انہوں نے مولانا مدظلہ سے اپنے رشتۂ تلمذ کو پُر فخر انداز میں بیان کیا، ہندوستان کے علمائے حدیث کی مساعی کی زندہ تصویر، انہوں نے مولانا کی شکل میں دیکھی، اسی لیے ان کے کلمات وتعبیرات کو صداقت اور واقعیت نے اور پختگی وتوانائی بخش دی۔

جب رات آئی تو حسبِ روایت جامعہ اسلامیہ کے ایک وسیع میدان میں اور نہایت پُر شوکت وسطوت پنڈال میں جیسے ایک جہاں کی مخلوق اُمڈ آئی، لاکھوں کی

تعداد میں محض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں کو سننے اور جاننے کے لیے جو لوگ اعظم گڑھ ہی نہیں، اطراف کے ضلعوں اور بستیوں سے جمع ہوئے ان کے اجر میں کسے شبہ ہے، اس جلسۂ عام کا مقصد بھی یہی تھا کہ قرآن وحدیث کے علمی وتحقیقی مطالعوں اور تجزیوں کی اہمیت اپنی جگہ پر، لیکن اصل مقصد یہی ہے کہ پوری امت بلکہ پوری انسانیت، انسانِ کامل ؐ کی حیاتِ طیبہ کی ایک ایک ادا سے اس طرح واقف ہو کہ خود اس کے ہر عمل سے اس کا اظہار بھی ہو، اس جلسے میں مولانا سید سلمان حسینی ندوی، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی، مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی اور مولانا محمد خالد غازیپوری کی خطابت، اور مولانا تقی الدین ندوی اور مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی تقریروں نے یہی پیغام دیا کہ خیر امت ہونے کا شرف ہے تو یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی تقلید واتباع سے ہے، اسی پیغام اور اسی روح کے ساتھ لاکھوں کا یہ مجمع مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہ کی دعاؤں میں شریک ہو کر بلکہ سرشار ہو کر جب واپس ہوا تو کون انکار کرسکتا ہے کہ چند ساعتوں کے بعد نمودار ہونے والی صبح اس مجمع کا نئی برکتوں اور نئی امیدوں سے استقبال کرتی ہوئی نئی روشنیوں سے ہم کنار کر رہی تھی۔

دوسرا باب

عالم عربی کے اسفار

کچھ اسفار سے متعلق

علمی وتحقیقی کاموں کے لیے جس یکسوئی کی ضرورت ہے، سفر سے اس میں فرق آجاتا ہے، اس لئے ناچیز سفر سے حتی المقدور گریز کرتا ہے، لیکن دوستوں کا اصرار جب غالب آجاتا ہے اور علمی ودینی تقاضے مجبور کردیتے ہیں تو سفر پر آمادہ ہونا ہی پڑتا ہے، اس طرح طبعی مناسبت نہ ہونے کے باوجود ناچیز کے اسفار کثرت سے ہوئے، ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علاوہ افریقہ اور یورپ کا بھی سفر ہوا، عرب ممالک خصوصا سعودی عرب میں منعقد ہونے والی مختلف کانفرنسوں میں شرکت اور حج وعمرہ کے اسفار نسبتاً زیادہ ہیں۔ قاہرہ وسوڈان وکویت وری یونین وماریشس وغیرہ کا سفر بھی ہوا۔

ان اسفار کی روداد اور تفصیلات میرے لڑکے مولانا ڈاکٹر ولی الدین ندوی، پوتے ڈاکٹر فرید الدین ندوی (جو ادھر چند سالوں سے حج وعمرہ کے اسفار میں میرے ساتھ رہا کرتے ہیں)، نواسے مولوی اسعد عالم ندوی، الشارق کے معاون مدیر مولانا خطیب الرحمٰن ندوی، صلاح الدین ندوی وغیرہم کے قلم سے جامعہ اسلامیہ سے شائع ہونے والے علمی رسالہ ''الشارق'' میں شائع ہوتی رہیں، ''داستاں میری'' کے اس حصہ میں اسفار کی تفصیلات از سر نو قلمبند کرنے کے بجائے ان ہی مذکورہ افراد کی مرتب کردہ روداد معمولی حذف واضافہ کے ساتھ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوا، جو آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں گے۔

مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف

کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے

سہ روزہ بین الاقوامی مذاکرۂ علمی

بعنوان: "عنایة المملکة العربیة السعودیة بالسنة والسیرة النبویة"

میں شرکت

بقلم: مولوی حسان اختر ندوی

"مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشریف" مدینہ منورہ ایک عظیم الشان علمی ودینی ادارہ ہے جس میں تقریبا دو ہزار علماء وفضلاء اور متخصصین و ملازمین کام کرتے ہیں، اس ادارہ نے قرآن مجید کے نسخے اور دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن شریف کے معتبر ترجمے شائع کر کے تقسیم کیا ہے اور کر رہا ہے، اس کے نگران اعلیٰ سعودی عرب کے وزیر اوقاف ہیں، ادارہ نے اس سے قبل دو سمینار بین الاقوامی پیمانہ پر کیا ہے، پہلا سمینار رجب ۱۴۲۱ھ میں بعنوان "القرآن الکریم وعلومہ" اور دوسرا سمینار صفر ۱۴۲۳ھ میں "ترجمۃ معانی القرآن الکریم" کے عنوان پر منعقد کیا تھا، اب یہ تیسرا عالمی سمینار بعنوان "عنایة المملکة العربیة السعودیة بالسنة و السیرة النبویة" مورخہ ۱۵، ۱۶، ۱۷، ربیع الاول ۱۴۲۵ھ مدینہ منورہ میں منعقد کیا۔

اس سہ روزہ بین الاقوامی سیمینار میں شرکت کا دعوت نامہ حدیث وسیرت کے ممتاز متخصصین و باحثین، علماء وفضلاء کے نام جاری کیا گیا تھا، عالم عربی واسلامی کی اکثر جامعات کے نام یہ دعوت نامے مناسب عناوین کے ساتھ بھیجے گئے تھے، چنانچہ یہ دعوت نامہ حضرت سرپرست محترم اورالعین یونیورسٹی کے پروفیسر کے نام بھی آیا تھا اور حضرت سے خاص طور پر یہ خواہش کی گئی تھی کہ آپ کی بحث کا موضوع ہندوستان میں سیرت وسنت کے تعلق سے رہے تو زیادہ بہتر ہے، لہذا حضرت نے اپنے مقالہ کا عنوان ”**كتاب سيرة النبي ﷺ للعلامة شبلي النعماني و تكملته للعلامة السيد سليمان الندوي عرض وتحليل**“ تجویز کیا، اوراس موضوع پر ایک بسیط، تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا، جس میں پہلے مختصراً سیرت کے موضوع پر جو کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کے بعد اس عظیم الشان کتاب یعنی سیرۃ النبیؐ کا تفصیل کے ساتھ تعارف کرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ملحدین و مستشرقین کے رد میں بھی یہ کتاب نادر المثال ہے، بلکہ سیرت کے موضوع پر اس کی حیثیت انسائیکلوپیڈیا کی ہے، بعض زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی کیا گیا ہے، ضرورت ہے کہ عربی زبان میں علماء و متخصصین کی نگرانی میں اس کا عربی ترجمہ وتحقیق کرا کے شائع کرایا جائے، جوادارہ بھی یہ خدمت انجام دے گا، یہ اس کا عظیم کارنامہ ہوگا (۱)۔

مقالہ کی تیاری کے بعد متعینہ تاریخوں میں شرکت کے لئے حضرت سرپرست محترم اپنی قیام گاہ العین سے ایک وفد کے ہمراہ ریاض کے راستہ سے ۱۴/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ کی صبح مدینہ منورہ حاضر ہوئے، مجمع الملک کی طرف سے

(۱) قاہرہ سے ۷/جلدوں میں اس کا عربی ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

موصوف کا پُر جوش استقبال کیا گیا، وہ دن صرف زیارت کے لئے فارغ رکھا گیا تھا، چنانچہ مسجد نبویؐ میں حاضری ہوئی، ڈاکٹر عامر صبری (جو العین یونیورسٹی کے رئیس قسم ہیں) کے ہمراہ مدینہ یونیورسٹی کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، وہاں سب سے پہلے شعبۂ مخطوطات کے ذمہ داروں کے ساتھ مخطوطات کا معائنہ کیا، حضرت کو بعض مخطوطات کی ضرورت تھی، اس شعبہ کے مدیر محترم نے اس سلسلہ میں مدد کی اور بہت سی کتابیں اور سیڈیاں ہدیۃً پیش کیں، پھر مختلف شعبوں کی زیارت کے بعد ظہر سے قبل حرم مدنیؐ میں حاضری ہوئی، بعد نماز ظہر ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب اعظمی اور دیگر حضرات ملاقات کے لئے آئے اور مختلف وفود سے ملاقات ہوئی اور اس بات سے حضرت کو بے حد مسرت ہوئی کہ ان کی تصانیف اور تحقیق وتعلیق سے شائع ہونے والی کتابیں خصوصاً التعلیق الممجد، اوجز المسالک اور الامام البخاری وغیرہ سے یہ فضلاء واقف ہیں اور ان کتابوں کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۱۵/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ کو اس بین الاقوامی سیمینار کا افتتاح امیر مدینہ کی سرپرستی میں ہوا، افتتاح وزیر اوقاف نے کیا، اس کے بعد انٹرنیٹ کے موقع کا مشاہدہ کرایا گیا، حضرت نے وزیر اوقاف کی خدمت میں اپنی کتابیں ہدیۃً پیش کیں، جس پر انہوں نے بے حد خوشی کا اظہار کیا، اس کے بعد سیمینار کا آغاز ہوا، اس سہ روزہ بین الاقوامی سیمینار میں سولہ نشستیں منعقد ہوئیں، اکثر نشستوں میں حضرت نے شرکت کی اور نہایت ہی تکریم واجلال کے ساتھ بالکل سامنے کی نشست گاہ پر ان کو بٹھایا گیا، تیرہویں نشست میں حضرت کو اپنا مقالہ پیش کرنا تھا، حضرت نے اپنا مقالہ اختصار کے ساتھ پیش کیا، ۱۷/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ بروز جمعرات دس بجے سیمینار کا اختتام ہوا،

جمعہ کے دن مدینہ میں قیام کر کے شام کے وقت جدہ کے راستے سے مکہ معظّمہ تشریف آوری ہوئی، اور عمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوکر ۹رمئی کو اپنے مستقر العین بخیر وعافیت واپسی ہوئی، یہ سیمینار ہر طرح سے کامیاب اور نافع رہا، حضرت کے لئے سب سے اہم بات یہ رہی کہ عالم اسلامی وعربی کے نامور علماء وفضلائے حدیث سے تعارف حاصل ہوا، شیخ ابوغدہؒ کے تلامذہ، شیخ عوامہ اور دوسرے بڑے علماء حضرت سے ملنے آئے اوران کی ملاقات سے بڑی خوشی ہوئی۔

سہ روزہ بین الاقوامی مذاکرۂ علمی

بعنوان: ''الحدیث الشریف وتحدیات العصر''

میں شرکت

بقلم: مولانا خطیب الرحمٰن ندوی

''کلیۃ الدراسات الاسلامیہ والعربیہ'' دبئ کا ایک مؤقر تعلیمی ادارہ ہے، ۱۹۸٦ء میں اس کا قیام عمل میں آیا، شیخ جمعہ ماجد حفظہ اللہ اس کے سرپرست وذمہ دار اعلیٰ ہیں، قلیل مدت میں اس ادارہ نے بڑی ترقی کی ہے، تقریباً چار ہزار طلباء و طالبات اس سے فیض حاصل کر رہے ہیں، جامعہ کے ناظم جناب ڈاکٹر مولانا ولی الدین صاحب ندوی حفظہ اللہ اس کلیہ میں استاذ حدیث کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، مدیر کلیہ حضرت سرپرست محترم مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری کے شاگرد ہیں۔

اس ادارہ کے مقاصد میں یہ ہے کہ ایسے افراد تیار کئے جائیں جن کو علوم اسلامیہ پر دسترس حاصل ہو اور عصر جدید کے تقاضوں کے مطابق علوم اسلامیہ کی

ترویج واشاعت اور دعوت اسلامی کا فریضہ انجام دے سکیں، اس کا نصاب تعلیم جامعہ ازہر کے مطابق اور اس سے تسلیم شدہ بھی ہے۔

کلیہ نے ۱۷ تا ۱۹ صفر ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۸ تا ۳۰ مارچ ۲۰۰۵ء کو سہ روزہ بین الاقوامی مذاکرۂ علمی کا انعقاد کیا، جس کا موضوع ''الحدیث الشریف وتحدیات العصر'' تھا۔

اس مذاکرہ میں ملک وبیرون ملک کے ممتاز باحثین ومحققین اور علماء وفضلاء کو دعوت دی گئی تھی، حضرت سرپرست محترم اور ناظم جامعہ کو بھی مقالہ کے ساتھ شرکت کی دعوت ملی، حضرت سرپرست محترم نے اپنی گوناگوں علمی وتحقیقی وتالیفی مشغولیتوں کی وجہ سے مقالہ لکھنے سے تو معذرت کرلی، البتہ مولانا ولی الدین صاحب ندوی حفظہ اللہ نے ''أضواء علی الدراسات الحدیثیة فی الهند'' کے عنوان سے ایک وقیع مقالہ تحریر فرمایا، اس مذاکرۂ علمی کی چھ نشستیں منعقد ہوئیں، حضرت سرپرست محترم مدظلہ نے افتتاحی نشست میں شرکت کی، جس میں تلاوت کلام پاک کے بعد کلیہ کے رئیس اعلیٰ محترم شیخ جمعہ ماجد مدظلہ نے افتتاحی تقریر کی اور شیخ عصام بشیر وزیر اوقاف سوڈان نے کلیدی خطبہ پیش کیا، ساڑھے ۱۲ بجے یہ افتتاحی نشست اختتام پذیر ہوئی، حضرت سرپرست محترم تو اپنے مقر ''العین'' واپس ہوئے مگر محترم مولانا ولی الدین صاحب ندوی حفظہ اللہ نے بعد کی نشستوں میں بھی شرکت کی اور آخری نشست میں اپنا مقالہ پیش کیا۔

اسی طرح ''المجمع الفقهی جده'' کا ایک عظیم الشان سمینار ۵ تا ۹ اپریل ۲۰۰۵ء کی تاریخوں میں دبئی کے نائب حاکم سمو الشیخ حمدان بن راشد آل

مکتوم کی سرپرستی میں دبئ میں منعقد ہوا، اس سمینار میں عالم اسلام کے ۱۶۰ علماء وفضلاء نے شرکت کی، منتظمین مذاکرہ نے بہت اصرار کے ساتھ حضرت سرپرست محترم کو شرکت کی دعوت دی، لیکن ہندوستان کے سفر کی وجہ سے شرکت سے معذرت کرنی پڑی، البتہ سمینار کی طرف سے تمام علماء وباحثین کو ''اوجز المسالک شرح موطا مالک'' کا ایک ایک نسخہ بطور ہدیہ پیش کیا گیا، اس طرح عالم اسلام کے ان تمام علماء کے ہاتھوں میں یہ اہم کتاب پہونچ گئی، جو حضرت سرپرست محترم کی تحقیق وتعلیق سے طبع ہوئی ہے۔

عمرہ کا سفر

اور

عرب علماء سے ملاقات

از: ادارہ ''الشارق''

بانی وسر پرست جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری دامت برکاتہم اپنے نواسے مولوی اسعد عالم مظاہری ندوی کے ہمراہ ابوظبی سے بغرض عمرہ ۱۵ / رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ کو مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے، وہاں کے روحانی اور ایمان افروز ماحول میں پانچ روز تک آپ کا قیام رہا، دورانِ قیام بہت سے دکاترہ اور اہلِ علم سے ملاقاتیں رہیں، بعض اہلِ علم باقاعدہ قصد کر کے ڈاکٹر ندوی سے ملاقات کے لیے ہوٹل تشریف لائے اور ''بذل المجہود فی حل سنن أبی داود'' کے بارے میں اپنے شوق کا اظہار کیا، اس کا ایک نسخہ ہوٹل میں ڈاکٹر ندوی کے پاس موجود تھا، ان اہلِ علم فضلاء نے بار بار اس کی زیارت کی، ۲۱ / رمضان المبارک کو مدینہ منورہ حاضری ہوئی، وہاں حرم مدنی میں تراویح کے بعد بہت سے اہلِ علم سے ڈاکٹر ندوی کی ملاقاتیں رہیں، جن میں خصوصیت کے ساتھ ڈاکٹر خلیل ملاّ خاطر

استاذ حدیث جامعہ طیبہ نے ڈاکٹر ندوی کو مدعو کیا، اور اپنی قیمتی تصنیفات جامعہ اسلامیہ کے نام ہدیہ کیا، اور ''بذل المجھوذ'' کی زیارت کا شوق ظاہر کیا۔

شیخ محمد عوامہ جو علامہ عبد الفتاح ابو غدہؒ کے شاگرد رشید اور جانشیں ہیں، اپنے صاحبزادوں کے ہمراہ حرم مدنی میں تشریف لائے، دونوں بزرگوں کے درمیان کچھ دیر علمی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی جس میں انہوں نے اپنی تحقیق سے شائع ہونے والی کتاب ''مصنف ابن أبي شیبہ'' کا ایک نسخہ ہدیہ کیا، جب انہیں معلوم ہوا کہ ''بذل المجھوذ'' کا ایک نسخہ یہاں موجود ہے تو اس کی زیارت کی اور اپنی مسرت کا اظہار کیا۔

ان کی خدمت میں جامعہ اسلامیہ کے طلبہ کا سالانہ عربی میگزین ''النادی العربی'' ہدیۃً پیش کیا گیا تو انہوں نے بڑی خوشی اور استعجاب کے ساتھ اپنے گراں قدر تأثرات کا ان لفظوں میں اظہار کیا:

''الحمد للہ الفتاح الوھاب، والصلاۃ والسلام علی سید الرسل والأنبیاء وإمام العلماء والأتقیاء وعلی آلہ وأصحابہ والتابعین بإحسان، أما بعد!

جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ (ہند) کے طلبہ کی عربی انجمن کی جانب سے شائع ہونے والا سالانہ عربی مجلّہ ''النادی العربی'' نظر نواز ہوا، ماشاء اللہ یہ شمارہ (جلد دوم بابت ۱۴۲۷ھ) بڑا ہی جاذب نظر اور قابل دید ہے، ہر مضمون کے تحت مضمون نگار طالب علم کا نام اور اس کا تعلیمی سال درج ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عربی زبان وادب کا جو معیار اس میں قائم ہے اور جو علمی ودعوتی مضامین ومقالات زینت رسالہ ہیں انہیں دیکھ کر قطعاً یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ انہیں متعلقہ تعلیمی سالوں اور درجات کے طلبہ کی ذہنی، فکری اور علمی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔

بلاشبہ آج بھی عرب وعجم ہر جگہ علم نبوت کے حقیقی قدر داں اور جویانِ حق موجود ہیں جن کی ذات سے علم وفن کی آبرو قائم ہے، خدائے ذوالجلال سے ہماری دعا ہے کہ ہم ان نوخیز وباحوصلہ نوجوانوں کو آسمانِ علم وتحقیق پر بدر کامل بن کر چمکتا دیکھیں، اور خود یہ جامعہ اسلامیہ (جس کے طلبہ نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے) صحیح معنوں میں علم وعمل اور دعوتِ اسلامی کا ایک اہم مرکز ہے، اس کا قیام حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی دامت برکاتہم کے ہاتھوں عمل میں آیا، ڈاکٹر ندوی کی ذات بابرکات کے ذریعہ عالم اسلامی کو جو گراں قدر علمی تحفہ ملا ہے وہ اظہر من الشّمس ہے، چند ہی سال قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''أوجز المسالک إلی موطأ مالک'' کی تحقیق وتعلیق اور جدید طرز کے مطابق نہایت ہی اعلیٰ معیار پر اس کی طباعت آپ کے ہاتھوں انجام پائی ہے، اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب ''بذل المجهود في حل سنن أبي داود'' بھی آپ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ منصۂ شہود پر آگئی ہے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ڈاکٹر ندوی اور آپ کے جملہ رفقاء ومعاونین کو خدمت علم ودین کی مزید توفیق عطا فرمائے اور ان تمام لوگوں کو توفیق مزید بخشے جو کسی بھی ناحیہ سے اسلام کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، تاکہ اسلام دن دونی رات چوگنی ترقی کرے اور کامل طریقہ پر برگ وبار لائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين .

محمد عوامہ / مدینہ منورہ

۲۵/ ۹/ ۱۴۲۷ھ

جامعۃ الشارقہ متحدہ عرب امارات کی ایک اہم کانفرنس میں شرکت

بقلم: مولوی اسعد عالم مظاہری ندوی

جامعہ اسلامیہ مظفر پور ضلع اعظم گڑھ کے مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے دوروزہ مذاکرۂ علمی سے فارغ ہونے کے بعد نانا جان محترم حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری حفظہ اللہ، مؤرخہ ۸/اپریل ۲۰۰۷ء کو ہندوستان سے اپنے مستقر ابوظبی تشریف لائے تھے کہ یہاں امارات کی اہم یونیورسٹی ''جامعۃ الشارقہ'' کی طرف سے ''الحوار مع الآخر في الفكر الإسلامي'' کے عنوان سے منعقد ہونے والی مؤتمر میں شرکت کا خصوصی دعوت نامہ موصول ہوا، اس مؤتمر میں عالم عربی واسلامی کے تین سو علماء ومندوبین کو دعوت دی گئی تھی۔

اس مؤتمر کا آغاز پروفیسر اسماعیل محمد بشری ڈائرکٹر جامعۃ الشارقہ کے افتتاحی کلمات سے ہوا جب کہ مدیر عام اوقاف شارقہ اور عمید كلية الشرعية و الدراسات نے کلمات ترحیب پیش کیے، بعدازاں عالی مرتبت جناب ڈاکٹر عبداللہ ابن عبدالمحسن الترکی (جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی) نے موضوع کی مناسبت سے

حوار کی اہمیت اوراس کے فوائد پر ایک اہم علمی و مدلل تقریر فرمائی، محترم ڈاکٹر ترکی کی معلوماتی تقریر کے بعد افتتاحی جلسہ کا اختتام ہوگیا۔

اس موقع پر حاکم شارقہ ڈاکٹر سلطان بن محمد القاسمی حفظہ اللہ سے نانا جان کی ملاقات ہوئی، جس پر انہوں نے بے حد مسرت کا اظہار فرمایا اور دیوان شیخ سلطان بن زاید کی جانب سے ڈاکٹر عبداللہ الترکی اور دیگر اہل علم کو "بذل المجہود" ہدیۃً پیش کی گئی، سبھی اہل علم نے اس عظیم کارنامہ پر نانا جان مدظلہ کو مبارکباد پیش کیا اور مسرت کا اظہار کیا، ڈاکٹر عبداللہ ترکی کے علاوہ الجزائر اور تونس وغیرہ یونیورسٹیوں کے اہل علم اور دکاترہ نے بھی بذل المجہود اور اوجز المسالک کی عالمانہ تحقیق و تعلیق پر بے حد مسرت کا اظہار کیا۔

دوسرے روز کے جلسے میں شرکت و زیارت اور ملاقات کے بعد العین کے لئے واپسی فرمائی اور بخیر و عافیت اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔

سفرِ عمرہ

اور

ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی سے ملاقات

بقلم: مولانا اسعد عالم مظاہری ندوی

نانا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری مدظلہ العالی کا رمضان المبارک میں عمرہ اور حرمین شریفین کی زیارت کا معمول ہے، راقم کو بھی رفاقت کی سعادت حاصل رہتی ہے، چنانچہ اس سال بھی حسب معمول ۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ مطابق ۶؍ستمبر ۲۰۰۷ء کو ابوظبی سے جدہ کے لئے روانگی ہوئی، اور وہاں سے مکہ مکرمہ رات میں حاضری ہوئی، رات ہی میں عمرہ سے فارغ ہوگئے، وہاں چند روز قیام رہا، مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران بعض اہل علم وفضل سے ملاقاتیں بھی رہیں جن میں خصوصیت سے جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے حدیث شریف کے بڑے اور اہم استاذ ڈاکٹر سعد الہاشمی قابل ذکر ہیں جو نانا جان سے ملاقات کی غرض سے تشریف لائے، ان سے حدیث شریف کے مخطوطات کے سلسلہ میں گفتگو رہی، انہوں نے نانا جان سے خواہش ظاہر کی کہ نواب صدیق حسن صاحب کی کتاب ''حجج الکرامۃ

فی آثار یوم القیامۃ‘‘ (جو فارسی زبان میں ہے) کا عربی میں ترجمہ کرادیں۔

نیز مکہ مکرمہ کے قیام میں رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ملاقات کی دعوت دی تھی، ۱۷ر رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ کو رابطہ کے نائب امین عام شیخ محمد ناصر العبودی سے ملاقات ہوئی، شیخ عبودی نے نانا جان کی جدید تحقیق و تعلیق شدہ تالیفات اوجز و بذل وغیرہ کو دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور نانا جان سے ذکر کیا کہ میں نے چند مشہور علمائے اعلام کے حالات پر مشتمل ایک مجموعہ تیار کیا ہے اس میں آپ کے سلسلے میں ایک تعارفی مقالہ تیار کررہا ہوں، بعد میں معلوم ہوا کہ انہوں نے وہ مقالہ مکمل کرلیا ہے اور اب وہ شائع ہونے والا ہے (نوٹ: یہ مقالہ شائع ہوگیا اور اردو میں ترجمہ ہوکر محدثین عظام کے شروع میں شامل کردیا گیا ہے)۔

ڈاکٹر عبداللہ الترکی حفظہ اللہ سے تفصیلی ملاقات ہوئی، وہ نانا جان سے بار بار فرماتے رہے کہ حدیث شریف کی خدمت کے سلسلے میں رابطہ عالم اسلامی کو آپ کے تعاون کی ضرورت ہے، اس کی بنا پر گذارش ہے کہ آپ اپنے علمی کاموں اور خاکوں کی تفصیلات سے تحریری طور پر آگاہ کریں، ڈاکٹر ترکی موصوف نے اپنے دولت کدہ پر افطار کی دعوت بھی دی لیکن حرم شریف کی مشغولیت کی وجہ سے اس کا موقع نہ مل سکا، تاہم رابطہ کے لئے انہوں نے اپنا خصوصی نمبر نانا جان کو عنایت فرمایا۔

رمضان المبارک

میں

عمرہ کا سفر اور کبار علماء سے ملاقات

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

کئی برسوں سے دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ العالی کا معمول ہے کہ رمضان شریف کے مہینے میں عمرہ کی غرض سے حجاز مقدس تشریف لے جایا کرتے ہیں، اس سال ان کی رفاقت کی سعادت احقر کو حاصل ہوئی، ۱۳ر رمضان ۱۴۲۹ھ کو ابوظبی سے سعودیہ ایرلائنس سے روانہ ہوکر ۱۲ر بجے کے قریب مکہ معظّمہ پہونچے، قیام فندق ابراج مکہ میں تھا، سامان وغیرہ رکھنے کے بعد ڈھائی بجے کے قریب حرم شریف میں حاضری ہوئی اور نماز وغیرہ سے فراغت کے بعد طواف وسعی کر کے عمرہ کے ارکان مکمل کئے، ۲۰ر رمضان المبارک تک وہاں قیام رہا، اس دوران کئی اہم علماء دادا جان سے ملاقات کی غرض سے تشریف لائے جن میں جامعہ ام القریٰ کے استاذ حدیث محترم سعد ہاشمی قابل ذکر ہیں، ان سے حدیث کے موضوع پر

اور بعض مخطوطات کے بارے میں گفتگو ہوئی ، نیز حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم جو کہ دادا جان کا بڑی شدت سے انتظار کر رہے تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی اور دینی موضوعات پر گفتگو رہی، اور ان کے صاحبزادے نے اپنی ڈائری پیش کی کہ کچھ نصیحت فرما دیں تو دادا جان نے فرمایا کہ ''جو بھی کام کریں آخرت کو پیش نظر رکھیں'' اور فرمایا کہ یہ وہ نصیحت ہے جو ہمارے شیخ واستاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے رخصت کرنے کے وقت مجھ سے کی تھی، اسی طرح بحرین کے ایک مشہور عالم شیخ یعقوب نظامی جو ابوظبی میں اسلامی بینک کے ممبر ہیں انہوں نے بحرین ہی سے فون کر کے وقت لے لیا تھا اور ملاقات وزیارت کے بہت ہی خواہش مند تھے کہ صحاح ستہ کے اوائل پڑھ کر اجازت لیں ، چنانچہ وہ آئے اور اوائل پڑھ کر اجازت لی۔

ان کے ہمراہ جامعہ ام القریٰ کے ایک اور استاذ بھی تھے،اسی طرح ان کے بعد یکے بعد دیگرے کئی علماء تشریف لائے اور اوائل پڑھ کر اجازت لی،تھوڑی دیر کے لیے رابطہ عالم اسلامی کے دفتر میں جانے کا اتفاق بھی ہوا اور ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن حفظہ اللہ سے فون پر گفتگو ہوئی،ان کے ایک عزیز کی طبیعت ناساز تھی ان کی عیادت کے لیے وہ تشریف لے گئے تھے، انہوں نے عدم ملاقات کا فون پر بہت افسوس ظاہر کیا۔

۲۰ ؍رمضان المبارک کو بذریعہ ہوائی جہاز جدہ سے مدینہ کے لیے روانگی ہوئی، وہاں فندق میں سامان وغیرہ رکھنے کے بعد مسجد نبویؐ میں حاضری ہوئی اور عشاء کی نماز ادا کی گئی، نماز کے بعد اپنی مقررہ جگہ پر آئے، جگہ پر پہونچتے ہی لوگوں کی آمد

شروع ہوگئی، کیوں کہ دادا جان کی کئی سالوں سے یہ مقررہ جگہ تھی، اس کے بعد روضۂ پاک پر حاضری ہوئی، دادا جان کا معمول یہ رہا ہے کہ روضۂ پاک پر حاضری اکثر عشاء کے بعد دیا کرتے تھے، لیکن اس مرتبہ احقر کی رعایت کی غرض سے عصر کے بعد وہاں تشریف لے گئے اور مسجد نبویؐ کی پُرانی حدود اور ستونوں سے واقف کرایا، تیسرے روز جنت البقیع کی زیارت سے مشرف ہوئے، یہ سعادت بھی احقر کو حاصل ہوئی کہ دادا جان سے صحاح ستہ پڑھ کر حدیث شریف کی اجازت حاصل ہوئی، صفۂ نبویؐ کے سامنے بیٹھ کر حضرت مولانا مفتی یونس صاحب کی موجودگی میں مجھے یہ دوسری مرتبہ اجازت ملی، پہلی مرتبہ مکہ معظّمہ میں جب بحرین کے مشہور عالم شیخ یعقوبی کو اجازت دے رہے تھے تو یہ ناچیز بھی اس وقت وہاں موجود تھا، اس طرح دادا جان سے مجھے یہ اجازت ثانیہ کی سعادت ملی اور جبل احد کی بھی زیارت نصیب ہوئی، ابوظبی واپسی سے ایک روز قبل قبا کی زیارت حاصل ہوئی، وہاں دو رکعت نماز ادا کی گئی اور بہت سے آثار قدیمہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

۲۸ ؍ رمضان المبارک کو فجر کے بعد مدینہ ایئر پورٹ سے جدہ آنا ہوا اور اپنے ایک رشتہ دار جناب جاوید صاحب کے یہاں آرام فرمایا اور تین بجے کے قریب جدہ ایئر پورٹ آئے اور ابوظبی واپسی ہوئی۔

دبئ کا ایک تعزیتی سفر

۳۰/ مارچ ۲۰۰۹ء

سموالشیخ محمد بن حمدان آل نہیان جو صدر دولت امارات مرحوم سموالشیخ زاید ابن سلطان آل نہیان کے قریبی عزیز اور داماد ہیں، دعوت وتبلیغ سے ان کا بڑا گہرا تعلق ہے، ان کی والدہ مرحومہ کا اس وقت انتقال ہوا جب میں ہندوستان میں تھا، انہوں نے فون سے اطلاع دی اور ایصال ثواب کی درخواست کی، اس لیے ۱۴/ مارچ کو ہندوستان سے واپسی کے بعد ضروری معلوم ہوا کہ ان سے ملاقات کر کے تعزیت پیش کی جائے، چنانچہ ۲۳/ مارچ ۲۰۰۹ء کو عزیزان ڈاکٹر ولی الدین ندوی ومولوی اسعد عالم ندوی کے ہمراہ ان کے یہاں دبئ میں حاضری ہوئی، نماز عشاء کا وقت ہو چکا تھا اس لیے پہلے مسجد میں جا کر نماز ادا کی گئی، معلوم ہوا کہ یہاں ایک تبلیغی اجتماع ہے۔

تبلیغی اجتماع میں ایک اہم بیان:

اس لیے اس مناسبت سے شیخ محمد حمدان نے بیان پر اصرار فرمایا، چنانچہ ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة الخ پڑھ کر یہ بتایا گیا کہ تبلیغی جماعت کے اصول، کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں اور یہ اصول نہایت ہی حکیمانہ اور

داعیانہ اصول ہیں، ان پر پابندی کرنے سے زندگی میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے، اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد لکھنؤ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں پہلے تبلیغی اجتماع کا ذکر کیا گیا، وہاں مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی پہلی تقریر پر سو(۱۰۰) نام آئے جو بہت بڑی تعداد سمجھی گئی، ان میں ایک آزاد صاحب شاعر بھی تھے جن کو تبلیغی جماعت والے مشکل سے اجتماع میں لائے تھے، انہوں نے مولانا کی تقریر سن کر ایک چلہ پٹنہ کی جماعت میں لکھوایا اور جماعت میں چل پڑے، اور آئندہ چل کر ان میں ایسی تبدیلی پیدا ہوئی کہ وہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے خاص خدام میں ہو گئے، ہر وقت ذاکر رہتے، ان پر ذکر کی ایک خاص کیفیت طاری رہتی جس کو دیکھ کر اللہ یاد آئے۔

درحقیقت یہ تبلیغی نظام، غیبی نظام کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس دور میں امت اسلامیہ کی اصلاح کے لیے پیدا فرمایا ہے، اس لیے کچھ وقت نکال کر ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے وقت گذارنا چاہئے، اس سے ایمان کی حلاوت اور ذکر کی لذت نصیب ہوتی ہے، تلاوت اور دعا میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے اور زندگی ایمانی زندگی بن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

دعاء پر بیان ختم ہوا اور عشائیہ سے فراغت کے بعد ''العین'' واپسی ہوئی۔

سفر حجاز

(۱۴۳۰ھ مطابق ۲۰۰۹ء)

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

ہر سال رمضان المبارک میں دادا جان (حضرت مولانا تقی الدین ندوی مدظلہ) کا معمول رہا ہے کہ حرمین شریفین کی زیارت میں دوسرا و تیسرا عشرہ گزارتے ہیں، چنانچہ حسب معمول اس سال بھی ۱۳؍ رمضان کو بعد نماز عصر چچا ناصر الدین اور برادر محترم مولانا اسعد عالم ندوی صاحب کی معیت میں ابوظبی ایرپورٹ سے روانہ ہوئے، ایرپورٹ کے باہر افطار کر کے مغرب کی نماز پڑھی اور عمرے کی دوگانہ پڑھ کر عمرہ کی نیت کی اور ساڑھے نو بجے خطوط سعودیہ ایرلائن سے جدہ پہونچے، ایرپورٹ پر دیکھا تو بڑی لمبی لمبی قطاریں لگی ہوئی تھیں لیکن دادا جان نے ایک آفیسر سے بات کی اور اس نے فوراً امیگریشن کرا دیا اور ہم مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہو گئے، جدہ سے مکہ مکرمہ کی دوری تقریباً دو گھنٹے کی ہے، اتنی جلدی کرنے کے باوجود بھی ہم فجر کے وقت مکہ مکرمہ پہونچے، کیوں کہ اول تو پرواز میں تاخیر ہو گئی تھی دوسرے یہ براہ راست نہیں تھی، اس لیے فجر کے وقت ہم لوگ مکہ مکرمہ پہونچے اور فجر کی نماز حرم کے اندرونی حصے میں ادا کی اور سورۂ کہف اور مختلف سورتوں کی تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد

عمرہ کے ارکان ادا کیے، سعی دادا جان (وھیل چیئر) پر بیٹھ کر کرتے ہیں لیکن باقی تمام عبادات کھڑے ہو کر ہی ادا کرتے ہیں۔

جمعرات اور جمعہ کے دن زائرین اور مقامی عمرہ کرنے والوں کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے، چوں کہ یہ چھٹیوں کا زمانہ بھی ہے اس لیے اژدحام کا یہ حال ہوتا ہے کہ اگر ہم نماز کے لیے ایک گھنٹہ پہلے نہ جائیں تو جگہ مشکل سے ملتی ہے اور جمعہ کے لیے تو دو گھنٹے پہلے نکلنا ہوتا ہے، خیر عصر کی نماز فندق زمزم کی مسجد میں ادا کی اور افطار بھی وہیں کیا جو حرم سے بالکل متصل ہے، پھر عشاء کی نماز اور تراویح مسجد حرام کے اندرونی حصے میں ادا کی، عام طور سے باب ملک عبدالعزیز سے داخل ہوتے ہیں، مجھے چوں کہ نیچے جگہ نہیں ملی تھی اس لیے میں ۹۲ نمبر ملک فہد اسکلیئر سے بالائی حصے میں چڑھا تو میری نگاہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی صاحب پر پڑی جو قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے، میں نے بڑھ کر مصافحہ کیا اور اپنا تعارف کرا دیا تو فوراً پہچان گئے کیوں کہ یہ میری دوسری ملاقات تھی، انہوں نے دادا کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ نماز کے بعد میں یہیں پر انتظار کروں گا، لیکن نماز کے بعد بھیڑ زیادہ ہوگئی اور دادا جان کا اوپر چڑھنا دشوار ہو گیا تو وہ خود نیچے آئے اور ساتھ ساتھ چل کر کمرے آئے اور بہت ہی اہم اور علمی موضوعات پر گفتگو فرمائی اور خاص قسم کی شوگر فری ہدیہ میں دی جوان کے ایک شاگرد نے بنائی تھی اور بتایا کہ اب تک اس میں کوئی مضر کیمیکل نہیں پایا گیا، کیوں کہ اب تک جتنی بھی دوائیں آئیں ہیں وہ ضرر رساں ہیں۔

ایک ہفتے کے قیام کے بعد ۹ رستمبر کو صبح دس بجے ایر پورٹ نکلے اور عصر کی نماز

کے وقت مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام، فندق دار التقویٰ پہونچے جو حرم سے بہت قریب ہے، عصر کی نماز حرم میں ادا کی اور حرم میں باب جبریل سے قریب خاص جگہ پر حاضر ہوئے، جو دادا جان کی پرانی جگہ ہے، وہ بیشتر نمازوں کے علاوہ خاص طور سے تراویح کی نماز اور افطار وغیرہ یہیں کرتے ہیں۔

تراویح کی نماز کے بعد روضۂ اقدس پر حاضری ہوئی اور صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا، اکیسویں رات جو حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک شب قدر مانی جاتی ہے، جس رات کے بارے میں ہے کہ **کان رسول اللہ ﷺ یجتھد فیہ مالا یجتھد فی غیرہ من اللیالی**، دادا جان بھی پوری رات ذکر وتلاوت میں مشغول رہے، اس مبارک رات میں دادا میاں کا معمول رہا ہے کہ قبا ضرور تشریف لے جاتے ہیں، ہم بھی قبا گئے اور راستے میں مسجد القبلتین کا دیدار ہوا اور قبا میں دو رکعت نماز ادا کی جس کے ثواب کے بارے میں ہے کہ ایک عمرے کے برابر ہے، اس کے بعد جبل احد آئے جہاں پر اسلام کے شہسوار شہداء آرام فرما رہے ہیں، یہ کوئی معمولی پہاڑ نہیں ہے بلکہ یہ ایسا پہاڑ ہے جس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: **ھذا جبل یحبنا ونحبہ**، ۱۲ ربجے کے قریب حرم پہونچے اور تحیۃ المسجد پڑھ کر قرآن شریف کی تلاوت کی اور ظہر کی نماز ادا کی، دوران عمرہ دادا جان کے ساتھ مسجد نبویؐ کے کتب خانہ میں جانے کی سعادت حاصل ہوئی، کتب خانہ مخطوطات اور مطبوعات دو حصوں پر مشتمل ہے جس میں نادر کتابوں اور نادر مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے جس میں مدیر مکتبہ اور ذمہ داران کی طرف سے اجازت شدہ کتابیں رکھی جاتی ہیں، مدیر مکتبہ نے دادا جان کے استقبال کے ساتھ ساتھ ان کی کتابوں کو سراہا اور کہا کہ ہم آپ کی نئ

کتابوں کے خواہاں ہیں، مخطوطات کے شعبہ میں ہم نے ایسی ایسی نایاب چیزوں کو دیکھا جسے دیکھ کر ہزاروں سال پہلے کی علمی عظمتوں کا احساس ہوا، مخطوطات کے مدیر نے دادا جان کو بڑی تفصیل سے ایک ایک مخطوطہ دکھایا جس میں دادا جان کی نظر بخاری شریف کے ایک ایسے نایاب مخطوطہ پر پڑی جسے دیکھ کر دادا جان نے ان سے کہا کہ یہ بخاری کا بہت ہی اہم نسخہ ہے جو اب تک ان کی نظر سے نہیں گزرا، مزید انہوں نے اپنے تمام مخطوطات کی فہرست دی اور بخاری کے نسخہ کا فوٹو بھی حوالے کیا۔

اللہ کے فضل و کرم سے مدینہ میں تقریباً دس دن رہنے کی سعادت حاصل ہوئی، بالآخر ۲۹/رمضان کو خطوط سعودیہ سے جدہ آئے اور ایرپورٹ پر ظہر کی نماز ادا کی، کچھ دیر آرام کیا، پھر خطوط سعودیہ سے ۷/بجے کے قریب ابوظبی ایرپورٹ پر پہونچے جہاں چچا ناصر صاحب اور مولانا اسعد عالم ندوی اور محمد علی استقبال کے لئے موجود تھے، والحمدللہ علی ذلک۔

العین سے حرمین تک

بقلم: ڈاکٹر فریدالدین ندوی

داداجان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی دامت برکاتہم نے ۳؍رمضان المبارک مطابق ۱۴؍اگست ۲۰۱۰ء کو مولانا ڈاکٹر ولی الدین ندوی، برادرم مولانا اسعد عالم ندوی اور ناچیز کو ساتھ لے کر حاکم شارقہ ڈاکٹر سلطان بن محمد القاسمی کو ماہ رمضان کی آمد پر مبارک باد دینے اور ان کی والدہ محترمہ کے انتقال پر تعزیت پیش کرنے کے ارادے سے شارقہ کا سفر کیا، شارقہ پہونچنے کے بعد تراویح کی نماز سے فارغ ہوکر شیخ شارقہ کے محل کی طرف روانہ ہوئے، وہاں تعزیت کرنے والوں کا شدید اژدحام تھا، ہم لوگ بھی محل کے پاس گاڑی پارک کرکے اندر داخل ہوئے، شیخ نے بڑھ کر دادا جان کا استقبال کیا، داداجان نے ان کو رمضان المبارک کی مبارکباد پیش کرنے کے بعد ان کی والدہ ماجدہ کے انتقال پر کلمات تعزیت ادا فرمائے، اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء سے متعلق گفتگو کا سلسلہ چل پڑا تو داداجان نے فرمایا کہ آپ کا تعلق ندوۃ العلماء اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے بہت قدیم ہے، اس لیے ان کے قائم مقام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے بھی آپ کا خصوصی تعلق ہے، حضرت مولانا اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کے قائد اور سربراہ کی حیثیت سے

جانے جاتے ہیں۔

حاکم شارقہ ڈاکٹر سلطان بن محمد القاسمی دیر تک حضرت مولانا علی میاںؒ اور اپنے ندوۃ العلماء کے سفر کے بارے میں گفتگو کرتے رہے، ان سے رخصت ہوکر العین واپسی ہوئی اور پھر سفر عمرہ کی تیاری شروع ہوگئی۔

۱۴/رمضان المبارک کو انتظار کی گھڑی ختم ہوئی، اور سفر سعادت عمرہ کے لیے رخت سفر باندھنے کا وقت آگیا، چوں کہ دادا جان کا معمول ہے کہ ادھر کئی سالوں سے ۱۴/رمضان کو عمرہ کی غرض سے حجاز مقدس کا سفر فرماتے ہیں، تین سال سے اس ناچیز کو بھی رفاقت وخدمت کی سعادت حاصل ہے، دیکھتے دیکھتے روانگی کا وقت آپہونچا، ابوظبی میں چچا محمد ناصر کے گھر پر افطار سے فارغ ہوکر احرام باندھا اور عمرہ کی نیت کی گئی، معمول کے مطابق خطوط سعودیہ عربیہ سے ۸/بجکر تیس منٹ پر روانہ ہوئے، ۲/بجکر تیس منٹ پر فندق زمزم پہونچے، جب مکہ مکرمہ کے قریب ہوئے تو دور ہی سے ہوٹل کے اوپر نصب گھڑی نظر آئی، جو ہمیں پیغام دے رہی تھی کہ وقت کی قدر کی جائے، یہ گھڑی ٹیکنالوجی اعتبار سے شاید دنیا کی سب سے بہتر گھڑی شمار ہوتی ہے، وہ امت مسلمہ کو پیغام دے رہی تھی کہ ہم انفرادی واجتماعی طور پر وقت کی پابندی کریں، دنیا کی سب سے اونچی گھڑی مکہ مکرمہ میں ہے جو مسلمانوں کا مرکز ہے اور جس کی طرف منھ کرکے دنیا بھر کے مسلمان دن رات میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرتے ہیں، اسی کے ساتھ وقت کی حفاظت کرنے والے ہیں، وقت ضائع کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کا زندگی میں کوئی مشن نہ ہو، ہمارا مشن تو اللہ کی بندگی ہے، ہوٹل میں سامان رکھنے کے بعد ساڑھے تین بجے باب ملک عبدالعزیز سے مسجد حرام میں داخل ہوئے اور یہ

دعاوردزبان ہوئی، بسم الله والصلاۃ والسلام علیک یا رسول الله ، اللّٰھم افتح لي أبواب رحمتک ،جیسے آگے بڑھےاور بیت اللہ شریف پرنظر پڑی تواللہ سے دعامانگی گئی کہ یہ مقبولیت کاوقت ہوتا ہے،اور فجر سے پہلے عمرہ سے فارغ ہوگئے۔

رابطہ عالم اسلامی کے ڈائرکٹر سے ملاقات کا وقت طے تھا،اس لیے ظہر کی نماز رابطہ عالم اسلامی کی مسجد میں ادا کی گئی،نماز کے بعدرابطہ کے جنرل سکریٹری جناب ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی سے پہلے سے طے شدہ وقت کے مطابق ملاقات ہوئی،ڈائرکٹر صاحب نے داداجان کا استقبال کیااوراپنی آفس میں لے گئے، وہاں دیکھا کہ میڈیا والے تصویرکشی میں مصروف ہیں ،ڈاکٹر ترکی حفظہ اللہ سے ملاقات دیرتک رہی،اس دوران بہت سی علمی گفتگوہوئی،اس ملاقات اور باہم گفتگوکو مکہ ٹی وی چینل نے بڑے اہتمام سے نشرکیا،ڈاکٹر ترکی نے ایک ایسی کتاب کی خواہش ظاہر کی جس میں ہندوستانی علماءاوران کی علمی خدمات کا احاطہ کیا گیاہو،تو دادا جان نے فرمایا کہ اس موضوع پرحضرت مولاناعلی میاں صاحبؒ کے والد ماجدعلامہ سیدعبدالحی حسنیؒ کی تالیف ’’الثقافة الإسلامية في الهند‘‘ موجود ہے جس کودمشق کی المجمع العلمی نے شائع کیا ہے،حضرت مولاناعلی میاںؒ نے اس میں اضافہ بھی فرمایا ہے،ڈاکٹرترکی نے اس کتاب کا نام بڑے اہتمام سے نوٹ کیا،انہوں نے ذکرکیا کہ میرے علم کے مطابق شیخ ابوالحسن ندوی کی سب سے بہترکتاب ’’صورتان متنا قضتان‘‘ ہے،اس کتاب کی اس دورمیں شدیدضرورت ہے۔

اس موقع پرداداجان نے ان سے یہ بھی عرض کیا کہ انہوں نے اپنی نگرانی میں امام ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب’’إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء‘‘ کااپنی نگرانی

میں فارسی سے عربی میں ترجمہ کروادیا ہے جس میں تقریباً تین سال صرف ہوئے، اس وقت متعدد نسخوں سے مقارنہ کے بعد صحیح بخاری کو پندرہ ضخیم جلدوں میں شائع کرنے کا کام سامنے ہے اور جناب کا اس پر مقدمہ بھی ہے، آج کل اس پر نظر ثانی کے لیے اپنے اوقات کو فارغ کررہاہوں تاکہ یہ عظیم الشان کتاب عالم اسلامی میں پیش کی جاسکے، ڈاکٹر ترکی اس کتاب کی اہمیت سے واقف تھے اس لیے انہوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں تعاون کی ضرورت ہوتو بتائیں، اس پر داداجان نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں بحمد اللہ تمام انتظامات ہمارے پاس موجود ہیں، البتہ علمی مشورہ کی ضرورت ہے، اور میں اس کا کچھ حصہ آپ کے سپرد کرتا ہوں، اس پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں اس کوشوق سے دیکھوں گا اور کچھ تحریر بھی کروں گا، انہوں نے یہ افسوس ظاہر کیا کہ ابوظبی میں ہمارے دوست ڈاکٹر عزالدین کے بعد کوئی دوسرا نہیں رہا، اور خواہش ظاہر کی کہ جب کبھی ہندوستان کا سفر ہواتو میں آپ کے ''مرکز الشیخ ابوالحسن ندوی'' اور جامعہ اسلامیہ کی زیارت کروں گا، ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی کے بعد شیخ ناصر عبودی سے بھی ملاقات ہوئی۔

تیسرے دن تراویح کے بعد کچھ عرب علماء نے داداجان سے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھ کر حدیث کی اجازت لی، نیز بعض عرب اہل علم نے یہ آرزو ظاہر کی کہ ہم امارات حاضر ہوکر آپ سے مکمل بخاری شریف پڑھنا چاہتے ہیں۔

۲۹/اگست ۲۰۱۰ء کی رات میں ہم نے طواف وداع کیا، اس موقع پر دادا جان نے یہ قیمتی نصیحت فرمائی کہ اصل کامیابی کی کلید یہ ہے کہ آدمی اپنے اور مخلوق سے ناامید ہوجائے اور اللہ کے وعدوں پر بھروسہ کرے اور اسی سے امید لگائے اور یہ

اعتماد ہو کہ جو کچھ ہوگا اللہ کی ذات سے ہوگا ہمارا کام تو صرف کوشش کرنا ہے، کامیابی دینا اللہ کا کام ہے، ﴿والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا﴾۔

۳۰/اگست کو ہم لوگ مدینہ منورہ حاضر ہوئے، وہاں ایک ہفتہ قیام رہا، حرم شریف میں مختلف علماء سے ملاقات ہوئی جن میں شیخ محمد عوامہ بھی ہیں، کچھ ہندوستانی علماء اور تجار سے بھی ملاقاتیں رہیں، ایک دن ظہر کے بعد مسجد نبویؐ میں مخطوطات کے مدیر سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مخطوطات کی سی ڈی عنایت فرمائی، دادا جان نے ان سے کہا کہ کچھ مخطوطات فی الحدیث کی ضرورت ہے تو انہوں نے بتایا کہ اس مقصد کے لیے مکتبہ عبدالعزیز کے ذمہ دار ڈاکٹر مزینی ہیں، وہ آپ کو کتاب دے دیں گے، دوپہر کے وقت سورج کی حرارت شدید تھی اور خاص طور پر عرب کے علاقوں میں دوپہر کے وقت موسم انتہائی سخت ہوتا ہے اور باہر نکلنا دشوار ہوتا ہے، ایسے وقت میں دادا جان ہمت کر کے حدیثی مخطوطات کے لیے وہاں تشریف لے گئے اور ان سے ملاقات کی تو انہوں نے مختلف مخطوطات کی کاپی عنایت فرمائی، ڈاکٹر مزینی نے خصوصیت سے دادا جان سے ان کی علمی تحقیق و تعلیق سے آراستہ مشہور کتابیں ''بذل المجہود'' اور ''أوجز المسالک'' کی خواہش ظاہر کی جن کی حدیث کے موضوع پر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت ہے اور کہا کہ وہ ہمارے پاس نہیں ہیں ان کو عنایت فرمادیں۔

اس کے بعد ہم لوگوں کی مدینہ منورہ سے ۷/ستمبر کو واپسی ہوئی، اس طرح بخیر و عافیت ابوظبی پہونچے اور چچا محمد ناصر کے گھر ہوتے ہوئے العین اپنے مستقر پر پہونچ آئے، والحمدللہ علی ذلک۔

مکہ مکرمہ میں منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس

بعنوان:

”العالم الإسلامي: المشكلات والحلول“

میں شرکت

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

آج امت اسلامیہ جن حالات اور مشکلات کا شکار ہے وہ اس کے مستقبل پر سیاسی، معاشی اور اقتصادی حیثیت سے برے نتائج کے حامل ہیں، اسی لیے اس امت کو ایک ایسے راستہ کی تلاش ہے جو اس کو مشکلات کی دلدل سے نکال سکے اور امت میں جو اختلافات بڑھتے چلے آرہے ہیں ان کو ختم کیا جاسکے، اس لیے کہ اندیشہ ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں موقع پاکر غلط فائدہ نہ اٹھالیں اور امت کی طاقت کو پارہ پارہ نہ کردیں اور آپسی رشتہ کو بکھیر دیں، اس لیے امت اسلامیہ کے موجودہ حالات پر جن علماء کی نظر ہے وہ ان حالات کا پورے طور سے جائزہ لے رہے ہیں اور وہ حالات کی خطرناکی سے پوری طرح آگاہ ہیں، اس لیے ان حالات سے نکلنے کے لیے کتاب وسنت کی روشنی میں مناسب حل کے وہ متلاشی ہیں۔

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ جس نے مسلمانوں کی اپنے قیام کے زمانہ سے لے کر ہر نازک موقع پر رہنمائی کی، اس نے ضرورت محسوس کی کہ شاہ عبداللہ خادم الحرمین الشریفین حفظہ اللہ کی سرپرستی میں ایک عالمی کانفرنس مکہ مکرمہ میں منعقد کی جائے اور عالم اسلامی کے چیدہ علماء و مفکرین کو اس میں شرکت کی دعوت دی جائے تا کہ وہ سب متفقہ طور پر موجودہ حالات میں کتاب وسنت کی روشنی میں رہنمائی کرسکیں۔

کانفرنس کے اغراض ومقاصد

(۱) ان اسباب کا جائزہ لیا جائے جن کی بنا پر عالم اسلامی میں سنگین اور نئے حالات پیدا ہو رہے ہیں۔

(۲) امت اسلامیہ کی وحدت واجتماعیت کے باقی رکھنے کی پرزور کوشش کرنا۔

(۳) علمائے دین، مفکرین اور اسلامی مراکز کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا تا کہ ان حالات میں وہ صحیح رہنمائی کرسکیں۔

(۴) عالم اسلامی کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے حوار (بات چیت) کے اصول کو اپنایا جائے۔

(۵) موجودہ زمانہ کے چیلنج کا جواب دینے کے لیے کتاب وسنت کی روشنی میں مناسب حل تلاش کرنا۔

اس اہم مؤتمر (کانفرنس) میں شرکت کے لیے دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مدظلہ کو دعوت دی گئی تھی اور ان کے مرافق کے طور پر اس ناچیز کو بھی خدمت وشرکت کا موقع مل گیا۔

یہ مؤتمر تین دن ۲۲/شعبان ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۳/جولائی ۲۰۱۱ء سے شروع ہو

کر۲۴؍شعبان مطابق ۲۵؍جولائی کی شام کو دس بجے اختتام پذیر ہوئی ،اس کی نشستوں میں بیس مقالے پیش کئے گئے ،البتہ مناقشہ میں حصہ لینے کی عام اجازت تھی اوراس میں علماء نے حصہ لیا۔

مؤتمر کا آغاز۲۲؍شعبان سنیچر کوایک بجے رابطہ عالم اسلامی کے ہال میں ہوا، قرآن پاک کی تلاوت کے بعدخادم الحرمین الشریفین کا پیغام امیرمکہ **السمو الملکی خالد الفیصل** نے پڑھ کرسنایا،جس طرح یہ پیغام بہت ہی جامع اور بہت سے حقائق پر مشتمل تھااسی طرح اس کو مؤثر انداز میں پیش کیا گیا، پھر دیگر حضرات کے بیانات ہوئے،ڈھائی بجے جلسہ کا اختتام ہوا۔

دوسرے دن۲۳؍شعبان کوصبح کا جلسہ۹؍بجے سے ساڑھے دس بجے تک تھا جس کی صدارت معالی الدکتور صالح بن عبداللہ بن حمید رئیس القضاء الاعلی فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ کررہے تھے،یہ نشست ساڑھے دس بجے ختم ہوگئی اوردوسری نشست کا وقت ۱۱؍بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک رہا،شام کا جلسہ ساڑھے سات بجے شروع ہوکر۹؍بجے اختتام پذیرہوا۔

۲۴؍شعبان کوصبح ۹؍بجے سے ساڑھے دس بجے تک اور۱۱؍بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک پروگرام جاری رہا، پھر۲۴؍شعبان کی شام کوساڑھے سات بجے سے شروع ہوکر۹؍بجے نشست ختم ہوگئی، اس کے بعد۹؍بجے سے دس بجے تک جلسہ کا اختتامی پروگرام تھا جس میں معالی الدکتورعبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کا خطاب تھا،اس کے بعد جلسہ کا اختتامی بیان پڑھ کرسنایا گیا جو بہت سی تجاویز پر مشتمل تھااور ساتھ ساتھ خادم الحرمین الشریفین کے حوالہ سے اعلان کیا گیا کہ یہ جلسہ سالانہ رہے گا اوران شاءاللہ

اس جلسہ کے تمام شرکاء اس میں شرکت کریں گے۔

۲۴ رشعبان کو ظہر کے بعد خادم الحرمین الشریفین نے علماء کرام سے جدہ میں ملاقات کی اور ان کی ذمہ داریوں کو یاد دلایا اور اس سلسلے میں اپنے ہر تعاون کی پیش کش کی فجزاهم الله عن الإسلام و المسلمین خیر الجزاء۔

ان اجتماعات کے دوران آئے ہوئے مختلف علماء اور مفکرین سے دادا جان کی ملاقاتیں رہیں، ان میں بہت سے لوگ ان کی کتابوں کے ذریعہ متعارف بھی تھے، الحمدللہ اس سفر میں ہمارے ساتھ چار نسخے بخاری شریف کے بھی تھے جو ابھی حال میں ۱۵ رضخیم جلدوں میں چھپ کر آئی تھی جن چاروں کا مجموعی وزن ۱۱۰ کلو تھا، وہ سب بہ سہولت وعافیت پہونچ گئیں۔

چونکہ دادا جان نے پہلے ہی سے اطلاع کردی تھی کہ ایک نسخہ خادم الحرمین الشریفین کے لیے اور دوسرا نسخہ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کے لیے ہے، اس لیے ہوٹل میں پہونچنے کے ساتھ ہی رابطہ کی طرف سے ایک مندوب ان کو لینے کے لیے آگئے تھے۔

تیسرا نسخہ ڈاکٹر صالح بن عبداللہ بن حمید کو پیش کیا جنہوں نے بہت ہی گرم جوشی سے اس ہدیہ کو قبول فرمایا، دادا جان نے ان کو بتایا کہ آپ کے والد محترم سے مکہ مکرمہ میں ملاقات ہو چکی ہے۔

چوتھا نسخہ ڈاکٹر عبداللہ بن صالح بن العبید (جو مدینہ یونیورسٹی اور رابطہ عالم اسلامی دونوں کے ڈائریکٹر رہ چکے ہیں) کے ذریعہ سے مسجد نبویؐ کے کتب خانہ میں بھجوایا گیا، لیکن انہوں نے اپنے لیے بھی ایک نسخہ کا مطالبہ کیا، تو اس کو عمرے کے

دوسرے سفر میں ان کو پیش کر دیا گیا، اس سفر میں ہم لوگ ۲۱ر تاریخ بروز جمعرات عمرہ سے فارغ ہو گئے تھے، مؤتمر کے آخری روز ایک یوم کے لیے مدینہ منورہ کا پروگرام تھا اور دادا جان کے لیے خصوصی کار کا انتظام کیا گیا تھا، اس لیے ہم لوگ مدینہ منورہ کے دارالھجر ۃ ہوٹل میں عصر سے پہلے پہونچ گئے جہاں رابطہ کی طرف سے مہمانوں کے قیام کا انتظام تھا، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک یہ مسافت چار گھنٹے میں طے ہوئی، عصر کی نماز مسجد نبویؐ میں ادا کی گئی اور عصر کی نماز کے بعد روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کے لیے حاضر ہوئے، نماز مغرب حرم میں ادا کی گئی، وہاں بہت سے علماء خصوصاً حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ سے ملاقات ہوئی۔

دوسرے دن صبح کو حضرت مولانا سے اس ناچیز نے الأوائل السنبلية پڑھ کر حدیث شریف کی اجازت لی، دوسرے ہی دن دوپہر سے پہلے مکتبہ محمودیہ تشریف لے گئے، اس کے مدیر ڈاکٹر محمد المزینی جو دادا جان سے واقف تھے ان سے حدیث کی بعض نادر کتابوں کا فوٹو طلب کیا گیا، انھوں نے بڑی خوشی سے عصر تک ان کی سی ڈی تیار کرادی اور اس ناچیز نے جاکر ان سے حاصل کرلیا۔

تیسرے دن ہم لوگ مدینہ منورہ سے جدہ اور جدہ سے ابوظبی پہونچے اور وہاں سے اپنے مستقر پر واپس آگئے۔

حرمین شریفین کا سفر

رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

دادا جان ہر سال رمضان میں عمرہ کے لیے تشریف لے جاتے ہیں اور ادھر چند سالوں سے مجھے ان کی خدمت کی سعادت حاصل رہی ہے، چونکہ پہلے سفر میں کچھ طبیعت خراب ہوگئی تھی اسی لیے دوسرا سفر تاخیر سے ہوا اور ۱۷/ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ کو ۶/ بجے دبئی امارات ایرلائنس سے روانہ ہوکر ۸/ بجے جدہ پہونچے، قانونی کارروائی بہت ہی آسانی سے پوری ہوگئی اور ۱۱/ بجے مکہ مکرمہ پہونچ گئے، وہاں قیام کا اچھا انتظام تھا، رات ہی میں عمرہ سے فراغت ہوگئی تھی اور مکہ میں ۲۰/ تاریخ تک قیام تھا، اسی دوران ہوٹل میں مختلف علماء ملنے کے لیے آئے، جن میں رابطہ عالم اسلامی کے مستشار شیخ محمد بھی تھے جو دادا جان سے حدیث کی اجازت لے چکے ہیں، ان کے علاوہ احمد محمد الحریری جامعہ اُم القریٰ آئے اور دادا جان سے حدیث کی اجازت لی۔

۲۰/ تاریخ کو ظہر کے بعد ہم لوگ خصوصی گاڑی سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے، چونکہ ہمارے بڑے والد ڈاکٹر مولانا ولی الدین ندوی عمرے کے لیے آئے ہوئے تھے اور وہ بھی ہمارے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے ان کا بھی کئی سال

سے رمضان شریف میں عمرے کا معمول ہے، فندق دار الایمان میں سامان وغیرہ رکھ کر مغرب کی نماز حرم شریف میں پڑھی گئی، اس دوران بھی بہت سے علماء سے ملاقاتیں ہوئیں، رمضان شریف میں حرم شریف میں دادا جان کی ایک خاص نشست متعین ہے، وہیں پر وہ نماز پڑھتے ہیں اور تلاوت کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں بھی ہوتی ہیں، ایک دن اچانک جناب حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی اپنے خدام کے ساتھ ملاقات کے لیے تشریف لائے اور بہت ہی تعلق اور محبت کا اظہار فرمایا دادا جان نے عرض کیا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں خود حاضر ہوتا۔

۲۲/رمضان کو دادا جان نے مدینہ منورہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر سے ملاقات کا وقت مانگا، انہوں نے فرمایا کہ میں اس وقت باہر ہوں اور میرے قائم مقام اس وقت ڈاکٹر ابراہیم العبید ہیں جو کلیۃ الحدیث کے عمید بھی ہیں، ان سے بارہ بجے ملاقات طے ہوئی، ہم کو لینے کے لیے ہوٹل میں ۱۱/بجے شیخ محمد عبد اللہ العبید جو جامعہ اسلامیہ کی ایک اچھی پوسٹ پر ہیں آئے اور ان کی گاڑی سے ہم لوگ جامعہ کے لیے روانہ ہوئے اور ہمارے ساتھ جامعہ اسلامیہ مظفر پور کے ناظم ڈاکٹر ولی الدین ندوی صاحب بھی تھے، وائس چانسلر کی آفس میں تقریبا پون گھنٹے ملاقات رہی، ان کو الجامع الصحیح کا نسخہ پیش کیا گیا اور دادا جان نے تقریبا ۲۰ منٹ تک بخاری کے نسخوں پر گفتگو فرمائی اس وقت بعض دکاترہ بھی شریک ہو گئے تھے، مدیر جامعہ کو جامعہ اسلامیہ تشریف لانے کی دعوت دی گئی، انہوں نے قبول فرمایا اور یہ بیان کیا کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کے درمیان علمی تعاون قائم رہے گا، ظہر کی نماز کے لیے ہم حرم واپس آ گئے۔

۲۶؍رمضان المبارک کومولانا اخلد صاحب قاسمی جوحضرت مولانا ارشد مدنی صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں انہوں نے اپنے دستر خوان پر افطار کی دعوت دی اور خصوصی اہتمام فرمایا، دادا جان کے ساتھ شیخ عبداللہ سلطان ظاہری اور مفتی یونس صاحب گجراتی اور یہ ناچیز افطار میں شریک ہوا، وہاں پر بہت سے حضرات سے ملاقاتیں رہیں ان کا اصرار تھا کہ روزانہ یہیں پر افطار کریں اور بہت ہی محبت وتعلق کا اظہار فرمایا، دادا جان نے فرمایا کہ مسجد نبویؐ میں درحقیقت یہ دستر خوان شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ کا ہے، یہاں افطار کرنا نورٌ علی نور ہے، ۲۸؍رمضان کو ہم لوگ مدینہ منورہ سے ۴؍بجے امارات سے روانہ ہوکر ۸ بجے دلی ایرپورٹ پر پہونچے، وہاں سے العین واپسی ہوئی۔

ایک عالمی کانفرنس

بعنوان: ظاہرۃ التکفیر ،الاسباب-الآثار-العلاج

میں شرکت

بقلم: مولاناڈاکٹرولی الدین ندوی

عالم عربی واسلامی کا اس وقت کا سب سے بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ اس کے بعض ملکوں میں ایسے شدت پسند نوجوان پیدا ہورہے ہیں جو علماء ومفکرین اور مسلم سیاسی رہنماؤں کی تنقید میں اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ وہ اب ان کی تکفیر کرتے رہتے ہیں اوران کی مخالفت کو اسلامی فریضہ سمجھتے ہیں، دین میں ان کے اس متشددانہ فکر وغلو کے بہت خطرناک اثرات ظاہر ہورہے ہیں۔

اس خوارجی فکر کے مقابلہ کے لیے سعودیہ عربیہ نے شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود کے حکم سے سعودی عرب کے وزیر داخلہ نایف بن عبدالعزیز آل سعود کے زیراہتمام دواداروں جائزۃ نایف بن عبدالعزیز آل سعود العالمیہ اور جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کی مشارکت سے ''ظاہرۃ التکفیر -الاسباب-الآثار-العلاج'' کے عنوان

سے مدینہ منورہ میں ایک عالمی کانفرنس کا انعقاد کیا، جس میں اس فتنہ کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا اور اس کے اسباب وعلاج پر روشنی ڈالی گئی۔

یہ عالمی کانفرنس ۲۲/۱۰/۱۴۳۲ھ بروز منگل مدینہ منورہ میں منعقد ہوئی، اس کی افتتاحی نشست معالی وزیر داخلہ امیر نایف بن عبدالعزیز آل سعود کے ایماء پر امیر مدینہ جناب عبدالعزیز بن ماجد بن عبدالعزیز آل سعود کے قصر میں ہوئی، اس کانفرنس کے پروگراموں میں ۴۵ ملکوں کے نمائندوں نے شرکت کی، تقریباً ۱۱۹ مقالے اور مباحث پیش کی گئیں، اس اہم کانفرنس میں شرکت کے لیے حضرت والد ماجد مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب مدظلہ العالی کو بھی دعوت دی گئی، آپ نے مدینہ منورہ پہونچنے سے قبل اپنا پیغام کانفرنس کے ذمہ داروں کو بھیج دیا تھا، جو کانفرنس کے خصوصی بلیٹن میں شائع کیا گیا جس میں حضرت والد صاحب نے فکری اعتدال اور توازن کا پیغام دیا تھا، آپ نے یہ واضح کر دیا کہ ان نوجوانوں میں یہ بے اعتدالی اور فکری کج روی قرآن وحدیث سے دور ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

۲۱/۱۰/۱۴۳۲ھ کی شام کو ہم ابوظبی ایرپورٹ سے حضرت والد صاحب کی معیت میں مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے، چونکہ ریاض میں جہاز بدلنا تھا اس لیے ریاض ایرپورٹ پر ۳/ گھنٹے تک قیام کرنا پڑا، ریاض ایرپورٹ پر وزرات داخلہ کے نمائندوں کے ذریعہ ہمارا بہت اچھا استقبال ہوا۔

وہاں سے جس پرواز سے ہم مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے اسی میں حضرت والد صاحب کی ملاقات جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کے ڈائریکٹر پروفیسر سلیمان بن عبداللہ ابوالخیل سے ہوئی، جن سے کانفرنس کے تعلق سے خصوصی

گفتگو بھی ہوتی رہی، فجر کی نماز سے قبل ہم لوگ مدینہ منورہ پہنچ گئے، اور یہاں کے شاندار ہوٹل ''دارالایمان'' میں قیام رہا۔

مسجد نبویؐ میں تہجد کی نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کی گئی، پھر فجر کی نماز کے بعد روضۂ پاک کی زیارت سے مشرف ہوئے اور درود وسلام پیش کرنے کا موقع ملا۔

ناشتہ کے بعد کانفرنس میں شرکت کے لیے مریڈیان ہوٹل گئے، اس کے وسیع ہال میں اجلاس ہو رہا تھا، اس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی، کانفرنس مسلسل تین روز جاری رہی، روزانہ پانچ نشستیں ہوتی تھیں، خوشی کی بات یہ تھی کہ کثیر تعداد میں نوجوان علماء ومفکرین بھی اس میں پیش پیش تھے۔

کانفرنس میں جن اہم شخصیات سے ملاقات اور تبادلہ خیال ہوتا رہا، اس میں خاص طور پر امام حرم جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس، پروفیسر محمد العقلا ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ اور ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی امین عام رابطہ عالم اسلامی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ہمارے ساتھ والد صاحب مدظلہ کی تحقیق وتعلیق سے بخاری شریف کے تین نسخے تھے، ان میں ایک نسخہ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ کے مدیر کو پیش کیا گیا اور باقی دو نسخے موتمر جائزۃ نایف بن عبدالعزیز آل سعود للسنۃ النبویہ کو دیئے گئے، علماء نے اس کتاب پر بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا، اور عمومی طور پر اس کی افادیت واہمیت محسوس کی گئی، ہمارے اس سفر میں دبئ سے جناب ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن شافعی مدیر کلیۃ جمعہ ماجد للدراسات الاسلامیہ والعصریہ اور کچھ دوسرے علماء بھی تھے، ان حضرات

سے کانفرنس میں ملاقات وگفتگو کی وجہ سے یہ سفر بہت دل چسپ بن گیا، حرم نبویؐ میں تہجد وفجر اور درود وسلام کی توفیق ملتی رہی۔

اس کانفرنس کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس موضوع سے متعلق تمام معلومات مختلف مقالوں کے ذریعہ جمع کردی گئی ہیں جو آٹھ اجزاء میں شایع کی گئی ہیں، دوسرے یہ کہ کانفرنس کے ہر اجلاس کے ذریعہ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ صحیح علم سراپا دین ہے، اس لیے نوجوان ایسے علماء سے علم دین سیکھیں جن کے اندر علم کے ساتھ ساتھ ربانیت بھی ہو، تاکہ وہ نوجوانوں کو صحیح اور معتدل فکر دے سکیں۔

درحقیقت یہ وہ فکر ہے جس کو ہمارے مربی وشیخ حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحبؒ اپنے خطبات ومواعظ میں ذکر کیا کرتے تھے، حضرت مولاناؒ نے بہت پہلے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے اساتذہ وطلبہ کو بھی مخاطب کرکے فرمایا اور اس طرف توجہ دلائی تھی، آپ کی یہ تقریر ''ربانیة لا رهبانية'' کے عنوان سے شائع بھی ہوچکی ہے، اس عظیم کانفرنس میں شرکت کرکے ۲۶/۱۰/۱۴۳۲ھ کو ہم لوگ جدہ ہوتے ہوئے بخیر وعافیت دبئ واپس آگئے۔

رمضان المبارک میں عمرہ اور مقامات مقدسہ کی زیارت

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری مدظلہ (سرپرست جامعہ اسلامیہ) کا کئی سالوں سے معمول ہے کہ سال کے گیارہ ماہ علمی اشتغال کے بعد رمضان المبارک میں عمرہ و مقامات مقدسہ کی زیارت کی غرض سے حرمین شریفین کا سفر فرمایا کرتے ہیں، احقر کو بھی متعدد باب رفاقت کی سعادت مل چکی ہے، اس دفعہ بھی بحمداللہ رفاقت کا شرف حاصل رہا۔

رمضان سے قبل ہندوستان کے مختلف مدارس کے ذمہ داروں کے اصرار پر دینی و دعوتی اسفار پیش آئے، نیز کتابوں کی تحقیق و تعلیق کی وجہ سے طویل طویل نشستیں رہا کرتی تھیں، جن کی وجہ سے پاؤں کی رگ کے دباؤ کی وجہ سے گھٹنے اور پاؤں میں ورم کی شکایت ہوگئی، ہندوستان سے واپسی کے موقع پر ممبئی میں چچا جان ڈاکٹر صفی الدین صاحب نے مرض کی تشخیص کرائی، اس کے بعد العین میں بھی ایک ماہر ڈاکٹر

کے علاج سے آرام ملا، معالجین کی ہدایت کے مطابق کئی پرہیز کے ساتھ آرام کرنے کی ضرورت تھی تاکہ مرض میں اضافہ نہ ہو۔

پروگرام کے مطابق ۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۹ر جولائی یکشنبہ کو سفر شروع ہوا، اور حرم شریف حاضری ہوئی، حسب معمول دادا جان مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ دونوں ہی جگہ دن کا بیشتر حصہ ذکر وتلاوت میں گزارتے ہیں اور عصر کے بعد کا وقت تو گویا تلاوت ہی کے لیے خاص ہے، اور رات میں ملاقات وآرام کے چند گھنٹوں کے علاوہ بقیہ حصہ عبادت ہی میں صرف ہوتا ہے، لیکن اس دفعہ معمولات میں خاصی تبدیلی تھی، اہل علم کی ملاقات اور حدیث شریف کی اجازت کے ساتھ درس حدیث کے شدید تقاضوں کے سبب دادا جان کو معمول بدلنا پڑا، یومیہ معتقدین مستفیدین کی تعداد ۴۵ سے ۵۰ تک پہنچ جاتی تھی، جن میں اچھی خاصی تعداد میں سعودیہ عربیہ کے علماء، قضاۃ اور دکاترہ ہوتے، استفادہ کرنے والوں میں سعودی طلبہ بھی ہوتے، بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے العین امارات کا سفر کرکے مکمل صحیح بخاری پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

یہ سفر دو ہفتے کے لیے رہا، ہم لوگ ۱۱ر رمضان کو ابوظبی سے طیران الامارات کے ذریعہ شب میں آٹھ بجے جدہ پہنچے، قانونی کارروائی بڑی سہولت سے طے ہوگئی، البتہ سامان پہنچنے اور اس کی تلاش وجستجو میں کافی وقت صرف ہوا، پھر بھی ایک بیگ جس میں دادا جان کی دوائیں، کپڑے اور ضروری کاغذات تھے رہ گیا، جس سے کافی تشویش پیدا ہوگئی، ایرپورٹ پر Complain درج کراکے ہم لوگ جدہ سے مکۃ المکرّمہ کے لیے روانہ ہوگئے اور حرم شریف کے قریب فندق دار الغفران میں رہائش

حاصل ہوئی۔

فجر کے بعد دادا جان کی علالت کے سبب وھیل چیر سے طواف وسعی کروائی، جس بیگ کی گمشدگی کا افسوس تھا اچانک اس کے بارے میں دوسرے دن تراویح کے وقت اطلاع آئی کہ مل گیا ہے، اس کو جدہ ایرپورٹ سے حاصل کیا، جس سے اطمینان ہوگیا۔

۱۳رمضان المبارک منگل کو جامعہ ام القریٰ کے استاذ حدیث ڈاکٹر موفق عبدالقادر آئے اور اپنے مکان پر دادا جان کو مدعو کیا اور اپنے دو شاگرد کو دوسرے روز استقبال کے لیے بھیجا، ان دونوں کی رہبری میں ہم لوگ تراویح کے بعد ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے اور کھانا تناول کیا، کھانے کے بعد مختلف علمی مسائل پر ان سے تبادلۂ خیال ہوا، انہوں نے اطلاع دی کہ اگلے روز ڈاکٹر مالک بن دُہیش کے یہاں آپ سبھی لوگ مدعو ہیں، وہ یہاں کے بڑے عالم ہیں اور مملکت کی طالبات کی تعلیم کے ذمہ دار بھی رہ چکے ہیں، ڈاکٹر مالک بن دُہیش کے والد بزرگوار مکۃ المکرّمۃ کے رئیس القضاۃ تھے، الغرض حسب پروگرام ان کے دولت خانہ پر حاضری ہوئی، ان کے صاحبزادوں کے علاوہ ڈاکٹر محمد بن عبید عبدالکریم سے ملاقات ہوئی، ڈاکٹر محمد بن عبید عبدالکریم صاحب علم نظر آئے، ان کی تصنیف ''دراسات نسخ البخاری'' اہم کتاب ہے، دادا جان نے ''الابواب والتراجم لصحیح البخاری'' کا ایک نسخہ ان کی خدمت میں پیش کیا، انہوں نے بھی دس کرتون اپنی کتابیں بھجوانے کا وعدہ کیا۔

۱۹رمضان کو بعد نماز عصر ڈاکٹر موفق عبدالقادر اور ڈاکٹر محمد بن عبید عبدالکریم دونوں ہی اجازت حدیث شریف کے لیے ہوٹل میں تشریف لائے، دادا جان نے ان

کے سامنے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھی، ان حضرات نے بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھی، اس پر دادا جان نے آدھ گھنٹہ تقریر فرمائی، اس کے بعد ان لوگوں نے کئی علمی سوالات کیے جن کے مفصل اور اطمینان بخش جوابات دادا جان نے دیئے۔

اسی دن رابطہ عالم اسلامی کے مشہور باحث شیخ محمد سکحال تراویح کے بعد تشریف لائے اور رابطہ عالم اسلامی کا مجلّہ پیش کیا، جس میں ''ازالۃ الخفاء'' کے بارے میں ان کا تفصیلی مقالہ شائع ہوا تھا، اس مقالہ میں ''ازالۃ الخفاء'' کے ترجمہ اور اس پر دادا جان کی تحقیق و تعلیق کے تعلق سے اس کا مفصل تعارف ہے، یہ کتاب ترجمہ کے بعد دادا جان کی تحقیق سے عنقریب طبع ہو کر منصۂ شہود پر آنے والی ہے، انہوں نے رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری معالی الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کے بارے میں خبر دی کہ وہ اس ہفتہ اپنی آفس میں تشریف نہیں لاسکیں گے، البتہ ان کے نائب ڈاکٹر عادل بن علی موجود ہیں ان سے ضرور ملاقات کرلیں، ان کی سیرت نبویؐ پر کئی کتابیں ہیں، چنانچہ ہم لوگ آخری دن ۲۰/رمضان کو جس دن ہماری مدینہ منورہ کے لیے روانگی تھی، رابطہ کے دفتر میں گئے اور ان سے ملاقات کی، دادا جان کے پیروں میں تکلیف تھی اس لیے جلد ہی وہاں سے ہوٹل واپسی ہوگئی، ہوٹل سے ہم لوگ بذریعہ کار مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے اور مغرب کی نماز کے بعد مدینہ منورہ حاضری ہوئی، حرم نبویؐ میں نماز ہو چکی تھی اس لیے ہم لوگوں نے راستے ہی میں نماز ادا کرلی اور اپنی قیام گاہ باب فہد کے سامنے ہوٹل ''دار التقویٰ'' پہونچے البتہ عشاء اور تراویح کی نماز حرم نبویؐ میں ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، حرم نبویؐ میں روزانہ عصر کی نماز کے بعد جہاں دادا جان کی نشست ہوا کرتی تھی مصلی بچھ جایا کرتا تھا، اس کا اہتمام

مولانا مفتی یونس صاحب گجراتی کرتے تھے، انہوں نے ہر طرح کی سہولت بھی مہیا کر رکھی تھی، اللہ تعالیٰ ان کو بھرپور جزائے خیر عطا فرمائے۔

وہیں پر حضرت مولانا ارشد مدنی مدظلہ العالی کے بھانجے جناب مولانا اخلد رشیدی صاحب نے باصرار دو روز افطار کا اہتمام کیا، یہیں پر مولانا فضل الرحمٰن صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری اور ان کے والد محترم سے ملاقات ہوتی رہی، اسی طرح روزانہ تراویح کے بعد متعدد علمائے عرب وعجم سے ملاقات کا سلسلہ رہا، ان میں حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب اور مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس سفر کی خاص بات یہ بھی تھی کہ بہت سے عرب علماء وقضاۃ دور دراز سے حدیث شریف کی اجازت کے لیے تشریف لاتے رہے، دادا جان اپنے اصول کے مطابق حدیث مسلسل بالاولیہ، صحیح بخاری کی اول حدیث اور ترجمۃ الباب کے بعد مختصر تقریر فرماتے، کبھی کبھی صحاح ستہ اور موطا کے اوائل پڑھاتے اور تقریر فرماتے، پھر اپنی اسانید بھی ذکر فرماتے۔

ایک روز مملکت سعودی عرب کی عدالتوں کے آٹھ قاضی ہوٹل میں تشریف لائے اور اوائل صحاح ستہ پڑھی، دادا جان نے ان کے سامنے صحیح بخاری کی پہلی حدیث اور فقہ مقارن پر طویل گفتگو کرنے کے بعد ان کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی، ایک روز تو حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ کے صاحبزادے اور جامعہ طیبہ کے ڈائرکٹر اپنے بہت سے احباب کے ساتھ تراویح کے بعد آئے تو ان کو باب عثمان کے پاس بیٹھ کر اوائل پڑھائے اور حدیث پاک کی اجازت سے سرفراز فرمایا، حرمین

شریفین کے اساتذہ بھی تشریف لائے اور حدیث کی اجازت حاصل کی، تبوک سے تین عالم سفر کر کے محض حدیث شریف کی اجازت کی غرض سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حدیث شریف پڑھ کر اجازت حاصل کی، اس سفر میں چالیس علمائے عرب کے علاوہ لندن اور ہندوستان سے آئے ہوئے علماء کو اجازت حدیث عطا فرمائی، بلکہ ہم لوگوں کی واپسی کے بعد بھی بہت سے لوگ دادا جان کی طلب وجستجو میں تھے کہ ان سے حدیث شریف کی خصوصی اجازت حاصل کریں، کتنے لوگ العین فون سے رابطہ کرتے رہے، ۲۸/رمضان المبارک کی شب میں مدینہ منورہ سے براہ راست دبئی واپسی ہوئی، برادرم مولانا اسعد عالم صاحب ندوی ایر پورٹ پر آ گئے تھے، وہاں سے گیارہ بجے دن میں ہم لوگ اپنی قیام گاہ العین پہنچے، الحمد للہ خیر وعافیت کے ساتھ یہ سفر سعادت پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

رابطہ عالم اسلامی کی بین الاقوامی کانفرنس

”التضامن الإسلامي“

میں شرکت

بقلم: مولانا خطیب الرحمٰن ندوی

دوسال قبل رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرّمہ میں ”مشاکل وحلول“ کے عنوان سے ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی، اس سال اس کا دوسرا اجلاس ۲/مارچ ۲۰۱۴ء سے ۴/مارچ ۲۰۱۴ء تک مکۃ المکرّمہ میں رکھا گیا جس کا خصوصی عنوان ”التضامن الإسلامی“ (اتحاد وخوت اسلامی) تھا، اس کے لیے پوری دنیائے اسلام سے علماء ودعاۃ کو مدعو کیا گیا، یہ دعوت نامہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہٗ کو بہت تاخیر سے ملا، بعد میں رابطہ کے جنرل سکریٹری جناب ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی صاحب کا فون بھی اس کانفرنس میں شرکت کے لیے آیا، اس لیے مولانا محترم نے ”التضامن الإسلامي في ضوء الكتاب والسنة“ کے عنوان پر مقالہ

تیار فرمایا اور اس کو رابطہ کے پتہ پر بھیج دیا گیا۔

یکم مارچ کو حضرت مولانا کی ابوظبی کے لیے روانگی ہوئی، جہاز ۷ بجے شام کو سعودی ایرلائنس سے جدہ کے لیے تھا، مولانا کے صاحبزادے ناصر رخصت کرنے ایرپورٹ تک آئے، مولانا نے ابوظبی سے احرام کی نیت کرلی، جدہ پہنچے تو رابطہ کی طرف سے پُر تپاک استقبال کیا گیا اور باہر مولانا کے شاگرد شیخ احمد محمد الحریری اور ان کے رفقاء استقبال کے لیے موجود تھے، وہاں سے مکۃ المکرّمہ کے لیے روانہ ہوئے اور مکہ میں ہوٹل (گرانڈ کورال مکہ) میں قیام رہا، عمرہ سے فراغت کے بعد دوسرے دن ایک بجے افتتاحی جلسہ میں شرکت ہوئی، جلسے کا افتتاح السمو الملکی امیر مشعل بن عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود امیر مکۃ المکرّمہ نے اپنی نہایت مؤثر تقریر سے کیا، درحقیقت یہ خادم الحرمین الشریفین کا پیغام تھا جس کو انھوں نے پیش کیا، اس میں پوری امت اسلامیہ کو مخاطب کیا گیا تھا، شام کو مقالات کی نشست شروع ہوئی، جس میں باہر سے آئے ہوئے مندوبین اور علمائے کرام نے اپنے اپنے مقالات پیش کیے۔

۴/مارچ منگل کو ظہر کے بعد تجویزیں اور قراردادیں پڑھ کر سنائی گئیں، حاضرین کو اپنی رائے اور مشورے دینے کا پورا اختیار دیا گیا، اس آخری نشست میں وفود کی طرف سے ترکی کے رئیس شؤون دینیہ معالی الدکتور محمد کورماز کا بیان ہوا، اس کے بعد توصیات ومیثاق کو پڑھ کر سنایا گیا، اس میں رابطہ کے امین عام معالی الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی کا بہت عالمانہ وفاضلانہ بیان ہوا، اور تمام علماء وحاضرین کا شکریہ ادا کیا گیا، نیز سعودی عرب کے مفتئ عام اور رابطہ کے رئیس اعلیٰ جناب شیخ عبد العزیز بن عبداللہ آل الشیخ نے بھی مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور جلسے کی کامیابی کے ساتھ

پوری امت اسلامیہ کے لیے دعائیں کیں، اس کے بعد جلسے کا اختتام ہوا۔

۵/مارچ بروز بدھ مکۃ المکرّمہ سے قریب چار بجے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے، خصوصی گاڑی کا انتظام کیا گیا تھا، چنانچہ عشاء کے بعد فندق دار الایمان پہنچے، جہاں قیام کرنا تھا، پہنچنے سے قبل ہی مولانا کے خاص اہل تعلق جناب مفتی محمد یونس صاحب گجراتی شام کے کھانے کے ساتھ شدت سے انتظار کر رہے تھے، کھانا کھانے کے بعد نماز پڑھی گئی اور تہجد کے وقت حرم نبویؐ میں حاضری ہوئی اور نماز فجر کے بعد صلاۃ وسلام پیش کرنے کے بعد ہوٹل واپسی ہوئی، وہاں اطلاع ملی کہ دس بجے مدینہ یونیورسٹی میں ایک استقبالیہ پروگرام ہے جس میں حاضری ضروری ہے، چنانچہ دس بجے جامعہ اسلامیہ پہنچے، جامعہ کے بڑے ہال کے سامنے مولانا کو اعزاز کے ساتھ گاڑی سے اتارا گیا اور اُن کا استقبال کیا گیا اور اندر لے جا کر خصوصی جگہ بٹھایا گیا جہاں جامعہ اسلامیہ کے ڈائرکٹر معالی الدکتور عبدالرحمٰن بن محمد السند بھی موجود تھے اور قریب ہی میں دکتور عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی بھی تشریف فرما تھے، ہال مہمانوں سے بھرا ہوا تھا، جامعہ کے ڈائرکٹر نے تمام مہمانوں سے خصوصی ملاقات کی، انہیں جب بتایا گیا کہ آج سے ۳۳ سال پہلے حضرت مولانا کی جامعہ میں تعیین ہوگئی تھی، تو انہوں نے خوشی ومسرت کا اظہار کیا، اس تعیین کے خط کو مدیر نے محفوظ کرلیا تھا، اس کے بعد جلسہ شروع ہوا، تلاوت کلام اللہ کے بعد جامعہ کی سی ڈی دکھلائی گئی جس میں شاہ سعود بن عبدالعزیز کے زمانے میں اس کی تاسیس سے لے کر آج تک کی ترقیات کے ساتھ جامعہ کے مناظر وحالات دکھائے گئے تھے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا نمونہ جو دنیا کی ہر زبان میں تھا پیش کیا گیا، اسی دوران ایک نوجوان

شاعر نے قصیدہ شعریہ سے ڈاکٹر ترکی اور جامعہ کے ڈائرکٹر کا استقبال کیا، اس کے بعد ڈاکٹر ترکی کا بیان ہوا، انہوں نے ''اخوت اسلامی'' کے موضوع پر خطاب فرمایا، جس کی صدا شاہ فیصل نے بلند کی تھی اور جو مملکت سعودیہ عربیہ کا شعار رہا ہے۔

اخیر میں خادم الحرمین الشریفین ملک عبداللہ بن عبدالعزیز حفظہ اللہ اور ولی عہد سلیمان بن عبدالعزیز حفظہ اللہ اور نائب ثانی اور امیر مدینہ فیصل بن سلیمان بن عبد العزیز اور وزیر تعلیم کا شکریہ ادا کیا گیا، بعد میں جامعہ اسلامیہ کے مدیر اور ان کے رفقاء کی بیش قیمت تحفوں اور انعامات سے تکریم کی گئی، اخیر میں تمام مہمانوں کو بھی ایک ایک حقیبہ سے نوازا گیا، حضرت مولانا نے ڈاکٹر ترکی اور مدیر جامعہ سے دوبارہ ملاقات کی، دونوں نے کہا کہ جامعہ اسلامیہ مظفر پور کے لیے جو بھی تعاون چاہیں کیا جائے گا، آپ اس کی ساری تفصیل بھیج دیں، ظہر کی نماز جامعہ کی مسجد میں ادا کی گئی، نماز کے بعد جامعہ کی طرف سے کھانے کا انتظام تھا، جامعہ کے مدیر نے مولانا کو اپنے قریب بٹھایا اور دونوں میں دیر تک گفتگو ہوتی رہی، کھانے کے بعد ہوٹل پہنچے تو ایک خوش آئند خبر یہ ملی کہ ''المواهب اللطيفة في شرح مسند الإمام أبي حنيفة'' حضرت مولانا کی تحقیق و تعلیق سے مزین ہوکر بہترین طباعت کے ساتھ ایک مہینہ کے اندر منصۂ شہود پر آجائے گی۔

اسی دن شب جمعہ ساڑھے نو بجے مدینہ منورہ میں ایک بڑے تاجر کے یہاں درس بخاری شریف کا پروگرام تھا جس کے لیے مولانا سے ایک سال سے فرمائش کی جارہی تھی، اس لیے ان کی گاڑی سے ان کے مزرعہ میں پہنچے جو ذرا فاصلہ پر جنت البقیع کے آگے ہے، وہاں تقریباً پچیس تیس طلبہ و علماء بخاری شریف کے درس میں

شریک تھے اور ایک مصری عالم اُن کو درس دے رہے تھے،الحمدللہ مدینہ منورہ (زادھااللہ شرفاً) کی برکت سے بخاری شریف کی خصوصیت اوراس کے ابواب وتراجم کے متعلق آدھے گھنٹے تفصیلی بیان ہوا، وہاں شام کا کھانا ہوا، میزبان نے مدینہ منورہ کے آثار کے فوٹو عنایت فرمائے، اس کے بعد ہوٹل واپسی ہوگئی۔

اگلے روز یعنی جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ صلاۃ وسلام کے بعد اپنی قیام گاہ پر واپس آئے اور وہاں سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے، جدہ پہنچ کر بھائی یونس دہلوی کے مکان پر قیام فرمایا،اُن کی نواسی کا عقد تھا اس لیے دیر رات اس میں شرکت رہی اورموقع کی مناسبت سے مختصر بیان بھی ہوا، اس موقع پر بہت سے حضرات ملاقات کے لیے آئے بالخصوص مولانا کے شاگرد دکتور الحریری صاحب، بھائی جاوید صاحب اور جدہ کے قنصل فیض احمد قدوائی صاحب اور بھائی اسماعیل صاحب گجراتی بھی موجود تھے، رات گزار کر فجر کی نماز کے بعد ایرپورٹ آئے، پونے آٹھ بجے صبح کو جہاز جدہ سے روانہ ہوکر ساڑھے گیارہ بجے دبئ پہنچا، وہاں مولانا ڈاکٹر ولی الدین صاحب ندوی موجود تھے، ان کے ساتھ ان کے مکان پر تشریف لے گئے، وہاں کھانے اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد بخیر وعافیت العین واپس آ گئے۔

حرمین شریفین کا سفر اور عمرہ کی سعادت

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ موافق ۲۰ر جولائی ۲۰۱۳ء حسب معمول میرے دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری دامت برکاتہم کا دبئی سے مکہ مکرمہ کا سفر ہوا، یہ ناچیز دادا جان کا رفیق سفر تھا کیوں کہ ان کا سفر علمی بھی رہتا ہے اس لیے ضرورت ہوئی کہ میں اس سفرنامہ کو قلم بند کروں۔

۱۱ر رمضان المبارک کی رات میں ہم لوگ مکہ مکرمہ پہونچے، وہاں فندق مروہ میں قیام تھا، رات میں عمرہ وغیرہ سے فراغت ہوگئی تھی، دوسرے دن معلوم ہوا کہ محترم جناب ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی رابطہ عالم اسلامی کے ڈائریکٹر موجود ہیں اس لیے ان سے وقت لے کر گیارہ بجے دن میں رابطہ کے دفتر میں ان سے ملاقات طے ہوئی، دادا جان کے ساتھ وہاں ہم حاضر ہوئے، آدھے گھنٹہ ملاقات کا سلسلہ رہا، جس میں جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کے نصاب تعلیم اور اس کے رابطہ سے تعلق کی نوعیت پر گفتگو رہی، اسی سلسلے میں انہوں نے ازالۃ الخفاء اور بخاری شریف کے کاموں کو بہت ہی سراہا، دادا جان نے اس کے علاوہ جو حدیثی کام شروع کر رکھے

ہیں ان کی تفصیل بیان کی ، اس کے بعد مختلف علماء واحباب ملنے کے لیے آتے رہے، جامعہ اُم القریٰ سے رئیس قسم السنۃ النبویہ اور ایک دوسرے استاذ حدیث ہوٹل میں ملاقات کے لیے آئے ، ان کا بہت اصرار رہا کہ بخاری شریف کا ایک ایسا نسخہ تیار کیا جائے جو نسخۂ یونینیہ ، نسخۂ صغانی ، نسخۂ عبداللہ بن سالم بصری اور نسخۂ سلطانیہ اور دیگر نسخوں پر مشتمل ہو، اس نسخہ میں شروح وحواشی سے یکسر صرف نظر کرلیا جائے۔

چوں کہ دادا جان نے بیان کیا کہ نسخہ سلطانیہ میں ایک بڑا نقص رہ گیا ہے اس میں مشائخ ازہر نے نسخۂ صغانی کو نظر انداز کیا ہے حالاں کہ نسخۂ صغانی بہت اہم ہے جس کو حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں "باب المناولة" سے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ یہ نسخہ امام بخاریؒ کے شاگرد فربری کے سامنے پڑھا ہوا ہے اور اپنی کتاب میں اس کی اہمیت بیان کی اور سو سے زیادہ مقامات پر استفادہ کیا ہے اور یہ نسخہ ہمارے کتب خانہ مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی میں موجود ہے اور اس سے حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے بھی فائدہ اٹھایا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے سامنے تھا، بہر حال یہ بہت اہم کام ہے اس کے لیے یکسوئی کی ضرورت ہے اس پر ان لوگوں نے ان نسخوں کو دیکھنے کے لیے جامعہ اسلامیہ اور مرکز الشیخ ابوالحسن الندوی کے سفر کا ارادہ کیا ہے، مکہ مکرمہ سے ۱۹ر رمضان المبارک کو مدینہ منورہ حاضری ہوئی، دارالتقویٰ میں سامان رکھنے کے بعد حرم مدنی میں افطار اور نماز مغرب کی سعادت ملی اور عشاء کے بعد صلاۃ وسلام پیش کیا گیا، وہاں اہل گجرات کے علاوہ اور بہت سے حضرات سے ملاقات ہوئی۔

دوسرے دن مدینہ یونیورسٹی کے اساتذہ وطلبہ کے علاوہ شرعی عدالتوں کے جج صاحبان بھی آئے ، جنھوں نے پہلے سے دادا جان سے وقت لے رکھا

تھا،انھوں نے اجازت حدیث بھی حاصل کی،ان کے علاوہ زامبیا اور لندن اور ہندوستان کے بہت سے علماء نے بھی اجازت حدیث لی۔

۲۶/رمضان المبارک کوتو دومرتبہ درس مسجد نبوی شریف میں داداجان کا ہوا اور عشاء کے بعد تیسری مرتبہ ہوٹل میں ہوا،ان میں خاص طور پر مولانا حذیفہ غلام وستانوی صاحب بھی تھے،انھوں نے داداجان کی تحقیق شدہ کتابوں کے بارے میں مشورہ دیا کہ ان کو ویب سائٹ پر لانا ضروری ہے اور بھی بہت سے مفید مشورے دیئے،اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے،انھوں نے ایک سوری عالم ڈاکٹر عبدالجبار اسقا کا ذکر کیا کہ وہ آپ سے بغرض ملاقات آنے کا شوق رکھتے ہیں،انھوں نے اعجاز القرآن پر بڑی اہم کتاب لکھی ہے،میں اس کا اردو میں ترجمہ کررہا ہوں،پروگرام کے مطابق وہ لوگ عشاء کے بعد ہوٹل میں آئے اور حدیث کی اجازت لی اور داداجان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی،داداجان کا معمول یہ ہے کہ حدیث مسلسل بالاولیہ اور اوائل ستہ یا بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھا کر اس حدیث پر اور کبھی کبھی فن حدیث پر روشنی ڈالتے ہیں اور ہر تقریر میں نئی بات ہوتی ہے،۲۸/رمضان المبارک کو مدینہ منورہ حاضری ہوئی،دارالتقویٰ میں سامان رکھنے کے بعد حرم مدنی میں افطار اور نماز مغرب کی سعادت ملی اور عشاء کے بعد صلاۃ وسلام پیش کیا گیا، وہاں اہل گجرات کے علاوہ اور بہت سے حضرات سے ملاقات ہوئی۔

دوسرے دن مدینہ یونیورسٹی کے اساتذہ وطلبہ کے علاوہ شرعی عدالتوں کے جج صاحبان بھی آئے،جنھوں نے پہلے سے داداجان سے وقت لے رکھا تھا،انھوں نے اجازت حدیث بھی حاصل کی،ان کے علاوہ زامبیا اور لندن اور ہندوستان کے بہت سے علماء نے بھی اجازت حدیث لی۔

حرمین شریفین کا ایک اور سفر

از: ڈاکٹر فریدالدین ندوی

چند سالوں سے جد مکرم کا معمول یہ ہے کہ رمضان المبارک کا اکثر حصہ حرمین شریفین کے نورانی وعرفانی ماحول میں گزارتے ہیں اور راقم سطور کو آپ کی ہم رکابی اور خدمت کی سعادت حاصل ہوتی ہے، حسب معمول امسال ۱۴۳۵ھ کو بھی جد مکرم کا حرمین شریفین کا سفر ہوا، ناچیز ہر جگہ ساتھ ساتھ رہا، ۹؍جولائی ۲۰۱۴ء مطابق ۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز منگل امارات ایرویز کے ذریعہ دبئی سے جدہ کے لئے روانگی ہوئی، قیام گاہ سے ہی احرام کی چادریں لپیٹ لی گئی تھیں، اور دبئی ایرپورٹ سے ہی احرام کی نیت کرلی گئی، سعودیہ عربیہ کے وقت کے مطابق ۸ بجے شب میں ہم لوگ جدہ پہونچے، بفضلہ تعالیٰ بہت ہی سہولت کے ساتھ ایرپورٹ کی جملہ کارروائی مکمل ہوگئی اور بہت جلد ہم لوگ باہر نکل آئے، وہاں دادجان کے دوست جناب ڈاکٹر حریری صاحب استقبال کے لئے موجود تھے، البتہ ہمارے قیام کے منتظم ابھی مکہ مکرمہ سے باہر ہی نکلے تھے، ان کا خیال تھا کہ ایرپورٹ کی کارروائی میں کم سے کم دو گھنٹے لگیں گے، اتنی جلد ہم لوگوں کے نکل جانے پر ان کو تعجب ہوا، حرم شریف میں عشاء

کی نماز شروع ہو چکی تھی، ہم لوگ اپنی قیام گاہ ہوٹل مروہ ریحان پہونچے، تجدید وضوء کیا اور دادا جان کو لے کر حرم شریف میں حاضری کی سعادت ملی، عشاء وتراویح سے فراغت کے بعد عمرہ مکمل کیا اور قیام گاہ واپس آ گئے۔

اس ہوٹل کے اندر بھی ایک بڑی مسجد ہے جو حرم شریف سے متصل ہے، جد محترم اکثر حرم شریف میں ہی نماز ادا کرتے ہیں البتہ گاہے عذر کی وجہ سے اس ہوٹل کی مسجد میں بھی نماز ادا کر لیتے ہیں، چنانچہ نماز فجر سے فراغت کے بعد آرام فرمایا، دن میں دس بجے کے قریب دادا جان نے رابطہ عالم اسلامی کے صدر جناب ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی کی سکریٹری کو فون کیا اور ملاقات کا وقت لیا، یہ دن ان کی بہت ہی مشغولیت کا تھا، اس کے باوجود ظہر بعد کا وقت انھوں نے دیا، دادا جان کے ساتھ متعینہ وقت پر رابطہ عالم اسلامی کے دفتر میں حاضری ہوئی، دفتر کے نمائندہ نے بڑا والہانہ استقبال کیا اور شیخ ترکی کے آفس میں لے کر گئے، اُن سے دادا جان کی بہت اچھی ملاقات رہی، شیخ ترکی، دادا جان سے جامعہ اسلامیہ کا نظام تعلیم وتربیت معلوم کرنے کے ساتھ مختلف علمی وتعلیمی اور دعوتی موضوعات پر تبادلۂ خیال فرماتے رہے، جد محترم نے اپنی جدید تحقیق سے آراستہ کتاب ''**المواهب اللطيفة شرح مسند الامام أبى حنيفة**'' جو سات جلدوں پر مشتمل ہے اور دار النوادر بیروت سے طبع ہو کر آئی ہے، پیش کیا، اس علمی تحفہ سے ڈاکٹر صاحب بہت خوش ہوئے، فرمایا: ''علامہ عابد سندھی تو بڑے زبردست عالم رہے ہیں''۔

دادا جان نے جامعہ اسلامیہ میں زیر تعمیر عظیم الشان عمارت ''دار الحدیث'' کا

ذکر کیا تو فرمایا: ''ہماری رائے آپ کے کاموں کو دیکھتے ہوئے یہ ہے کہ اس کا نام''مركز الشيخ الدكتور تقي الدين الندوي للدراسات الحديثية والسيرة النبوية'' رکھا جائے، اس کے بعد دادا جان نے اپنی تحقیق و تعلیق سے آراستہ پہلی بار منظر عام پر آنے والی کتاب ''لمعات التنقيح شرح مشكاة المصابيح'' للشیخ عبدالحق الدہلوی پر مقدمہ لکھنے کا مطالبہ کیا جس کا وعدہ انھوں نے پہلے سے کر رکھا تھا، دادا جان نے فرمایا: کتاب کی طباعت شروع ہونے جارہی ہے، اس ہفتہ میں اگر یہ تقدیم آجائے تو ہمارے لئے خوشی کی بات ہوگی، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے کہ ۲۸ ر رمضان کو ہی ان کا عالمانہ مقدمہ آ گیا، دادا جان جب ان کی آفس سے نکلے تو میڈیا والے پہلے سے وہاں موجود تھے، انھوں نے دادا جان سے کچھ علمی سوالات کئے جن کے جوابات آپ نے اختصار کے ساتھ دیئے، جد محترم کی ڈاکٹر ترکی سے ملاقات کی خبر سعودی اخبارات اور مقامی ٹی وی میں بھی نشر ہوئی۔

قیام گاہ پر واپسی ہوئی، ۱۹ رمضان المبارک تک مکہ مکرمہ میں قیام رہا، اس دوران یہاں کی اہم ترین ترجیح حرم شریف میں حاضری، نماز وطواف، اور رمضان المبارک کے معمولات کی ادائیگی رہی، البتہ تراویح کے بعد اور کبھی نماز عصر کے بعد دادا جان سے ملاقات کی غرض سے طلبہ و علماء کی آمد رہی، جن میں اکثر ام القری یونیورسٹی کے اساتذہ وطلبہ ہوتے، افریقہ وزامبیا کے بعض علماء جن میں مولانا مفتی محمد ایوب صاحب زامبیا اور مولانا شبیر صاحب سالوجی افریقہ قابل ذکر ہیں، ایک دن تراویح کے بعد حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی حفظہ اللہ تشریف لائے، آپ سے

دادا جان کے گہرے عزیزانہ دیرینہ تعلقات ہیں، ان کی آمد اور ملاقات سے دادا جان کو ماضی کی یاد تازہ ہوگئی، انھوں نے بہت دعائیں دیں اور دادا جان سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''کہ ''داستاں میری'' بہت ہی مؤثر کتاب ہے''، اس پر دادا جان نے فرمایا: ''اس پر آپ اپنا تأثر لکھ کر بھیجیں دوسری جلد میں شامل کیا جائے گا''، لندن وغیرہ کے بعض علماء وطلبہ بھی اجازت حدیث کے لئے آتے رہے، ایک دن تراویح کے بعد تقریبا دس علماء اجازت حدیث کے لئے تشریف لائے جن میں وکیل جامعۃ ام القریٰ بھی تھے، جد محترم نے اوائل پڑھا کر مختصر کلام فرمایا اور اجازت دی۔

۱۳/ رمضان المبارک کو جد مکرم نے رئیس شئون المسجد الحرام والمسجد النبوی (امام حرمین شریفین) ڈاکٹر عبد الرحمٰن سدیس حفظہ اللہ ورعاہ کو فون کر کے ان سے ملاقات کا وقت لیا، چنانچہ ساڑھے آٹھ بجے حرم شریف میں ان کے خصوصی آفس میں حاضری ہوئی، شیخ سدیس نے باہر دادا جان کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا، دادا جان کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے، وہاں پر آپ کا پُر تپاک استقبال کرنے والوں میں نائب امام حرم مکی، ڈاکٹر سلیمان ابوالخیل ڈائریکٹر جامعۃ الامام محمد بن سعود، اور ڈاکٹر عبد الرحمٰن سند ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ بھی تھے، مؤخر الذکر دونوں حضرات سے دادا جان کی اس سے قبل بھی بعض کانفرنسوں میں ملاقات رہی ہے، اور امام حرم مکی شیخ سدیس اور ان حضرات کی خدمت میں دادا جان کی کتابیں اس سے قبل پیش کی جاچکی ہیں اور ان کے شکریہ کے خطوط بھی دادا جان کے نام آچکے ہیں، ڈاکٹر عبد الرحمٰن سند ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے دادا جان کی ملاقات ابھی تین مہینہ قبل جامعہ

اسلامیہ کی ''التضامن الاسلامی'' کانفرنس میں ہوئی تھی، اور انھوں نے اپنی بے پایاں محبت کا اظہار فرمایا تھا، اس ملاقات میں شیخ سدیس بڑی الفت ومحبت سے پیش آئے، داداجان نے ''المواهب اللطيفة شرح مسند الإمام أبي حنيفة'' کا نسخہ پیش کیا جس کو انھوں نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس علمی تحفہ کو قبول کیا، داداجان نے امام حرم مکی کی خدمت میں جامعہ اسلامیہ اور مرکز الشیخ مظفر پور کے لیے تشریف آوری کی دعوت بھی پیش کی، جد مکرم ان حضرات علماء عرب کے حسن اخلاق، علمی قدر دانی اور اس پر حوصلہ افزائی سے بے حد متاثر ہوئے، اور وہ اس پاک سرزمین اور ان ساعات مبارکہ میں ان کی دعاؤں کو باعث سعادت سمجھتے ہیں۔

مکہ مکرمہ کا یہ قیام، حرم مکی کا پُر کیف روحانی منظر جاذب دل ونگاہ تھا، اس کے ساتھ جد مکرم کی معیت اور اُن کی خدمت کا شرف حاصل رہا، اللہ تعالیٰ ہماری عبادتوں کو قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے ہمارے پورے خانوادے کو ہمکنار فرمائے، آمین۔

١٩ر رمضان المبارک کو مکہ مکرمہ سے خصوصی کار کے ذریعہ ہماری روانگی مدینہ منورہ کے لئے ہوئی، مکہ سے باہر ابھی ہماری گاڑی نکلی ہی تھی کہ داداجان کے پاس ڈاکٹر موفق عبد القادر پروفیسر حدیث جامعہ ام القریٰ کا فون آیا کہ جامعہ کے چند اساتذہ آپ سے ملاقات اور اجازت حدیث کے لئے آرہے ہیں، داداجان نے فرمایا کہ اب تو مکہ سے روانگی ہو چکی ہے ان شاء اللہ آئندہ سفر میں ملاقات ہوگی، ڈاکٹر موفق عبد القادر حدیث کے بڑے اساتذہ میں ہیں، اس سے قبل وہ داداجان سے

اجازت حدیث لے چکے ہیں، ''لمعات التنقیح'' پر ان کا مقدمہ بھی آرہا ہے۔

مدینہ میں جد مکرم کا قیام دارالایمان میں تھا، یہ ہوٹل مسجد نبویؐ سے متصل ہے، حرم نبویؐ میں دادا جان کی نشست وقیام کی خاص جگہ ہے، یہیں پر دادا جان کے دوست حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب دامت برکاتہم اور ان کے داماد مفتی محمد یونس وغیرہ کی بھی نشست ہے، مفتی یونس صاحب دادا جان سے محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی اور تمام ہی علماء ومشائخ کی جی جان سے حرم میں خدمت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہاں بھی دادا جان کا معمول رمضان کی ساعتوں کو زیادہ سے زیادہ مسجد نبویؐ میں گذارنے کا رہا، زیارت کی سعادت حاصل رہی، جوار نبویؐ کا شرف ملا، بارگاہ نبویؐ میں صلاۃ وسلام پیش کر کے روحانی غذا حاصل کی گئی، اللہ تعالیٰ ان سعادتوں کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

قیام مدینہ منورہ میں بھی دادا جان سے اجازت حدیث لینے والوں کا سلسلہ جاری رہا، جس میں ریاض، کویت، سوریا اور مختلف جگہوں کے اہل علم شریک تھے، ایک دن جد محترم کے دوست جناب بدرالدین میمن صاحب مدنی نے (جو مدینہ منورہ کے اعیان میں سے ہیں) قریب کے ایک ہوٹل میں مدعو کیا، وہاں مولانا ابراہیم میاں صاحب افریقی اور دیگر اہل علم سے ملاقات ہوئی، دادا جان سے مل کر اُن حضرات نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا، اسی مجلس میں زیارت مدینہ کے تعلق سے یہ بات آئی کہ اس موضوع پر کوئی جامع کتاب مطلوب ہے، دادا جان نے فرمایا: ''کہ اس موضوع پر

حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے تین رسالے ہیں جن میں بہت ہی جامع اور مدلل کلام کیا گیا ہے" اس طرح آپ نے اہل علم کی توجہ ان رسائل کی طرف مبذول کرائی، ناچیز افادۂ عام کی غرض سے ان تینوں رسالوں کے اسماء درج کر رہا ہے:

(۱) **الكلام المبرم فى نقض القول المحقق المحكم.**

(۲) **الكلام المبرور فى رد القول المنصور.**

(۳) **السعى المشكور فى رد المذهب المأثور (واضح الحجة فى ابطال اتمام الحجة).**

مدینہ منورہ کے قیام میں ایک دن جامعہ اسلامیہ بھی حاضری ہوئی، جامعہ کے ڈائرکٹر تو موجود نہیں تھے، لیکن ان کے نائب وکیل جامعہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے داداجان کا بڑا خیال کیا، ان سے داداجان کی مختلف علمی وحدیثی موضوعات پر گفتگو ہوئی، ان کی یہ پیش کش رہی کہ: اگر آپ اپنے مدرسہ میں کوئی سمینار کرنا چاہیں گے تو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی طرف سے تعاون کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ ان ملاقاتوں کو قبول فرمائے اور ان کو قوم وملت اور ہندوستانی مسلمانوں کی بھلائی کا ذریعہ بنائے۔

۲۷ر رمضان المبارک کو افطار مولانا اخلد رشیدی صاحب مقیم مدینہ منورہ کے دسترخوان پر کیا گیا، مولانا اخلد صاحب حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب حفظہ اللہ کے بھانجے ہیں، داداجان نے اس موقع پر فرمایا: "کہ یہ دسترخوان تو حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کا ہے اور اس پر افطار باعث سعادت ہے"، اللہ تعالیٰ مولانا اخلد صاحب کو جزائے خیر دے۔

دادا جان کا قیام مدینہ منورہ میں ۲۸ر رمضان تک رہا، اس دوران بڑے ابو جناب مولانا ڈاکٹر ولی الدین صاحب ناظم جامعہ اسلامیہ اور چچا محترم جناب ناصر صاحب بھی عمرہ کے لئے تشریف لائے، ۲۸ر کی شام میں دبئی واپسی ہوئی، یہاں بھائی اسعد عالم صاحب ندوی استقبال کے لئے موجود تھے اور ہم لوگوں کو لے کر العین مستقر پر آئے، اللہ تعالٰی اس سفر کو قبول فرمائے اور دادا جان کے سایۂ عاطفت کو صحت وعافیت کے ساتھ تا دیر قائم رکھے، آمین۔

حرمین شریفین کی زیارت

از: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

۱۲/ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ کو حضرت اقدس دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری کے ہمراہ یہ ناچیز دبئی ایرپورٹ سے احرام باندھ کر عمرہ و زیارت کے لیے جدہ روانہ ہوا، ہمارا جہاز سعودیہ عربیہ کے وقت سے ۷/ بجے جدہ ایرپورٹ پہونچا، تھوڑی دیر میں ہم ایرپورٹ سے باہر نکل آئے، وہاں سواری کا انتظام تھا، لبیک پڑھتے ہوئے اور دعائیں مانگتے ہوئے حرم شریف کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں افطار کر کے مکہ مکرمہ تراویح سے پہلے پہنچ گئے، نماز عشاء و تراویح وغیرہ سے فارغ ہو کر ہوٹل میں آرام کیا، فجر کی نماز کے بعد طواف وسعی اور عمرہ سے فراغت ہوئی، دادا جان نے ہوٹل میں آرام فرمایا۔

دوسرے دن ۱۳/ رمضان المبارک کو جامعہ ام القریٰ کے بعض دکاترہ ملاقات کے لیے اور بعض اجازت حدیث کے لیے تشریف لائے، ان میں ایک اہم شخص جو خادم الحرمین الشریفین کے مقرب اور مشیر ہیں انہوں نے بھی اجازت حدیث لی، ان کے ہمراہ دو حضرات اور بھی موجود تھے، معلوم ہوا کہ یہ لوگ کسی سرکاری

پروگرام میں ہندوستان آنا چاہتے ہیں، دادا جان نے ان کو جامعہ اسلامیہ مظفر پور آنے کی دعوت دی۔

۱۸؍رمضان المبارک کو رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی جن سے دادا جان کے گہرے روابط و تعلقات ہیں اُن سے ملاقات کا پروگرام طے ہوا، ۱۱؍بجے ہم لوگ ان کے دفتر میں حاضر ہوئے تو اُن کے ساتھ دیگر حضرات سے بھی ملاقاتیں ہوئیں، ان حضرات نے جامعہ اسلامیہ کے نصاب تعلیم اور اس کے احوال معلوم کئے، اُن سے دادا جان نے جامعہ اسلامیہ کے ذکر کے ساتھ یہ فرمایا کہ ہم جامعہ سے ایک عربی رسالہ ''الشارق'' کے نام سے نکالنا چاہتے ہیں جس کا مقصد عربی مطبوعات کا تعارف ہے، ڈاکٹر ترکی سے ملاقات کی خبر سعودیہ عربیہ کے علاوہ ہندوستان کے بعض اخبارات نے بھی شائع کی۔

۱۹؍رمضان المبارک کو ایک مشہور عالم دین اور حکومت کے نائب وزیر اعظم نے جدہ میں اجازت حدیث کی نشست منعقد کی۔ جس میں دادا جان کو بطور خاص شرکت کی دعوت دی، چنانچہ ہم لوگ ڈاکٹر محمد الحریری صاحب کی گاڑی سے جدہ گئے، وہاں اُن کے مکان پر ایک مجلس درس منعقد ہوئی، وہاں کے علماء و دکاترہ نے بھی اس میں شرکت کی، پھر مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔

خادم الحرمین الشریفین کے مستشار کے بدست صحیح بخاری کا ایک نسخہ اور ایک عریضہ خادم الحرمین الشریفین کے نام پیش کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ ان شاء اللہ رمضان المبارک کے بعد اس کو خادم حرمین شریفین کو پیش کریں گے۔

۲۰ رمضان المبارک کو ہم لوگ مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہاں جامعۃ الامام محمد بن سعود کے سابق وکیل سے ملاقات ہوئی، معلوم ہوا کہ یہ خادم حرمین کے مشیر ہیں، وہ تراویح کے بعد دادا جان سے ملاقات کے لیے ہمارے کمرے میں تشریف لائے اور حدیث شریف کی اجازت لی، انہوں نے دادا جان کی امیر مدینہ شیخ فیصل بن سلمان آل سعود حفظہ اللہ سے ملاقات کرائی، چنانچہ تراویح کے بعد ان کی مجلس میں حاضری ہوئی اور ان سے ملاقات ہوئی ان کی خدمت میں امیر سعود بن فیصل آل سعود کی وفات پر سلام کے بعد تعزیت پیش کیا اور رمضان المبارک کی مبارک باد پیش کی اور یہ فرمایا کہ اس مرتبہ یہاں بہت نرمی و شفقت کا معاملہ رکھا جارہا ہے، انہوں نے فرمایا ہم نے اس کی تاکید کی ہے، ہوٹل میں اہل علم اور دکاترہ بھی حدیث شریف کی اجازت حاصل کرنے کی غرض سے آتے رہے۔

۲۸ رمضان المبارک کی صبح ۴ ربجے واپسی تھی لیکن جہاز کی خرابی کی وجہ سے ہم لوگ شام ۶ ربجے اپنے مستقر دبئی پہنچ سکے۔

سرپرست جامعہ اسلامیہ

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری

دامت برکاتہم

کا سفر مراکش وعمرہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ۱۹۷۶ء میں مغرب اقصی (مراکش) کا سفر کیا تھا، واپس آکر تفصیلی سفرنامہ تحریر فرمایا، جو عربی زبان میں ”أسبوعان في المغرب الأقصى“ اور اردو میں ”دو ہفتے مغرب اقصی (مراکش) میں“ کے نام سے شائع ہوا، یہ سفرنامہ حضرت مولاناؒ کے قلم گہربار سے بہت ہی معلوماتی اور دلچسپ ہے، اس سفرنامہ کو پڑھنے کے بعد دیدار مراکش کے شوق کو مہمیز لگتا ہے، حضرت مولاناؒ کی زبان میں: ”مغرب اقصی (مراکش) اسلامی تاریخ وتہذیب، علوم اسلامیہ، ادب وشاعری، فن تعمیر سب میں وہ ایک جداگانہ شخصیت کا مالک ہے، اور مستقل دبستان فکر ہے، یہاں اسلام کو اپنی اثرانگیزی، کیمیاگری اور اپنی اندرونی صلاحیتوں کے اظہار کا پورا موقع ملا“۔

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ العالی کی شخصیت علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں، آپ پایہ کے محدث و محقق ہیں، علمی دنیا میں آپ کی تصنیفات و تحقیقات کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، آپ نے اپنے طویل علمی سفر میں بے شمار علمائے مغرب کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، ابن عبد البر مالکی کی ''التمھید'' و ''الاستذکار''، قاضی عیاض کی ''الشفا'' و ''مشارق الأنوار''، ابن خلدون کا ''مقدمه'' و ''تاریخ''، اور عبد العزیز دباغ وغیرہم کی کتابیں برابر آپ مطالعہ میں رہی ہیں۔

چنانچہ حضرت مولانا کی دیرینہ تمنا تھی کہ مغرب اقصی (مراکش) کے سفر کی کوئی صورت نکلے، سال گذشتہ رمضان سے قبل وزیر اوقاف و امور اسلامی مغرب جناب شیخ احمد توفیق کی طرف سے موقر دعوت نامہ دروس حسنیہ میں شرکت کا آیا، عرصہ سے وہاں کا معمول ہے کہ رمضان المبارک میں مغرب حکومت مختلف ممالک کے ممتاز علماء کو قصر شاہی میں درس دینے کے لیے مدعو کرتی ہے، خود بڑے اہتمام سے جلالۃ الملک محمد السادس اس میں شرکت کرتے ہیں، حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی دامت برکاتہم نے اس موقع پر حاضری سے معذرت کردی کیونکہ عرصہ ۳۰ سال سے آپ کا معمول ہے کہ رمضان المبارک حرمین شریفین میں گذارتے ہیں۔

اللہ تعالی نے اس دیرینہ آرزو کی تکمیل کی شکل اس طرح پیدا فرمادی کہ **وزارة الاوقاف و الشؤون الإسلامية** مملکت مغربیہ اور **منتدی تعزیز السلم في المجتمعات المسلمة** ابوظبی کے باہمی اشتراک سے شہر مراکش میں سہ روزہ عالمی کانفرنس بعنوان: ''مسلم حکومتوں میں غیر مسلم اقوام کے

حقوق‘‘ بتاریخ ۲۵ تا ۲۷ جنوری ۲۰۱۶ء ہونا طے پایا، اور وزیر اوقاف وامور اسلامی مغرب جناب شیخ احمد توفیق کی طرف سے حضرت مولانا کو اس کانفرنس میں شرکت کا دعوت نامہ آیا، اور منتدی تعزیز السلم في المجتمعات المسلمة ابوظبی کے صدر جناب شیخ عبداللہ بن بیہ جو حضرت مولانا سے بے حد محبت فرماتے ہیں، اور اجازت حدیث بھی لی ہے، نے اس کانفرنس میں شرکت کے لیے اصرار فرمایا۔

چنانچہ آپ نے پیرانہ سالی اور گوناگوں علمی مشاغل کے باوجود اس طویل سفر کا ارادہ فرمالیا، اور ’’حقوق الأقليات في الديار الإسلامية وتعامل المسلمين الذين يقيمون في البلدان غير الإسلامية في ضوء الكتاب والسنة والتاريخ الإسلامي ‘‘ کے عنوان پر وقیع مقالہ تحریر فرمایا، آپ کے سفر میں ہمیشہ حفید ارجمند عزیزی مولوی فریدالدین ندوی سلمہ اللہ ساتھ ہوتے ہیں، لیکن تعلیمی مشغولیت کی وجہ سے وہ رفاقت سے قاصر تھے، اس لیے رفیق سفر کے طور پر حضرت مولانا نے راقم سطور کو منتخب فرمایا۔

ٹکٹ اور مغرب کے ویزے کی کارروائی ابوظبی میں مکمل کی گئی، عمرہ کا ویزا بھی حاصل کیا گیا، ہمارا ٹکٹ ابوظبی سے الدار البیضاء (کاسابلانکہ) کا تھا، شنبہ ۲۳؍ جنوری کو بعد نماز عشاء مدینۃ العین سے ابوظبی ایرپورٹ کے لیے روانگی ہوئی، مولانا کے صاحبزادے بھائی ناصر جو ابوظبی میں مقیم ہیں کے یہاں کچھ دیر آرام کیا گیا، اور یکشنبہ ۲۴؍ جنوری رات کے ساڑھے بارہ بجے ابوظبی ایرپورٹ کے لیے روانگی ہوئی،

اتحاد ایرویز سے ہمارا ٹکٹ بک تھا، جہاز کا وقت ڈھائی بجے تھا، جہاز اپنے وقت سے روانہ ہوا، اور نو گھنٹے کی طویل پرواز کے بعد مراکش کے وقت کے مطابق صبح ۸ بجے الدار البیضاء (کاسابلانکہ) کے محمد الخامس ایرپورٹ پر اترا، بزنس کلاس کا ٹکٹ تھا، اس لیے سفر بہت آرام دہ رہا، حضرت مولانا کو کوئی تعب نہیں ہوا، یہاں پہنچ کر وقت میں خاصا فرق پڑ گیا تھا، ابوظبی سے چار گھنٹے تو ہندوستان سے ساڑھے پانچ گھنٹے کا فرق تھا۔

ہوائی اڈہ پر کانفرنس کے منتظمین نے نہایت گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا، ایک خاص ہال میں لے گئے جہاں دوسرے مہمان پہلے سے پہونچے ہوئے تھے، ایرپورٹ کی ضروری کارروائی انہیں لوگوں نے مکمل کرائی، معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کو بذریعہ موٹر کار الدار البیضاء (کاسابلانکہ) سے مراکش جانا ہے، یہاں سے مراکش کی دوری ۲۱۰ کیلومیٹر ہے۔

الدار البیضاء (کاسابلانکہ) مغرب اقصی کا عظیم ترین شہر ہے، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ براعظم افریقہ کا دوسرا بڑا شہر ہے، اس کو مغرب اقصی کا ''العاصمۃ التجاریۃ'' یا ''العاصمۃ المالیۃ'' کہتے ہیں، اس کی موجودہ آبادی ۲۰۱۴ء کی مردم شماری کے مطابق: ۴۲۷۰۷۵۰ ہے۔

یہاں سے نو بجے موٹر مراکش کے لیے روانہ ہوئی، ڈرائیور مغرب کے رہنے والے محمد اسماعیل تھے، الدار البیضاء (کاسابلانکہ) سے مراکش کی سڑک نہایت ہی

عمدہ اور کشادہ تھی، جس پر گاڑیاں تیز رفتاری سے چل رہی تھیں، سڑک کے دونوں طرف پہاڑوں کا سلسلہ ہے تو کہیں کہیں مسطح زمینیں، جن میں زیتون کے باغات نظر آئے، امسال بارش کی کمی کی وجہ سے سرسبزی وشادابی کم تھی، حضرت مولانا، حالی مرحوم کا شعر گنگنا رہے تھے ؂ سرے کوہ آدم سے تا کوہ بیضا

۱۱ بجے ہم لوگ شہر مراکش میں داخل ہوئے، مراکش مغرب اقصی کے تاریخی آثار کا شہر ہے، طویل مدت تک یہ شہر مغرب اقصی کا دار الحکومت رہا ہے، اس کے بانی امیر المسلمین یوسف بن تاشفین ہیں، جن کا شمار اسلام کے نامور مجاہدوں میں ہے، ان کی زندگی زہد وتقوی، پاکیزگی وطہارت، عزم محکم، ایمان ویقین کامل سے عبارت تھی، انھوں نے سینتالیس سال حکومت کی اور ۵۰۰ھ میں تقریبا سو (۱۰۰) برس کی عمر میں وفات پائی۔

مدینۃ السیاحۃ کے ہوٹل سیووی (SAVOY) میں کانفرنس کے تمام مہمانوں کا قیام تھا، منتظمین نے حضرت مولانا کو ہوٹل کے خصوصی حصہ میں ٹھہرایا، جو دو کشادہ کمروں پر مشتمل تھا، بعد نماز مغرب شیخ عبداللہ بن بیہ سے ملاقات ہوئی، ان کا آبائی وطن مورتانیا ہے، وہاں کے کبار علماء میں ان کا شمار ہے، وزیر کے عہدہ پر بھی رہ چکے ہیں، شیخ ابن بیہ نے حضرت مولانا کا والہانہ استقبال کیا، حضرت مولانا نے اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد پر مبارکباد دی، اور کامیابی کے لیے دعا فرمائی، اپنی بعض تصنیفات، کانفرنس میں پیش کیا جانے والا مقالہ اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء کا مقالہ ومکتوب گرامی ان کی خدمت میں پیش کیا، حضرت مولانا نے ان کو ہندوستان آنے کی دعوت بھی دی۔

روداد مراکش کانفرنس: ۲۵؍جنوری ۲۰۱۶ء یکشنبہ ساڑھے دس بجے، ہوٹل سیووی (SAVOY) کے وسیع وکشادہ ہال میں تلاوت کلام پاک سے مؤتمر کی افتتاحی نشست کا آغاز ہوا، شیخ احمد توفیق وزیر اوقاف مغرب نے جلالۃ الملک محمد السادس کی تقریر سے مؤتمر کا افتتاح کیا، انہوں نے دنیائے اسلام کی موجودہ سیاسی وسماجی صورت حال میں اس مؤتمر کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی، اس کے بعد شیخ عبداللہ بن بیہ نے کلمہ استقبالیہ پیش کیا جس میں انہوں نے مہمانوں کا خیر مقدم اور مؤتمر کے مقاصد وضرورت پر روشنی ڈالی، اس مؤتمر اسلامی کے انعقاد پر معالی الشیخ صالح بن حمید مستشار خادم الحرمین الشریفین وامام الحرمین الشریفین نے اپنے خطاب میں مبارکباد پیش کی، اوراس کی کامیابی کے لیے دعا کیا، ان کے بعد اقوام متحدہ کے نمائندہ کا کلمہ پیش ہوا، اور مصر، پاکستان، سنغال ومتحدہ عرب امارات کے وزرائے اوقاف نے تقریریں کیں اور موضوع کی اہمیت کو سراہا۔

پہلی نشست ۱۲؍بجے منعقد ہوئی، اس کا بنیادی موضوع: ''التأطير والتأصيل لقضية الأقليات الدينية في الديار الإسلامية'' تھا، پہلی تقریر شیخ احمد توفیق وزیر اوقاف مغرب کی ہوئی، ان کے بعد شیخ عبداللہ بن بیہ نے اپنا طویل کلیدی مقالہ پیش کیا جس کا عنوان تھا: ''صحيفة المدينة''، یہی عنوان پورے

مؤتمر کا محور تھا، صحیفۃ المدینہ حضور اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ معاہدہ ہے جو آپؐ نے ہجرت کے بعد قیام مدینہ میں مدینہ کے اہل کتاب کے ساتھ کیا تھا، شیخ ابن بیہ نے اسی کی روشنی میں عالم اسلام کی حکومتوں کو غیر مسلم اقلیات کے ساتھ برتاؤ کرنے کا مشورہ اور حل پیش کیا ہے، ان کے بعد یہود ونصاری کے نمائندوں نے اظہار خیال کیا۔

دوسری نشست ۴؍ بجے منعقد ہوئی، اس کا بنیادی موضوع: ''المواطنة في الرؤية الإسلامية'' تھا، اس نشست میں مندرجہ ذیل چار مقالات پیش کئے گئے:

۱۔ أسس المواطنة التعاقدية من خلال وثيقة المدينة المنورة،
ڈاکٹر عزیزۃ الھبری امریکہ۔

۲۔ عرض عن أعمال المستشرقين حول وثيقة المدينة،
شیخ حمزہ یوسف ہانسون امریکہ۔

۳۔ آفاق المواطنة في الفكر الإسلامي المعاصر،
ڈاکٹر رضوان سید لبنان۔

۴۔ آفاق المواطنة في الرؤية الإسلامية،
ڈاکٹر عبد المجید الصغیر۔

شام ساڑھے چھ سے آٹھ بجے تک بحث ومناقشہ کا سلسلہ رہا، جس میں شرکائے مؤتمر نے حصہ لیا۔

۲۶؍ جنوری ۲۰۱۶ء دوشنبہ ساڑھے دس بجے مؤتمر کی تیسری نشست:

''التعايش في التجربة التاريخية'' کے عنوان سے منعقد ہوئی، اس نشست میں دو اہم مقالے پیش کئے گئے، اول ڈاکٹر رجب شان تورک ترکی نے ''التجربة العثمانية ونظام الملة'' کے عنوان سے اور ثانی ڈاکٹر احمد شحلان مغربی نے ''التجربة التاريخية للمملكة المغربية في التعايش'' کے عنوان سے پیش کیا، اول الذکر نے خلافت عثمانی میں غیر مسلم اقوام کے ساتھ جو اسلامی رواداری قائم رہی، اس کا تفصیلی جائزہ لیا، اور ثانی الذکر نے مغرب اقصی کی اسلامی حکومتوں نے غیر مسلم اقوام کے ساتھ جس حسن سلوک کا برتاؤ کیا اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

آج کی چوتھی اور پانچویں نشست میں مختلف ممالک کے نمائندوں کی تقریریں ہوئیں، جن میں قابل ذکر شخصیات یہ ہیں:

شیخ یوسف دعیس وزیر اوقاف فلسطین، ڈاکٹر منیب یونان اردن، ڈاکٹر عبد اللطیف ھمیم عراق، ڈاکٹر ہابل داؤد وزیر اوقاف اردن، ڈاکٹر عمر البنز رجی عراق، شیخ عبدالقادر صومال، شیخ قطب سانو کینیا، ڈاکٹر سعید بیہی مغرب، الحاج یوھائی لوی برما، ڈاکٹر عبدالرزاق صدر جمعیۃ العلماء الجزائر، ڈاکٹر عطاء اللہ المھاجرانی، شیخ حسین حسن تشاد، ڈاکٹر محمد خلیل وزیر اوقاف تونس وغیرہم۔

۲۷ / جنوری ۲۰۱۶ء سہ شنبہ ساڑھے دس بجے مؤتمر کی اختتامی نشست منعقد ہوئی، جس میں اولاً شیخ عبداللہ بن بیہ نے مؤتمر کی کامیابی پر کلمات شکر وامتنان پیش کیا، اور ثانیاً شیخ احمد توفیق وزیر اوقاف مغرب نے اعلان مراکش کے عنوان سے تجاویز

پڑھ کر سنایا، اس کے بعد ڈاکٹر ہابل داؤد وزیر اوقاف اردن نے شرکائے مؤتمر کی طرف سے جلالۃ الملک محمد السادس، وزارت اوقاف مغرب، اور منتدی تعزیز السلم کا شکریہ ادا کیا، اور تلاوت کلام اللہ کے ساتھ اس عالمی مؤتمر کا اختتام ہوا۔

اس عظیم الشان مؤتمر میں ۴ بر اعظم ایشیا، افریقہ، یورپ اور امریکہ کے ۶۰ ممالک کے ۶۰۰ لوگ مدعو تھے، جن میں وزراء وعلماء واہل علم ودانش شامل تھے، حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی دامت برکاتہم کی کبار علماء واہل علم سے ملاقاتیں رہیں، شیخ احمد توفیق وزیر اوقاف مغرب نے پر تپاک ملاقات کی، دروس حسنیہ میں شرکت کے لیے اصرار کیا، اور کہا آپ کو دیکھ کر ایک خاص نورانیت محسوس ہوتی ہے جو آپ کے چہرے سے ہویدا ہے۔

ڈاکٹر سعید بیہی نے حضرت مولانا سے اہتمام کے ساتھ ملاقات کی، یہ مغرب کے بڑے عالم وفاضل ہیں، جامعہ حسنیہ میں اصول فقہ وتفسیر کے استاذ ہیں، انہوں نے بتایا کہ آپ کی پانچ کتابیں میرے پاس ہیں، ڈاکٹر عبدالحمید عشاق مغربی علمائے ہند کی علمی چیزوں سے واقف ہیں، موسسۃ دار الحدیث حسنیہ کے نائب مدیر ہیں، ڈاکٹر سعید بیہی نے ان سے حضرت مولانا کا تذکرہ کیا تو بہت ہی اشتیاق کے ساتھ ہوٹل کے کمرہ میں تشریف لائے، اور حضرت مولانا سے مل کر خوشی کا اظہار کیا، حضرت مولانا نے ہندوستانی بخاری شریف (جو ۶ جلدوں میں طبع ہوکر منصۂ شہود پر آئی ہے) کا ایک نسخہ دار الحدیث حسنیہ کے لیے پیش کیا۔ ڈاکٹر عبید اللہ بن العراف

ادارۂ ایسسکو رباط کے ذمہ دار ہیں، ان سے بھی اچھی ملاقات ہوئی۔

مملکت سعودیہ عربیہ کی اہم شخصیات میں معالی الشیخ صالح بن حمید مستشار خادم الحرمین الشریفین وامام الحرمین الشریفین سے حضرت مولانا کی ملاقات ہوئی، وہ پہلے سے مولانا مدظلہ العالی سے واقف تھے، خوشی ومحبت کا اظہار فرمایا، فقہ اکیڈمی جدہ کے امین عام ڈاکٹر عبد السلام العبادی سے ملاقات ہوئی، اسی طرح مستشار وزیر اوقاف مملکت سعودیہ عربیہ ملاقات کے لیے کمرہ میں تشریف لائے، بہت سے امور پر تبادلۂ خیال کیا، حضرت مولانا نے اپنی بعض کتابیں ہدیہ میں پیش کیں، اور ''إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء'' کا ایک نسخہ وزیر اوقاف مملکت سعودیہ عربیہ کے لیے دیا، جس کو انھوں نے خوشی سے قبول کیا، اور وزیر موصوف کی خدمت میں پیش کرنے کا وعدہ کیا۔

متحدہ عرب امارات کی اہم شخصیات جن سے اس مؤتمر میں بار بار حضرت مولانا کی ملاقات رہی، اور سبھوں نے حضرت مولانا کی ملاقات سے خوشی کا اظہار کیا، ان میں معالی الشیخ مطر سالم الکعبی وزیر اوقاف متحدہ عرب امارات، ڈاکٹر قرشی، ڈاکٹر سعید حارب، ڈاکٹر فاروق حمادہ مستشار سمو الشیخ محمد بن زاید، ڈاکٹر احمد عبد العزیز الحداد مفتی دبئی وغیرہم ہیں۔

پاکستان کے وزیر اوقاف جناب سردار محمد یوسف صاحب سے ملاقات ہوئی، اور انھوں نے پاکستان کے کسی موقر پروگرام میں مدعو کرنے کا وعدہ کیا، حضرت

مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، اور حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب نے حضرت مولانا سے مل کر خوشی کا اظہار فرمایا، اور حضرت مولانا کے علمی کاموں کو سراہا، الکوکب الدری شرح سنن الترمذی جو ۹ جلدوں میں حضرت مولانا کی تحقیق سے منظر عام پر آنے والی ہے اس کے لیے مولانا تقی عثمانی صاحب نے ایک گرانقدر تقریظ تحریر فرمائی ہے انہوں نے اطلاع دی کہ میں نے یہ تحریر آپ کے ای میل پر بھیج دیا ہے۔

ایک اہم مہمان ڈاکٹر عبدالالہ بن عرفہ تھے، یہ **المنظمة الإسلامية للتربية والعلوم والثقافة الرياض** میں **قسم التراث والتنوع الثقافي** کے مدیر ہیں، وہ حضرت مولانا سے متعارف ہو کر بہت متاثر ہوئے، اور اصرار سے اجازت حدیث کا مطالبہ کیا، حضرت مولانا نے حدیث مسلسل بالاولیۃ اور بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھا کر ان کو اجازت حدیث دی، اسی طرح وزیر اوقاف مصر، بنگلہ دیش، ملیشیا، اور وکیل وزارت اوقاف بحرین، وزیر ثقافت ایران سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

ان تمام مہمانوں کی خدمت میں جامعہ اسلامیہ سے صادر ہونے والا عربی مجلّہ ''الشارق'' کا پہلا شمارہ پیش کیا گیا، جسے سبھوں نے بہت پسند کیا۔

سفر عمرہ: مراکش سے واپسی کا ٹکٹ جدہ ہو کر تھا اس لیے حضرت مولانا نے عمرہ کا بھی ارادہ کرلیا تھا، اور ابوظبی میں ہی عمرہ کا ویزا حاصل کرلیا گیا تھا، ۲ بجے دن میں مراکش سے محمد الخامس انٹرنیشنل ایرپورٹ الدار البیضاء کے لیے بذریعہ موٹر روانگی ہوئی، ۴ بجے ایرپورٹ پہنچے، عصر اور مغرب کی نماز ایرپورٹ پر ہی ادا کی گئی، اور ساڑھے چھ

بجے سعودی ایرلائنس کے ذریعہ جدہ کے لیے روانگی ہوئی، جدہ ایرپورٹ پر مولانا کے عزیز جاوید صاحب نے استقبال کیا، سامان کے تعلق سے کچھ دقتوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن دوسرے ٹرمینل سے سامان مل گیا، جدہ سے بھائی جاوید صاحب اپنی موٹر کار کے ذریعہ ہم لوگوں کو لے کر مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔

۸ بجے مکہ پہنچے، حرم کے قریب ہوٹل الماسہ میں قیام ہوا، استنجا اور وضوء سے فارغ ہوکر حرم شریف کے لیے روانہ ہوئے، **اللھم زد ھذا البیت تشریفا وتکریما وتعظیما** کے کلمات کے ساتھ کعبۃ اللہ کے دیدار کی سعادت حاصل ہوئی، عشاق حرم کے جلو میں شامل ہوکر عمرہ کی تکمیل کی گئی، اور گیارہ بجے اپنے مقر پر واپس آئے، تکان سے جسم چور چور ہوا جا رہا تھا، لیکن حضرت مولانا دامت برکاتہم نے بتایا کہ ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن ترکی امین عام رابطہ عالم اسلامی سے بارہ بجے ملاقات کا وقت لیا ہوا ہے، اس لیے کپڑے تبدیل کر کے رابطہ عالم اسلامی کے دفتر پہونچے، ڈاکٹر ترکی نے حضرت مولانا کا استقبال کیا، مختلف امور پر تبادلۂ خیال فرمایا، ''الشارق'' عربی مجلّہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا جس میں ان کے تین مضامین چھپے ہیں، وہاں سے ایک بجے ہوٹل واپسی ہوئی، ہم لوگوں کو دوسرے دن جمعہ کو بعد نماز عصر مدینہ منورہ جانا تھا اس لیے ان اوقات کو غنیمت جانتے ہوئے حرم شریف میں زیادہ سے زیادہ وقت گذارنے کی کوشش کی گئی، بس اللہ تعالی سے یہی التجا ہے کہ عمرہ اور حرم شریف میں گذارے گئے ان اوقات کو قبول فرمالے، آمین۔

رات دس بجے جامعہ ام القری کے استاذ حدیث شیخ موفق عبد القادر حضرت مولانا سے ملنے کی غرض سے تشریف لائے، ان سے دیر تک علمی گفتگو ہوتی رہی، خاص طور سے حدیث پاک کے موضوع پر، انھوں نے دوسرے دن اپنے گھر کھانے کی دعوت پر اصرار کیا لیکن مدینہ منورہ روانگی کی وجہ سے حضرت مولانا نے معذرت کی۔

۲۹/جنوری بروز جمعہ بعد نماز عصر مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہوئی، رات نو بجے مدینہ منورہ پہونچے، مسجد نبویؐ سے قریب ہوٹل دار الایمان میں قیام رہا، نماز فجر میں مسجد نبویؐ میں حاضری ہوئی، بعد نماز فجر ریاض الجنہ میں آدھا گھنٹہ بیٹھ کر روضۂ پاک پر حاضری ہوئی، حضرت مولانا وہیل چیئر پر تھے، نمدیدہ آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں صلاۃ وسلام کا نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا، اور صاحبین رضوان اللہ علیہما کو سلام کرتے ہوئے اس عمل خیر کی تکمیل کی گئی، ہم لوگوں کی واپسی دوشنبہ کو تھی اس لیے بڑی مستعدی سے تمام نمازیں مسجد نبویؐ میں ادا کی گئیں، دوسرے دن بھی بعد نماز فجر ریاض الجنہ میں آدھا گھنٹہ بیٹھ کر روضۂ پاک پر حاضری ہوئی، اور بعد نماز عصر آخری بار حاضری ہوئی۔

مدینہ منورہ کے قیام میں راقم سطور کے دو حقیقی بھائی جناب ضیا اختر اور جناب ابو عفان حماد اختر جو ریاض اور القسیم میں رہتے ہیں حضرت مولانا سے ملاقات کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوئے، اس کے علاوہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے استاذ حدیث شیخ عبد العزیز الفریح تشریف لائے، انھوں نے حضرت مولانا سے اجازت حدیث

لے رکھی ہے، انھوں نے اپنی بعض تصنیفات حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کی، اور بہت ہی بے تکلفی کے ساتھ دیر تک محو گفتگو رہے، حضرت مولانا کو بھی ان کی آمد سے خوشی ہوئی، بذریعہ فون حضرت مولانا کی گفتگو ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالرحمٰن الشثری سے ہوئی جو خادم حرمین شریفین کی مسجد کے امام ہیں، انہوں نے آئندہ ریاض آنے کی دعوت دی، انہوں نے مولانا سے اجازت حدیث بھی لے رکھی ہے۔

یکم فروری دوشنبہ کو جاوید صاحب کے چھوٹے بھائی عاصم صاحب کے ساتھ مدینہ منورہ سے جدہ کے لیے روانگی ہوئی، دوپہر کا کھانا جاوید صاحب کے یہاں کھایا گیا، دو بجے جدہ ایرپورٹ پہونچے، سعودی ایرلائنس کے ذریعہ ساڑھے چار بجے شام میں ابوظبی کے لیے روانگی ہوئی، ساڑھے سات بجے ہمارا جہاز ابوظبی پہنچ گیا، ایرپورٹ پر حضرت مولانا کے بھائی جناب زبیر احمد صاحب، ہم زلف جناب مولانا ابوسعد صاحب ندوی، نواسے مولانا اسعد عالم ندوی اور پوتے مولوی فریدالدین ندوی، وقطب الدین سلمہ نے استقبال کیا، اور دس بجے ہم لوگ اپنے مقر العین بعافیت پہنچ گئے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے طویل سفر کو آسان فرمایا۔

سوڈان کا ایک علمی سفر

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

جد معظم ومکرم حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ العالی کا جب سے متحدہ عرب امارات میں قیام ہے سوڈان کے علماء وقضاۃ سے گہرے اور مخلصانہ تعلقات ہیں، ان کے زملاء میں ابوظبی شرعی کورٹ میں کئی جج اور مستشار علمی سوڈانی علماء رہے ہیں، اسی طرح متحدہ عرب امارات یونیورسٹی کے زمانۂ تدریس میں بہت سے سوڈانی اساتذہ کی رفاقت رہی ہے، اور اس وقت بھی علمی دنیا میں آپ کی تصنیفات وتحقیقات کی شہرت اور علم حدیث میں آپ کے اختصاص وامتیاز کی وجہ سے جامعۃ الامارات اور دیگر عالم عربی کی جامعات کے کئی سوڈانی پروفیسر جن کا تعلق دراسات اسلامیہ اور اسلامی قانون سے ہے اُن کا دادا جان سے گہرا ربط وتعلق ہے، اُن میں سے متعدد حضرات نے حدیث پاک کی اجازت بھی لی ہے، سوڈانی علماء سے اس گہرے اور والہانہ تعلق ومراسم کے باوجود اب تک سرزمین سوڈان کی زیارت کی نوبت دادا جان کو نہیں آئی تھی، اور نہ ہی کوئی علمی ودینی مواقع آئے کہ سوڈان کا سفر کیا جاسکے۔

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے وزارت الارشاد والاوقاف سوڈان کے باہمی اشتراک سے سوڈان کی راجدھانی ''الخرطوم'' میں ایک دوروزہ عالمی کانفرنس ۲۷، ۲۸ / اپریل ۲۰۱۶ء کو منعقد کیا، اس کانفرنس کا عنوان: ''الإرهاب والتطرف الطائفي في إفريقيا'' (یعنی براعظم افریقہ میں جماعتی انتہاپسندی اور دہشت گردی) تھا، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے دادا جان کے نام اس اہم کانفرنس میں شرکت کا خصوصی دعوت نامہ ارسال کیا اور فوراً جواب طلب کیا، دادا جان نے اپنی پیرانہ سالی اور مختلف علمی وتحقیقی مصروفیتوں کے باوجود صدر رابطہ عالم اسلامی ڈاکٹر عبد اللہ بن عبدالمحسن الترکی سے دیرینہ اور گہری وابستگی کی بنا پر اس موقر دعوت کو قبول فرمالیا اور کانفرنس کے منتظمین کو اس کی اطلاع کردی گئی۔

ناچیز نے بچپن ہی سے جد امجد کی اطاعت وفرماں برداری اور ان کے علمی وتحقیقی طریق کو اپنا شعار ودثار بنا رکھا ہے، اس لیے دادا جان کی شفقت بے پایاں کی وجہ سے آپ کے سفروں میں ہمیشہ اس ناچیز کو رفاقت کا شرف حاصل ہوتا رہتا ہے، اس سفر میں بھی جد مکرم نے رفیق سفر کے طور پر راقم سطور کو ہی منتخب فرمایا۔

منتظمین رابطہ نے فوری طور سے ٹکٹ اور ویزے کا انتظام کرایا، اور ۲۵ / اپریل ۲۰۱۶ء کو دہلی سے الخرطوم کا سفر طے ہوگیا، دادا محترم نے عجلت میں ایک مختصر مقالہ بھی تیار کرلیا، جس کا عنوان تھا: '' سلوك المنهج النبوي هو الطريق الوحيد لمكافحة الإرهاب والتطرف'' (موجودہ دہشت گردی وانتہاپسندی کا

مقابلہ طریق نبویؐ کو اختیار کرنے میں ہی ممکن ہے) گویا سفر کی پوری تیاری عجلت میں مکمل کی گئی۔

۲۵/اپریل بروز پیر ۱۰/ بجے دن میں بذریعہ اتحاد ایرویز ابوظبی سے الخرطوم کے لیے روانگی ہوئی، سوڈان کے وقت کے مطابق ۳ بجکر ۴۵ منٹ پر ہمارا جہاز الخرطوم کے انٹرنیشنل ایرپورٹ پر پہنچا، بزنس کلاس کا ٹکٹ تھا، اس لیے سفر بہت آرام دہ رہا، دادا جان کو کوئی تعب نہیں ہوا، یہاں پہنچ کر وقت میں فرق پڑ گیا تھا، ابوظبی سے ڈیڑھ گھنٹے، اور ہندوستان سے تین گھنٹے کا فرق تھا، ایرپورٹ پر وزارت الارشاد والاوقاف کے وفد نے بہت گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا، جس کا پہلے سے اندازہ بھی نہیں تھا، ایرپورٹ کی ضروری کارروائی بہت ہی سہولت سے مکمل ہوگئی اور ہم لوگوں کو الخرطوم شہر کے قلب میں واقع کورنثیا ہوٹل پہنچایا گیا، جہاں پہلے سے قیام طے تھا، یہ ایک شاندار اور وسیع و کشادہ ہوٹل ہے جو نیل کے کنارہ پر واقع ہے، دوسرے مہمانوں کا بھی یہیں قیام تھا، اور یہیں سے کچھ فاصلہ پر قاعۃ الصداقہ (الصداقہ ہال) ہے جہاں کانفرنس کے جلسے منعقد ہوئے۔

کورنثیا ہوٹل کے ایک کشادہ اور آرام دہ کمرہ میں دادا جان اور ناچیز کے قیام کا انتظام کیا گیا تھا، کمرہ تمام جدید سہولیات سے آراستہ تھا، اور کھانے پینے کا معقول انتظام تھا، ان تمام سہولیات کو دیکھ کر حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم کی بات یاد آئی کہ: ”اللہ تعالیٰ نے اس دور میں امت محمدیہ کو جن خصوصیات سے

نوازا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ نعمتیں جو کبھی بادشاہوں اور سلاطین کو حاصل ہوتی تھیں وہ نعمتیں اس دور میں امت محمدیہ کے ہر فرد کے لیے عام ہیں''، **وإن تعدوا نعمة الله لا تحصوها**، اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کے شکر وامتنان کی توفیق عطا فرمائے۔

کانفرنس کی تاریخ ۲۷، ۲۸/ اپریل تھی، ہم لوگ ایک دن پہلے یعنی ۲۶/اپریل ہی کو پہنچ گئے تھے، اس لیے بہت سی شخصیتوں سے ملاقات کا موقع مل گیا، آج ہی کے دن دادا جان کی ملاقات سوڈان میں ہندوستان کے سفیر جناب امرت لوگون (AMRIT LUGUN) صاحب سے ہوگئی، انھوں نے مل کر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور اس علمی کانفرنس میں دادا جان کی شرکت اور ہندوستان کی نمائندگی پر مبارک باد دی، اور اس کا اظہار بھی کیا کہ آپ کی تشریف آوری سے ہندوستان کی باوقار نمائندگی ہورہی ہے، سفیر صاحب اصلاً صوبۂ بہار کے رہنے والے ہیں، لکھنؤ شہر میں بھی ان کا مکان ہے، بہت ہی خلیق وملنسار آدمی ہیں۔

آج کے دن مہمانوں کی آمد کا سلسلہ رہا، خصوصاً ڈاکٹر عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی صدر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ اپنے قافلہ کے ساتھ تشریف لائے، اسی طرح ڈاکٹر توفیق السدیری نائب وزیر اوقاف مملکت سعودیہ عربیہ ایک وفد کے ساتھ آئے، اردن، صومالیہ، جبوتی، اور دیگر افریقی ممالک کے وزراء وعلماء پر مشتمل وفود کی آمد کا سلسلہ شام تک قائم رہا، ان علماء ومفکرین اور دانشوروں کی آمد سے سرزمین سوڈان کا شہر الخرطوم بقعۂ نور بنا ہوا تھا اور نیل کے کنارے علم وعرفان کے آفتاب وماہتاب کے

اس اجتماع نے ایک خوش نما منظر اور روحانی کیفیت پیدا کر دی تھی، اور دادا جان کی شخصیت ان سب کے بیچ حدیث پاک کی برکت سے ایک پُرکشش اور بارونق شخصیت تھی، ہر شخص کشاں کشاں چلا آرہا تھا اور دید و ملاقات کا شرف حاصل کررہا تھا، اس طرح آج کے دن بہت سے علمائے سوڈان سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا اور ان کے اخلاق واوصاف کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، وہ سادگی اور اعلیٰ درجہ کی متانت و سنجیدگی سے متصف نظر آئے، یہ مذہب اسلام کی کرشمہ سازی ہے کہ جو قوم بھی اس سے وابستہ ہوئی اسلامی تعلیمات نے اس کو اخلاق عالیہ سے بہرہ ور کر دیا۔

اس کانفرنس کا مرکزی عنوان جیسا کہ بیان کیا گیا: ''**الإرهاب والتطرف الطائفي في إفريقيا**'' (یعنی براعظم افریقہ میں جماعتی انتہا پسندی اور دہشت گردی) جو چھ نشستوں میں منقسم تھی:

افتتاحی نشست (۲۷/اپریل بروز چہارشنبہ ۱۱/بجے دن سے ۱۲/بجے تک) صدر جمہوریہ سوڈان شیخ عمر حسن احمد البشیر کی صدارت میں منعقد ہوئی، تلاوت کلام پاک کے بعد استقبالیہ کلمات وزیر مملکت سوڈان شیخ نزار الجیلی المکاشفی عمر نے پیش کئے، ان کے بعد چند معزز شخصیات نے انتہا پسندی و دہشت گردی کے موضوع پر بہت ہی مؤثر اور جامع تقریریں کیں، ان میں ڈاکٹر عصام البشیر صدر مجمع الفقہ الاسلامی، ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی صدر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ، پروفیسر عمار میرغنی حسین وزیر ارشاد واوقاف سوڈان شامل ہیں، اس افتتاحی نشست میں آخری

تقریر صدر جمہوریہ سوڈان شیخ عمر حسن احمد البشیر کی ہوئی۔

پہلی نشست ۲۷/اپریل بروز چہارشنبہ ۱۲/۳۰ بجے دن سے ۲/۳۰ تک رہی، اس نشست کا مرکزی عنوان: ”**الإرهاب في إفريقيا ...... الأسباب والنتائج**“ (یعنی براعظم افریقہ میں دہشت گردی کے اسباب ونتائج)، اس نشست کی صدارت ڈاکٹر محمد ابراہیم السعیدی پروفیسر ام القری یونیورسٹی نے کی، اور مندرجہ ذیل عناوین کے تحت مقالات پیش کئے گئے:

(۱) ”**ظاهرة تنامي الحركات الإرهابية**“، السفیر عبداللہ الازرق، سابق وکیل وزارت خارجہ۔

(۲) ”**ظاهرة تنامي الحركات الإرهابية بوكوحرام**“، ڈاکٹر احمد مرتضی پروفیسر بایرو یونیورسٹی نائیجیریا۔

(۳) ”**الأسباب الثقافية والسياسية والاقتصادية**“، ڈاکٹر عثمان ابوزید عثمان ایڈیٹر مجلّہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ۔

(۴) ”**مطامع الدول الخارجية في خيرات إفريقيا**“، ڈاکٹر ککوبا سلطان جمعہ، نائب عمید کلیۃ الآداب، جامعہ اسلامیہ اوغندا۔

کانفرنسوں میں مقالات کے اختتام پر بحث ونقاش کا موقع دیا جاتا ہے، اور اس کو نشست کا تکملہ سمجھا جاتا ہے، چنانچہ مقالات کے بعد بحث ونقاش کا موقع دیا گیا، جس کی نظامت ڈاکٹر سوید جمعہ میانجا پروفیسر جامعہ زنجبار تنزانیا نے کی، دادا جان نے

بھی اس میں حصہ لیا، اور اپنی مختصر تقریر میں سب سے پہلے وزارت الارشاد والاوقاف اور رابطہ عالم اسلامی کا شکریہ ادا کیا، اور کہا کہ اس وقت یہ بحث نہیں ہونی چاہیے کہ دہشت گردی وانتہاپسندی کی تعریف وحدود کیا ہیں، اور نہ اس سلسلہ کی مختلف آراء میں الجھے رہیں، بلکہ اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کا علاج کیا ہے؟ اور دادا جان نے شرکائے مؤتمر کی توجہ ایک اہم امر کی طرف مبذول فرمائی کہ ان تمام سیاسی وسماجی مسائل ومشکلات کا حل یہ ہے کہ نئی نسل کی تعلیم وتربیت ربانیت کے عنصر کے ساتھ کی جائے، سوڈان کی سرزمین بقول ہمارے استاذ حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ ''دعوت اسلامی کے لیے بہت مناسب ہے، اور یہاں کی فضا تربیت وتزکیہ کے لیے بہت سازگار ہے''، دادا جان نے مزید فرمایا: اس لیے یہاں اس مؤتمر کا انعقاد ان شاء اللہ پورے براعظم افریقہ پر اثر انداز ہوگا، اوراس کی تجاویز وقراردادوں کو لے کر یہاں کے علماء ودعاۃ داعیانہ اوصاف کے ساتھ ربانیت، دعاء وذکر، آہ سحرگاہی اور فکر سلیم سے متصف ہوکر جب میدان میں آئیں گے تو ان شاء اللہ ان کی باتوں میں اثر آئے گا، اور فضا میں تبدیلی آئے گی، سوڈان میں خانقاہوں کی کثرت ہے، یہ انقلاب کا ذریعہ بنیں گے۔

دادا جان کی اس مختصر تقریر کو بے حد پسند کیا گیا، خاص طور پر سوڈانی علماء نے اس کو سراہا، اور اسی نقاش پر اس پہلی نشست کا اختتام ہوا۔

دوسری نشست (۲۷ /اپریل بروز چہار شنبہ ۷/۳۰ بجے شام سے ۹/۳۰

رات تک) کا مرکزی عنوان: ”التطرف الطائفي في إفريقيا... الأخطار والآثار“ (یعنی براعظم افریقہ میں جماعتی انتہاپسندی خطرات واندیشے) تھا،اس نشست کی کرسی صدارت کو ڈاکٹر توفیق السدیری نائب وزیر اوقاف مملکت سعودیہ عربیہ نے زینت بخشی،اور مندرجہ ذیل موضوعات پر مقالہ نگاروں نے خامہ فرسائی کی:

(۱) ”بث العقائد الباطلة والأفكار المنحرفة“، شیخ احمد عبداللہ الصبان، مستشار التخطیط والتطویر الاداری مملکت سعودیہ عربیہ۔

(۲) ”المؤسسات الصفوية ونشر الطائفية البغيضة“، ڈاکٹر اسماعیل عثمان محمد الماحی صدر جماعت انصار السنۃ المحمدیہ سوڈان۔

(۳) أثر التطرف الطائفي في انتهاك الأمن الاجتماعي، شیخ محمد مصطفیٰ الیاقوتی،سابق وزیر اوقاف سوڈان۔

ان مقالات کے بعد بھی بحث ونقاش کا موقع دیا گیا،اوراس نقاش کی نظامت ڈاکٹر جابر ادریس عویشہ صدر مجلس اعلی برائے دعوت الخرطوم نے کی۔

تیسری نشست (۲۸ / اپریل بروز پنجشنبہ ۹ / بجے صبح سے ۱۲ بجے تک) کا مرکزی عنوان: ”مواجهة الإرهاب والتطرف الطائفي... المسؤليات والجهود“، (دہشت گردی و جماعتی انتہاپسندی کا مقابلہ۔۔ذمہ داریاں اورکوششیں) تھا،اس نشست میں مسند صدارت پرڈاکٹر ہائل داود عبدالحفیظ وزیر اوقاف اردن جلوہ

افروز ہوئے،اوردرج ذیل عناوین پر مقالہ نگاروں نے مقالات پیش کئے:

(۱) ''برامج التحصين العقدي وتعزيز الأمن الفكري''، ڈاکٹر محمد ابراہیم السعیدی پروفیسر ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ۔

(۲) ''تكامل الأدوار بين الحكومات والهيئات الإسلامية''، ڈاکٹر ابو لبابہ الطاہر صالح پروفیسر متحدہ عرب امارت یونیورسٹی۔

(۳) ''الإرهاب والتطرف الطائفي في إفريقيا ...حقيقتهما أسبابهما ونماذج منهما مع ذكر سبل المعالجة...''، ڈاکٹر محمد عثمان صالح ،صدر جمعیہ علماء سوڈان، وعمید دراسات اسلامیہ جامعہ ام درمان الاسلامیہ۔

(۴) ''المسؤلية الدولية في مكافحة الإرهاب...المملكة العربية السعودية أنموذجاً''، ڈاکٹر عبداللہ بن صالح العبید ،مستشار رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ۔

(۵) ''المسؤلية الدولية في مكافحة الإرهاب... السودان نموذجاً''، ڈاکٹر عصام البشیر صدر مجمع الفقہ الاسلامی۔

حسب روایت مقالات کے اختتام پر بحث ونقاش کا موقع دیا گیا، اوراس نقاش کی نظامت ڈاکٹر الحبر یوسف نورالدائم نے کی۔

چوتھی نشست (۲۸ / اپریل بروز پنجشنبہ ۱۲/ بجے دن سے ۲/۴۰ تک) کا مرکزی عنوان: ''مواجهة الإرهاب والتطرف الطائفي في إفريقيا...

الــوســائــل والآلـيــات'' (دہشت گردی و جماعتی انتہا پسندی کا مقابلہ۔ وسائل وذرائع) تھا، یہ نشست سوڈان کے بزرگ عالم ڈاکٹر شیخ الصافی جعفر صدر مجلس قومی برائے ذکر وذاکرین کی صدارت میں منعقد ہوئی اور درج ذیل عناوین پر مقالہ نگاروں نے مقالات پیش کیے:

(۱) ''نشر التعليم الديني''، ڈاکٹر نورالدین بن مختار الخادمی۔

(۲) ''إقـامة جسـور التعـاون بيـن الهيـئـات الإسـلامية والـمكون الشعبي''، ڈاکٹر فادیغا موسی، صدر جمعیت اہل سنت والجماعت ساحل عاج۔

(۳) '' تـرشيـد الـعلاقات الثقافية والدبلوماسية''، ڈاکٹر خضر ہارون، سفیر سوڈان برائے امریکا۔

(۴) ''الـعـلـمـاء ودورهـم في تحقيق السلم الاجتماعي في أفريقيا''، ڈاکٹر صلاح الدین عوض محمد ادریس عمید کلیۃ اصول الدین ام درمان یونیورسٹی۔

(۵) ''نحو آليات جديدة لمكافحة الإرهاب، والتطرف في إفريقيا''، ڈاکٹر کمال محمد مدیر انٹرنیشنل افریقہ یونیورسٹی۔

حسب سابق مقالات کے اختتام پر بحث ونقاش کا موقع دیا گیا، اوراس نقاش کی نظامت ڈاکٹر عبدالرحیم علی صدر منظمۃ الدعوۃ الاسلامیۃ نے کی۔

اختتامی نشست ۲۷؍اپریل پنجشنبہ ۸ بجے شب میں اس مؤتمر کی اختتامی نشست منعقد ہوئی، قرآن پاک کی تلاوت سے اس جلسہ کا آغاز ہوا، شرکت کرنے

والے وفود کی طرف سے کلمہ شکر پیش کیا گیا، اس کے بعد وزارۃ الارشاد والاوقاف سوڈان کی طرف سے چند مؤقر علمائے کرام کی تکریم کی گئی، اوران کی خدمت میں بطور تکریم یادگاری مومنٹو پیش کیا گیا، وزارت الارشاد والاوقاف نے حضرت جدمکرم ومعظم کوبھی اس تکریم سے نوازا، اوران کی خدمت میں یادگاری مومنٹوپیش کیا، فجزاہم اللہ خیرا۔

سلسلہ تکریم کے بعد مؤتمر کی تجاویز پڑھ کر سنائی گئیں، رابطہ عالم اسلامی کا پیغام ڈاکٹرعبداللہ بن عبدالمحسن صدر رابطہ نے پڑھ کرسنایا، اوروزیرمملکت شیخ عمارمیرغنی نے تمام مہمانوں کاشکریہ اداکیا اورانھیں کے بیان پراس دوروزہ عالمی کانفرنس کے اختتام کااعلان ہوا۔

سوڈان کی اس عظیم الشان مؤتمر میں مختلف ممالک اسلامیہ کے وزراء اوراہل علم ودانش شریک ہوئے، دادا جان کی مؤتمر میں شریک اہل علم سے ملاقاتیں رہیں، ان میں سے کئی دکاترہ وعلماء نے اجازت حدیث بھی لی، جن میں سوڈان، صومال، اوراردن کے وزرائے اوقاف بھی شامل ہیں، سوڈان کے بزرگ عالم ڈاکٹر شیخ الصافی جعفرصدرمجلس قومی برائے ذکروذاکرین جو پانچویں نشست کی صدارت کررہے تھے، اختتام نشست پراسٹیج سے اتر کر دادا جان کے پاس تشریف لائے اور بہت ہی گرمجوشی سے ملاقات کی، اور دادا سے بہ اصرار اسی وقت اجتماعی دعا کی درخواست کی، دادا جان نے دعا کرائی۔

نائیجیریا کے ایک جید عالم ڈاکٹر احمد مرتضی نے دادا جان سے ملاقات کی اور اجازت حدیث لی، وہ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے اتنے عاشق تھے کہ دادا جان کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے، ندوۃ العلماء اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم سے پورے طور پر واقف تھے، بار بار ندوہ اور حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے احوال وکوائف معلوم کرتے رہے، دادا جان نے بھی ان سے مل کر خوشی کا اظہار فرمایا، حضرت مولاناؒ کی کتاب **"ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین"** کا انہوں نے ذکر کیا اور بتایا کہ اس کتاب نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی، واقعہ ہے کہ اس کتاب نے لاکھوں انسانوں کو متاثر کیا ہے، خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اسلام کے محاسن کو سمجھنے میں یہ کتاب معاون ثابت ہوئی، اس کا موضوع ایسا ہے ہی جو کبھی ان شاء اللہ خزاں رسیدہ نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ کتاب ہر جدید قاری کے لیے بیاباں میں قندیل رہبانی کا کام کرے گی۔

اس کانفرنس کے داعی صدر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ ڈاکٹر عبداللہ بن عبد المحسن الترکی نے حضرت جد مکرم کا بہت اہتمام فرمایا، اور بے پناہ تعلق کا اظہار فرمایا، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ اور ان کے خلف الرشید حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم اور دار العلوم ندوۃ العلماء سے اپنی دیرینہ اور گہری وابستگی کا اظہار کیا، اور تمام تر حالات کے باوجود ندوۃ العلماء سے تعلق میں ان کے اندر کوئی کمی نہیں آئی ہے، اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، اس طرح سوڈان کی سرزمین کا یہ

پہلا سفر بہت ہی مفید اور کارآمد رہا۔

۲۸/اپریل رات کے جہاز سے ہم لوگوں کی واپسی تھی، ہمارا جہاز فلائی دبی الخرطوم سے دبی کے لیے آرہا تھا، وزارت الارشاد والاوقاف نے مہمانوں کی واپسی کے لیے بھی بہت عمدہ انتظام کیا تھا، شام ہی میں ہمارا سامان اور ٹکٹ پاسپورٹ وغیرہ لے لیا گیا اور ایرپورٹ بھیج دیا گیا، رات کے کھانے کے لیے نیل کے کنارے ایک شاندار عشائیہ کا انتظام تھا، جس میں کانفرنس کے تمام شرکاء جمع کئے گئے، مہمانوں نے وزارت اوقاف سوڈان کی پُر تکلف دعوت کا لطف اٹھایا، اس عشائیہ مجلس میں بھی کئی اہم شخصیات سے ملاقات ہوئی، کھانے سے فراغت کے بعد وہاں سے براہ راست ہم لوگ ایرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے، خود وزیر اوقاف جناب عمار میر غنی نے ایرپورٹ پر آکر الوداع کہا، رات کے گیارہ بجے روانہ ہو کر علی الصباح ۵/بجے ہمارا جہاز دبی پہنچا، ایرپورٹ پر بڑے ابو جناب مولانا ولی الدین صاحب ندوی ناظم جامعہ اسلامیہ نے ہم لوگوں کا استقبال کیا اور دو گھنٹے بعد ۷/بجے ہم لوگ اپنے مستقر العین بعافیت پہنچ گئے۔

سوڈان کے اس علمی سفر پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ ایک اسلامی ملک کو قریب سے دیکھنے اور وہاں کے علمی و دینی حالات سے واقف ہونے اور وہاں کے علماء و مشائخ سے ملنے کا موقع ملا، اور یہ سب جد امجد کا فیض اور برکت ہے، اللہ تعالیٰ ان کے سایۂ عاطفت کو تادیر قائم رکھے، اور ہر شر و فتنہ سے ان کی حفاظت فرمائے۔ اللھم آمین۔

دادا جان کا ماہ مبارک ۱۴۳۷ھ کا سفر عمرہ

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

ہمارے دادا جان معمول کے مطابق امسال بھی ناچیز کو ساتھ لے کر ۱۱ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ کو دبئ سے امارات ایرویز کے ذریعہ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے، دیر شام جدہ پہونچے، احرام کی نیت دبئ ایرپورٹ پر ہی کرلی گئی تھی، جدہ میں ہمارے لیے گاڑی کا انتظام تھا، اور مکہ مکرمہ میں ہوٹل بھی پہلے سے بک تھا، اس لیے ہم لوگ نہایت آسانی کے ساتھ ایک گھنٹہ میں مکہ مکرمہ تلبیہ ودعا کے ساتھ حاضر ہوئے، حرم شریف میں تراویح کی نماز ہو چکی تھی، اس لیے تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد حرم شریف حاضری ہوئی، دادا جان کے لیے (wheel chair) کا انتظام کیا اور اس طرح عمرہ سے فراغت حاصل ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں دس دنوں کا قیام رہا، اس دوران ۱۲ر رمضان المبارک کو بعد نماز تراویح جامعہ ام القریٰ کے بعض اساتذہ جو دادا جان سے تعلق بھی رکھتے ہیں اور اجازت حدیث بھی لے رکھی ہے ملاقات کے لیے تشریف لائے اور دیر تک علمی

موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، ۱۳؍رمضان کو تراویح کے بعد بہت سے علماء آئے جن میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مدظلہ العالی کے شیخ کے صاحبزادے بھی تھے، انہوں نے اپنی کتاب دادا جان کو پیش کی، وہ ماضی میں اپنے والد حضرت مولانا سید حبیب صاحب نقشبندیؒ کے ہمراہ العین دادا کے پاس آچکے ہیں، جس کا انہوں نے تذکرہ کرکے ماضی کی یاد تازہ کردی، ۱۴؍رمضان بروز پیر رابطہ عالم اسلامی کے دفتر میں دادا جان کی ملاقات ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی صدر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ سے ہوئی، جس کی خبر وہاں کے اخبارات اور ٹی وی پر بھی نشر کی گئی، اس موقع پر مجلّہ الرابطہ کے مدیر ڈاکٹر ابوعثمان سے بھی ملاقات رہی، جو ایک بڑے فاضل آدمی ہیں، اس سے قبل ان سے خرطوم سوڈان کی کانفرنس میں ملاقات ہو چکی تھی۔

دادا جان کے مکہ مکرمہ کے قیام میں بہت سے طلباء وعلماء ملاقات اور استفادہ کی غرض سے آتے رہے، جن میں سب سے اہم ترین شخصیت دیوان ملکی کے مستشار ڈاکٹر سعد شثری کی ہے، جو ہمارے ہوٹل کے قریب ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے، ان کی دعوت پر ان کے کمرہ میں ملاقات ہوئی، ان کی مجلس میں کئی اہل علم موجود تھے، انھوں نے دوبارہ اجازت حدیث لی، دادا جان نے ”لمعات التنقیح شرح مشکاۃ المصابیح“ ان کو ہدیۃً پیش کی، شیخ شثری حدیث کے متخصص ہیں، اس قیام کے دوران جن علماء نے دادا جان سے اجازت حدیث لی ان میں ایک اہم شخصیت

امام حرم کی ہے، جنہوں نے اپنی قیام گاہ پر سحری کی دعوت دی، اور دادا جان کے درس حدیث کا اہتمام کرایا، اور اجازت حدیث لی، دادا جان نے اپنی مؤلفات امام حرم مکی کی خدمت میں پیش کی۔

۲۰؍رمضان المبارک کو طواف وداع کے بعد مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہوئی، مدینہ میں ہمارا قیام فندق دار الایمان میں تھا، دس دنوں کا قیام یہاں بھی رہا، اس دوران بعض اہل علم، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے بعض اساتذہ اور ریاض کے کچھ علماء سے دادا جان کی ملاقات رہی، زیادہ وقت مسجد نبویؐ میں گذرتا رہا، مسجد نبویؐ میں دادا جان کے افطار کرنے اور بیٹھنے کی خاص جگہ ہے، جہاں بہت سے اہل تعلق لندن، ری یونین، اور افریقہ کے لوگ ملاقات کے لیے آتے رہے، بار بار روضۂ پاک پر حاضری کا موقعہ ملا، عید کی نماز بھی مسجد نبویؐ میں ہی ادا کی گئی، نمازیوں کی کثرت اتنی تھی کہ فندق دار الایمان سے متصل اور اس کے پیچھے تک صفیں تھی، عید کی نماز کے بعد اسی دن ۷؍جولائی کو مدینہ منورہ سے دبئی کے لیے روانگی ہوئی، اور بعافیت دیر رات اپنے مقر العین پہونچے، اللہ تعالی اس عمرہ وزیارت کے سفر کو قبول فرمائے اور دادا جان کے سایۂ شفقت وعاطفت کو تا دیر قائم ودائم رکھے، آمین۔

ماہ مبارک ۱۴۳۸ھ میں حرمین شریفین کا سفر

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

حسب عادت ہمارے دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مدظلہ العالی اس ناچیز کے ساتھ ۱۱/ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ کو حرمین شریفین کے لیے دبئی سے طیران امارات کے ذریعہ احرام باندھ کر جدہ کے لیے روانہ ہوئے، یہ جہاز دبئی سے ساڑھے چار بجے روانہ ہوا، اور ساڑھے چھ بجے جدہ ایرپورٹ پر پہنچا، چونکہ افطار کا وقت ہو رہا تھا اس لیے ایرپورٹ پر ہی افطار کیا گیا اور مغرب کی نماز پڑھی گئی، وہاں قانونی کارروائی کے بعد بعد نماز مغرب اس گاڑی سے جو ہمارے لیے متعین تھی لبیک لبیک کی دل نواز صداؤں کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، تراویح کا آخری وقت تھا، فندق الساعہ مکہ مکرمہ (فیرامونٹ) میں جہاں ہمارا قیام طے تھا، پہنچے اور مختصر آرام کر کے تجدید وضو کے بعد بیت اللہ شریف میں حاضری دی، فرض اور تراویح کی نماز ادا کی گئی، اس کے بعد طواف وسعی سے فارغ ہو کر ہوٹل واپسی ہوئی، اور سحری کھا کر فجر کی نماز کے بعد آرام کیا گیا۔

۱۲/ رمضان کو تراویح کے بعد بہت سے لوگ ملاقات کے لیے ہوٹل میں آئے، جن میں حاجی اسماعیل سورتی عطر والے، مفتی یونس گجراتی، مولانا احمد لاٹ صاحب وغیرہ تھے، یہ معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مدظلہ العالی بھی

یہاں تشریف رکھتے ہیں اور حضرت والا کو بھی دادا جان کی تشریف آوری کی اطلاع ہو چکی تھی، اس لیے انہوں نے اطلاع کرائی کہ ہوٹل پر ہم ملاقات کے لیے آنا چاہ رہے ہیں، چنانچہ عصر کے بعد حضرت مدظلہ العالی اپنے خدام کے ساتھ تشریف لائے اور بہت اچھی ملاقات رہی، یہ معلوم ہوا کہ دوسرے ہی دن حضرت کی مکہ مکرمہ سے واپسی ہے۔

تراویح کے بعد اہل علم آتے رہے، ان میں مالیزیا کے استاذ حدیث مولانا جمال صاحب اور عرب طلبا جو مختلف جامعات میں فارغ ہو چکے ہیں یا پڑھ رہے ہیں وہ اجازت حدیث کے لیے آئے، انہوں نے حدیث مسلسل بالاولیہ اور کتب ستہ کے اوائل پڑھ کر اجازت حدیث حاصل کی، "الدر الثمین" کے نسخوں کی قلت کی بنا پر ان لوگوں نے عاریۃً ہم سے ایک نسخہ لیا اور اس کے متعدد فوٹو کرا کر آپس میں تقسیم کیا اور دو نسخے ہم کو بھی دے گئے، مالیزیا کے مولانا جمال صاحب نے اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی اور کہا کہ ہم سفر کا پورا انتظام کریں گے، دادا جان نے فرمایا کہ کوئی پروگرام اگر مالیزیا کا بنے گا تو وہ حج کے بعد ہی ہو سکے گا۔

رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبدالکریم آل عیسیٰ کے سکریٹری سے فون پر رابطہ قائم رہا، معلوم ہوا کہ اس ہفتہ میں ان کا قیام رابطہ عالم اسلامی سے باہر ہے، ان کے لیے دادا جان چند کتابیں جن میں "إزالة الخفاء" خاص طور سے تھی ہدیۃً ساتھ لائے تھے، دوسرے دن ان کے سکریٹری ہوٹل آکر یہ کتابیں لے گئے اور یہ کہا کہ اگر آئندہ یکشنبہ تک قیام مکہ میں رہا تو ان شاء اللہ ملاقات ہو جائے گی۔

مکہ مکرمہ کے قیام میں جناب ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی سے بھی رابطہ ہوا، انہوں نے فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ حاضر ہو رہا ہوں آپ کو اطلاع کروں گا، جب وہ آئے تو

ہمارے ہوٹل کے قریب ہی ایک دوسرے ہوٹل میں ان کا قیام تھا، وہاں داداجان سے بہت طویل اور اچھی ملاقات رہی، الشارق اور دیگر رسائل وکتب ان کو بطور ہدیہ پیش کی گئیں، انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ کا کوئی علمی منصوبہ ہو تو اس کی طباعت کا ہم اپنے یہاں انتظام کر سکتے ہیں، داداجان نے ان کی اس محبت کا شکریہ ادا کیا اور ملاقات کے بعد اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے۔

مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران جامعہ ام القریٰ کے پروفیسر موفق عبدالقادر اور ان کے ہمراہ طائف کے ایک بڑے عالم شیخ یعقوب العتیبی اور ان کے ایک عزیز بھی تشریف لائے، ان کے عزیز نے اوائل پڑھ کر اجازت حدیث لی، ڈاکٹر موفق داداجان سے اس سے پہلے اجازت حدیث لے چکے ہیں، ان لوگوں سے بہت دیر تک حدیث شریف کے موضوع اور اسانید کے علو ونزول پر گفتگو رہی، ان لوگوں نے بھی ''الدر الثمین'' کے فوٹو کا مطالبہ کیا، جو نسخہ تھا وہ ہدیہ کر دیا گیا، مکہ مکرمہ میں جن لوگوں نے اجازت حدیث لی ان کی تعداد اٹھارہ ہے، جن میں ایک مالیزیا کے استاذ حدیث کے علاوہ وہاں کی جامعات کے طلبہ بھی تھے، وہاں ہندوستانی احباب جو مقیم ہیں وہ بھی ملنے آتے رہے۔

۲۰ر رمضان المبارک کو مکہ مکرمہ سے جدہ کے لیے روانگی ہوئی، اور جدہ سے ڈھائی بجے بذریعہ طیارہ مدینہ منورہ پہنچے، اور ساڑھے تین بجے دارالایمان ہوٹل میں جہاں ہمارا قیام تھا حاضری ہوئی، عصر کی نماز پڑھ کر مغرب سے کچھ دیر پہلے داداجان کو لے کر ہم ان کی خاص نشست جو صفہ نبویؐ کے سامنے استوانہ ۲۷۵ پر رہتی ہے، جس کا پہلے سے مفتی محمد یونس صاحب گجراتی نے انتظام کر رکھا تھا، وہاں حاضری ہوئی، بیٹھنے کی کرسی کا بھی انہوں نے انتظام کر رکھا تھا، وہاں پر بہت سے لوگ جو لندن، امریکہ، افریقہ و ہندوستان سے آئے تھے

ان سے ملاقاتیں رہیں، دس رکعات پوری کر کے یہ ناچیز داداجان کو لے کر باب السلام آیا، بقیہ رکعات پوری کی گئی، اور وہاں سے تراویح کے بعد صلاۃ وسلام کے لیے حاضری ہوئی، الحمدللہ وہاں بھی منتظم پولیس نے پوری رعایت کی، اور ریاض الجنہ پر پہنچنے کے بعد سہولت سے چند رکعات پڑھنے کا موقع دیا، اس کے بعد مواجھہ شریف پر حاضری ہوئی، صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے بعد اپنے اور اپنے آل اولاد واحباب کی طرف سے بھی بارگاہ رسالت میں صلاۃ وسلام پیش کیا گیا، اور باب جبریل سے نکلتے ہوئے ہوٹل واپسی ہوئی، اکثر دنوں میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا یہی معمول رہا۔

مدینہ پاک میں بھی عام طور سے وہاں کے بعض اساتذہ وطلبہ اجازت حدیث کے لیے آتے رہے جن کی تعداد ۲۶ ہے، جن میں ڈاکٹر فواز الجھنی تبوک یونیورسٹی کے استاذ حدیث بھی تشریف لائے، اور دمام سے ڈاکٹر عبدالسلام العیری مدینہ تشریف لائے، اور اجازت حدیث کی مجلس میں وہ بھی شریک ہوئے، عام طور پر ٹیلی ویژن پر ان کے بیانات ہوتے رہتے ہیں، اکثر لوگوں نے الدرالثمین کا فوٹو کرا کرا پنے پاس رکھا اور داداجان کی سیرت ذاتیہ بھی حاصل کی، معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے پاس ہماری کتابیں موجود ہیں۔

مدینہ شریف کے قیام میں استاذ ڈاکٹر حذیفی امام حرم مدنی وپروفیسر جامعہ اسلامیہ مدینہ سے مسجد نبویؐ میں جہاں ان کے بیٹھنے کی خاص مجلس ہے قبلہ کی طرف اس کا دروازہ ہے ادھر سے لایا گیا اور ان سے ملاقات ہوئی، ان کے علاوہ ڈاکٹر عیاض شکری جو جامعہ اسلامیہ میں حدیث شریف کے مدرس ہیں اور مسجد نبویؐ میں مؤذن بھی ہیں اور حدیث شریف پر کام بھی کر رہے ہیں انہوں نے شیخ حذیفی سے ملاقات کی ترتیب بنائی تھی، شیخ حذیفی نے ازالۃ الخفاء کے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی، الحمدللہ ہم نے تلاش کیا تو مدینہ کے

ایک مکتبہ میں اس کے نسخے مل گئے، ہم نے دو نسخے خرید کر ان کی خدمت میں ہدیۃ پیش کیا جس پر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا، اور دادا جان سے بہت ہی محبت کا معاملہ فرمایا، دادا جان نے ڈاکٹر شکری سے کہا کہ آپ سے ہماری ایک خواہش ہے کہ ناچیز کی طرف سے کبھی کبھی صلوٰۃ وسلام پیش کر دیا کریں۔

یہ خوشی کی بات تھی کہ دادا جان کی ساری کتابیں حرمین شریفین کے سارے مکتبات میں موجود ہیں، نیز مکتبہ حرم مکی اور مکتبہ حرم مدنی میں بھی جو ابوظبی دیوان سے رئیس الحرمین الشریفین شیخ عبد الرحمٰن سدیس کے نام بھیجی گئی تھیں دونوں جگہ رکھ دی گئیں ہیں، وہاں جتنے علماء سے ملاقات ہوئی اکثر نے کہا کہ آپ کی کتاب سے ہم حرم شریف میں استفادہ کرتے ہیں۔

الجامع الکبیر (سنن ترمذی) کے نسخے جو وہاں کے مکتبات میں ملتے ہیں وہ بھی الحمد للہ کثرت سے علماء کے درمیان پہنچ گئے ہیں، لوگوں نے بازار سے خریدا ہے، ازالۃ الخفاء تو امام حرم شیخ سدیس وشریم، امیر مدینہ وامیر مکہ سبھی حضرات کے یہاں پہنچ گئی ہے اور سب نے نہایت ہی خوشی کا اظہار کیا۔

اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں استاذ ڈاکٹر احمد طیب شیخ الازہر سے ملاقات کے وقت یہ کتاب جب پیش کی گئی تو انہوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور دادا جان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

مدینہ کے قیام میں مولانا اخلد صاحب جو حضرت مولانا ارشد صاحب مدنی مدظلہ العالی کے بھانجے ہیں اور ان کا خصوصی دسترخوان مسجد نبویؐ میں ہوتا ہے، ان کی دعوت پر دادا جان اور بڑے ابو مولانا ڈاکٹر ولی الدین صاحب ندوی تشریف لے گئے، وہاں بڑے

علماء واعیان سے ملاقات ہوئی، اور داداجان برابر فرماتے کہ یہ دسترخوان شیخ الاسلام حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کا ہے۔

آنے سے ایک دن پہلے جدہ سے معالی الشیخ عبداللہ بن بیہ نے جدہ آنے کی دعوت دی اورانہوں نے داداجان سے دعا کی فرمائش کی، داداجان نے فرمایا کہ آپ کے لیے ہمیشہ دعا کرتے ہیں، اوراب ہمارا سفر مدینہ سے براہ راست دبئ کا ہے اس لیے جدہ حاضری نہیں ہوسکے گی۔

چنانچہ حسب پروگرام ۲۹ رمضان کوتراویح کے بعدتین بجے مدینہ کے ایرپورٹ پرآگئے، اور پھروہاں فجر کی نماز پڑھ کر ہماراجہاز (طیران امارات) چار بجکر پینتیس منٹ پر مدینہ سے دبئ کے لیے روانہ ہوا، اورآٹھ بجے امارات کے وقت سے ہم یہاں بعافیت دبئ پہنچ آئے اور دبئ سے خیروعافیت کے ساتھ ساڑھے دس بجے اپنے مستقر العین پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ اس عمرہ وزیارت کوقبول اور داداجان کے سایۂ شفقت وعاطفت کوہمارے سروں پرتادیرقائم ودائم رکھے، آمین۔

حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

۲۰۱۱ء کے حج کے بعد سے داداجان کو شدید تقاضا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ کی سعادت نصیب فرمائے، اللہ تعالیٰ نے امسال غیبی نظام کے تحت حج کے سارے انتظامات کر دیئے، لیکن معلوم ہوا کہ نظام اس وقت یہ ہوگیا ہے کہ ہر مقیم فی الامارات کو اپنے ملک سے حج کا ویزا لینا پڑے گا، اس لیے حسب دستور داداجان کے ساتھ جامعہ اسلامیہ اور ندوۃ العلماء میں ختم بخاری کی تقریب میں ہندوستان آمد ہوئی، اور داداجان نے اپنے اور اس ناچیز کے لیے ویزا دہلی سے حاصل کیا، اور سفر کا پروگرام دبئی سے جدہ اور مدینہ منورہ سے دبئی طے پایا۔

چنانچہ ہندوستان سے دبئی واپسی پر حج کی تمام تیاریاں کر لی گئیں، اور یہاں سے ۲۶/اگست ۲۰۱۷ء مطابق ۴/ذی الحجہ کو سعودیہ ایرلائنس کے ذریعہ دبئی سے سفر کا آغاز ہوا، احرام کی نیت دو رکعت نماز ادا کر کے ایرپورٹ کی مسجد میں کر لی گئی، وہاں دعا وغیرہ کر کے جہاز پر سوار ہوئے، کیونکہ ہمارا سفر بزنس کلاس میں تھا، اس لیے

نشست آرام دہ تھی، لبیک کہتے ہوئے اور دعا کرتے ہوئے جہاز پر سوار ہوئے، اس ناچیز کا یہ پہلا سفر حج اور داداجان کا ساتواں سفر حج تھا، مگر اللہ کے فضل سے اس سے پہلے سعودیہ عربیہ کا سفر داداجان کی معیت میں ہوتا رہا ہے، کئی بار سعودیہ کی کانفرنسوں میں اور کئی بار رمضان میں عمرہ کے سفر میں۔

جب یلملم قریب آیا تو داداجان نے بتایا کہ یہ ہندوستان کی طرف سے آنے والے حجاج کی میقات ہے، اور مزید یہ بتایا کہ میں نے جب پہلی مرتبہ سفر حج کیا تھا تو سمندری جہاز سے کیا تھا، جس کا نام محمدی تھا، وہ تقریباً ایک ہفتے میں ممبئ سے جدہ پہونچا، یلملم آنے سے پہلے ہم لوگوں نے احرام باندھا تھا، اس زمانہ میں حج کے مصارف ہندوستانی دوہزار روپئے کے اندر ہوجاتے تھے، جس میں حرمین شریفین میں ۴۰ دن قیام کا موقع بھی دیا جاتا تھا، اب تو حالات بدل چکے ہیں، گرانی بھی ہے، لیکن اللہ کے فضل وکرم سے حجاج کرام کی تعداد پہلے سے تیں گنا زیادہ ہے۔

بہرحال ہمارا جہاز تقریباً آٹھ بجے جدہ کے ایرپورٹ پر پہونچا، اور جہاز سے سفر کرنے والوں کی یہ آخری تاریخ تھی، اس لیے ہم نے ابوظبی سفارتخانہ کے ذریعہ جدہ ہندوستانی سفارتخانہ میں فون کرادیا تھا، تاکہ ایرپورٹ پر ہمارے دوست مفتی یونس صاحب نے بھی ایرپورٹ پر تنازل کی پوری کوشش کی تھی، وہاں پہونچنے کے بعد ازدحام کی پریشان کن صورت نظر آئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آسانیاں پیدا فرمائیں، ایمبیسی کے لوگوں نے ہماری قانونی کارروائی ایرپورٹ پر

کرادی، اور ہمارے لیے گاڑی بھی فراہم کردی، جس سے مکہ مکرمہ کے ''فندق الساعة'' پہنچے، وہاں ٹھہرنے کا انتظام ہم نے پہلے سے کررکھا تھا، سامان رکھنے کے بعد یہ طے کیا گیا کہ فجر کی نماز کے بعد آرام کرکے دن میں عمرہ کیا جائے گا، چنانچہ عصر کے بعد ہم لوگ حرم میں گئے، اور مغرب کی نماز تک طواف وسعی سے فارغ ہوگئے، مغرب کی نماز شیخ سدیس کی امامت میں پڑھی گئی، اس کے بعد ہوٹل واپس ہوئے، دادا جان کو بے حد تکان تھا، اس لیے ہوٹل کی مسجد جہاں تک صفیں پہونچ جاتی ہیں وہیں عشاء کی نماز ادا کی گئی۔

یہاں بہت سے دوست واحباب سے سلام ودعا ہوئی، دادا جان نے خاص طور پر رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری کے سکریٹری کوٹیلیفون کیا، انہوں نے بتایا کہ کوئی پروگرام چل رہاہے اور حج کا زمانہ ہے اس لیے ان کا آفس میں آنا مشکل ہے، اسی دوران ایک امریکی عالم جو ساؤتھ افریقہ کے فارغ ہیں وہ پورے گروپ کے ساتھ دادا جان سے اجازت حدیث لینا چاہتے تھے، لیکن قلت وقت کی وجہ سے دادا جان نے معذرت کی تو وہ تنہا کمرہ میں آئے اور اجازت حدیث لی، جامعہ ام القریٰ سے ڈاکٹر موفق عبد القادر اور رابطہ عالم اسلامی سے شیخ محمد سکحال نے آنے کی اجازت لی لیکن ازدحام کی وجہ سے نہ آسکے، اور ناچیز کی خوشدامن اپنے صاحبزادے معوذ کے ساتھ حج میں آئی تھیں، ان سے ان کے ہوٹل میں جاکر ملاقات کی۔

مکہ سے منی کی روانگی: بابا بھائی جوحملہ کے ذمہ دار ہیں انہوں نے منی جانے کے لیے داداجان کے لیے صبح آٹھ بجے کا وقت متعین کیا تھا، چنانچہ پروگرام کے مطابق ہم لوگ منیٰ پہونچے، ہمارا خیمہ بارہ آدمیوں پر مشتمل تھا، اور ہمارے ساتھ جناب مولانا بدرالدین اجمل صاحب اوران کے صاحبزادے ورفقاء کے علاوہ ممبئ وحیدرآباد کےلوگ تھے،مولانا بدرالدین اجمل صاحب موجودہ ایم پی سے داداجان کے پُرانے تعلقات بھی ہیں، وہ حضرت مولانا اسعدمدنی صاحب مرحوم سے بیعت ہیں، معلوم ہوا کہ ان کے والدین کے بیعت کا تعلق ہمارے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے تھا، چنانچہ یہ پرانی نسبتیں دونوں میں جمع ہوگئیں، اورخاص طور سے حج کے ایام میں داداجان کی صحبت سے وہ بے حد خوش ہوئے، ان دونوں بزرگوں کے خیمہ میں رہنے کی وجہ سے بڑی انسیت رہی، چنانچہ عصر کے بعد علماء کی ایک بڑی جماعت جس میں مولانا حنیف صاحب گجراتی اورمولانا شبیر صاحب افریقہ والے دارالعلوم زکریا کے مہتمم اورمفتی یونس صاحب کے ساتھ بہت سے علماء داداجان کے خیمہ میں تشریف لائے، اور داداجان نے اس مبارک موقع پر بخاری شریف کےتعلق سے بہت ہی علمی گفتگوفرمائی، ان حضرات نے بہت خوشی کا اظہار کیا، حضرت مولانا بدرالدین اجمل صاحب نے افسوس کا اظہار کیا کہ ریکارڈنہیں کرسکے، اور بار بار اصرار کرتے رہے کہ آپ آسام میں ختم بخاری کے لیے ضرور تشریف لائیں۔

منی سے عرفات روانگی: دوسرے دن ہم لوگ صبح سات بجے لبیک کہتے ہوئے عرفات کے لیے روانہ ہوئے، وہاں ہمارا خیمہ بہت مناسب جگہ پر تھا، خیمہ میں حمام بھی مناسب جگہ پر تھے، خیمہ میں نماز کی امامت داداجان نے مولانا قاسم آنٹی صاحب کے صاحبزادے مولانا حبیب اللہ صاحب کے سپرد کی، انہوں نے عصر کی نماز کے بعد بڑی مؤثر دعا کرائی، جس سے حاضرین پر بہت اثر ہوا، داداجان نے ان سے ان کے حالات پوچھے، انہوں نے بتایا کہ میں مولانا قاسم صاحب آنٹی جو ترکیسر میں داداجان کے زمانہ میں مدرس تھے، ان کا لڑکا ہوں، کنتھاریا میں مشکاۃ شریف پڑھاتا ہوں، اور آپ کی تحقیق کی ہوئی کتاب ''**لمعات التنقیح**'' ہمارے سامنے رہتی ہے۔

عرفات سے مزدلفہ روانگی: وہاں سے تیاری کرکے مزدلفہ کے لیے ہم نکلے، ہمارا سفر بس نمبر اول وثانی پر ہونے والا تھا، لیکن بس نمبر ۳ میں ہوا، گیارہ بجے الحمد للہ ہم لوگ مزدلفہ پہونچ کر خاص جگہ رکے، جہاں ہمارے ساتھ بستر تھے، اور ناچیز نے داداجان کے لیے پہلے سے بھی بستر لے رکھا تھا، وہاں ہم ٹھہرے، مغرب وعشاء دونوں نمازیں پڑھیں، تہجد کی نمازیں پڑھیں، دعا وتلاوت وغیرہ کی گئی، پھر آرام کیا گیا، وضو کی جگہ اور حمام ہمارے قریب تھے، اس لیے ہر طرح کی سہولت رہی، وہاں سے رمی جمرات کے لیے کنکریاں چنی گئیں، اور ''**فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام**'' پر عمل کرنے کوشش کی گئی، گرچہ ہم مسجد میں نہیں پہونچ سکے،

لیکن اپنی جگہ پر فجر کی نماز جماعت سے پڑھی گئی اور وہاں سے منی کے لیے روانگی ہوئی۔

رمی جمرات، قربانی وحلق اورطواف زیارت: منٰی میں ہم لوگ اپنے خیمہ میں پہونچے، ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر تیاری کر کے رمی جمرہ عقبہ کے لیے داداجان کو ویل چیر پر لے کر روانہ ہوئے، ہمارے ساتھ مفتی یونس گجراتی اور مولانا حنیف صاحب اور مولانا شبیر صاحب کے صاجبزادے تھے، اس لیے بہت سہولت کے ساتھ جمرۂ عقبہ پر پہونچے، ویل چیر والوں کے لیے خاص انتظام تھا، ہم لوگ اسی راستے سے داداجان کو لے کر داخل ہوئے اور آسانی کے ساتھ رمی جمرۂ عقبہ کی گئی، اور وہاں سے فارغ ہوکر مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے، طواف زیارت اور سعی کرنے کے لیے، چنانچہ بہت ہی سہولت کے ساتھ شیشہ بن داور سے ہم کو گاڑی مل گئی، اور مکہ پہونچنے سے پہلے ہم نے اپنی قربانی بھی کروالی تھی، چنانچہ مکہ پہونچتے ہی حلق کرالیا، اس کے بعد ہوٹل میں گئے، اور غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر فوراً جمعہ کی نماز کے لیے نیچے اترے، اورحرم شریف میں جاکر جمعہ کی نماز ادا کی، نماز کے بعد فوراً طواف کیا، طواف کے بعد ازدحام بڑھ گیا تھا، اس لیے واپس آگئے اور مغرب کے بعد جاکر سعی مکمل کی، اور عشاء کی نماز وہیں مسعی میں پڑھی، نماز کے بعد منٰی واپسی ہوئی۔

گیارہویں کو ہم لوگ عصر کے بعد رمی جمرات کے لیے گئے، اور تینوں جمروں پر بہت ہی آسانی کے ساتھ رمی کی، رمی سے فارغ ہوکر اپنے خیمہ مکتب نمبر۲ کی

طرف واپس ہوئے، جمرات سے واپسی کا راستہ منٰی کے آخری حصہ میں بنا تھا، لیکن درمیان میں ایک خیمہ سے گذر کر اپنا خیمہ پڑتا تھا، مگر سب کو اجباری طور پر دور والے راستے سے آنا پڑتا، لیکن داداجان کی صورت دیکھ کر عسکری نے قریب کے خیمہ سے جانے دیا جس کی وجہ سے عافیت کے ساتھ بہت ہی جلد اپنے خیمہ میں آ گئے، اور تیسرے دن بارہ تاریخ کو ظہر کے بعد منٰی سے ہماری واپسی تین بجے کے قریب ہوئی، چنانچہ ہم رمی جمار کرتے ہوئے مکہ مکرمہ آ گئے، اور ۱۳؍ ذی الحجہ کو آرام کے ساتھ داداجان کو ویل چیر پر لیکر طواف وداع کرالیا۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ: ۱۴؍ ذی الحجہ کو مفتی یونس صاحب کے ساتھ خصوصی گاڑی سے مدینہ منورہ حاضری ہوئی، ہمارا قیام ’’فندق شذا المدینہ ‘‘میں تھا، مغرب کی نماز کے بعد مدینہ منورہ پہونچے، عشاء کی نماز مسجد نبوی ؐمیں ادا کی گئی، بعد نماز فجر باب السلام سے مواجہہ شریف کی طرف جانا ہوا، وہاں حاضری دے کر صلاۃ وسلام پڑھا گیا، عزیزوں دوستوں اور بزرگوں کا سلام پہونچایا گیا، داداجان پر ایک خاص کیفیت تھی جس کا ایک خاص منظر تھا، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، وہاں سے نکل کر جنت البقیع کی طرف آئے، اہل بقیع کو سلام پیش کر کے ان کے لیے دعا کی گئی پھر مسجد نبویؐ میں نماز اشراق پڑھ کر ہوٹل واپسی ہوئی۔

دوسرے دن زیادہ وقت حرم مدنی میں گذارا گیا، نمازیں مسجد نبویؐ میں ہی پڑھی گئیں، خصوصاً عصر ومغرب وعشاء اپنی قدیم جگہ پر جہاں ہمیشہ داداجان نمازیں

ادا کرتے ہیں، وہاں ادا کی گئیں، البتہ عصر کے بعد تھوڑی دیر کے لیے حرم شریف سے باہر آکر مولانا مفتی یونس صاحب کے ساتھ مولانا اسماعیل بدات صاحب مرحوم کے مکان پر دادا جان نے حاضری دی، ان کی اہلیہ اور اہل وعیال کو سلام پہونچانے کے بعد صبر وتعزیت کے چند کلمات فرمائے اور دعا کے بعد حرم واپس ہوئے، بعد نماز عشاء بہت سے علماء جو لندن وافریقہ وغیرہ سے آئے ہوئے تھے اور اکثر کا تعلق گجرات سے تھا وہ سب دادا جان سے ملے۔

جمعہ کے روز جمعہ کی نماز بھی دادا جان نے مسجد نبویؐ میں اپنی پرانی جگہ پر ادا کی جہاں ہمیشہ پڑھتے ہیں، نماز کے بعد مدینہ منورہ کے ایک تاجر جناب فرید میمنی صاحب نے دادا جان کو کھانے پر مدعو کیا تھا، ان کی گاڑی باہر آچکی تھی اس لیے نماز کے بعد ان کے مکان پر جو عوالی مدینہ میں واقع ہے حاضری ہوئی، یہ مدینہ کے بااثر اشخاص میں ہیں، ان کے مزرعہ میں اس سے پہلے دادا جان کا درس بخاری ہو چکا ہے، چنانچہ جب ہم لوگ وہاں مجلس میں پہونچے تو پندرہ سولہ آدمی جن میں ڈاکٹر حمزہ رئیس الاطباء فی المدینہ المنورہ بھی موجود تھے، مجدد الف ثانی کے بارے میں سوال کیا گیا؟ جس کا دادا جان نے مختصراً جواب دیا اور ان کے کام کا منہج بیان کیا، کھانے کے بعد ہم سیدھے حرم آئے، اور وہاں نماز عصر پڑھ کر ہوٹل پر واپسی ہوئی۔

بعد نماز مغرب مسجد نبویؐ میں ہی جناب مولانا سعد صاحب کاندھلوی اپنے صاحبزادگان اور خواص کے ساتھ دادا جان سے ملاقات کے لیے تشریف لائے، تقریباً

آدھے گھنٹے کی ملاقات رہی، دادجان نے خیروعافیت پوچھی اوران کے لیے اوران کے کاموں کے لیے دعا دی، یہاں تک کہ خاصا مجمع اکٹھا ہوگیا، اس کے بعد وہ رخصت ہوئے، وہیں پر مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی زید مجدہ سے داداجان کی ملاقات ہوئی۔

مسجد نبویؐ کے مؤذن ڈاکٹر شکری صاحب نے دعوت دی تھی کہ عشاء کی اذان سے پہلے آپ لوگ ہمارے قریب آجائیں، عشاء کے بعد ریاض الجنہ میں نماز پڑھنے اوراس کے بعد صلاۃ وسلام پڑھنے کا آسانی سے موقع مل جائے گا، چنانچہ ہم لوگ باب السلام آگئے اوروہاں سے قبلہ کی طرف امام مسجد نبویؐ کے دروازہ کے پاس پہونچے تو ہم کو اندر جانے کی اجازت مل گئی، وہاں جاکر امام مسجد نبویؐ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی گئی، اس کے بعد وہ قدیم طلبہ جنھوں نے داداجان سے اجازت حدیث لے رکھی ہے وہ بھی وہاں ملاقات کے لیے آگئے، ڈاکٹر شکری داداجان کا ہاتھ پکڑ کر روضہ مقدس کی طرف لے گئے وہاں نماز پڑھی گئی، مواجہ شریف پر حاضری دی گئی، الوداعی صلاۃ وسلام پڑھا گیا، اوردعاؤں کے ساتھ باب جبریل سے نکل رہے تھے کہ امام حرم مدنی شیخ عبدالمحسن قاسم ملے جوداداجان سے بہت غیر معمولی طریقے سے پیش آئے، حدیث شریف کی اجازت کی بھی خواہش ظاہر کی لیکن وقت نہیں تھا، حرم شریف کے باہر گاڑی موجودتھی، اس سے ہم لوگ مفتی یونس کے مکان پر حاضر ہوئے جہاں انھوں نے بہت سے علماء کی دعوت کر رکھی تھی، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، بہت آرام دہ

مکان بنوایا ہے، علماء واہل علم کی بڑی خدمت کرتے رہتے ہیں، کھانے کے بعد واپسی میں شہدائے احد پر سلام پڑھتے ہوئے ہوٹل پہونچے۔

اگلے دن ساڑھے دس بجے مفتی محمد یونس صاحب گاڑی لے کر آگئے، سامان پہلے سے تیار تھا، سارا سامان لے کر ہوٹل سے باہر نکلے، حملہ کے مندوب مازن اور مفتی صاحب کے ساتھ مسجد قبا حاضر ہوئے، وہاں سے نماز پڑھ کر اور دعا کے بعد ۱۲/ بجے مدینہ ایرپورٹ پہونچے، جہاں مدیر مطار اپنے ساتھیوں کے ساتھ دادا جان سے ملاقات کے لیے آئے، جناب فرید میمن صاحب نے فون سے تعارف کرادیا تھا، اس لیے واپسی کی ساری کارروائیاں بہت سہولت سے ہوگئیں، اور ہم لوگ مدینہ سے سعودیہ ایرلائنس کے ذریعہ آٹھ بجے دبئی پہونچ گئے، بڑے ابو مولانا ڈاکٹر ولی الدین ندوی صاحب، بھائی اسعد عالم ندوی اور عزیزم قطب الدین سلمہ ایرپورٹ پر انتظار کررہے تھے، وہاں سے عافیت کے ساتھ اپنی گاڑی سے ۱۰/ بجے رات میں العین پہونچے۔

اسلامی معاشروں میں امن وآشتی کانفرنس
میں
حضرت مولاناڈاکٹرتقی الدین ندوی کی شرکت

بقلم: ڈاکٹرفریدالدین ندوی

آج سے چارسال قبل ابوظبی میں امن وآشتی کے عنوان سے ایک کانفرنس کا قیام عمل آیا، اور یہ وزیرخارجہ شیخ عبداللہ بن زاید آل نہیان کی سرپرستی میں وجود میں آئی، شیخ عبداللہ بن بیہ مشہور عالم جو مرتانیہ میں وزارت کے عہدہ پر بھی فائز رہ چکے ہیں وہ اس کے صدر ہیں، اوراپنی حکمت رائے سے اتفاق واتحاد کی قابل قدرکوششوں میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں، ہمارے دادا جان کی کتابوں سے بہت متاثر ہیں اوران سے بہت گہراتعلق رکھتے ہیں، اس کانفرنس کے جنرل سکریٹری جناب ڈاکٹر محمد مطر کعبی ہیں جو ابوظبی کے امور اسلامیہ واوقاف کے صدر بھی ہیں، امسال تقریباً سات سو علماء ومفکرین کواس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی، ہمارے دادا جان بھی اس میں بطور خاص مدعو کئے گئے، اس لیے تین دن تک ان کی اس میں شرکت ہوئی اور میں مرافق کی حیثیت سے شریک رہا، اس کانفرنس کا پیغام یہ تھا کہ مختلف قوموں اور مذاہب کے درمیان آپس

میں میل جول اور محبت وتعاون کا رابطہ پیدا کیا جائے اور اس سلسلہ میں جو کچھ کوششیں کی گئی ہیں ان پر بھی روشنی ڈالی گئی، اس وقت دنیا کو اس کی سخت ضرورت ہے کہ انسانیت زندہ ہو، اور آپس کی دوری ختم ہو، ہر اختلاف کو بات چیت کے ذریعے سے طے کیا جائے، اس کانفرنس میں متعدد علماء کے مقالات بھی پڑھے گئے، افتتاحی جلسہ میں امارات کے معالی وزیر شیخ نہیان بن مبارک وزیر تسامح نے تقریر کی، ان کی تقریر در حقیقت اس اجلاس کے بانی کی نیابت میں تھی جس کا ملخص اس ان شاء اللہ الشارق میں دیا جائے گا۔

رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری کا بیان بھی اس میں ترجمہ کر کے دیا جارہا ہے، اور اخیر میں اس کانفرنس کے جنرل سکریٹری جناب ڈاکٹر محمد مطر کعبی صاحب کی تقریر اردو میں پیش کی جارہی ہے، اس کانفرنس کی بہت سی نشستیں ہوئیں، اکثر میں دادا جان دامت برکاتہم نے شرکت کی اور علماء ومفکرین سے تبادلہ خیال کیا، کچھ بڑے علماء نے آپ سے اجازت حدیث شریف لی، ۱۲؍دسمبر کو ساڑھے آٹھ بجے ہوٹل میں کانفرنس کا اختتام ہوا اور ہم لوگ سرکاری گاڑی سے بحمد اللہ العین ساڑھے دس بجے واپس آ گئے۔

کویت میں بخاری شریف کا درس

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

حضرت داداجان مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری دامت فیوضہم کی بابرکت شخصیت اہل خاندان کے لیے، جامعہ اسلامیہ کے لیے، اہل تعلق کے لیے کسی نعمت عظمیٰ سے کم نہیں، اللہ تعالیٰ سے دل سے دعا ہے کہ آپ کو تادیر باقی رکھے اور ان سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے، حضرت داداجان کی حدیثی خدمات ہی کا صلہ ہے کہ اس پیری کے زمانہ میں بخاری شریف ودیگر کتابوں کے افتتاح واختتام کے مواقع پر سفر کرنے پڑتے ہیں، حال ہی میں اسی طرح کا ایک سفر کویت کا پیش آیا۔

حکومت کویت کو عرب ممالک خاص طور پر مجلس تعاون خلیجی کے ملکوں میں بڑی اہمیت حاصل ہے، بلکہ پٹرول سعودی عرب کے بعد سب سے پہلے یہیں ہوا، اس ملک میں سب سے پہلے حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۲ء میں تشریف لے گئے تھے اور وہاں ''اسمعي يا زهرة الصحراء'' کے عنوان پر ایک تقریر فرمائی تھی، دوران تقریر ایک شخص کے تأثر کا یہ عالم تھا کہ اس پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور وہ بیہوش ہوگیا، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو کویت سفر کے

وقت ممبئی سے رخصت کرنے والوں میں حضرت داداجان مدظلہ بھی تھے۔

داداجان کا ابوظبی میں طویل عرصہ سے قیام ہے، اس کی مدت ۴۲ر سال سے زیادہ ہے، کویت کے سفر کا ان کو بہت اشتیاق رہا اور کئی مواقع بھی آئے، لیکن ''کل شئ مرهون بأوقاته''! ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، مقدر کی بات کہ اب تک کویت کا سفر نہیں ہوسکا تھا، حالانکہ کویت کے بہت سے طلباء جامعۃ الامارات میں داداجان سے دراسات اسلامیہ میں تعلیم حاصل کرچکے ہیں اور وہاں کے مشہور علماء جن میں شیخ ناصر العجمی بھی ہیں داداجان سے اجازت حدیث بھی لے چکے ہیں، مزید برآں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے داداجان کی تحقیق وتعلیق سے جو کتابیں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہیں، جن میں خاص طور سے ''صحیح بخاری'' و''جامع الترمذی'' کو ادھر چند سالوں میں بہت زیادہ شہرت ہوئی اور اہل علم کے پاس پہنچیں اور اہل علم نے ان کو نعمت مترقبہ سمجھا۔

دو ماہ پیشتر کویت کے دو عالم ڈاکٹر احمد خالد عبید اور ڈاکٹر ناصر حقانی جو کئی بار داداجان سے ملاقات کرچکے ہیں، سفر کرکے ابوظبی آئے اور تین روز ''بخاری شریف'' کی حدیثیں پڑھی اور کویت واپس گئے، ان کی واپسی کے بعد وہاں کی ''الجمعية الكويتية للعلوم الإسلامية'' کے صدر شیخ عبدالرحمٰن عبداللہ المعتوق کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا، جس میں کچھ اس تاکید کے ساتھ درخواست کی گئی تھی کہ داداجان کویت میں ایک ہفتہ قیام فرمائیں اور اہل علم وطلبہ کو

’’صحیح بخاری‘‘ کے درس سے مستفید فرمائیں، شیخ عبدالرحمٰن المعتوق کے والد محترم جناب ڈاکٹر عبد اللہ المعتوق سے متعدد دفعہ مکہ مکرمہ اور ابوظبی کی کانفرنسوں میں ملاقات بھی رہی ہے، یہ کویت کے صدر کے ثقافتی امور کے مستشار اور اس سے قبل وہاں وزیر اوقاف بھی رہ چکے ہیں، نیز رابطہ عالم اسلامی کے ممبر ہیں۔

الغرض دادا جان نے اس مخلصانہ دعوت کو قبول کیا، لیکن فرمایا کہ کچھ وجوہ سے تین چار روز سے زیادہ وہ قیام نہیں کر سکتے اور یہ کہ وقت کی تعیین بھی ہم پر چھوڑ دی جائے، بہرحال دادا جان کی رائے ومرضی کے مطابق وہاں سے ویزا اور ٹکٹ ابوظبی آ گیا، دادا جان نے اپنی سہولت کے لیے مجھے اپنا رفیق سفر بنالیا۔

حال ہی میں جامعہ اسلامیہ کے مسابقۃ القرآن الکریم اور ایک عظیم اجلاس عام کے موقع پر ہندوستان کا سفر ہوا تھا اور ہندوستان سے ۲۸ رفروری بدھ کو ابوظبی واپسی ہوئی تھی، اور طے شدہ نظام کے مطابق ہم لوگ ۴ رمارچ اتوار کو ابوظبی سے اتحاد جہاز سے کویت کے لیے روانہ ہو گئے، ابوظبی سے کویت کی مسافت تقریبا دو گھنٹے میں طے ہوئی، کویت کے وقت کے لحاظ سے جہاز تین بجے پہنچا، استقبال کے لیے ایر پورٹ پر منتظمین موجود تھے، خود ڈاکٹر احمد خالد عبید بھی تھے، ان کے ہمراہ ہم لوگ اپنی قیام گاہ پہنچے، عصر کی نماز کے بعد ہم کو جمعیۃ کے مرکز میں لے جایا گیا اور قریب کی ایک مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی گئی، مغرب کے بعد جمعیۃ کے ہال میں پہونچے تو دیکھا کہ خاصا مجمع ’’بخاری شریف‘‘ کے نسخوں کو لیے ہوئے موجود ہے، دادا جان نے

سلام ودعا اور ملاقات کے بعد اختصار کے ساتھ بطور تمہید چند اصولی باتیں بیان کیں، مثلاً قرآن مجید اور حدیث شریف کا باہمی تعلق، اللہ تعالیٰ کے غیبی نظام کے تحت قرآن وحدیث کی حفاظت کا انتظام، حدیث کی تدوین اور اس حدیثی میدان میں اس خدمت کے انجام دینے کے لیے جو علماء کی کوششیں رہی ہیں ان کی بھی نظام غیبی کے تحت اللہ نے ان کو توفیق عطا فرمائی اور امت کے سامنے یہ کتابیں پیش کیں، پھر ''بخاری شریف'' اور اس کی اہمیت پر بڑے نرالے انداز میں گفتگو فرمائی، اور دعا فرما کر مجلس کا اختتام فرمایا، عشاء کی نماز کے بعد کھانا ہوا، اور دسترخوان ہی پر ایک دوسرے سے تعارف ہوا۔

صبح کا وقت فارغ تھا، اس لیے اس وقت میں کویت، جامعہ کویت، وزارت اوقاف اور بعض علماء کی زیارت، خاص طور سے ڈاکٹر عبداللہ المعتوق سے ملاقات کا پروگرام مرتب ہوگیا، یہ بھی معلوم ہوا کہ عصر کی نماز سے پہلے جمعیۃ کے ہال میں پہنچنے کے بعد نماز سے فارغ ہوکر ''بخاری شریف'' کا درس شروع ہوگا اور مغرب سے پہلے موقوف کردیا جائے گا اور مغرب کی نماز کے بعد کے بعد عشاء تک درس کا سلسلہ جاری رہے گا۔

حضرت داداجان کو بفضل اللہ تعالیٰ پروگرام کے متعلق ایک غیبی انشراح محسوس ہوا، اس درس میں تکان کا بھی احساس نہیں ہوا، اور یہ سلسلۂ درس مسلسل چارروز قائم رہا، شروع میں تو احادیث وابواب پر تفصیلی کلام ہوا، اور بعد میں اشارات

وحالات پر اکتفا کیا گیا، اور قاری الاخ یوسف جو وہاں معہد میں مدرس تھے اور "بخاری شریف" کے عاشق جب عبارت خوانی کرتے تو مجلس میں ایک خاص کیف پیدا ہو جاتا تھا، اس میں شرکت کے لیے جامعہ کویت کے بعض اہم دکاترہ، عدالتوں کے علماء، وزارت اوقاف کی بعض اہم شخصیات کے علاوہ دوسرے معاہد و مدارس کے لوگ شریک ہوتے رہے، جن کی تعداد ۴۰۰ر سے متجاوز تھی، اور اس کے دوسرے حصے میں طالبات کے سماع کا بھی انتظام کیا گیا تھا، درس کے اختتام پر سوال کرنے کی اجازت تھی، اگر کوئی سوال آیا تو اس کا جواب دیا گیا، داداجان نے سب کو وثیقۂ اجازت عطا کیا۔

کویت کی مختلف جمعیتوں اور اداروں کی طرف سے بھی پیش کش آئی ،مگر وقت بہت محدود اور واپسی کا پروگرام متعین تھا، اس لیے کسی اگلے سفر کے لیے ان کی پیش کش کو موقوف رکھا گیا، وہاں اس بات کا شدید اصرار رہا کہ داداجان کا سال میں چند مرتبہ ایک ایک ہفتہ کے لیے یہاں کا سفر ہو، داداجان نے اس خواہش کو احترام کی نظر سے دیکھا اور خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا، لیکن یہ بھی فرمادیا کہ اس وقت مجھ پر بڑی ذمہ داریاں ہیں، خاص طور سے اس وقت وہ ایک نئے انداز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی تالیف میں متوجہ و مشغول ہیں، اللہ کرے کہ یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچے اور اس کا فائدہ عام و تام ہو، واللہ الموفق۔

کویت کے اس سفر میں بہت سی کتابیں ہدیہ میں ملیں، جن کو راقم السطور نے

جامعہ اسلامیہ مظفر پور بھیجنے کی فرمائش کی اور جامعہ اسلامیہ مظفر پور کا پتہ بھی دے دیا، اس سے بھی خوشی دوبالا ہوئی کہ اکثر علماء کے پاس داداجان کی تحقیق کردہ اکثر کتابیں موجود تھیں، ''جامع ترمذی'' کے نسخے کے لیے لوگ بہت خواہش مند تھے، یہ کتاب وہاں کے تجارتی مکتبوں سے ختم ہو چکی تھی، اسی طرح ''بخاری شریف'' کے نئے مطبوعہ نسخہ کا بھی شدید تقاضا تھا، لوگوں نے فون کر کے مزید توجہ بڑھائی، ان شاء اللہ یہ کتاب بھی عنقریب دارالقلم سے طبع ہو کر آجائے گی۔

۸/ مارچ کو جمعیۃ کے مرکز میں عصر کی نماز کے وقت وہاں کے علماء و رئیس و نائب رئیس سبھی حضرات رخصت کرنے آئے، ہمارے بعض اعزہ بھی اس موقع پر آگئے تھے، الحمدللہ بڑی سہولت کے ساتھ وہاں سے شام ساڑھے چھ بجے ہوائی جہاز سے واپسی ہوئی اور آٹھ بجے دبئی ایئرپورٹ پر پہنچے اور دس بجے کے قریب اپنی قیام گاہ العین آگئے، **والحمد لله على ذلک۔**

رابطہ عالم اسلامی کی عظیم کانفرنس میں شرکت

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے امین عام ڈاکٹر محمد بن عبدالکریم العیسی کی جانب سے ''المؤتمر العالمي للوحدة الإسلامية مخاطر التصنيف والاقصاء'' میں شرکت کا دعوت نامہ موصول ہوا تھا، جس میں دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی دامت برکاتہم کے ساتھ اس ناچیز (فرید الدین ندوی) کی سفر کی موافقت وہاں سے آئی، ہمارے سفر کی قانونی تمام کارروائی پوری ہوچکی تھی، اس لیے ۱۰؍دسمبر ۲۰۱۸ء کو دبئ سے سعودیہ ایرلائنس کے ذریعہ ہمارا جدہ کا سفر ہوا، احرام کی نیت دبئ ایر پورٹ پر کر لی گئی تھی، جدہ ایرپورٹ پر رابطہ عالم اسلامی کے نمائندہ نے ہمارا خاص استقبال کیا، وہاں سے خصوصی گاڑی کے ذریعہ مکہ مکرمہ کے فندق هلتون للمؤتمرات میں عصر کے قریب پہنچے، عصر کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر آرام کیا، پھر یہ طے ہوا کہ عشاء کی نماز حرم شریف میں ادا کر کے طواف وعمرہ سے فراغت حاصل کر لی جائے، چنانچہ عشاء کے بعد طواف وسعی سے فراغت ہوئی اور حلق کرایا گیا، اللہ تعالی دادا جان کی اور اس ناچیز کی تمام دعاؤں کو قبول فرمائے۔

پھر ہم لوگ واپس ہوٹل میں آکر شام کا کھانا کھا کر اپنے کمرے میں آگئے،
یہ جبل عمر پر بہت بڑا ہوٹل تعمیر کیا گیا ہے اس میں تمام مہمانوں کے قیام کا انتظام کیا گیا
تھا، اس کی دوسری منزل پر ایک بہت بڑا مؤتمر ہال ہے، جس میں مؤتمر کا پروگرام رکھا
گیا تھا، اس مؤتمر میں شرکت کے لیے (۱۲۷) ملکوں کے نمائندے آئے تھے، جن
میں علماء ومفتیان کرام اور باحثین وغیرہ کی تعداد بارہ سو (۱۲۰۰) تھی، یہ اپنی نوعیت کی
بہت بڑی اسلامی کانفرنس بلائی گئی تھی جو خادم حرمین شریفین ملک سلمان بن عبدالعزیز
آل سعود حفظہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور عنایت سے منعقد کی گئی تھی جس کا اہتمام رابطہ عالم
اسلامی کے جنرل سکریٹری نے کیا تھا، اس لیے تمام مہمانوں کے قیام اور ان کی ساری
سہولتوں کا نظم کیا گیا تھا۔

۱۱؍دسمبر کو آپس کی زیارت وملاقات وغیرہ کے لیے خاص کیا گیا تھا، اس دن
زیارت وملاقات کے علاوہ کوئی خصوصی پروگرام نہیں تھا۔

۱۲؍دسمبر کو ظہر کے بعد ڈیڑھ بجے سے اس عالمی کانفرنس کا آغاز تھا، اس کی پہلے
سے اطلاع کردی گئی تھی، تلاوت کلام پاک سے کانفرنس کا آغاز ہوا، بحرین کے ایک
دکتور نے بڑی اچھی آواز میں تلاوت کی جنہوں نے دادا جان سے بعد میں اجازت
حدیث بھی لی، شروع میں بعض علماء کے بیانات ہوئے جن میں لبنان کے مفتی دکتور عبد
اللطیف فایز دریان، دکتور ابوعبداللہ محمد رئیس مجلس اسلامی الجزائر، مفتی جمہوریہ مصر دکتور
شوقی علام، دکتور یوسف بن احمد العثیمین، منظمہ تعاون اسلامی کے جنرل سکریٹری معالی

الشیخ دکتورعبداللہ بن بیہ، رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری دکتور محمد بن عبد الکریم العیسی اوران کے بعد سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل شیخ کا بیان رکھا گیا تھا،اوراخیر میں خادم حرمین شریفین ملک سلمان بن عبدالعزیز حفظہ اللہ کا پیغام تھا جس کو صاحب السمو الملكي الأمير خالد الفيصل مستشار خادم الحرمين الشريفين وأمير منطقة مكة المكرمة نے پڑھ کرسنایا،اس پیغام میں امت اسلامیہ کے علماء خصوصا اس عالمی کانفرنس میں شریک ہونے والوں کوان کی ذمہ داریاں یاددلائی گئیں کہ اس وقت ضرورت ہے کہ امت اسلامیہ کے اختلاف کو دور کیا جائے تا کہ پوری امت اسلامیہ ایک صف میں کھڑی ہوکراس کا ایک ہی پیغام عالم کے نام ہو۔

انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نورانی جماعت سے امیدیں وابستہ ہیں کہ اختلاف کے جوروڑے پیدا ہوگئے ہیں ان کو دور کیا جائے اورامت کوایک کلمہ پرجمع کیا جائے اور یہ کانفرنس کسی کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسانیت کی بھلائی کے لیے امت اسلامیہ کوایک پلیٹ فارم پرلایا جائے،اس لیے موجودہ دور کوایک نگاہ دیکھنے کے بعداس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ امت میں اس جذبہ کو بیدار کیا جائے تا کہ سارے مسائل کو بات چیت اورآپسی تعاون کے ذریعہ طے کیا جائے جس میں محبت واخوت کی روح ہو، بلاشبہ رابطہ عالم اسلامی نے اس عظیم مقصد کے لیے نہایت موزوں عنوان اختیار کیا ہے تا کہ پوری امت اسلامیہ جواعتدال ووسطیت کی داعی ہے اس کی یہ روح اس امت میں پیدا ہو

جائے اوراس کا تمدن اوراس کی تہذیب وثقافت دنیا کے لیے نمونہ بن سکے۔

آج پورے عالم اسلامی کی نظریں اس موقر کانفرنس کی طرف لگی ہوئی ہیں جو راستے کی ساری رکاوٹیں دور کرنے کے لیے اور آپس کے اختلاف وانتشار کو ختم کرنے کے لیے قائم کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم﴾ آپس میں اختلاف نہ کرو، ورنہ تم ناکام رہوگے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کا اجتماع جس مقصد کے لیے ہورہا ہے وہ بہت ہی مشکل ہے لیکن انشاء اللہ آپ لوگوں کے علم سے اور آپ لوگوں کے عزائم سے اور آپ لوگوں کی محنتوں سے امید ہے کہ امت اسلامیہ پورے عالم کے لیے ایک نمونہ بن کر سامنے آئے گی اور مملکت سعودیہ عربیہ جس کی بنیاد اعتدال ووسطیت پر رکھی گئی ہے جس کو حرمین شریفین اوران کے مہمانوں کی خدمت کا شرف حاصل ہے وہ انشاء اللہ اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کرے گی جس سے مسلمانوں کی آرزوئیں پوری ہوں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع ومؤتمر میں شریک ہونے والے علماء وباحثین کو اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح سے رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد بن عبدالکریم العیسی نے اپنے خطاب میں پوری قوت کے ساتھ بیان فرمایا کہ رابطہ عالم اسلامی مسلمانوں کی امیدوں کے مطابق امت اسلامیہ میں وحدت وجوڑ پیدا کرنے کی

کوششیں کر رہا ہے تا کہ ملت میں الفت و محبت کی فضا قائم رہے اور اس سلسلے کے جو بھی منصوبے ہیں ان سب کے ساتھ اس کا تعاون ہے، اس مقصد کے حاصل کرنے میں تمام دینی مراکز و علمی و ثقافتی اداروں سے اس کا تعلق قائم ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان سب کا مرکز مکة المکرمة ہے جو اپنے اسلامی کردار کی وجہ سے سب کے لیے مرشد و رہنما ہے، انہوں نے علمائے کرام سے گذارش کی کہ عوام الناس میں فکری بیداری اور تسامح و اعتدال و وسطیت و عہد کی پابندی کی فضا قائم کرنے پر زور دیں، وہ جس ملک میں رہیں وہاں کے قوانین کی رعایت کریں تا کہ وہاں کے لیے ایک مثالی نمونہ بنیں ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی بان
رفتار میں گفتار میں اللہ کی برہان

مسلمان کی زندگی قرآن کی چلتی پھرتی تصویر ہو، تشدد و تفرقہ سے اس کی زندگی پاک ہو۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اخیر میں انہوں نے مملکت عربیہ سعودیہ کی کوششوں کا ذکر کیا اور سراہا کہ خادم حرمین شریفین ملک سلمان بن عبد العزیز حفظہ اللہ تعالیٰ اور ان کے ولی عہد صاحب السمو الملکی نائب رئیس مجلس الوزراء و وزیر دفاع امیر محمد بن سلمان بن عبد العزیز اسلام اور مسلمانوں اور انسانیت کی خدمت میں پوری طرح کوشاں ہیں، وہ انتہا

پسندی ودہشت گردی اور دوسرے تمام جرائم کے خاتمہ کے لیے بھرپور کوششیں کرر ہے ہیں۔

یہ مؤتمر تمام مسلمانوں کوخواہ وہ کسی ملک اور جگہ کے رہنے والے ہوں دعوت دیتی ہے کہ وہ اسلام کے اصولوں پر متفق ہو جائیں اور جن چیزوں سے اختلافات اورمشکلات پیدا ہورہی ہیں ان کو اسلامی روح اور محبت واخوت سے حل کرنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إنما المؤمنون إخوة﴾ (سب مومن بھائی بھائی ہیں) اسی طریقے سے وہ باتیں جو تفریق پیدا کرنے والی ہوں، مثلاً کسی کی تکفیر کرنا، کسی کو بدعتی کہنا یا اس کو گمراہ کہنا یہ سب چیزیں آداب اسلامی کے خلاف ہیں ان سب سے گریز کیا جائے، اختلافی معاملات میں اسلامی آداب کا پاس ولحاظ رکھا جائے اور شرعی اصول کے مطابق ان کو حل کرنے کی کوشش کی جائے، امت میں اختلاف وانتشار دین کے لیے استرا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے، اسلامی اخوت گروہ بندی کی اجازت نہیں دیتی، بلکہ وہ صلح باہمی اور بات چیت کے ذریعہ مسئلہ کو حل کرنے کی دعوت دیتی ہے تاکہ دنیا میں امن وسلامتی قائم ہو۔

مسلمان ایک امت ہیں ان کا اللہ رب العزت پر ایمان ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر ایمان ہے، ان کا قبلہ ایک ہے، ان کا شعار ایک ہے ’’إن هذه أمتكم أمة واحدة‘‘ وہ اللہ کے ایک دین اور ایک شریعت کے ماننے والے ہیں جو شریعت ان کو ایک جماعت بننے کی دعوت دیتی ہے، آپس میں اختلاف

وتفریق پر بریک لگارہی ہے، تمام مسلمان اپنے حقوق وواجبات میں برابر ہیں وہ ایک جسم کے مانند ہیں، مسلمانوں کا آپس میں جمع ہونا اور اتفاق سے رہنا کسی کے خلاف نہیں ہے بلکہ ایک بلند مقصد کے لیے ہے، قرآن پاک کی اس آیت ﴿**واعتصموا بحبل الله جميعا**﴾ کی دعوت پر عمل ہے، مسلمان ایک ایسے عالم کو وجود میں لائیں جس میں عدل وانصاف ہو، آپس میں محبت واتفاق ہو، دنیا کی دیگر قوموں سے ان کا احترام وتعاون کے ساتھ تعلق قائم ہو، وہ انسانیت کے لیے رحمت بن جائیں، اگر کبھی کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو اس کی تلافی کرلیں۔

اجلاس کی دوسری نشست میں مختلف ملکوں سے آئے ہوئے وفود کو اظہار خیال کا موقع دیا گیا، اس کا جلسہ ۶/بجے سے ۷/بجے شام تک منعقد ہوا، ۹/علماء کو اظہار خیال کا موقع دیا گیا، پھر ساڑھے سات بجے سے ۹/بجے تک مقررین کو اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا موقع دیا گیا۔

دوسرے دن ۱۳/دسمبر جمعرات کو ۹/بجے سے ساڑھے دس بجے تک عزت مآب ڈاکٹر **سليمان عبد الله أبا خيل رکن هيئة كبار العلماء ومدير جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية** کے زیر صدارت اجلاس ہوا، جس میں بعض مقررین نے مسلمان اورآداب اختلاف کے موضوع پر اپنے اپنے مقالات پیش کیے۔

تیسرا اجلاس ۱۳/دسمبر کو ۱۰:۴۵ سے ۱۲:۱۵ بجے تک تھا، جس کا موضوع ”

وحدت اسلامی میں درپیش رکاوٹیں'' تھا، اس کی صدارت عزت مآب ڈاکٹر محمد ہدایت نور وحید نے کی، جو نائب صدر عوامی شوری کونسل انڈونیشیا ہیں، اس اجلاس میں ۴؍مقررین نے اس موضوع پر گفتگو کی، اس کے بعد ۴؍ بجے سے ۵، ۵؍منٹ بعض وفد کے نمائندوں کو اظہار خیال کا موقع ملا، جن کی تعداد ۱۶؍تھی، اس کے بعد چوتھا اجلاس ۶؍بجے سے ساڑھے ۷؍بجے شام تک ہوا، اس کا موضوع ''موثر اسلامی اتحاد کی طرف'' تھا جو کہ ڈاکٹر عبد السلام العبادی سکریٹری جنرل عالمی فقہ اکیڈمی جدہ کی صدارت میں ہوا، اس میں ۵؍حضرات نے اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا، پانچواں اور آخری اجلاس ۸؍بجے شام کو قرآن مجید کی تلاوت کے بعد قرارات وتوصیات کا شروع ہوا، جس میں مہمانوں کی طرف سے اظہار شکریہ جناب شیخ محمد صلاح مجیف مفتی اعظم چیچنیا نے کیا اور اس کے بعد آخری خطاب ڈاکٹر محمد بن عبد الکریم العیسی جنزل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی کا ہوا جس میں انہوں نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور خادم حرمین شریفین حفظہ اللہ کا اس مؤتمر کا اہتمام اور ان کے نام شکریہ کا پیغام مؤتمر کی طرف سے بھیجنے کا ذکر فرمایا اور آخری خطاب جناب سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ آل شیخ مفتی اعظم مملکت سعودیہ عربیہ وصدر سپریم کونسل رابطہ عالم اسلامی کا تھا، اس پر موتمر کے اختتام کا اعلان کر دیا گیا۔

اس موقع پر دادا جان نے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب صاحبزادہ گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ جو مکہ مکرمہ میں مستشفی النور میں داخل تھے، ان کی عیادت کے لیے مولانا عبد الحفیظ صاحب مکیؒ کے صاحبزادے کو

اطلاع کی وہ اپنی گاڑی لے کر آئے، وہاں سے ہم لوگ مستشفی النور عیادت کے لیے حاضر ہوئے، الحمد للہ ان کی طبیعت پہلے سے اچھی تھی، دادا جان کو پا کر وہ بہت خوش ہوئے، وہاں کچھ دیر بیٹھ کر اور اچھے کلمات کہہ کر واپسی ہوئی۔

مکہ مکرمہ میں اجازت حدیث:

دادا جان سے ملاقات کے لیے بہت سے علماء حاضر ہوئے اور اجازت حدیث کی خواہش ظاہر کی مگر وقت کی تنگی اور مؤتمر کی کارروائیوں میں مشغولیت کی وجہ سے اس کا وقت نہیں مل سکا، تو دادا جان نے ۱۳ر دسمبر کی شام کو ساڑھے چار بجے ہوٹل میں اس کا وقت طے کیا جس میں کویت کے مفتی اعظم اور دیگر علماء جن کی تعداد ۸ر تھی تشریف لائے، اجازت حدیث پر دادا جان کا بیان ہوا اور مغرب کے قریب یہ مجلس ختم ہوئی اور ان سب کو وثیقۃ الاجازہ دیا گیا، عشاء کے بعد بھی کچھ حضرات آئے جن میں حضرت مولانا ذوالفقار صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کے متعلقین تھے ان لوگوں نے حدیث مسلسل بالاولیۃ اور حدیث "إنما الأعمال بالنیات" پڑھ کر اجازت لی، اسی طرح پہلے روز مؤتمر کے اختتام پر سعودی عرب کے چند علماء نے اسی جلسہ میں اجازت حدیث کا مطالبہ کیا تو ان کو بھی پڑھا کر اجازت دی گئی، جمعہ کے دن حرم شریف واپسی کے موقع پر ڈاکٹر موفق عبد الرزاق دیلمی جو عراق میں استاذ ہیں انہوں نے حرم میں بھی اجازت لی تھی اور یہاں پڑھ کر اجازت لی، وہ نیچے بیٹھ گئے دادا جان کرسی پر بیٹھ گئے ان کے ساتھ علماء ودکاترہ کی جماعت تھی۔

قابل ذکر بات ہے کہ ڈاکٹر موفق عبد الرزاق عجمان یونیورسٹی میں استاذ رہ چکے ہیں اور رابطہ عالم اسلامی کے جلسے کا افتتاح انہی کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا تھا،

دادا جان کا درس پورا ہوا اور سب کو وثیقۃ الاجازہ دیا گیا، بلکہ یوں کہا جائے کہ بڑے بڑے علماء کا ہجوم ہو گیا، دادا جان سے اجازت حدیث لینے کے لیے سبھوں نے وثیقۃ الاجازۃ حاصل کیا، یہاں تک کہ وثیقہ ختم ہو گیا، اسی دوران ہوٹل میں رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر محمد بن عبد الکریم العیسی آ گئے تو ان سے دادا جان کی بہت اچھی ملاقات ہوئی، وہاں کے قیام میں یہ دوسری ملاقات تھی، رابطہ کے جلسہ میں رابطہ کے سابق جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ عبد المحسن ترکی سے فون پر بات ہوئی تو دادا جان کے متعلق پوچھا، پہلے دن جلسے کے خاتمہ پر کمرہ میں خصوصی ملاقات رہی، امام حرم شیخ عبدالرحمٰن السدیس نے دادا جان کو ملاقات کے لیے اپنے گھر پر دعوت دی تھی مگر جلسہ میں مشغولیت کی وجہ سے وہاں نہیں جا سکے البتہ مؤتمر میں ان سے اور وہاں کے تمام کبار علماء اور فضلاء سے ملاقات ہوئی، مصر کے مفتی دکتور شوقی علام اور وہاں کے وزیر اوقاف ڈاکٹر محمد مختار جمعہ سے ملاقات ہوئی، دونوں نے دادا جان کو وہاں کی قاہرہ کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی، انہوں نے دادا جان کی سیرت ذاتیہ طلب کی جس کو اس ناچیز نے ان کے سکریٹری کے حوالہ کیا، اس کے بعد تاخیر سے مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہوئی، وہاں ۳ر شب قیام رہا، ہم لوگ جمعہ کے روز مغرب کے بعد تاخیر سے عشاء کے قریب مدینہ منورہ ہوٹل میں پہنچے، دلہ طیبہ ہوٹل جو حرم سے قریب ہے وہاں پر بعض علماء ہوٹل میں ملنے آئے اور اجازت حدیث لی، یہاں جن لوگوں کو وثیقۃ الاجازۃ دیا گیا ان کی تعداد ۲۷ر تھی۔

۱۶ر دسمبر کو دوپہر میں ایک صاحب کے یہاں کھانے کی دعوت تھی چنانچہ ظہر کے وقت ان کے مزرعہ میں جانا ہوا جو جبل احد کے دامن میں ہے حالانکہ اسی دن صبح کو ہم لوگ ایک دوست کی گاڑی پر قبا اور شہداء احد کی زیارت کر کے آئے تھے دوبارہ ان کے مزرعہ پر جانا ہوا،

واپسی پر حرم شریف میں نماز عصر پڑھی اور ہوٹل چلے آئے اور مغرب سے پہلے حرم میں حاضری ہوئی وہاں صلاۃ وسلام پڑھا اور مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد ہوٹل آئے اور سامان وغیرہ کی ترتیب کی اس لیے کہ اگلے روز واپسی تھی، وہاں بھی دادا جان کے ایک عرب دوست نے دعوت کی اور کھانا لے کر حاضر ہوئے، اس دور مولانا اسماعیل بدات صاحبؒ کے صاحبزادے آگئے، پھر کئی لوگوں کا فون آیا کہ عشاء کے بعد اگر اجازت ہو تو ہم لوگ حاضر ہوں مگر سفر کی وجہ سے ملاقات سے معذرت کر دی گئی اس لیے کہ صبح ساڑھے ۶ بجے ایرپورٹ جانا تھا، ساڑھے نو بجے مدینہ ایرپورٹ سے سعودیہ ایرلائنس کے ذریعہ واپسی ہوئی جو ایک بجے دبئی پہنچا اور چار بجے کے قریب ہم اپنے مستقر العین آگئے۔

مدینہ منورہ میں مکتبہ شعبہ مطبوعات ومخطوطات کی زیارت:

اس ناچیز نے شعبہ مطبوعات کی زیارت کی تو وہاں دیکھا کہ دادا جان کی تمام کتابیں الماریوں میں لگی ہوئی ہیں، وہاں بڑی تعداد میں لوگ استفادہ کے لیے آتے ہیں، شعبہ مخطوطات میں دادا جان بھی ساتھ گئے تھے، جب ناچیز نے اپنی کتاب جو دادا جان کی سوانح پر ہے شعبۂ مطبوعات ومخطوطات کے مکتبہ کو پیش کیا تو اس کے مدیر استاذ یاسر نے دیکھنے کے بعد بہت اہتمام کیا وہاں انہوں نے بہت سے مخطوطات کا معاینہ کرایا اور جب اپنی دوسری کتاب ''منهج العلامتين'' دی تو دونوں پر انہوں نے **شهادة التقدير** لکھ کر دی جس کا فوٹو اسی مقالے کے ساتھ ہے۔

اس سفر میں معلوم کر کے یہ اندازہ ہوا کہ دادا جان کی کتابیں تمام مکتبوں، مرکزوں اور بڑے بڑے علماء کے پاس پہنچ چکی ہیں اور سبھی لوگ متعارف ہیں، گذشتہ

سفروں کی طرح اس سفر میں بھی بہت سے علماء نے کتابوں کے عنوان مانگے، پاکستانی علماء جن کی تعداد ۷۰ کے قریب تھی سبھی نے دادا جان سے ملاقات کی اور انہوں نے دادا جان کی کتابوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں، ہندستانی علماء کی تعداد نسبۃً تھوڑی تھی۔

دوخصوصی پروگراموں میں حضرت بانیؒ محترم کی شرکت

(۱) دبئی کی عالمی کانفرنس میں شرکت:

حکومت دبئی کے ماتحت "المعهد الدولي للتسامح" نام سے ایک ادارہ قائم ہے، دبئی کے رئیس اعلیٰ شیخ نہیان بن مبارک آل نہیان اس کے وزیر تسامح ہیں، ۱۵، ۱۶ ر نومبر ۲۰۱۸ء کو سمو الشیخ محمد بن راشد آل مکتوم نائب رئیس الدولہ و رئیس مجلس الوزراء حاکم دبئی کی سرپرستی میں یہاں ایک عالمی سیمینار منعقد کیا گیا، جس میں تقریباً چار سو مندوبین اور بہت سی جامعات اور مراکز علمیہ کے علماء و اسکالر شریک ہوئے، یہ سیمینار دولۃ الامارات میں شیخ زایدؒ کی یاد کے موقع پر منعقد کیا گیا تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ متحدہ عرب امارات ایک ایسا ملک ہے جو امن و آشتی اور صلح و رواداری کا پُرزور داعی اور علم بردار ہے، اس کا زور اس پر بہت زیادہ ہے کہ احترام آدمیت اور باہمی رواداری کی فضا عام کی جائے، سبھی انسانوں کے درمیان احترام و اکرام اور حلم ومحبت کا تعلق عام کیا جائے، متحدہ عرب امارات جہاں دوسو قومیت کے افراد زندگی گزار رہے ہیں، ان میں عفوو درگذر اور تسامح و بردباری کا جو بہترین نمونہ سامنے آیا

ہے، اس کو دنیا کے سامنے زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے۔

اس موضوع پر معہد کے رئیس اعلیٰ سمو الشیخ نہیان بن مبارک نے اپنے پیغام میں اس کے اغراض ومقاصد پر مفصل روشنی ڈالی، اس عظیم اجتماع میں سمو الشیخ محمد بن راشد آل مکتوم نائب رئیس الدولہ ورئیس مجلس الوزراء حاکم دبئی بھی تشریف فرما تھے، دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی دامت برکاتہم بھی اس عالمی کانفرنس میں شریک ہوئے، یہ ناچیز ان کی رفاقت میں بھی کانفرنس کے پروگراموں میں شریک ہوا، اس موقع پر بہت سے علماء خاص طور پر سعودی عرب کے علماء سے ملاقاتیں ہوئیں، علمائے کویت میں ڈاکٹر عبداللہ المعتوق اور جناب ڈاکٹر عبداللہ بیہ وغیرہ جیسی اہم شخصیتوں سے ملاقات کا اتفاق ہوا، خصوصی بات یہ رہی کہ اس موقع پر دادا جان کے بہت سے ایسے شاگرد ملے جن سے عرصہ دراز سے ملاقات نہیں ہوئی تھی، وہ حضرات ملاقات کر کے بہت ہی خوش اور مسرور ہوئے، سمینار کی دعوت پر ہندوستان سے بھی کئی علماء شریک ہوئے اور ان حضرات سے بھی ملاقات ہوئی۔

(۲) ”منتدى تعزيز السلم في المجتمعات المسلمة“ میں حضرت بانیٔ جامعہ کی شرکت:

دوسرا اہم پروگرام ”منتدى تعزيز السلم في المجتمعات الإسلامية“ ہے، جس میں حضرت بانیٔ جامعہ مدظلہ نے شرکت فرمائی، اس کے صدر معالی الشیخ عبداللہ بن بیہ حفظہ اللہ ہیں، اس کا قیام سمو الشیخ وزیر الخارجیہ عبداللہ بن

زاید آل نہیان کی سرپرستی میں عمل میں آیا، اس کا پیغام بھی باہمی احترام ومحبت کی فضا عام کرنا ہے، اس کی اکثر کانفرنسوں میں داداجان مدظلہ کو شرکت کی دعوت دی گئی اور وہ ان میں شریک بھی ہوئے، اس مؤتمر کا پانچویں دفعہ اجلاس ۵-۷/دسمبر ۲۰۱۸ء کو ابو ظبی میں منعقد ہوا، اس میں تقریباً پانچ سو (۵۰۰) مندوبین نے شرکت کی۔

اس کی پہلی نشست ۵/دسمبر سہ شنبہ کو منعقد ہوئی، جس کا موضوع "**حلف الفضول في الإسلام**" مقرر کیا گیا تھا، اس میں حلف الفضول کی ضرورت واہمیت پر اظہار خیال کیا گیا۔

آخری نشست ۷/دسمبر جمعہ کو ہوئی، جس میں "**فقه المعاهدات والمواثيق في الإسلام**" کے موضوع پر مقالات پڑھے گئے، اس آخری نشست میں مقالات کی تلخیص پیش کی گئی، داداجان مدظلہ کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی، تو یہ ناچیز اُن کے ہمراہ شریک ہوا، ہمارا قیام اس موقع پر ابوظبی کے ہوٹل اتحاد ٹاور میں تھا، اللہ تعالیٰ دونوں ہی سمیناروں کو ہر اعتبار سے کامیابی سے ہمکنار فرمائے، اجلاس کے اختتام کے بعد العین واپسی ہوئی۔

وزارت اوقاف جمہوریہ مصر عربیہ کی انتیسویں عالمی مؤتمر میں داداجان کی شرکت

بقلم: ڈاکٹر فریدالدین ندوی

چوں کہ داداجان نے جامعہ ازہر سے پی ایچ ڈی بھی کی ہے اور موجودہ شیخ الازہر ڈاکٹر احمد الطیب داداجان کے ساتھ العین یونیورسٹی میں عقیدے کے پروفیسر رہ چکے ہیں اور بھی وہاں کے علماء سے داداجان کے تعلقات ہیں جن میں خاص طور پر وہاں کے وزیر اوقاف ڈاکٹر محمد مختار جمعہ سے بار بار رابطہ عالم اسلامی اور ابوظبی میں ”منتدی تعزيز السلم بين المجتمعات الإسلامية“ کے پروگراموں میں شرکت اور ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں، خصوصی طور پر داداجان کو بھی ابوظبی سے اس مؤتمر میں شرکت کی دعوت دی اور ان کے مرافق کی حیثیت سے اس ناچیز کا ویزہ اور ٹکٹ بھی بھجوادیا، دعوت نامہ ۱۲/جنوری کو ملا جس میں وقت کی تنگی کی وجہ سے سفر مشکل تھا لیکن انھوں نے فون کے ذریعہ بار بار اصرار کیا، اس لیے اس عالمی کانفرنس میں شرکت کے لیے ہمارا ابوظبی سے ۱۸/جنوری ۲۰۱۹ء کو ۳/بجے مصری ایرلائنس سے قاہرہ کا سفر ہوا،

ایر پورٹ پر مؤتمر کے مندوبین نے ہمارا استقبال کیا وہاں سے ہم کو کونرڈ ہوٹل لائے جو قاہرہ کا سب سے بڑا ہوٹل ہے جہاں تمام مہمانوں کو ٹھہرایا گیا تھا اس میں کانفرنس ہال بھی ہے یہ میدان تحریر کے قریب واقع ہے، پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ اس وقت خواص ، علماء و مفکرین کا نیچے اجتماع ہو رہا ہے، وہاں سب سے ملاقات ہوئی، معالی الوزیر ڈاکٹر محمد مختار جمعہ نے پر تپاک استقبال کیا اور اپنے داہنی طرف بیٹھنے کا اشارہ کیا، پروگرام میں مؤتمر کے مقاصد اور اس سلسلے میں جو چھوٹے چھوٹے پمفلٹ شائع کیے گئے تھے اس کا معالی الوزیر نے تعارف کرایا اس کے بعد ڈاکٹر عبد السلام العبادی امین عام ''المجمع الفقهي الإسلامي'' جدہ نے تقریر کی، اس کے بعد وزیر صاحب نے داداجان کی طرف لاؤڈ اسپیکر کو بڑھایا کہ دو منٹ میں اپنے تاثرات بیان کریں داداجان نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کی ان تالیفات پر جو نوجوان نسل کے لیے تیار کر رہے ہیں اس پر مبارکباد دی اور نوجوانوں کو اسلام کی روح اور مزاج سمجھنے کی طرف متوجہ کیا جائے ان کے دلوں میں اسلام اور اس کی تعلیمات کی عظمت قائم کرنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی طرف دعوت دینا بھی ضروری ہے تاکہ باقی امور سہل ہو جائیں۔

معالی الوزیر نے یہ بھی کہا کہ آپ نے شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی کتاب ''لمعات التنقیح'' پر جو تحقیق کر کے شائع کیا ہے بہت اچھا کام ہے، نصوص کے ضبط کرنے اور مختصر حواشی تحریر کرنے کی کوشش کو سراہا، یہ بھی کہا کہ اس سے کتاب سے

استفادہ اور محدث شیخ عبدالحقؒ کی آراء سے فائدہ اٹھانے میں مجھے بہت مدد ملی اور ان کے بہت سے اقوال میں نے اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں جو دوسری کتابوں میں نہیں ملے، انہوں نے دادا جان کی اس بڑے مجمع میں حوصلہ افزائی فرمائی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو دن کے قیام میں ایک اچھی تعداد نے آ کر اجازت حدیث لی، اس میں کویت، لبنان ،ترکی کے علاوہ قاہرہ اور جامعہ ازہر کے علماء بھی تھے۔

اس مؤتمر میں ۸۰؍ ملکوں سے دوسو (۲۰۰) علماء نے شرکت کی اور ۴۲؍ مقالات پیش کیے گئے، اس مؤتمر کی تفصیلات اور مقالات پر پورا ایک مجلّہ شائع کیا گیا ہے، اس موقع پر سعودی عرب کے وزیر اوقاف ڈاکٹر عبداللطیف آل شیخ اور ان کے ساتھیوں سے اچھی ملاقات رہی، اردن کے وزیر اوقاف اور دیگر علماء سے ملاقات ہو کر خوشی ہوئی کہ ہماری کتابیں ان سب کے پاس موجود ہیں، خاص طور سے بخاری شریف کے نسخے کو بہت اہمیت دی گئی اور اس کا ایک نسخہ دادا جان نے ڈاکٹر محمد مختار جمعہ وزیر اوقاف کو پیش کیا انہوں نے باقاعدہ اسے ٹی وی پر دکھایا اسی طریقے سے اس کا دوسرا نسخہ شیخ الازہر ڈاکٹر احمد الطیب کو پیش کیا گیا اس لیے کہ دوسرے دن ۲۰؍ جنوری کو تدریب الائمہ والوعاظ کی نئی بلڈنگ کا افتتاح تھا جو قاہرہ شہر سے تقریباً ایک گھنٹہ کی مسافت پر تعمیر کی گئی ہے، عمارت بہت ہی شاندار ہے اور تمام ضروریات کا اس میں خیال رکھا گیا ہے، یہ معلوم ہوا کہ وزارت اوقاف نے اس میدان میں ایک سو طلبہ کو پی ایچ ڈی مکمل کرایا ہے اور بیرونی طلبہ کو بھی ان کی شرائط کے ساتھ اس میں قبول

کررہے ہیں اوراس کا پورا خرچ بھی مصر کی وزارت اوقاف دے رہی ہے، چنانچہ ہم اس کے افتتاح میں شرکت کے لیے وہاں حاضر ہوئے، اور ہمارے لیے خصوصی گاڑی ابوظبی کے وزیر اوقاف ڈاکٹر محمد مطر الکعبی نے کر رکھی تھی، وہاں تقریب میں خصوصی بات ڈاکٹر محمد مختار جمعہ نے یہ بیان کی کہ اگر کوئی طالب علم علمی کمال پیدا کرے تو وہ ہم کو مطلوب ہے، ہم ایسے ہی طلبہ کی مدد کرتے ہیں، آپ ہندوستان سے بھیجنا چاہیں یا کسی بھی ملک سے ہم ان کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔

پروگرام کے ختم ہونے کے بعد وہاں پر دادا جان کا خیال ہوا کہ شیخ الازہر سے ملاقات کرلی جائے چنانچہ ہم لوگ جامعہ ازہر پہنچے، معلوم ہوا کہ وہ موجود تھے لیکن کسی خاص پروگرام کے تحت چلے گئے ہیں اب واپسی نہیں ہوگی لیکن ان کے مستشار موجود ہیں انہوں نے ہمارا استقبال کیا، بخاری شریف کے نسخہ کو دیکھ کر کہا کہ امام اکبر شیخ الازہر شیخ سلطان بن زاید آل نہیان کو شکریہ کا خط لکھیں گے اور اپنا عنوان لکھوایا کہ اپنے طلبہ کے داخلہ وغیرہ کے سلسلے میں مجھ سے رابطہ رکھیں، وہاں سے ہماری واپسی ہوٹل میں ہوئی اور مغرب بعد اجازت حدیث کی مجلس دادا جان کے کمرے میں ہوئی، اس کے بعد جلسہ کا اختتامی پروگرام تھا، اختتام کے بعد شام کا کھانا اور واپسی کا پروگرام تھا دادا جان سے بہت لوگ ملے، وزیر اوقاف نے کہا کہ آپ کو ہر سال آنا ہے، اگر انتظام وغیرہ میں کسی طرح کی کمی رہ گئی ہو تو اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

یہ معلوم ہوا کہ جامعہ ازہر میں اس وقت چالیس ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں، اس میں ایک شعبہ ہے جس کا نام "مشيخة الأزهر" ہے جس کے ماتحت کئی شعبے ہیں، ایک شعبہ میں

اجانب کے لیے عربی زبان کی تعلیم کا نظام ہے، شیخ الازہر کی کتابیں اور ان کے مقالے مختلف زبانوں اردو، جاپانی اور لبنانی وغیرہ میں ترجمہ کر کے تقسیم کیے جاتے ہیں، جامعہ ازہر میں تقریباً ۳۵ر ندوی طلبہ زیر تعلیم ہیں، ان میں بعض ہمارے جامعہ اسلامیہ سے پڑھ کر جامعہ ازہر گئے ہیں، برادر مکرم فراز کوثر جو ہمیشہ ساتھ ساتھ رہے ان کے ہمراہ بہت سی کتابیں خریدی گئیں اور مختلف مزاروں پر حاضری ہوئی، جن میں امام شافعیؒ، شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ، امام سیوطیؒ اور مسلمہ بن مخلدؓ قائد اسلامی وغیرہ کے مزارات شامل ہیں۔

داداجان نے بتایا کہ مصر میں علامہ سیوطی نے اپنی کتاب **"در السحابة فيمن دخل مصر من الصحابة"** تالیف کی، جس میں ۱۰۲۴ر صحابی کی آمد کا تذکرہ ہے اور وہ اس زمین میں مدفون ہیں، الحمدللہ ان کی قبر کی زیارت اور ایصال ثواب کی سعادت نصیب ہوئی، داداجان نہیں جاسکے تھے لیکن یہ ناچیز اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان مزاروں پر حاضر ہوا، ان میں ایک تعداد طلبہ کی داداجان سے ملاقات کے لیے آئی اور گفتگو ہوئی، اور یہاں سے پڑھنے کے بعد کیا کریں اس سلسلے میں بات ہوئی، معلوم ہوا کہ بعض پی ایچ ڈی کر کے معمولی تنخواہ پر پڑے ہوئے ہیں، داداجان نے ان سے کہا کہ آپ کے لیے بہتر ہندوستانی مدارس ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم لوگ خلیج میں کوشش کررہے ہیں لیکن بات بنتی نظر نہیں آرہی ہے اس سلسلے میں مناسب مشورہ کی گذارش ہے، داداجان سے ان کی دیر تک گفتگو رہی، ۲۱ر جنوری کی صبح کو ساڑھے ۹ر بجے کے جہاز سے قاہرہ سے ابوظبی ہماری واپسی ہوئی اور خیر وعافیت کے ساتھ الحمدللہ ڈیڑھ بجے ہم ابوظبی مطار پر پہنچ آئے اور عصر کے وقت اپنے مستقر العین آگئے۔

حضرت بانئ جامعہ کی ایک عالمی کانفرنس میں شرکت

ابوظبی کے ولی عہد سمو الشیخ محمد بن زاید آل نہیان حفظہ اللہ کی سرپرستی میں ۳،۴؍فروری ۲۰۱۹ء کو''المؤتمر الإسلامي للأخوة الإنسانية'' کے موضوع پر ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں پوری دنیا سے دینی وفکری شخصیتوں کو جمع کیا گیا تھا، اس مؤتمر میں تقریباً چھ سو (۶۰۰) مندوبین شریک ہوئے، اس مؤتمر کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں مجلس حکماء المسلمین کے صدر محترم جناب ڈاکٹر احمد الطیب شیخ الازھر مصر، اور کلیسا کاتھولیکیا کے بابا فرانس نے شرکت کی، اس مؤتمر کا مقصد دنیا کے سامنے محبت و رواداری وسلامتی کا پیغام دینا تھا، اسلام ہر ایسے بلند پیغام کے لیے اولیں ترجیح رکھتا ہے، جو انسانیت کو باغ و بہار بنائے رکھے، اور یہ اسلام کی خصوصیت بھی ہے، انسانیت کی ہمدردی اور رواداری کے تئیں قرآن وسنت کے اندر کثرت سے ہدایات وارد ہوئی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الخَلْقُ عِيَالُ الله، فأحَبُّ الخَلْقِ إلى الله من أَحْسَنَ إلى عِيَالِه''.

''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ وخاندان ہے، لہٰذا مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اللہ کے کنبہ کے ساتھ احسان اور اچھا برتاؤ کرے''۔

اس مؤتمر کو اس حیثیت سے تاریخی قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس کی بنیاد حکومت ابوظبی کے مؤسس وبانی سمو الشیخ زاید بن سلطان آل نہیان طیب اللہ ثراہ کے تسامح

ورواداری اوران کی تجویز کے مطابق رکھی گئی ہے،اس مؤتمر میں ہمارے داداجان محترم حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری مدظلہ العالی کوبھی مدعو کیا گیا،داداجان نے کانفرنس کے پروگرام میں شرکت فرمائی،اس کانفرنس کے جملہ پروگراموں اورنشستوں میں شریک اصحاب علم ودانش سے حضرت دادا جان کی ملاقاتیں رہیں۔

یہ بات بھی گوش گذار کرنی ہے کہ اس وقت امارات حکومت کی ریاست ابوظبی اخوت وانسانی رواداری کا مرکز بنی ہوئی ہے،اس کی دعوت یہی محبت واخوت کا پیغام ہے،اس موقع پر مختلف مما لک سے آئے ہوئے علماء نے حضرت داداجان مدظلہ سے اجازت حدیث لی،داداجان کے مرافق ومعاون کی حیثیت سے جناب پروفیسر ڈاکٹر ولی الدین صاحب ندوی زیدمجدکم ناظم جامعہ اس مؤتمر میں شریک ہوئے، دوسرے دن ہمارے عم مکرم جناب ناصرتقی الدین صاحب بھی دادا جان کے ساتھ شریک ہوئے،یہ مؤتمر ابوظبی کے فندق قصر الامارات میں منعقد ہوئی تھی،اسی میں مہمانوں کے قیام کا انتظام بھی کیا گیا تھا،اس کا سارا انتظام وانصرام مجلس حکماء المسلمین کے ذمہ تھا،اس مجلس کے صدرمحترم شیخ الازھر جناب ڈاکٹر احمد الطیب صاحب ہیں، اوراس کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر سلطان رمیثی (ابوظبی) ہیں،ڈاکٹر رمیثی صاحب نے داداجان کا بہت لحاظ وپاس رکھااور بے حد اکرام واحترام کا معاملہ پیش کیا،اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے،۵؍فروری کی شام کواس مؤتمر سے العین واپسی ہوئی۔

دبئ کے مذاکرۂ علمی میں حضرت بانیٔ جامعہ کی شرکت

بقلم: مولانا عبیداللہ شمیم قاسمی

کلیۃ الدراسات الاسلامیہ والعربیہ دبئ، متحدہ عرب امارات کا ایک مشہور ادارہ ہے، اس کے زیر اہتمام ہر دو سال کے بعد حدیث شریف کے موضوع پر ایک عالمی سمینار منعقد کیا جاتا ہے، اس میں بہت سے علماء و محققین شرکت کرتے ہیں، اور اپنے بیش قیمت مقالات پیش کرتے ہیں جو بعد میں کتابی شکل میں شائع کئے جاتے ہیں۔

امسال یہ عالمی سمینار ۱۲-۱۴/ مارچ ۲۰۱۹ء کو منعقد کیا گیا، مذاکرہ کا موضوع "حماية الوطن في السنة النبوية" تھا، اس کی افتتاحی نشست میں بانیٔ جامعہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب نے خصوصی دعوت کی بنا پر شرکت کی، حضرت مولانا کا قیام جود ہوٹل میں تھا، جہاں یہ سمینار منعقد کیا گیا تھا، سمینار میں آئے

ہوئے بہت سے علماو محققین اور ذمہ داروں سے ملاقاتیں رہیں، اس کلیہ کے ڈائریکٹر جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن شافعی حضرت مولانا کے خاص شاگرد ہیں، انہوں نے سمو الشیخ سلطان بن زاید آل نہیان حفظہ اللہ کے دیوان سے حضرت مولانا کی تحقیق وتعلیق سے مزین کتاب ''لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح'' کے نسخے منگوا کر مہمانوں کے درمیان ہدیۃً تقسیم کرائے۔

دوسرے دن صبح کے جلسہ میں شرکت کرنے کے بعد حضرت مولانا مدظلہ اس کے مدیر سے اجازت لے کر العین واپس آگئے اس لیے کہ آپ کا ہندوستان کا سفر تھا، البتہ پروفیسر ڈاکٹر ولی الدین ندوی صاحب (ناظم جامعہ اسلامیہ) جو اس کلیہ میں ۲۰/سال سے حدیث شریف پڑھا رہے ہیں تمام پروگراموں میں شریک ہوئے۔

رمضان المبارک میں حرمین شریفین کا سفر

بقلم: ڈاکٹر فریدالدین ندوی

حسب سابق دادا جان کے رمضان المبارک میں حرمین شریفین کے سفر کی تیاریاں ہورہی تھیں، سموالشیخ سلطان حفظہ اللہ کے دیوان کی طرف سے مکہ مکرمہ اور مدینہ شریف میں ہوٹل کی بکنگ بھی ہوچکی تھی کہ اچانک رابطۂ عالم اسلامی مکۃ المکرّمہ کی طرف سے جناب ڈاکٹر محمد بن عبدالکریم العیسی جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی کا دعوت نامہ موصول ہوا کہ ۱۳-۱۶/ رمضان المبارک کی تاریخوں میں خادم حرمین شریفین ملک سلمان بن عبدالعزیز کی سرپرستی میں ایک عالمی کانفرنس منعقد ہورہی ہے، جس میں شرکت کے لیے آپ کو اپنے رفیق سفر کے ساتھ آنا ہے، چنانچہ ازسرنو دوبارہ سفر کی تیاری کی گئی، ابوظبی میں سعودی عرب کے سفارت خانہ سے اس ناچیز اور داداجان دونوں کا ویزا لگوادیا گیا، بعد میں معلوم ہوا کہ کانفرنس کی تاریخ ملتوی ہوکر ۱۳-۱۶/ رمضان کے بجائے ۲۲-۲۴/ رمضان طے کی گئی ہے، اس لیے کہ اخیر عشرہ میں خادم حرمین شریفین کا قیام مکہ مکرمہ میں رہتا ہے ان سے سلام کا موقع مل

جائے گا، ہماری تیاری ہوچکی تھی اس لیے ہم یہاں سے ۱۴ر رمضان المبارک کو شام ساڑھے ۴ر بجے طیران امارات کے ذریعہ جدہ کے لیے روانہ ہوئے، احرام کی چادریں اپنے مکان العین سے ہی پہن لی گئی تھیں اور نیت دبئی کے ایرپورٹ کی مسجد سے عصر کی نماز سے پہلے کی گئی، اس عالمی مؤتمر کی مناسبت سے دادا جان نے ایک مقالہ ''الإسلام يدعو إلى الاعتدال والوسطية'' کے عنوان پر تیار کر کے رابطہ عالم اسلامی کو بھیج دیا تھا، اس کی کچھ کاپیاں اپنے ساتھ رکھ لی گئی تھیں، چنانچہ ہمارا جہاز جدہ سعودی عرب کے وقت کے مطابق ساڑھے ۵ر بجے کے قریب پہنچا، وہاں رابطہ عالم اسلامی کے مندوبین نے ہمارا استقبال کیا اور کار کے ذریعہ مکہ مکرمہ فندق مردان للمؤتمرات جو جبل عمر پر بنایا گیا ہے اس میں قیام کے لیے ہم لوگوں کو روانہ کیا گیا، ہم وہاں عشاء کے قریب پہنچے، ہوٹل کی کاروائیوں کے بعد کمرے میں سامان وغیرہ رکھ کر حرم شریف میں عشاء کی نماز ادا کرنے کی کوشش تھی مگر حرم شریف میں نماز شروع ہوچکی تھی، اس لیے ہم لوگوں نے وہاں عشاء کی نماز پڑھی اور تراویح کے درمیان ہی میں طواف اور سعی سے فارغ ہوگئے، اس کے بعد ہوٹل واپس آئے، ہوٹل حرم شریف سے خاصے فاصلہ پر تھا، دادا جان کا قیام ہمیشہ حرم سے قریب ہی فندق فیرمونٹ یا زمزم ہوٹل میں رہتا تھا، یہاں سے ان کے آنے جانے میں گرچہ مواصلات کا نظام بھی تھا مگر کافی دقت تھی اس لیے ہوٹل ہی میں جماعت کر لیتے تھے، ۱۵ر رمضان کو فراغت کا وقت تھا اس کی درمیانی شب میں چند عرب طلبہ ہوٹل ہی میں حدیث شریف کی

اجازت کے لیے آ گئے، جن کو حدیث مسلسل بالاولیہ اور بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھا کر اور اس پر حسب عادت مختصر بیان کر کے دادا جان نے وثیقۃ الاجازۃ مرحمت فرمایا اور دعا کی۔

رابطہ کی طرف سے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ ۲۱ر رمضان المبارک بروز اتوار کو ہوٹل کی مسجد میں تمام مہمان ۱۲ر بجے حاضر ہو جائیں، اور نماز کے بعد قاعۃ المحاضرات میں سب لوگ آ کر بیٹھ جائیں اس لیے کہ مؤتمر کا اسی میں ڈیڑھ بجے افتتاح ہونے والا ہے اگرچہ افتتاح میں تھوڑی تاخیر ہوئی، چنانچہ اس افتتاح میں تلاوت قرآن کے بعد معالی الدکتور محمد بن عبد الکریم العیسیٰ کا بیان تھا، ان کے بعد سماحۃ الشیخ عبد العزیز مفتی عام مملکت سعودیہ عربیہ اور رابطہ عالم اسلامی کی تقریر تھی، ان کے علاوہ معالی الشیخ عبد اللہ بیہ اور دیگر حضرات کے بیانات تھے اور یہ جلسہ تقریباً پونے چار بجے اختتام کو پہنچا، نماز عصر کے بعد اِسی ہال میں مقالات خوانی کا پروگرام تھا، ہر مقرر کو ۵ر منٹ وقت دیا گیا اور یہ سلسلۂ مقالات مغرب کے قریب ۶ر بجے ختم ہو گیا، اسی دن رات میں تراویح کے بعد بعض اہل علم نے آ کر دادا جان سے اجازت حدیث لی، بہت سے علماء اور دکاترہ سے ملاقات کا موقع ملا اور دوسرے دن کا جلسہ بھی ظہر کے بعد شروع ہوا جس میں مقالہ نگاروں کو ۵ر منٹ کا موقع دیا گیا تھا اور یہ عصر سے پہلے ختم ہو گیا اور عصر کے بعد پھر یہ سلسلہ چلا اور تقریباً ۶ر بجے اختتام پذیر ہوا، اس دوران دادا جان سے بہت سے علماء ودکاترہ جس میں مصر کے وزیر اوقاف ڈاکٹر محمد مختار جمعہ اور ملیشیا یونیورسٹی کے رئیس قسم اور معالی الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی جن سے دادا جان کے قدیم سے تعلقات چلے آ رہے ہیں ان سے ملاقات رہی، اس کے علاوہ پاکستان

کی یونیورسٹی کے ڈائرکٹر اور برونائی یونیورسٹی کے ڈائرکٹر اور ڈاکٹر ابولبابہ جو جامعہ زیتونہ کے سابق صدر اور دارالقران کے موجودہ صدر ہیں ان سبھی حضرات سے ملاقاتیں رہیں، چوتھے دن منگل کو اختتامی جلسہ تھا اس کا اعلان تھا کہ نماز ظہر کے بعد شروع ہو کر ڈھائی بجے ختم ہو جائے گا لیکن جلسہ تاخیر سے شروع ہوا اس لیے تقریباً ۳/ بجے اختتام ہوا، اسی دن ہم لوگوں کو ۳/ بجے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہونا تھا، اس لیے ہم نے اپنے سامان کو تیار کر لیا اور رات ہی میں طواف وداع سے فارغ ہو گئے اور ہم ساڑھے ۳/ بجے مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر مغرب سے پہلے دارالتقویٰ ہوٹل مدینہ منورہ پہنچے جو ہمارے لیے پہلے سے بک تھا، وہاں بھی مولانا اسماعیل گجراتی اور دیگر احباب سے ملاقات ہوئی، چنانچہ عشاء کی نماز حرم شریف میں پڑھی گئی، اور عشاء کے بعد حضور پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں تمام اعزہ واقارب اور دوستوں کا سلام پہنچایا گیا، واپسی میں بہت سے احباب سے ملاقاتیں رہیں، تراویح کے بعد ایک جماعت اجازت حدیث کے لیے حاضر ہوئی جس میں ڈاکٹر عبدالسلام جیسے اہم آدمی تھے اس لیے داداجان نے حدیث مسلسل بالاولیہ اور حدیث إنما الأعمال بالنيات پڑھا کر اور مختصر کلام کر کے اجازت دی، ان علماء میں جناب مولانا حماد بخاری بہت فاضل آدمی تھے، اس وجہ سے داداجان نے درس کا اپنے بیان میں اہتمام فرمایا تھا، اگلے روز جمعہ تھا اور جمعہ کی تیاری کرنی تھی اور سنیچر کی شب میں تراویح و تہجد کے بعد صلاۃ وسلام کا معمول بنایا گیا، اس وقت مجمع کم تھا، پورے سکون سے روضۂ پاک پر سلام پڑھنے اور نماز ادا کرنے کی توفیق ہوئی، یہی حال تیسرے دن بھی تھا، سنیچر کو تراویح کے بعد ہم لوگ اپنی قیام گاہ پر آئے، وہاں قریب ہی مسجد میں ۱۲/ نمبر کمرہ میں

بھائی نثار دودھ والے کے لڑکے کا ولیمہ تھا، جس کا نکاح مسجد نبویؐ میں ہوا تھا، ولیمہ میں شریک ہوئے، وہاں سے فارغ ہوکر ہم لوگ ایر پورٹ کے لیے روانہ ہوئے جس کا انتظام پہلے سے کر رکھا تھا، جہاز کا وقت ۳۵-۴ بجے تھا، ایر پورٹ پر فجر کی نماز پڑھی گئی اور آرام سے وہاں سے دبئی اور پھر العین اپنے مستقر پر بخیر وعافیت صبح ۱۰ ربجے ہم لوگ واپس آ گئے، فالحمد للہ علی ذلک۔

مؤتمر منتدى تعزيز السلم في المجتمعات المسلمة میں داداجان کی شرکت

بقلم: ڈاکٹر فریدالدین ندوی

منتدی تعزیز السلم جو ابوظبی میں وزیر خارجہ معالی الشیخ عبداللہ بن زاید آل نہیان کی سرپرستی میں قائم ہے، جس کے رئیس معالی الشیخ عبداللہ بن بیہ ہیں جو مشہور عالم اور موریتانیا میں وزارت کے عہدہ پر فائز رہ چکے ہیں، اس منتدی کے پانچ بڑے بڑے اجلاس ہو چکے ہیں، ان میں سے ایک اہم اجلاس ۳ رسال قبل مراکش میں ہوا تھا اس میں بھی ہمارے دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی دامت برکاتہم کی شرکت ہوئی تھی اور وہاں کے وزیر اوقاف جناب احمد توفیق صاحب نے خاص طور پر دادا جان کا اہتمام کیا تھا۔

منتدی کی یہ عالمی کانفرنس ۹-۱۱ ردسمبر ۲۰۱۹ء کو ابوظبی کے مشہور ہوٹل (ریٹس کالٹن) میں منعقد ہوئی تھی، جس کا افتتاح ابوظبی کے وزیر معالی نہیان بن مبارک آل نہیان وزیر تسامح کے خطاب سے ہوا تھا، انہوں نے یہ خطاب صدر منتدی کی نیابت

کے طور پر پیش کیا تھا، جس میں تسامح کی اہمیت اور مختلف مذاہب وفرق کے لوگوں میں باہمی تعلق بیان کر کے اس مؤتمر کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔اس مؤتمر میں کئی سو علماء نے شرکت کی، جس میں رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبدالکریم بن العیسی کے ہمراہ ایک وفد بھی شریک ہوا تھا، اس کے علاوہ مصر کے مفتی ڈاکٹر شوقی علام اور وہاں کے وزیر اوقاف ڈاکٹر محمد مختار جمعہ بھی شریک تھے، پاکستان کے وزیر اوقاف نورالحق قادری اور مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کے علاوہ برطانیہ ک گرجا گھروں کے جنرل سکریٹری اور امریکہ کے یہودیوں کی عبادت گاہوں کے ذمہ دار، اسی طرح سکھ مذہب اور دوسرے فرقوں کے نمائندے بھی شریک ہوئے، اس کانفرنس میں دادا جان کو خصوصیت سے شرکت کی دعوت دی گئی تھی، یہ ناچیز بھی بطور مرافق شریک تھا، ہم لوگ ۸/ دسمبر کی شام کو مؤتمر کی گاڑی سے ہوٹل میں پہنچ گئے تھے، ہوٹل میں کئی علماء سے ملاقاتیں رہیں، خصوصاً معالی الشیخ عبداللہ بن بیہ اور کویت کے صدر کے مستشار ڈاکٹر عبداللہ معتوق اور ڈاکٹر محمد مطر الکعبی رئیس الشؤون الدینیۃ والاوقاف ورئیس مجلس الامناء جامعہ محمد خامس ابوظبی وغیرہ شامل ہیں، موریتانیا کے مفتی محمد مختار امبالہ، ڈاکٹر محمد عمار اور سعودی عرب کے بعض علماء اور خلیج کی ریاستوں سے آئے ہوئے بعض دکاترہ سے ملاقات رہی، خصوصی بات یہ پیش آئی کہ موریتانیا کے مفتی اعظم نے دادا جان سے اجازت حدیث طلب کی، اس کا درس ہوا اس میں شرکت کرنے والوں میں کثیر التصانیف مشہور عالم السید علوان اور دوسرے بعض علماء

شریک ہوئے ان میں ڈاکٹر عمار مرغینی سابق وزیر اوقاف سوڈان وغیرہ بھی تھے، درس کے بعد سب کو وثیقۃ الاجازہ دیا گیا۔

اس جلسے میں درس حدیث کا موقع مل جانے سے ڈاکٹر محمد مطر الکعبی کو بہت خوشی ہوئی، آخری جلسہ میں شرکت کر کے ۱۱ر دسمبر کو ہم لوگ العین واپس آ گئے۔

ایک اہم اور خوشی کی بات یہ پیش آئی کہ انڈونیشیا اور ملیشیا کے وفد نے داداجان کو حدیث پر محاضرہ پیش کرنے کے لیے وہاں آنے کی دعوت دی، معالی الدکتور عبداللہ معتوق حفظہ اللہ نے کویت کے لیے داداجان اور اس ناچیز کے پاسپورٹ کے لیے اپنے سکریٹری کو ہدایت دی، لیکن ابھی تاریخ کا تعین نہیں ہو سکا۔

کویت کا ایک علمی ودعوتی سفر

بقلم: ڈاکٹر فریدالدین ندوی

اس سے پہلے اہل کویت کی دعوت پر داداجان نے گذشتہ سال سفر کیا تھا، ان لوگوں کی دعوت کا مقصد بخاری شریف کا سماع تھا، دوسرے سفر میں بھی اسی مقصد کے لیے دعوت دی تھی، لیکن کویت پہنچنے کے بعد وہاں موسم اس طرح خراب تھا شدت کی سردی اور بوندابادی کی وجہ سے کوئی بڑا پروگرام مناسب نہیں ہوسکا، اس لیے کہ لوگوں کی آمدورفت میں دشواری تھی۔

بہرحال ۱۰ر فروری ۲۰۲۰ء کو دبئی ایرپورٹ سے ۱۲ر بجے روانہ ہوکر ۱۲ر بجکر ۵۰ر منٹ پر وہاں کے ٹائم سے ہم لوگ کویت پہنچے، ایرپورٹ پر ڈاکٹر عبداللہ معتوق داعی کے مندوب نے ہمارا استقبال کیا، وہاں سے ہم لوگ پراون ہوٹل میں پہنچے، جہاں ہمارا کمرہ بک تھا، عصر کے بعد کویت کے وکیل وزیر اوقاف اور دوسرے لوگوں نے ملاقات کی۔

دوسرے دن ہمارا پروگرام ڈاکٹر عبداللہ معتوق کی آفس میں ملاقاتوں کا تھا، داداجان نے ان کو بخاری شریف کا نیا نسخہ جو دارالقلم سے طبع ہوا ہے اور اس کے ساتھ

”ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء“ یہ دونوں کتابیں امیر کویت کے نام ہدیہ کیں، وہاں کی مجلس کے بعد امیر سے ان کی ملاقات کا پروگرام تھا، انہوں نے کہا میں ابھی ان کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں اور آپ کے سلام کے ساتھ دونوں کتابیں پیش کروں گا، اس ملاقات کے بعد ہم لوگ ہوٹل آ گئے، یہاں پر بعض لوگوں نے آ کر اجازت حدیث لی۔

۱۲؍ کو ہمارا پروگرام کویت یونیورسٹی میں تھا، وہاں بھی اجازت حدیث شریف کی مجلس ہوئی، اس میں کویت کے سب سے بڑے عالم استاذ ڈاکٹر عبد الغفار شریفی رئیس قسم الشریعۃ والقانون نے بھی اجازت حدیث کی مجلس میں شرکت کی اور دادا جان نے ان کو وثیقۃ الاجازۃ لکھ کر دیا، وہاں مختلف موضوعات پر گفتگو رہی، پھر ہماری ہوٹل واپسی ہوئی۔

تیسرے دن بھی یہ سلسلہ قائم رہا لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے دادا جان نے واپسی کا تقاضہ کیا، اس لیے تیسرے دن ہم لوگ امارات کی فلائٹ سے واپس آ گئے، پھر طے ہوا کہ آئندہ آپ کا پروگرام ایسے موقع پر رکھا جائے جس میں آپ چند دن قیام کریں اور زیادہ سے زیادہ لوگ مستفیض ہو سکیں۔

تیسرا باب

یورپ وافریقہ کے اسفار

برطانیہ کا
''علی میاں ندویؒ سیمینار''
میں شرکت

بقلم: ڈاکٹر ولی الدین ندوی

برطانیہ کے سفر کے لیے والد محترم کے نام متعدد بار دعوت نامے آئے، مگر مقدر سے سفر کے لیے موانع پیش آتے رہے، ادھر شروع جولائی ۲۰۰۰ء میں مسلم کمیونیٹی فورم کی طرف سے دعوت نامہ آیا پھر فون سے بھی اصرار ہوا کہ ۳۰؍جولائی کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی شخصیت پر ایک سیمینار رکھا گیا ہے جس میں ہندو پاک سے مشاہیر علماء اور برطانیہ کے اہل علم کو دعوت دی گئی ہے، اس میں آپ کی شرکت بھی ضروری ہے، ۲۶؍جولائی تک مجھے سفر میں تردد تھا، مگر بالآخر سفر طے ہو گیا اور والد محترم حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی اور برادر عزیز نصیر الدین کی معیت میں سفر کا عزم کر لیا گیا، روانگی سے ایک دن پہلے فون آیا کہ کوئی مقالہ بھی ہو تو بہتر ہے، اس لیے والد صاحب نے نہایت عجلت میں ''مفکر اسلام حضرت مولانا علی

میاں صاحب اور مشائخ وقت کی ان پر خصوصی نظر“ کے عنوان سے ایک مقالہ تیار کیا، اب بھی اس مقالہ کے چند گوشے نامکمل ہیں جس کی وجہ وقت کی کمی اور بعض مراجع کی عدم دستیابی تھی۔

ہم لوگ ۲۷/جولائی ۲۰۰۰ء بروز پنجشنبہ دبئی ایرپورٹ سے مانچسٹر کے لیے روانہ ہوئے، مسلسل ساڑھے سات گھنٹے کے بعد ہم برطانیہ کے مقامی وقت کے مطابق تقریباً ساڑھے بارہ بجے دوپہر کو وہاں کے ایرپورٹ پر پہونچے، اسی جہاز میں جناب مفتی احمد خانپوری صاحب جو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے مفتی ہیں ان سے بھی ملاقات ہوئی، ایرپورٹ پر ۲۵، ۳۰/حضرات استقبال کے لیے موجود تھے، ان میں مولانا یوسف متالا صاحب بھی تھے جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے خلیفہ و شاگرد ہیں، برطانیہ میں سب سے بڑا انہیں کا مدرسہ ہے، ان کے علاوہ فلاح دارین ترکیسر کے ناظم مولانا عبداللہ صاحب کاپودری جو والد صاحب کے دیرینہ احباب میں ہیں اپنے صاحبزادوں کے ساتھ موجود تھے، ہمارے داعی و میزبان ظفر بھائی اور ان کے رفقاء بھی تھے، جن میں بالخصوص مولانا ایوب صاحب سورتی بھی ہیں جو حضرت مولانا ابرارالحق صاحب کے خلیفہ و مجاز اور برطانیہ میں دعوۃ الحق مرکز کے ذمہ دار ہیں، ان حضرات کی دید و ملاقات سے ایسی مسرت ہوئی کہ سفر کی تکان کا احساس تک نہ رہا، ایرپورٹ سے ہم لوگ بھائی ظفر صاحب کی گاڑی میں مولانا ایوب صاحب کے مکان پر (Batly) آئے جو مانچسٹر سے ۷۰/میل کے فاصلہ پر ہے، وہیں ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا، جناب مولانا ایوب صاحب نے اپنے قریب آکس لینڈ روڈ پر بھائی اسماعیل کے مکان پر رہائش کا انتظام کیا تھا، ان کا مکان خالی تھا، ہم نہایت آرام کے

ساتھ اس مکان میں رہے، شام کا کھانا ظفر بھائی کے رفیق کار محمد بھائی کے یہاں تھا، یہ بھی کانفرنس کے منتظمین میں سے تھے، یہیں پر مولانا سید سلمان حسینی ندوی کا قیام بھی تھا جو لکھنؤ سے اس سیمینار میں شرکت کے لیے آئے تھے، کھانے کے بعد تبلیغی مرکز جانا ہوا جو ڈیوز بیری میں واقع ہے، اس اجتماع میں تبلیغ کے کئی ذمہ دار برصغیر سے آئے تھے، چنانچہ یہاں بھائی عبدالوہاب صاحب، مولانا زبیر الحسن صاحب، مولانا سعد صاحب اور مولانا احمد لاڈ صاحب وغیرہم سے ملاقات و گفت وشنید کا موقع ملا، برطانیہ میں نو واردوں کے لیے نماز کے اوقات کا معاملہ بھی بڑا عجیب اور دلچسپ ہوتا ہے، ظہر ڈیڑھ بجے، عصر ساڑھے سات بجے مغرب ساڑھے نو بجے اور عشاء ساڑھے دس بجے ہوتی ہے، چونکہ انگلینڈ میں رات بہت چھوٹی ہوتی اور تقریباً ڈیڑھ بجے رات ہی میں صبح صادق نمودار ہوجاتی ہے اس لیے ہم لوگ ڈیڑھ بجے رات ہی میں فجر کی نماز پڑھ کر سو گئے، جب انگلینڈ میں رات کے ڈیڑھ بجتے ہیں تو ہندوستان اور امارات میں صبح ہو چکی ہوتی ہے، اس کا اثر یہ ہوا کہ معمولی نیند آئی اس کے بعد نیند بالکل اچاٹ ہوگئی، یہاں پر نو بجے صبح تک سونے کا عام معمول ہے، چنانچہ جب ہم نے صبح ۸/ بجے باہر جھانک کر دیکھا تو کہیں کوئی آدمی نظر نہیں آیا، ہر طرف سناٹا تھا، ساڑھے آٹھ بجے کے بعد سے دودھ اور اخبار فروش نظر آنے لگے، ۹/ بجے صبح مولانا ایوب صاحب ناشتہ لے کر پہونچے اور صاحب مکان نے چائے وغیرہ پیش کی اس وقت بڑا خوشگوار تھا یعنی کچھ ابر تھا اور دھوپ بھی تھی، میں اور برادرم نصیر الدین سلمہ چہل قدمی کرتے ہوئے اپنی قیام گاہ سے کچھ دور تک چلے گئے لیکن کچھ معلوم نہیں تھا کہ ہمیں جانا کہاں ہے، ہم نے ٹیکسی والے سے بس اتنا کہا کہ نزدیک کے کسی بازار لے چلو، اتفاق سے ٹیکسی ڈرائیور

ہندوستانی نژاد تھا، اس نے ہمیں (Batly) بازار پہونچا دیا، بازار تو چھوٹا تھا لیکن نہایت ہی مرتب اور صاف ستھرا تھا، ہم لوگ ایک سڑک پار کررہے تھے، جیسے ہی سڑک پار کر کے دوسری طرف پہونچے سامنے ایک پولیس والا نظر آیا، ہم کو دیکھتے ہی اس نے انگریزی طرز کا سلام کیا اور پوچھا کہ آپ لوگوں کو کہاں جانا ہے اور کس چیز کی ضرورت ہے، ہم نے اس کو بتایا کہ ہم یہاں اجنبی ہیں، ہمیں فلاں چیز کی ضرورت ہے، اس نے نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ اس چیز کی طرف ہماری رہنمائی کی، اس خوشگوار تجربہ کے بعد ہم لوگ بذریعہ ٹیکسی اپنی قیام گاہ پر آئے، جمعہ کا دن تھا، نماز جمعہ کی تیاری بھی کرنی تھی، نماز سے قبل والد صاحب کی تقریر بھی تھی، وقت تو آدھا گھنٹہ رکھا گیا تھا مگر لوگ دلچسپی سے سن رہے تھے اس لیے ۴۵ منٹ پر بیان ختم ہوا، مشہور حدیث ”إن الله یرفع بهذا الکتاب أقواماً ویضع به آخرین“ موضوعِ بیان تھا، جس میں تین چیزوں پر خاص طور پر توجہ دی گئی، ایک ایمان، دوسرے تقویٰ اور تیسرے بزرگوں سے تعلق، آخر میں حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے کچھ حالات واقوال کا ذکر ہوا، خاص طور پر ان کے تعلق مع اللہ اور تعلق مع العلماء کے پہلو کو نمایاں کیا گیا۔

نماز عصر کے بعد ہم لوگ مولانا ایوب صاحب مظاہری مجلس دعوۃ الحق کے مرکز میں گئے، وہاں براڈ فورڈ روڈ کی جامع مسجد میں علماء کے ساتھ ایک علمی نشست کا انعقاد کیا گیا تھا، جس میں مولانا عبداللہ سورتی کاپودری صاحب اور مولانا مفتی یعقوب صاحب قاسمی بھی موجود تھے، والد محترم کی گفتگو سے پہلے مولانا عبداللہ صاحب نے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی سے والد صاحب کے تعلق اور ان کی زندگی کے متعلق استفسار فرمایا تو گفتگو کا موضوع حضرت مولانا احمد صاحب

نور اللہ مرقدہٗ کا ذکر ہی رہا، والد صاحب نے موقع کی مناسبت سے علماء کے باہمی ربط وتعلق پر زور دیا کہ اس کی موجودہ دور میں سخت ضرورت ہے۔

کل ہند مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب (مرحوم) بھی سیمینار میں مدعو تھے، ان کا فون آیا تو ان سے ملاقات کے لیے مغرب سے قبل ان کی جائے قیام پر جانا ہوا، وہ مولانا یعقوب صاحب کے مکان پر مقیم تھے، اس ملاقات سے مولانا بھی بہت خوش ہوئے، بعض مخطوطات کے ذکر کے ساتھ دیگر کئی اہم مسئلوں پر گفتگو رہی، ہماری جامعہ اسلامیہ کے لئے بعض اہم مشورے دیئے، جن سے ان کی محبت وعنایت کا اندازہ ہوا، مولانا قاسمی مدظلہ کے علمی مشاغل میں فقہ حنفی کی بعض اہم غیر مطبوعہ کتابوں کی تحقیق وتعلیق کا اہم فریضہ بھی شامل ہے جس سے ہم طالبان علم کو خاص طور پر خوشی ہوئی، یہ ہند میں اپنی نوعیت کا بڑا اہم کام ہے، مغرب کی نماز زکریا مسجد میں پڑھی گئی، اصلاً یہ ایک قدیم چرچ ہے، اس کی عمارت پر تاریخ تعمیر ۱۸۷۵ء کندہ ہے، تائیدایزدی سے مسلمانوں نے اس کو خرید کر مسجد میں تبدیل کر دیا ہے، اس کا رخ پہلے سے پورے طور پر قبلہ رو ہی ہے۔

اگلے روز ۲۹ / جولائی کو ہم اپنی قیام گاہ پر ہی رہے، عصر کی نماز مدینہ مسجد باٹلی میں پڑھی، اس کے قریب ایک نیا مدرسہ تعمیر ہوا ہے، اس کے ذمہ داروں نے اس کی سیر کرائی محترم والد صاحب نے دعاء بھی کی، اتفاق سے مسجد میں ابوظبی سے ایک تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی جس میں العین کے تعلیمی امور کے ذمہ دار شیخ سہیل رکاز بھی تھے، پردیس میں ان حضرات کی دید سے قدرتاً مسرت ہوئی، مغرب کے بعد جناب مفتی ساچا صاحب اپنے مکان پر لے گئے، ان کے مکان پر اچھا کتب خانہ ہے، اس میں

مولانا محمد حسن سنبھلی صاحب کی کتاب تنسیق النظام اور ان کی ہدایہ کی شرح دیکھی، معلوم ہوا کہ یہ پاکستان سے طبع ہوئی ہے، عرصہ سے اس کی تلاش تھی اور یہیں مولانا شمیم صاحب برمی سے بھی ملاقات ہوئی، وہ حنفی علماء کے تراجم کے جمع و تدوین میں مصروف ہیں اور ہر مصنف کی جملہ تصنیفات کا رکارڈ تیار کررہے ہیں، مطبوعہ اور مخطوطہ کی نشاندہی بھی کرتے ہیں، ان کے کام میں سلیقہ نمایاں ہے انہوں نے علامہ بیری زاہ جو موطا محمد کے شارح ہیں ان کے حالات وتصنیفات کا چارٹ کمپیوٹر پر دکھایا جس سے معلوم ہوا کہ وہ پچاسوں کتابوں کے مصنف ہیں، ان میں صرف چار طبع ہوئی ہیں، ان کا یہ کام اگر مکمل ہو جائے تو اہل علم وتحقیق کے لیے یہ بڑا مفید ثابت ہوگا، ان سے معلوم ہوا کہ علامہ محمود ٹونکی کی کتاب معجم المصنفین چار جلدوں میں بیروت سے طبع ہوئی ہے، بقیہ جلدیں معجم المؤلفین پر کام کرنے والوں نے سستے داموں پر خرید لی تھی یہ کل ۲۵ جلدیں تھیں مگر اب وہ گویا نایاب ہیں۔

۳۰ر جولائی بروز اتوار حضرت مولانا علی میاںؒ سیمینار شروع ہوا، ہم لوگ مولانا ایوب صاحب کے ساتھ وقت مقررہ پر ۱۰ بجے صبح ڈیوز بیری کے بڑے ہال میں پہونچ گئے تھے، وہاں اور جن علماء سے ملاقاتیں ہوئیں ان میں سرفہرست قاضی مجاہد الاسلام صاحب، مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی، مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب، مولانا مفتی یعقوب صاحب قاسمی، مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب اور مولانا سید سلمان حسینی ندوی صاحب وغیرہم ہیں، امریکہ سے ڈاکٹر مزمل صاحب بھی شریک ہوئے، بڑی محبت سے پیش آئے، ندوہ میں والد صاحب نے ان کو پڑھایا بھی تھا اس کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا۔

والد صاحب کا مقالہ پہلی نشست میں ہی تھا جس کا موضوع ''مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندوی پر مشائخ وقت کی خصوصی نظر'' تھا چونکہ وقت صرف ۲۵ رمنٹ کا تھا، اس لیے مقالہ کے بجائے تقریر ہی مناسب خیال فرمایا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیبی نظام کے تحت حضرت مولاناؒ کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا ایسا خاص انتظام کیا تھا جو ہر کس وناکس کو نصیب نہیں ہوتا، ایسے باکمال اساتذہ میسر آئے جو بہت کم لوگوں کو میسر ہوتے ہیں، یہ سب کچھ اس غیبی تائید کے ساتھ ہوا، جس کی بظاہر کوئی عقلی توجیہ بمشکل سمجھ میں آئے گی، اللہ نے ان سے اس دور میں خصوصی طور پر اسلام کی ترجمانی کرائی جس کا پورے عالم کو اعتراف ہے، حضرت مولاناؒ کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ اپنے زمانے کے اکابر ومشائخ کے یہاں محبوب ومحترم تھے، خاص طور سے حضرت رائے پوریؒ، حضرت مولانا محمد الیاسؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ، حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اور حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ کو حضرت مولاناؒ سے انتہائی شفقت ومحبت تھی، نیز خود حضرت مولانا ندوی کو ان بزرگوں سے جو والہانہ تعلق تھا اس کا بھی ذکر کیا گیا اور اس کی مثالیں بھی پیش کی گئیں، آخر میں والد محترم نے فرمایا کہ حضرت کے مشن کو آگے بڑھانا اور اس کو ترقی دینا ہمارا فریضہ ہے، اس سلسلہ میں حضرت کے قائم مقام حضرت مولانا محمد رابع ندوی مدظلہ سے ربط وتعلق بہت ضروری ہے۔

دیگر مقررین میں مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب کی تقریر بڑی پُرکشش تھی اور شام کے سیشن کی آخری تقریر جناب مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب کی تھی، جو معلومات ومشمولات کے لحاظ سے بڑی اہم تھی، انہوں نے حضرت مولانا علی میاںؒ

کے افکار ونظریات پر جو روشنی ڈالی، شاید ان کا یہ خطاب الگ سے کتابی صورت میں شائع ہو، ان کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا اور میزبان مکرم بھائی ظفر صاحب اور ان کے رفقاء کا شکریہ ادا کیا گیا۔

۳۱/جولائی بروز شنبہ صبح ناشتہ کے بعد مولانا یعقوب صاحب سورتی اپنے دولت خانہ لے جانے کے لیے تشریف لائے، مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب کا قیام وہیں تھا، کچھ لمحات گزارنے کے بعد وہاں سے ہم لوگ تقریباً ۱۲/بجے روانہ ہوئے اور مولانا شعیب ناخدا کے ہمراہ پرسٹن (Preston) پہونچے جو باٹلی سے تقریباً ۵۰ میل کے فاصلے پر شمال مشرق میں واقع ہے، دوپہر کا کھانا مولانا شعیب ناخدا کے یہاں ہوا، چار بجے وہاں سے لنکاسٹر (Lancaster) گئے جو وہاں سے ۳۰/میل کے فاصلہ پر واقع ہے، یہاں مولانا اسماعیل واڈی لاجپوری نے ایک شاندار عمارت خرید کر بچیوں کی تعلیم گاہ بنا دیا، مدرسہ کا نام جامعۃ الکوثر ہے، ماشاء اللہ اس مدرسہ کی عمارت نہایت خوشنما ہے، یہ ایک پرفضا مقام پر واقع ہے، إنا أعطينا ک الكوثر کی ترجمانی زبان حال سے ہو رہی تھی، یہاں آدھا گھنٹہ قیام میں ایک مختصر بیان بھی ہوا، یہاں سے ہم لوگ پرسٹن واپس آئے، عصر کی نماز ساڑھے سات بجے مسجد پرسٹن میں ادا کی گئی، خدا کا شکر ہے کہ یہاں تقریباً گیارہ مسجدیں ہیں، ہم لوگوں نے جس مسجد میں عصر کی نماز ادا کی اس کے پاس ایک چرچ اور سکھوں کا گرودوارہ بھی ہے، یہاں مسلمانوں کی تعداد کم وبیش دس ہزار کے قریب ہے، یہاں بھی بیان ہوا، عشاء کی نماز ادا کی گئی، رات کا کھانا عبداللہ موٹا کے صاحبزادے ہاشم بھائی ڈیسائی کے یہاں طے تھا، یہاں مولانا یوسف متالا اور مولانا عبداللہ صاحب بھی موجود تھے،

رات مولانا شعیب صاحب ناخدا کے یہاں گذاری گئی، یہاں ترکیسر گجرات والوں کی تعداد خاصی ہے۔

یکم اگست بروز سہ شنبہ صبح کا ناشتہ مولانا شعیب ناخدا کے یہاں ہوا، میزبان مکرم تقریباً ۱۱؍بجے صبح دارالعلوم ڈیوزبری گئے جو یہاں سے ۲۲؍میل کی مسافت پر ہے، دارالعلوم کی عمارت ایک پہاڑی ٹیلہ پر واقع ہے، طلبہ کے سامنے ایک مختصر تقریری پروگرام بھی رکھا گیا، دوپہر کا کھانا مولانا یوسف متالا کے گھر تھا، قیلولہ حضرت مولانا ہاشم صاحب پٹیل کے گھر پر ہوا جو حضرت شیخ الحدیث صاحب کے خلیفہ ومجاز ہیں، یہاں سے عصر کے قریب دارالعلوم گئے، مولانا یوسف صاحب متالا کے ساتھ چائے وغیرہ پی گئی، پھر تقریباً ساڑھے چھ بجے ہم لوگ بولٹن کے لیے روانہ ہوئے، یہ بری سے قریب ۱۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے، یہاں مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی کے ایک صاحبزادے بھائی اسماعیل بھی تھے، یہاں کی جامع مسجد الرحمان میں عصر کے بعد بیان ہوا۔

مغرب کی نماز الفلاح مسجد بولٹن میں ادا کی گئی، ہم لوگ مولانا عبداللہ صاحب کے صاحبزادے بھائی اسماعیل صاحب کے گھر آئے، یہاں شام کے کھانے میں مولانا یوسف متالا، مولانا عبداللہ صاحب اور مولانا ایوب صاحب مظاہری بھی تھے، قاری یعقوب صاحب بھی ریونین سے آئے تھے، آپ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب کے خلیفہ ومجاز ہیں، کھانے کے بعد حضرت مولانا عبدالرحیم متالا مرحوم سے ٹیلی فون پر گفتگو ہوئی، اس عشائیہ کے بعد ہم مولانا ایوب صاحب مظاہری کے شاگرد قاری اقبال صاحب اور قاری مشتاق صاحب کے گھر آئے اور رات یہیں گذاری۔

۲؍اگست بروز چہار شنبہ صبح کا ناشتہ قاری اقبال اور قاری مشتاق صاحبان کے گھر ہوا، مولانا عبداللہ صاحب سورتی کاپودروی بھی موجود تھے، یہاں سے تقریباً ۱۰؍بجے ہم لوگ برمنگھم کے لیے روانہ ہوئے، یہ شہر بولٹن سے تقریباً سو کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، اس وقت ہلکی ہلکی بارش ہورہی تھی، ہم لوگ دو گھنٹہ میں برمنگھم پہونچے، یہاں صدام حسین کی مسجد کے قریب حضرت حکیم سعد رشید کے گھر جانا ہوا، یہاں آنے کا مقصد ان کے اہل خانہ سے تعزیت کا اظہار تھا، یہاں مرحوم کی اہلیہ اور ایک بچی موجود تھی، والد صاحب نے تعزیت اور دعاؤں کی تلقین کی، بیس منٹ قیام کے بعد یہاں سے ساڑھے بارہ بجے لسٹر شہر پہونچے، لسٹر شہر ایک صوبہ بھی ہے اور ایک شہر بھی، اس شہر میں تقریباً ۴۰ ہزار مسلمان ہیں، ۱۸ مسجدیں ہیں، یہاں ہم لوگ مجلس دعوۃ الحق کے مرکز میں ڈیڑھ بجے پہونچے، یہاں سے کچھ فاصلے پر مولانا محمد سلیم دھورات سے ملاقات ہوئی جنھوں نے الدعوۃ الاسلامیہ کے نام سے ایک مرکز قائم کر رکھا ہے، اس کی زیارت کی گئی، یہاں پہلے سے قاضی مجاہد الاسلام اور مولانا یعقوب سورتی بھی تشریف رکھتے تھے، دوپہر کے کھانے کے بعد مرکز کی باقاعدہ زیارت کی گئی، یہ مرکز درحقیقت غیر مسلم نوجوان طلبہ کو دائرہ اسلام میں لانے اور مسلم نوجوانوں کو بے راہ روی سے بچانے کی غرض سے قائم کیا گیا ہے، ظاہری اعتبار سے بھی سلیقہ نمایاں ہے، چند فعال نوجوان ہیں جن کی مساعی بارآور نظر آتی ہیں، یہاں سے ہم مجلس دعوۃ الحق کے مرکز واپس آئے، جہاں عصر کی نماز کے بعد والد صاحب کا بیان ہوا، تزکیۂ نفس کے سلسلہ میں قرآن کریم کی آیت ''یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ'' کی روشنی میں یہ بیان بڑا مؤثر رہا، مغرب کی نماز اسی مسجد میں

ادا کی گئی، بعد نماز شام کا کھانا کھایا گیا، مرکز دعوۃ الحق لسٹر کی نگرانی مولانا ایوب صاحب کے بھائی مولانا یونس صاحب سورتی کررہے ہیں، اس کے بعد ہم لوگ لندن کے لیے روانہ ہوئے، شہر لسٹر سے لندن تقریباً ۱۰۰ میل کے فاصلے پر ہے، رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ہم لوگ لندن پہونچے، اس وقت ہمارا قیام محمد بھائی لمباڈا اوران کے بھائی ہاشم لمباڈا کے یہاں لندن کے کلپٹن (Calpton) میں رہا۔

۳/اگست بروز پنجشنبہ محمد بھائی لمباڈا کے یہاں ناشتہ کیا گیا، اس کے بعد ہم مولانا ایوب صاحب اور حافظ شعیب صاحب کے ہمراہ برٹش انڈین لائبریری دیکھنے گئے، معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ابتدائی کاروائی میں کافی وقت لگ گیا، گائڈ نہ ہونے کی وجہ سے بھی کافی پریشانی ہوئی، کچھ دیر کے بعد ایک انگریز ڈاکٹر بیکر آئے جو عربی سکشن کے ذمہ دار تھے، انہوں نے مخطوطات کی چند فہرستیں دکھائیں، لیکن خاطر خواہ کوئی کتاب یا مخطوطہ نہ مل سکا، ڈاکٹر بیکر ٹوٹی پھوٹی عربی بول لیتے تھے، ڈیڑھ بجے ہم لوگ لائبریری سے نکل کر حافظ شعیب صاحب کے مکان پر گئے، دوپہر کی ضیافت انہوں نے ہی کی، پھر محمد بھائی لمباڈا کے مکان پر واپس آئے، مغرب وعشاء کی نمازیں شہر کی مسجد میں ادا کی گئی جو لمباڈا صاحب کے گھر سے قریب تھی، عشائیہ کے بعد مولوی احمد اشرف ندوی کے ہاں مدعو تھے، ان کا مکان مدینہ مسجد سے چند قدم کے فاصلہ پر ہے۔

۴/اگست بروز جمعہ والد صاحب کا بیان لندن میں بالہم کے علاقہ میں مولانا منور حسین صاحب کی مسجد میں نماز جمعہ سے قبل ہوا، جس کا عنوان جنگ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی دعا ”اللھم إن تھلک ھٰذہ العصابة لن تعبد“ تھی، نماز کے بعد مولانا منور حسین صاحب کے گھر گئے، کھانے کے بعد محمد بھائی کے

گھر واپس آ گئے، وہاں مدینہ مسجد میں والد صاحب کا بیان تھا، اس کے بعد ابوبکر سعید ندوی صاحب کے یہاں (Upton Park) لندن جانا ہوا، یہاں ایک بنگالی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی گئی، یہاں مولانا عبداللہ صاحب سورتی بھی آ گئے تھے، شام کے کھانے کی وہیں دعوت تھی، رات کو ۱۱ر بجے ہم لندن سیٹی دیکھنے گئے۔

دوسرے روز ۵ر اگست بروز شنبہ ۱۱ر بجے ہم آکسفورڈ گئے، جو لندن سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، یہاں ڈاکٹر فرحان نظامی صاحب سے ملاقات ہوئی، کھانے پر ان سے گفتگو سے بھی شاد کام ہوئے، ڈاکٹر اسحاق فرحان کے ساتھ آکسفورڈ یونیورسیٹی دیکھنے گئے، جو کئی مستقل بالذات کالجوں کا مجموعہ ہے، اس کی زیادہ تر عمارتیں بہت پرانی ہیں، چار سو سال کے قریب یہ قدیم عمارتیں اصلاً چرچ تھیں، جن میں کبھی عیسائیوں کی دینی تعلیم کا انتظام تھا، اب یہ عصری علوم کے کالج ہیں اور کالج کی اپنی مستقل حیثیت ہے جن میں ہر فن کے جدا شعبے ہیں، بوجوہ یہ دیگر یونیورسٹیوں سے ممتاز و نمایاں ہے، یہ تمام کالج گو اپنے شعبہ جات کے ساتھ مستقل ہیں، لیکن ان کا تعلق آکسفورڈ یونیورسٹی سے ہی ہے، بلکہ ان تمام کالجوں کے مجموعہ کا نام ہی آکسفورڈ یونیورسٹی ہے، دنیا کی اس مشہور دانش گاہ کی سیر میں برادرم اکرم ندوی اور مولانا ایوب صاحب سورتی بھی ہمراہ تھے، یہیں اسلامک اسٹڈیز سنٹر کو دیکھنے کی مسرت حاصل ہوئی، سنیچر کے دن کی وجہ سے دفاتر بند تھے لیکن چند دفتروں کو مولوی اکرم ندوی نے کھول کر دکھایا، یہ سنٹر آکسفورڈ سے بالکل متصل ہے، اس علمی زیارت کے بعد ساڑھے چار بجے مولوی اکرم ندوی صاحب کے گھر ہلکا سا کھانا کھایا گیا، اس موقع پر

مولوی ابو یوسف ریاض الحق بھی برمنگھم سے آ گئے تھے، سات بجے شام کوآ کسفورڈ سے ہیتھر وایر پورٹ کے لیے روانہ ہوئے، یہ ایر پورٹ آ کسفورڈ اورلندن کے وسط میں واقع ہے، ایر پورٹ پر مولانا ایوب صاحب کے بھائی مولوی یعقوب صاحب بھی آ گئے تھے، وقت مقررہ پر کارروائیوں سے نپٹ کر مولانا ایوب صاحب سے رخصت ہوئے، الحمدللہ ساڑھے آٹھ بجے صبح دبئ ایر پورٹ پر پہونچے اور ساڑھے دس بجے العین بخیرو عافیت پہونچ گئے، وللہ الحمد۔

چند ایام ماریشس اور ری یونین کے جزیرہ میں

بقلم: مولانا ڈاکٹر ولی الدین ندوی

حضرت والد صاحب دامت برکاتہم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں درس و تدریس کا سلسلہ ترک کر کے ۱۹۶۷ء کے اواخر میں حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے ایماء پر مدرسہ فلاح دارین ترکیسر گجرات آ گئے تھے، وہاں تقریباً چار سال کا عرصہ گذارا اور فلاح دارین کے شیخ الحدیث رہے، ترکیسر کا قصبہ گجرات میں ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے، حضرت موسیٰ جی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانے کے بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے ان کا یہ مستقر رہا ہے، یہیں پر ان کا مزار بھی ہے۔

حضرت موسیٰ جی ترکیسریؒ جو حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب (متوفی ۲؍رجب ۱۳۴۴ھ) (بانی مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ) کے شیخ ہیں، مدرسہ فرقانیہ تجوید قرآن و حفظ کے لئے ہندوستان میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، مولانا عین القضاۃ صاحب نے حضرت موسیٰ جی سے بیعت کی غرض سے ترکیسر کا سفر کیا تھا اور ان سے طریقۂ نقشبندیہ میں استفادہ کر کے ان کے خاص مسترشدین میں ہو گئے تھے۔

ترکیسر میں بہت زمانے سے ایک ابتدائی دینی مدرسہ قائم تھا، راوت فیملی جو ترکیسر ہی کی رہنے والی ہے لیکن اب یہ خاندان ری یونین میں آباد ہے، افرادخاندان وہاں تجارت کرتے ہیں، لیکن ترکیسر سے ہجرت کے بعد بھی اللہ کی توفیق سے انہوں نے اس مدرسہ کا غیر معمولی اہتمام کیا، یہاں تک کہ اس کو ایک جامعہ بنادیا، والد صاحب کے زمانۂ قیام میں وہاں کے لوگوں نے اور خاص طور سے راوت گھرانے نے بہت ہی محبت اور تعلق کا معاملہ رکھا تھا۔

مگر ۱۹۷۲ء کی ابتداء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ نے والد صاحب کو بذل المجہود شرح سنن أبی داود کی خدمت کے لئے اپنے پاس بلالیا، اس واقعہ کو تقریباً ۳۴ سال ہورہے ہیں، یہ طویل زمانہ ہے، خیال تھا کہ اہل گجرات بھول چکے ہوں گے لیکن ایسا نہیں ہوا، آج سے چھ سال پہلے انجلترا (باتلی) شہر میں حضرت مولانا علی میاںؒ پر ایک سمینار منعقد ہوا تھا جس میں والد صاحب کو بھی مدعو کیا گیا تھا، اس سفر میں یہ ناچیز بھی حضرت والد صاحب کے ساتھ حاضر ہوا تھا، وہاں کے جس ہال میں جلسہ منعقد ہوا تھا اس میں حاضرین کی تعداد چودہ پندرہ سو ہوگئی تھی، اکثر شرکائے جلسہ گجرات کے حضرات تھے، اختتام جلسہ پر بہت سے حضرات، والد صاحب سے مصافحہ وملاقات کے لئے آئے، جن میں ترکیسر کے حضرات کی تعداد کافی تھی، ان حضرات نے والد صاحب کے ساتھ بہت ہی محبت کا اظہار کیا، بعد میں دعوت دے کر اپنے یہاں لے گئے۔

اسی طرح چند سال قبل جنوبی افریقہ سے والد صاحب کے نام ایک دعوت نامہ آیا، حضرت والد صاحب کو جنوبی افریقہ کے سفر میں تردد تھا لیکن داعی نے اصرار

سے بتایا کہ ہم ترکیسر کے رہنے والے ہیں ہماری دعوت قبول کی جائے ، حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سفر کی ترغیب دی تھی ، چنانچہ حضرت والد صاحب نے دس دن کے لئے جنوبی افریقہ کے سفر کا ارادہ کیا اور مختلف شہروں میں بیان ہوا۔

جناب مولانا خلیل راوت صاحب جو جناب محترم حاجی موسیٰ جی کے صاحبزادے ہیں اور اس وقت فلاح دارین ترکیسر کے وہی سرپرست بھی ہیں، انہوں نے آج سے چھ ماہ پیشتر ری یونین کے سفر کی دعوت دی تھی حضرت والد ماجد صاحب مختلف مشاغل خاص طور سے بذل المجہود کی طباعت کے آخری مرحلے میں ہونے کی وجہ سے معذور تھے، نیز ہندوستان کا سفر ضروری تھا جس میں بنگلور و بھٹکل وغیرہ کا پہلے سے پروگرام طے تھا، اسی کے ساتھ جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کی نگرانی اور مرکز الشیخ ابی الحسن ندوی کے علمی کاموں کے اشراف کی شدید ضرورت تھی، اس لئے ہندوستان کا قیام طویل ہو گیا اور واپسی دیر سے ۱۰/ اگست کو ہوئی، ادھر مولانا خلیل راوت صاحب نے بتایا کہ ۱۹/ اگست کی تاریخ میں ہم نے ایک بڑے اجتماع کا انتظام کیا ہے جس میں یہاں کے سارے علماء شریک ہوں گے، اس میں عوام کا بھی مجمع ہوگا ان سب کا اعلان ہو چکا ہے، اس لئے والد صاحب کو تیار کریں کہ ۱۷/ اگست کو یہاں ضرور تشریف لے آئیں، والد صاحب کو میں نے مولانا راوت صاحب کا پیغام پہونچا دیا، انہوں نے یہ سن کر سفر کا ارادہ کر لیا۔

چنانچہ ۱۶/ اگست بروز بدھ ۱۱ بجے شب دبئی سے روانہ ہو کر ماریشس ساڑھے نو بجے صبح پہونچے ، وہاں پر جناب عبدالخالق راوت صاحب نے استقبال کیا ،

جمعرات وجمعہ کو وہاں پر قیام رہا، انہوں نے شہر کی سیر کرائی، عشاء کی نماز کے بعد ایک مسجد میں مختصر بیان ہوا، جمعہ کی نماز سینٹ لوئیس شہر کی جامع مسجد میں ادا کی گئی، نماز سے قبل نصف گھنٹہ بیان ہوا، حاضرین نے بہت غور اور دلچسپی سے سنا، یہاں کی اکثر آبادی ہندوستانیوں پر مشتمل ہے، اس کی مجموعی آبادی بارہ لاکھ ہے جس میں تقریباً دو لاکھ مسلمان ہیں، جمعہ کے روز پانچ بجے ری یونین جانا تھا، وہاں مولانا خلیل راوت صاحب کے علاوہ اور بہت سے حضرات انتظار کر رہے تھے لیکن یہ سفر ساڑھے سات بجے شام کو ہو سکا۔

ہم لوگ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ری یونین پہونچ گئے، وہاں اچھی خاصی تعداد علماء وفضلاء کی تھی جو دیر سے انتظار میں کھڑے تھے، سلام ومصافحہ کے بعد ہم لوگ وہاں سے روانہ ہو کر مولانا خلیل راوت صاحب کے دولت کدہ پر آئے اور وہیں قیام رہا، شام کے کھانے پر بہت سے حضرات موجود تھے جن میں ان کے والد محترم جناب موسیٰ جی راوت صاحب بھی تھے، والد صاحب سے ان کی ملاقات کا عجیب منظر تھا، فجر کی نماز کے بعد روزانہ والد صاحب کو مولانا خلیل راوت صاحب وغیرہ سمندر کے کنارے تفریح کے لئے لے جاتے تھے یہ بڑا دلکش منظر ہوتا تھا۔

۱۹؍اگست بروز سنیچر مدرسہ انس بن مالک لتحفیظ القرآن الکریم کی زیارت کے لئے گئے، جس کو مولانا خلیل راوت کے چچا جناب حاجی یوسف راوت مرحوم نے جو والد صاحب کے قدردانوں میں تھے قائم کیا ہے، اس کے پروگرام میں والد صاحب کو مولانا خلیل راوت صاحب لے گئے، وہاں مدرسین وطلبہ سے ملاقات ہوئی، بعض طلبہ نے حفظ قرآن وتجوید کا بہترین نمونہ پیش کیا، اس پر والد صاحب نے ایک

مختصر و جامع تقریر حفظ قرآن و تجوید کی اہمیت پر کی اور دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا، وہاں سے جناب فاروق یوسف راوت صاحب کے مکان پر جانا ہوا، انھوں نے دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا تھا، اور اپنے بھائیوں واعزہ وعلماء کو جمع کیا تھا، ان سب حضرات سے ملاقات وتعارف ہوا، اسی دن شام کو عشاء کے بعد وہاں کے ایک بڑے ہال میں بڑے جلسے کا پروگرام تھا جس کا بہت پہلے سے اعلان کیا جا چکا تھا، اس میں دور دراز سے علماء اور عامۃ الناس و مدرسوں کے طلباء و ذمہ داران شریک تھے، عورتیں بھی بڑی تعداد میں شریک تھیں جن کے لئے پردے کا خاص انتظام تھا، جلسہ میں مختلف پروگرام پیش کیے گئے جو زیادہ تر فرنچ زبان میں تھے، بچوں کے مکالمات و ڈرامے اور تجوید و حفظ کے نمونے بھی تھے اور وہاں کے کام کا تعارف بھی کرایا گیا، ساڑھے گیارہ بجے کے بعد حضرت والد صاحب کے استقبال میں ایک نظم پیش کی گئی، معلوم ہوا کہ مدرسہ فلاح دارین کے شیخ الحدیث مولانا ذوالفقار صاحب مرحوم نے بھجوائی ہے، جس کو قاری عبداللطیف پٹیل نے بہت ہی اچھے انداز میں پیش کیا، ان کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ مجمع بھی ان کے آہنگ میں شریک ہو گیا جس سے ایک خاص اثر ہو گیا، والد صاحب کے بیان اور دعا پر بارہ بجے جلسہ ختم ہوا۔

۱۹/اگست کوری یونین کے بڑے ہال میں جو جلسہ ہوا تھا اس میں جناب قاری عبداللطیف صاحب پٹیل نے یہ نظم خاص انداز سے پڑھی اور انھوں نے فرمایا ''جناب صدر! مہمان خاص حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری دامت برکاتہم کے ورود مسعود کے موقع پر نذرانہ ترحیب پیش کرنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہوئے چند اشعار گوش گذار کر رہا ہوں امید ہے کہ سماعت فرمائیں گے''۔

ایک مدت سے تھا جس کا انتظار آ ہی گیا ہو رہا تھا ذکر جس کا بار بار آ ہی گیا
بر سرِ مجلس ہوئی آمد تقی الدین کی دیکھ کر اربابِ مجلس کو قرار آ ہی گیا

جس کو کہتے ہیں تقی الدین ندوی اعظمی
جو ستاروں میں ہے کامل بدر وہ آ ہی گیا

مدرسہ قائم کیا جس نے مظفر پور میں لے کے ہاتھوں میں وہ حق کی ذوالفقار آ ہی گیا
شیخ زکریا اکیڈمی کا جو ہے اعزازی مدیر مجلس دینی میں ہو کے خندہ بار آ ہی گیا

جس کو کہتے ہیں تقی الدین ندوی اعظمی
جو ستاروں میں ہے کامل بدر وہ آ ہی گیا

خدمتِ دیں کے لئے جو کہ ابوظبی گیا دین و ملت کا وہی تو پاسدار آ ہی گیا
جو ابوظبی میں ہے اک چیف جسٹس کا مشیر مرحبا وہ باعثِ صد افتخار آ ہی گیا

جس کو کہتے ہیں تقی الدین ندوی اعظمی
جو ستاروں میں ہے کامل بدر وہ آ ہی گیا

جس کی تصنیفات کی تعداد تینتالیس(۱) ہے وہ محقق وہ محشی جاندار آ ہی گیا
او جز و بذل و دراری کو حواشی بھی دیئے پاک ہے جس کا قلم وہ زرنگار آ ہی گیا

جس کو کہتے ہیں تقی الدین ندوی اعظمی
جو ستاروں میں ہے کامل بدر وہ آ ہی گیا

جو رہا ندوے کا اک بافیض استاذِ حدیث بوالحسن ندویؒ کا پکا راز دار آ ہی گیا
اور ترکیسر میں ہیں جس کے نقوشِ دیرپا علم کا وہ بحرِ ناپیدا کنار آ ہی گیا

---

(۱) یہ تعداد اس زمانہ کی ہے، جس میں بعد میں کافی اضافہ ہو چکا ہے۔

جس کو کہتے ہیں تقی الدین ندوی اعظمی
جو ستاروں میں ہے کامل بدر وہ آ ہی گیا

مدرسہ تحفیظ قرآں جوری یونین میں ہے فرید — اس کے گلشن میں وہ رشک گل عذار آ ہی گیا
مرحبا کہتے ہیں دل سے آج مولانا خلیل — بلبلانِ دیں کے چہروں پر نکھار آ ہی گیا

جس کو کہتے ہیں تقی الدین ندوی اعظمی
جو ستاروں میں ہے کامل بدر وہ آ ہی گیا

۲۰ / اگست کو جناب مولانا خلیل راوت صاحب اور مولانا سعید انگار صاحب کی معیت میں ری یونین جانا ہوا جو فرانس کے تابع ایک چھوٹا اور سبزہ زار جزیرہ ہے، اس کی مجموعی آبادی آٹھ لاکھ ہے جس میں مسلمانوں کی تعداد ۸۰ ہزار ہے، خصوصیت سے گجراتی مسلمانوں کی تعداد پچیس ہزار کے قریب ہے، ان کی وہاں تجارتیں ہیں، انہوں نے اپنی دینی اور اسلامی روایات کو باقی رکھا ہے، پورے جزیرہ میں نہایت امن وامان ہے، مسلمانوں میں دینی تعلیم خصوصاً حفظ وتجوید کا بہت اہتمام ہے، ہم لوگوں کو ان حضرات نے اس خوبصورت جزیرہ کی سیر کرائی۔

جب ہم لوگ اس تاریخی سیاحت سے واپس ہوئے تو چار بجے شام کو سینٹ پال شہر کے لئے نکلے اور راستے میں خوبصورت مناظر کا مشاہدہ کرتے ہوئے وہاں کی جامع مسجد میں پہونچ گئے جہاں پر علماء کی خاصی تعداد منتظر تھی، حضرت والد صاحب نے حدیث مسلسل بالاولیۃ وصحاح ستہ کے اوائل پڑھا کر سب کو اجازت حدیث دی، وہاں پردے میں مستورات بھی تھیں، انہوں نے بھی اجازت حدیث لی اور حدیث شریف کی مناسبت سے مختصر بیان بھی ہوا۔

۲۱؍اگست کو۱۰ ؍بجے مختلف حضرات کی زیارت کے لئے نکلے، اس میں مولانا نورگت صاحب کے صاحبزادے عزیزم اسحاق نورگت کی دعوت پر ان کے گھر پر حاضری ہوئی، وہ اوران کے اعزہ بہت محبت سے پیش آئے، شام کے وقت عشاء کے بعد سینٹ ڈینس کی جامع مسجد میں جس سے متصل تبلیغی جماعت کا مرکز ہے، اسراء و معراج کی مناسبت سے وہاں بیان ہوا، اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہ اسلام ایک عالمی پیغام ہے جو دنیا کو انسانیت ومحبت کی دعوت دیتا ہے اس پہلو پر خاص طور پر زور دیا، اس تقریر کا ترجمہ مولانا محمد نورگت نے بہت اچھے انداز میں پیش کیا۔

۲۲؍اگست بروز منگل مولانا خلیل راوت صاحب، مولانا سعید انگار صاحب مولانا اسماعیل صاحب ، قاری سعید زبیراور قاری سعید نورگت کے ہمراہ حسب پروگرام ری یونین کے جنوبی ساحلی شہر سینٹ پیر کے لئے روانہ ہوئے ، راستہ مختلف پہاڑوں کے بیچ سے گزرا ہے، جس میں مختلف قدرتی مناظر کا مشاہدہ کرتے ہوئے ہم لوگ گزر رہے تھے، تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ہم کو بتایا گیا کہ یہاں پر دارالعلوم اشرفیہ ہے، جس میں بخاری شریف تک کی تعلیم ہوتی ہے، رک کراس کی سرسری زیارت کی گئی ، اس لئے کہ مدرسہ میں چھٹی ہو چکی تھی ، مدرسہ کے مہتمم مولانا محمد زکریا گنگات وغیرہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مدرسہ وکتب خانہ دکھلایا، ان کے کتب خانہ میں اوجزالمسالک کا جدید نسخہ دیکھ کر خوشی ہوئی، معلوم ہوا کہ اس سے قبل وہ العین آ کر مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے، ان کے مدرسے کا مختصر معائنہ بھی لکھا گیا۔

ظہر کے وقت ہم لوگ سینٹ پیر پہونچے ، یہاں کی جامع مسجد جوری یونین کی سب سے بڑی اور سب سے خوبصورت مسجد ہے اس میں ظہر کی نماز ادا کی گئی، علماء

اور وہاں کے حاضرین سے ملاقات ہوئی، جناب قاری یوسف پٹیل صاحب سے جو جناب مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب کے رشتہ دار ہیں ان کے یہاں کھانا کھانا تھا اور مولانا محمد اسحاق گنگات کے یہاں رات کا قیام رہا، وہ وہاں ''المرکز الاسلامی'' کے ناظم ہیں، ان کے علاوہ جناب قاری یعقوب صاحب اور حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہ کے کئی متعلقین سے وہاں ملاقاتیں ہوئیں۔

عصر کی نماز کے بعد ''المرکز الاسلامی'' کی زیارت کے لئے ہم لوگ گئے جس کے صدر مولانا سعید انگار صاحب اور اس کے ناظم مولانا محمد اسحاق گنگات صاحب ہیں، ان حضرات نے اپنی مخلصانہ جدوجہد سے ری یونین کے علماء کو مرکز سے جوڑ رکھا ہے اور متعدد کتابیں بالخصوص حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کی کتب فضائل کو فرنچ زبان میں شائع کیا ہے، نیز اس مرکز سے فرنچ زبان میں ایک مجلّہ بھی نکلتا ہے جو اس پورے علاقے میں پڑھا جاتا ہے، وہاں پر لوگوں کے فقہی و دینی سوالات کے جوابات کا بھی انتظام ہے، اچھا خاصا وہاں دینی کتابوں کا مکتبہ ہے، عشاء کی نماز کے بعد والد صاحب کا بیان تھا، اچھا خاصا مجمع تھا، تلاوت قرآن پاک کے بعد جناب قاری یعقوب صاحب نے جو حضرت مولانا حکیم اختر صاحب مدظلہ کے متعلقین میں ہیں، حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظم بہت ہی مؤثر انداز میں پڑھی، اس کے بعد والد صاحب کی تقریر ہوئی، جناب محمد پٹیل صاحب نے فرنچ زبان میں اس کا خوش اسلوبی سے ترجمہ کیا، رات میں مولانا اسحاق گنگات صاحب کے مکان پر قیام رہا۔

۲۳ر اگست کی صبح کو ناشتہ کے بعد جامع مسجد سے متصل مدرسہ تحفیظ القرآن

کی زیارت کے لئے لوگ والد صاحب کو لے گئے، بچوں نے حفظ وقراءت کے اچھے نمونے پیش کیے، والد صاحب نے مختصر بیان فرمایا، شام کو ساڑھے تین بجے ہم لوگ شہر سینٹ کے لئے روانہ ہوئے، راستے میں جناب یوسف راوت صاحب کے لڑکے یاسین راوت نے اپنے شاپنگ سنٹر کے لئے دعا کی دعوت دی تھی، چنانچہ وہاں پہونچ کر دعا کی گئی، اس کے بعد شہر سینٹ لیویس میں جناب مولانا اسماعیل صاحب کے داماد مولانا حسین صاحب جو نیوٹاؤن کراچی کے فارغ التحصیل ہیں ان کے یہاں عصر کی نماز پڑھی گئی۔

۲۴/اگست فجر کی نماز کے بعد مولانا خلیل راوت صاحب ہم لوگوں کو مدرسہ تحفیظ القرآن (تعلیم الاسلام) کی زیارت کے لئے لے گئے، استقبال کے لئے وہاں کے مہتمم مولانا معصومی صاحب وغیرہ موجود تھے، بچوں نے تجوید وقراءت کے اچھے نمونے پیش کیے، وہاں بھی ان لوگوں کی فرمائش پر معائنہ تحریر فرمایا، ناشتہ مولانا نورگت رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مولوی شعیب نورگت کے یہاں رہا، یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ مولانا نورگت صاحب مرحوم گجرات کے بڑے علماء میں تھے اوران کا حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے گہرا تعلق تھا، یہاں کے قیام میں ان کے چاروں صاحبزادے ایوب واسحاق، مولوی یوسف اور مولوی شعیب صاحبان بڑی عقیدت سے والد صاحب سے ملتے رہے، مولوی اسحاق نورگت کے گھر بھی جانا ہوا، یہاں بعض عورتیں بیعت بھی ہوئیں۔

اس کے بعد ہم لوگ یہاں کے مدرسۃ البنات گئے، یہاں مشکوٰۃ شریف تک کی تعلیم ہوتی ہے، یہاں والد صاحب کا مشکوٰۃ شریف کی اہمیت اور حدیث کی

کتابوں میں اس کا مقام اوراس کی شروح اور دیگر امور پر بہت علمی بیان ہوا، بعض طالبات کا علمی جواب بھی دیا، وہاں سے بارہ بجے کے قریب ہم لوگ حاجی یوسف راوت مرحوم کے داماد مولوی ابراہیم کے یہاں گئے، یہاں علماء کے ساتھ ایک خاص مجلس رہی، مختلف موضوعات پر گفتگو رہی، دوپہر کا کھانا بھی انہیں کے یہاں تھا، اس میں جناب حاجی موسیٰ راوت صاحب بھی موجود تھے۔

ظہر کی نماز پڑھ کر آرام کیا گیا اور ساڑھے چار بجے ایئرپورٹ کے لئے روانہ ہوئے، وقت مقررہ پر جہاز پر سوار ہوگئے، معلوم ہوا کہ جہاز خرابی کی وجہ سے ابھی پرواز نہ کر سکے گا لیکن تقریباً ساڑھے تین گھنٹہ کے طویل انتظار کے بعد یہ جہاز ماریشس پہونچا، پھر یہاں امارات ایرلائنس کے ذریعہ بحمد اللہ دبئی واپس آ گئے۔

ختم بخاری کے لئے برطانیہ کا سفر

۴؍اگست ۲۰۰۷ء

بقلم: مولوی اسعد عالم مظاہری ندوی

بہت دنوں سے برطانیہ کے سفر کے دعوت نامے مل رہے تھے، خصوصاً وہاں کے احباب میں مولانا محمد ایوب سورتی جن کا تعلق نانا جان حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری سے قدیمی رہا ہے اور جو حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ کے خصوصی خلفاء میں ہیں، لیسٹر برطانیہ میں مجلس دعوت الحق کے بانی ومؤسس اور سرپرست بھی ہیں اور اس وقت دار العلوم لیسٹر میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں، انہوں نے آج سے سات سال پیشتر جب برطانیہ باٹلی میں بعنوان حضرت مولانا علی میاں ندوی ایک سمینار کیا گیا تو اس میں نانا جان کو بھی شرکت کی دعوت دی تھی۔

حضرت مولانا ہردوئیؒ کو جب اس کا علم ہوا تو خصوصیت سے فرمایا کہ ہمارے مولانا ایوب سورتی کا خیال کیجئے گا اور ان کے مرکز کی بھی زیارت کیجئے گا، اس سفر میں بھی جناب مولانا ایوب سورتی شروع سے لے کر آخر تک ساتھ ساتھ رہے، اس مرتبہ جب مولانا محمد اسماعیل صاحب مہتمم دار العلوم کی طرف سے دار العلوم میں ختم بخاری کے لیے دعوت نامہ موصول ہوا اور مولانا محمد ایوب صاحب نے نانا جان سے

بات کی تو نانا جان کچھ تیار ہوئے، جب حضرت مولانا محمد رابع صاحب مدظلہ کو اس سفر کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اس سفر کے لیے خاص طور سے تاکید فرمائی۔

نانا جان ہندوستان سے ۲۴؍جولائی کو ابوظبی واپس تشریف لائے تو برطانیہ کے سفر کے لیے تیار تھے، انہوں نے مجھے اس سفر میں اپنے ساتھ رکھا، الحمدللہ سہولت سے برطانیہ کے ویزے کی کارروائی ہوگئی۔

۴؍اگست ۲۰۰۷ء کو یہ سفر دبئی ایرپورٹ سے طیران الامارات سے ساڑھے تین بجے دن میں شروع ہوا اور سات گھنٹے کے بعد برمنگھم ایرپورٹ، برطانیہ کے وقت کے مطابق مغرب سے پہلے پہونچے اور وہاں قانونی کارروائیوں سے بہت جلد فارغ ہوکر جب سامان لینے گئے تو معلوم ہوا کہ بڑا بیگ دبئی سے آیا ہی نہیں، اس میں نانا کی دوائیں اور کپڑے وغیرہ تھے، شکایت لکھوا کر باہر آئے تو وہاں تقریباً پچیس علماء جن میں مولانا محمد ایوب سورتی صاحب اور مولانا ادریس صاحب اور مولوی زکریا صاحب وغیرہ انتظار کررہے تھے، ملاقات وسلام ودعا کے بعد وہاں سے مجلس دعوت الحق آئے جہاں ہمارے قیام کا انتظام تھا، دوسرے دن ۵؍اگست کو مجلس دعوت الحق کی مسجد میں علماء وفضلاء کا اجتماع رکھا گیا جس میں تقریباً ساٹھ علماء نے شرکت کی، نانا جان نے اوائل صحاح ستہ اور مسلسل بالاولیہ اور حدیث الاسودین (التمر والماء) پڑھا کر اجازت دی اور مختصر تقریر کی، چوں کہ ہمارے ہمراہ وثیقۃ الاجازۃ موجود تھا اس لیے سب کے نام لکھ کر یہ سند ہر ایک کے حوالے کی گئی، اس کے بعد مجلس دعوت الحق کی مسجد ومدرسے کی زیارت کی گئی، یہ بالکل ہردوئی کے مدرسے کا نمونہ ہے، اس کے امام مولانا محمد ایوب سورتی صاحب کے داماد مولوی عمران ہیں جو قرآن بہت اچھا پڑھتے

ہیں، ان کی قراءت سے ہردوئی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے، اس کے اوپری حصے میں تصنیف وتالیف کی جگہ ہے اور اچھا خاصا کتب خانہ ہے، حضرت ہردوئی نوراللہ مرقدہ کی پسندیدہ کتابیں اوران کی تعلیمات کواردو کے علاوہ انگریزی زبان میں بھی شائع کیا جاتا ہے۔

۵/اگست کو ختم بخاری کا اصل جلسہ تھا جس کے لیے سفر کر کے نانا جان تشریف لائے تھے، یہاں ظہر وعصر میں کافی وقفہ رہتا ہے، تقریباً آٹھ بجکر چالیس منٹ پر عصر کی نماز ہوتی ہے اس لیے عصر سے دو گھنٹہ قبل جلسہ گاہ میں شرکت کے لئے جانا ہوا، جلسہ دیر سے چل رہا تھا، اس جلسے میں حدیث مسلسل بالاولیہ اور بخاری شریف کی آخری حدیث مع ترجمۃ الباب پڑھی گئی اوراس پر ایک مفصل تقریر ہوئی، مجمع علماء و فضلاء اور خواص اور طلبہ پر مشتمل تھا اور عوام الناس بھی کافی تعداد میں تھے، اس میں بخاری شریف کے اہم نکات بیان کئے گئے، اس کے بعد حفاظ کرام کی دستار بندی ہوئی، اس کے بعد وہاں سے واپس اپنے مستقر مجلس دعوت الحق آئے۔

مغرب کی نماز کے بعد وہاں کے مکاتب و مدارس کے بہت سے علماء ملاقات کے لیے آئے تھے، ان سے ملاقاتیں ہوئیں اور عشاء کی نماز کے بعد الحمدللہ سامان مل گیا، اس میں دوائیں تھیں جو بہت اہم تھیں، فجر کے بعد روزانہ باہر ٹہلنے کا معمول تھا، مولانا ادریس صاحب قریبی پارک میں اپنی گاڑی سے لے جایا کرتے اور آدھا گھنٹہ چہل قدمی کے بعد واپسی ہوتی، روزانہ کا یہی معمول رہا۔

۶/اگست دوشنبہ کے دن ساڑھے گیارہ بجے جناب مولانا سلیم دھورات صاحب جو نانا سے غیر معمولی تعلق رکھتے ہیں اور جوالعین تشریف لا کر دعوت بھی دے

چکے تھے، ان کے مدرسہ (ریاض العلوم، اکیڈمی) میں ختم مشکوٰۃ کا جلسہ تھا، اس میں علماء وفضلاء وطلبہ شریک تھے اور طالبات کی ایک جماعت جو وہاں مشکوٰۃ شریف پڑھ رہی تھی پردے میں وہ بھی موجود تھی، وہاں بھی بہت مؤثر بیان ہوا، مسلسل بالاولیہ اور اوائل صحاح ستہ پڑھ کر سب کو حدیث کی اجازت بھی دی گئی، مشکوٰۃ شریف پر بہت مؤثر بیان ہوا، دوپہر کا کھانا مولانا کے یہاں تناول کیا گیا اور وہاں سے واپسی ہوئی اور ان کے مدرسہ ومسجد کی جدید تعمیر جو بہت عظیم عمارت ہے اور زیر تعمیر ہے وہاں دعا کرائی، اس میں کافی لوگ شریک تھے۔

شام کو ایک بڑے مدرسے جامعہ علوم القرآن میں جس کے بانی جناب مولانا آدم صاحب ہیں بخاری شریف اور صحاح ستہ کے افتتاح کے موقع پر ایک مفصل تقریر کی، سامعین نے بہت دلجمعی سے سنا اور علماء کو اوائل پڑھا کر اجازت بھی دی اور مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے مستقر واپسی ہوئی۔

۷ر اگست بروز منگل ناشتے کے بعد سے مولانا زبیر صاحب کی گاڑی پر ڈیوزبری کے لیے روانہ ہوئے، وہاں مولانا محمد یوسف متالا صاحب کا مدرسہ ہے جو برطانیہ کا بہت قدیم مدرسہ ہے اور یہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کے ایماء پر قائم کیا گیا تھا۔

اس مدرسے کے قیام سے نانا جان کا بھی تعلق رہا ہے، اس لیے کہ مولانا یوسف متالا صاحب جب یہاں کی کسی مسجد میں امامت کرتے تھے انہیں ایام میں انہوں نے اپنی کتاب اطاعت رسولؐ تصنیف کی تھی، اس کتاب کی نظر ثانی اور مقدمہ لکھنے اور طباعت کی ذمہ داری حضرت نانا جان کو دی گئی تھی، اس کتاب کے آخری صفحہ

میں نانا جان نے پورے مدرسے کا نقشہ تحریر فرمایا اور یہ تحریر حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کو سنائی، اس پر حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور اس میں ایک سطر کا اضافہ بھی فرمایا، یہ کتاب جس وقت وہاں پہونچی تو مولانا محمد یوسف صاحب اور ان کے متعلقین کو شوق پیدا ہوا اور اس تحریر نے مولانا اور ان کے متعلقین میں مدرسہ بنانے کا جذبہ پیدا کیا، یہ خط اور اس کا جواب مکاتیبِ حضرت شیخ میں شائع ہو چکا ہے۔

مولانا محمد یوسف صاحب سفر میں تھے، لیکن اس مدرسے میں حاضری کے لیے مولانا نے اپنے متعلقین اور مولانا محمد ہاشم صاحب کو جو حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ ہیں پہلے سے اطلاع کر دی تھی، مدرسے میں حاضری ہوئی، بیان ہوا اور کتب خانے کی زیارت ہوئی، یہ سن کر خوشی ہوئی کہ اس مدرسہ میں ۴۴ طلبہ فارغ ہو رہے ہیں، وہاں سے مولانا ہاشم صاحب کے مکان پر حاضری ہوئی اور چائے ناشتہ کے بعد باٹلی شہر کے لیے روانہ ہوئے، کھانے کا انتظام مولانا اسماعیل کاپودری جو جناب مولانا عبداللہ کاپودری صاحب ناظم دارالعلوم ترکیسر گجرات کے صاحبزادے ہیں، انہوں نے اپنے ایک قریبی عزیز جناب فاروق بھائی مونگیرا صاحب کے یہاں انتظام کیا تھا جن کا دبئی میں قیام ہے، کھانے کے بعد مولانا اسماعیل صاحب کے یہاں آرام کیا، جناب مولانا عبداللہ صاحب کاپودری کے نانا جان سے دیرینہ تعلقات ہیں ان سے فون پر بات ہوئی، مولانا کا قیام کناڈا میں ہے، ان کی صحت کے لیے بخاری شریف کے ختم کے وقت خصوصیت سے دعا کی گئی تھی، اس سے انہوں نے خوشی کا اظہار فرمایا، ان کا آپریشن ہونے والا ہے، ان کے صاحبزادے مولانا محمد

اسماعیل صاحب نے اپنے والد محترم کی چند کتابیں ہدیۃً پیش کیں۔

وہاں سے عصر سے پہلے مانچسٹر کے لیے روانگی ہوئی، راستے میں مولانا زبیر صاحب اوران کے دوستوں نے ایک مسجد و مدرسہ کی نئی جگہ مانچسٹر میں خریدی ہے جس کی تکمیل کے لیے انہوں نے دعا کروائی، اس کے بعد مفتی یوسف ساچا صاحب کی دعوت پر باٹلی جانا ہوا، انہوں نے اوران کے متعلقین نے بہت زیادہ اہتمام فرمایااور مغرب کی نماز کے بعد علماء وفضلاء اور ائمۂ مساجد کا ایک بڑا اجتماع رکھا، اس میں تقریباً پچاس ساٹھ علماء وفضلاء شریک تھے، صحاح ستہ کے اوائل اور حدیث مسلسل بالاولیہ اور حدیث الاسودین (التمر والماء) پڑھ کر اجازت لی، انہوں نے اس سے پہلے نانا جان کی کتاب ''الدر الثمین بأسانید الشیخ تقی الدین'' جو حال ہی میں بیروت سے چھپ کر آئی تھی اور جس کے دوایک نسخے ساتھ تھے مفتی صاحب نے اس کا فوٹو لیا، اس لئے حدیث مسلسل بالاولیہ اور صحاح ستہ، موطأین، مسند امام احمد، شرح معانی الآثار للطحاوی اور مشکوٰۃ المصابیح کے اوائل پڑھا کر اجازت دی، رات میں جناب مفتی یوسف ساچا صاحب کے یہاں قیام تھا، ماشاء اللہ ان کے گھر میں بہت اچھا مکتبہ ہے اوردار العلوم بری میں وہ حدیث وفقہ کی بڑی کتابیں پڑھاتے ہیں۔

عشاء کے بعد مختلف لوگوں سے ملاقاتیں رہیں، اس کے بعد وہاں سے حسب پروگرام ساڑھے نو بجے تبلیغی مرکز کے لیے روانگی ہوئی جہاں بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف کی مناسبت سے تقریر کرنی تھی، راستے میں مولانا یعقوب کاوی صاحب نے ناشتے کا انتظام کیا تھا، ناشتے سے فراغت کے بعد ان کے مکتبہ کی زیارت کی، وہاں سے مرکز گئے جہاں مولانا احمد پٹیل اور مولانا یوسف صاحب انتظار کر رہے تھے، مولانا

یوسف درانی اور جابر بھائی بھی تھے جو ہمارے وطن اعظم گڑھ تشریف لا چکے ہیں۔

یہاں پر حدیث مسلسل بالاولیہ اور بخاری شریف و مشکوٰۃ شریف کی ابتدا و انتہا پر مؤثر تقریر ہوئی اور تبلیغی کاموں کو بھی اجاگر کیا گیا، علماء کے اصرار پر سب کو اجازت حدیث دی گئی، دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا، فارغ ہونے والے طلبہ کی تعداد ۳۴؍ تھی، دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، اسی سے متصل تبلیغی مرکز بھی ہے جو بہت صاف وشفاف ہے، اتنی صفائی کم دیکھنے کو ملتی ہے، وہاں دو لڑکوں نے عبارت پڑھی اور بہت اچھی عبارت پڑھی، معلوم ہوا کہ نحو وصرف کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، تبلیغی کام کے ساتھ ساتھ طلبہ کی تعلیمی نگرانی بھی کی جاتی ہے، اس کی مسجد نہایت شاندار اور وسیع ہے، وہاں سے ہمارا قافلہ مولانا ایوب صاحب سورتی اور مولانا یوسف درانی اور جابر بھائی کے ہمراہ لمبی مسافت طے کرتے ہوئے مولانا محمد یوسف متالا صاحب کے دوسرے مدرسے مدرسہ مدینۃ العلوم پہونچا، یہاں بھی دورۂ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے، یہاں کے مہتمم مولانا احمد پٹاس اور ان کے دوستوں نے استقبال کیا اور نہایت شاندار کھانا کھلایا، تھوڑی دیر آرام کے بعد قبل العصر پون گھنٹہ بیان ہوا، طلبہ وفضلاء سب کو حدیث کی اجازت دی گئی اور وہاں سے روانہ ہو کر مجلس دعوت الحق اپنے مستقر پر آگئے اور مختلف دوستوں سے ملاقات ہوئی اور یہ پتہ چلا کہ مولانا مفتی یونس صاحب جو حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب مدنی کے داماد ہیں ہمارے قافلہ میں شریک ہونے کے لیے رات میں تشریف لا چکے ہیں، ان کو شروع ہی میں شریک ہونا تھا لیکن کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی، رات میں مولانا اقبال اعظمی صاحب سے ملاقات ہوئی جنھوں نے ایک درجن سے زائد کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے، انہوں نے اپنی ساری کتابوں کو

دکھایا، خاص طور سے حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے، ان کے علاوہ ہمارے ایک عزیز جو لندن میں ہی رہتے ہیں، ان بھی سے ملاقات ہوئی۔

دوسرے دن ناشتے کے بعد براہ لندن ہماری واپسی تھی، دوپہر کا کھانا محمد بھائی لمباڑہ کے یہاں طے تھا جو حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کے متعلقین میں ہیں، ان کے یہاں کھانا کھا کر آرام کرنا تھا، اس کے بعد حسب پروگرام روانگی تھی، راستے میں مولانا شعیب مونگیرا کے مکتبہ کی زیارت کی جو لندن کا سب سے بڑا مکتبہ ہے، وہ ہماری تمام کتابیں مثلاً ''ذکر زکریا'' و ''بذل المجھود'' وغیرہ منگاتے رہتے ہیں، اس بات سے بھی خوشی ہوئی کہ ان کے والد، نانا جان کے شاگرد ہیں۔

راستے میں مولانا مفتی یونس کے ایک دوست کی دوکان کا افتتاح تھا، وہاں دعا کرائی گئی، اس کے بعد محمد بھائی لمباڑہ کے گھر پہونچے تو پتہ چلا کہ دس بارہ علماء آنے والے ہیں جن میں شیخ الحدیث دارالعلوم لندن مفتی فاروق صاحب اور ایک خاتون بھی تھیں جو ''نبراس الساری فی أطراف البخاری'' پر کام کر رہی ہیں، وہ دوسو میل کی مسافت طے کر کے حدیث کی اجازت لینے کے لیے آرہی تھیں، کھانے کے بعد اوائل پڑھا کر ان سب کو اجازت دی گئی اور اسانید پر دستخط کیے، وہاں آرام کر کے چار بجے ایر پورٹ روانہ ہوئے۔

اس مختصر سے قیام میں نانا جان کے کئی دوست احباب سے جن میں مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی بھی ہیں ملاقات نہ ہوسکی جس کا افسوس تھا، معلوم ہوا کہ وقت تنگ ہے اور ایر پورٹ کے لیے پہلے نکلنا پڑے گا، ایر پورٹ پر نانا جان کے پرانے دوست

محمد عبداللہ العتیبہ جو ابوظبی کے اعیان میں سے ہیں ان سے بات بھی ہوگئی تھی، وہ ایر پورٹ پر انتظار کر رہے تھے، انہوں نے لندن ایرپورٹ پر وہیل چیر کا انتظام کر دیا تھا جس سے کافی سہولت ہوئی، اس کے بعد مولانا ایوب سورتی صاحب اور مولانا مفتی یونس صاحب اوران کے ساتھیوں کو رخصت کر کے جہاز کے لیے روانہ ہوئے، جہاز اپنے وقت ۸/بجکر ۴۰/منٹ پر روانہ ہوا، مغرب وعشا اور فجر جہاز پر پڑھی گئی، ٦/بجکر ۳۰/منٹ پر دبئ آئے، وہاں سے گاڑی کا انتظام تھا، الحمدللہ ۸/بجکر ۴۰/منٹ پر اپنے مستقر العین پہونچ گئے۔

جد معظم و مکرم حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ العالی

کا

ایک علمی و حدیثی و دعوتی سفر

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

داداجان کا جیسا کہ معمول ہے کہ تعلیمی سال کے شروع اور اخیر میں بخاری شریف شروع اور ختم کرانے کے لیے ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لے جایا کرتے ہیں، اسی طرح دیگر مدارس والے بھی داداجان کو اس مبارک مناسبت سے دعوت دیتے رہتے ہیں، امسال جامعہ اسلامیہ لوسا کا زامبیا کے مہتمم مولانا یوسف ابراہیم صاحب اور مفتی ایوب صاحب کی طرف سے بخاری شریف ختم کرانے کے لیے داداجان کے نام دعوت نامہ موصول ہوا، طویل مسافت کے باوجود داداجان نے پورے انشراح کے ساتھ بتاریخ ۱۰ر مئی ۲۰۱۷ء زامبیا حاضری کی منظوری دے دی، جنوبی افریقہ اور مراکش کے سفر کے بعد یہ تیسرا لمبا اور طویل سفر تھا، اس کے دو اسباب و محرکات تھے، ایک تو یہ کہ داداجان کے شیخ و مربی و استاذ جلیل حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا

صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تقریباً ۴۰ سال قبل زامبیا تشریف لے گئے تھے، جس کا فیض آج تک وہاں پھل پھول رہا ہے اور دوسرا اہم سبب یہ تھا کہ دادا جان کے دیرینہ رفیق اور حضرت شیخؒ کے تلمیذ خاص اور خلیفہ ومجاز حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب کی وفات کا بڑا صدمہ تھا، ان کی وفات کے بعد ہی سے دادا جان متمنی تھے کہ زامبیا کا اگر کوئی سفر ہوا تو چپاٹا شہر میں حاضری ضرور دیں گے، جہاں مولانا علیہ الرحمہ مدفون اور ان کے صاحبزادے واہل خانہ مقیم ہیں، تاکہ ان کو تعزیت پیش کرنے کے ساتھ مولانا مرحوم کے مدرسہ ''معہد الرشید'' کی زیارت بھی ہو جائے، الغرض دادا جان نے دعوت نامہ قبول فرمالیا اور مفتی ایوب صاحب نے سفر اور ویزے کی کارروائی شروع کردی، دادا جان نے رفیق سفر کے طور پر اس ناچیز کا انتخاب فرمایا، کاغذات مفتی ایوب صاحب کو بھیج دیئے گئے، چند ہی دنوں کے بعد انہوں نے بتایا کہ ویزے کا Approval مل گیا ہے۔

پروگرام کے مطابق ۱۰ رمئی ۲۰۱۷ء مطابق ۱۳ رشعبان ۱۴۳۸ھ بروز چہار شنبہ بذریعہ EmiratesAirline دبئی سے لوساکا کے لیے جانا طے پایا، العین سے دبئی ایرپورٹ کے لیے مولانا حسان اختر صاحب ندوی اور بھائی اسعد عالم کی معیت میں روانہ ہوئے، وہاں پر عم مکرم مولانا ڈاکٹر ولی الدین صاحب ندوی موجود تھے، ان حضرات نے ہمیں دعاؤں کے ساتھ الوداع کہا، دبئی سے لوساکا کی دوری تقریباً ۵۳۸۸ کلومیٹر ہے، جو سات گھنٹے دس منٹ میں طے کی گئی، پہنچنے کے وقت لوساکا کے

اعتبار سے دوپہر کے ڈھائی بجے تھے، ایر پورٹ پر مولانا مفتی ایوب صاحب، مولانا ادریس صاحب، مولانا حکمت اللہ صاحب اور دیگر رفقاء کے ساتھ جامعہ کے اساتذہ موجود تھے، ان حضرات نے بہت ہی گرم جوشی، تواضع اور عقیدت کے ساتھ داداجان کا استقبال کیا، ملاقات کے بعد داداجان نے دعا کرائی۔

جامعہ اسلامیہ لوساکا کے لیے روانگی: ایرپورٹ سے مدرسہ کی دوری ایک گھنٹے سے کم ہی کی تھی، سامان اور ایرپورٹ کی کارروائی سے فارغ ہوکر **الجامعة الإسلامية** لوساکا کی طرف روانہ ہوئے، ہم لوگ مفتی ایوب صاحب کی گاڑی میں سوار تھے، ساتھ میں مولانا حکمت اللہ صاحب تھے، یہ دونوں حضرات وہاں کے حالات سے واقف کرارہے تھے، ایرپورٹ سے مدرسہ پہنچنے تک انہوں نے وہاں کی مساجد و مکاتب اور دینی سرگرمیوں کا خاصا تعارف کرادیا، کچھ دور پہنچے تھے کہ ایک مسجد نظر آئی جس کا نام مسجد التوحید تھا، اس میں ظہر کی نماز ادا کی گئی، نماز کے بعد ان دونوں نے مسجد اور اس میں واقع مکتب کے بارے میں بتایا، وہاں کے اساتذہ وطلباء نے دادا جان سے ملاقات ومصافحہ کیا، پھر آگے بڑھے تو کچھ ہی فاصلے پر ایک اور مسجد نظر آئی جو یہاں کی جامع مسجد اور تبلیغی جماعت کا مرکز بھی تھی، اور آگے بڑھے تو مسجد عمر بن الخطاب نظر آئی، یہ بہت ہی خوبصورت اور عالیشان مسجد تھی، مفتی ایوب صاحب نے بتایا کہ اس مسجد میں حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم نے گذشتہ رمضان المبارک میں اعتکاف فرمایا تھا، زامبیا کے حالات سنتے سنتے ہم لوگ

تقریباً ۴۵ منٹ میں ہم لوگ جامعہ اسلامیہ لوساکا کے احاطے میں پہنچ کر جامعہ کی خوبصورت اور دلکش عمارتوں کے دیکھنے میں محو تھے، مفتی صاحب نے بتایا کہ یہ جامعہ سولہ ایکڑ آراضی پر محیط ہے، اس کی خوبصورت اور عالیشان عمارتیں درسگاہوں اور دار الاقاموں پر مشتمل ہیں، عصرانہ سے فارغ ہوکر تھوڑی دیر آرام کیا گیا، مغرب کی نماز مکینی اسلامک سوسائٹی کی جامع مسجد میں ادا کی گئی، مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کی آمد کا سلسلہ رہا، جن میں علمائے کرام کے علاوہ ایک سفید ریش بزرگ محمد علی متالا ناظم جامعہ زینب کے خسر قابل ذکر ہیں، عشاء کی نماز سے پہلے ان حضرات کے ساتھ کھانا ہوا، ان بزرگ سے یہ تعجب آمیز بات معلوم ہوئی کہ ان کی نواسی اور محمد علی متالا صاحب کی صاحبزادی (جو جامعہ زینب کی فاضلہ ہیں) نے ماشاء اللہ ۱۴۰۰ سو حدیثیں یاد کرلی ہیں اور مزید یاد کرنے کا سلسلہ جاری ہے، یہ سن کر دادا جان کو بے حد خوشی ہوئی اور فرمایا کہ یہ بات طلبہ وطالبات دونوں کے لیے باعث عبرت ہے، اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، انہوں نے اپنے مدرسہ جامعہ زینب میں درس بخاری شریف کے لیے مدعو فرمایا۔

لوساکا سے چپاٹا کا سفر: دوسرے دن نماز فجر کے بعد ہم لوگ چپاٹا کے لیے روانہ ہوئے اور وقت مقررہ پر زامبیا کے ایرپورٹ پر پہنچ گئے، وہاں سے چھوٹے طیارے سے Mfuwe ایرپورٹ آئے، ہمارے ساتھ مولانا مفتی محمد ایوب صاحب اور جنوبی افریقہ سے آئے ہوئے مہمان خصوصی مولانا محمد دودات صاحب جوکوند گجرات

کے رہنے والے ہیں اور ساؤتھ افریقہ میں واقع دارالعلوم زکریا میں ۱۹۸۵ء سے حدیث شریف کی کتابوں کا درس دیتے ہیں، موصوف اپنی تدریسی مصروفیات میں یکسوئی کی وجہ سے مدرسے کے باہر بہت کم جاتے ہیں لیکن جب انہوں نے اپنے استاد محترم دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب دامت برکاتہم کے بارے میں سنا تو وہ ساؤتھ افریقہ سے لوسا کا سفر کر کے آئے اور لوسا کا سے چپاٹا شہر تک دادا جان کی صحبت سے استفادہ کی غرض سے ساتھ ساتھ رہے، انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت سے ۴۵ سال پہلے جامعہ فلاح دارین ترکیسر گجرات میں ۱۹۶۹ء میں ترمذی و بخاری شریف پڑھی ہے، اور بتایا کہ حضرت کا درس نمونہ کا درس ہوا کرتا تھا، ہم نے جو کچھ سیکھا ہے وہ حضرت ہی کی برکت ہے، مزید بتایا کہ مجھے شیخ المشائخ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو رمضان گذارنے کا موقع ملا ہے، جس میں ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت شیخ الحدیثؒ کا اعتماد اپنے شیخ کے اوپر دیکھا ہے، وہ اور ان کے رفقائے سفر مستقل دادا جان کے ساتھ رہے، چپاٹا ایرپورٹ پر استقبال کے لیے جامعہ اسلامیہ لوسا کا کے مہتمم مولانا یوسف ابراہیم صاحب، مولانا عبد الرشید متالا صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا عبد الرحیم متالا صاحبؒ، جناب رضوان صاحب، مولانا ارشاد صاحب اور دیگر علماء اور ان کے متعلقین موجود تھے، ان حضرات نے بہت ہی خندہ پیشانی اور الفت ومحبت سے دادا جان کا استقبال کیا، بھائی عبدالرؤوف صاحبزادۂ مولانا عبدالرحیم متالا صاحبؒ اور ان

کے اعزہ نے معہد الرشید میں پُرخلوص استقبال کیا۔

معہد الرشید چپاٹا میں ایک دن: چپاٹا زامبیا کا پانچواں ترقی یافتہ شہر ہے اور لوسا کا سے ۵۵۰ کلومیٹر کی دوری پر ملاوی کے بارڈر پر واقع ہے، یہاں ہندوستانی نژاد مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ہے، یہیں حضرت مولانا عبدالرحیم متالا نوراللہ مرقدہ کا مدفن، ان کے اہل وعیال کا مسکن اوران کا قائم کردہ مدرسہ معہد الرشید بھی ہے، ایرپورٹ سے ہمارا قافلہ مدرسہ معہد الرشید کے لیے روانہ ہوا، راستہ میں ایک لانچ پر وضو واستنجاء سے فراغت ہوئی اور مفتی ایوب صاحب کی بنائی ہوئی ترتیب کے مطابق وہاں کے نیشنل پارک کی سیر کی گئی، یہ پارک کیا ہے جنگلوں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جو چارسو کیلومیٹر کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے، وہاں سے روانہ ہوئے اور تقریباً ایک بجے معہد الرشید پہنچے، دور ہی سے مدرسہ کی نورانی وخوبصورت اور دلکش عمارت نظر آنے لگی تھی، اس کے احاطہ میں ایک خوبصورت مسجد تھی، جس کی بنیاد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی، مولانا عبدالرشید متالا صاحب نے بتایا کہ یہ سب سے آخری مسجد ہے جس کی بنیاد حضرت شیخؒ نے اپنی زندگی میں رکھی تھی، اس زمانہ میں حضرت شیخؒ اس دور دراز خطہ میں کس طرح تشریف لائے ہوں گے یہ سن کر بے حد تعجب ہورہا تھا، لیکن حضرت شیخؒ کو جو حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحبؒ سے بے پناہ محبت ہی یہاں تک کھینچ کرلے آئی، معہد الرشید کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی دعا اور خصوصی توجہ سے حضرت مرحوم کے ذریعہ بڑا دینی کام لے لیا، اس نے

محض فضل وکرم سے اپنے ایک نیک بندے کے لیے دین کی خاطر اس سرزمین تک رسائی کو آسان اور سہل بنادیا، اس ملک میں اور اس کے گردونواح میں حضرت مولانا عبد الرحیم متالا صاحب رحمہ اللہ کا جو فیض عام ہو رہا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کے اس فیض کو قائم ودائم رکھے، آمین۔

معہد الرشید چپاٹا زامبیا کا ایک بڑا مدرسہ ہے جس کی ۳۰ شاخیں زامبیا اور ملاوی وغیرہ میں پھیلی ہوئی ہیں، اس مدرسہ میں دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہوتی ہے۔

دادا جان نے مولانا عبدالرشید متالا صاحب کو بتایا کہ صرف اور صرف مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کی محبت مجھے یہاں کھینچ لائی ہے، ان سے جو میرا گہرا تعلق تھا وہ ناقابل بیان ہے، لہذا آپ تمام اہل خانہ کی خدمت میں ان کی وفات پر تعزیت پیش کرتا ہوں۔

چپاٹا میں ایک دینی اجتماع سے خطاب: نماز ظہر سے فارغ ہو کر کھانا تناول کیا گیا اور بعد نماز مغرب چپاٹا کی جامع مسجد میں ایک اجتماع منعقد کیا گیا، جس میں دادا جان نے خطاب فرمایا، موضوع تھا: **اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ الـخ**، آپ نے نفس کے محاسبہ اور آخرت کی زندگی کے لیے عمل کرنے کی تلقین کی اور اپنے اسلاف سے جڑنے کی دعوت دی۔

رات کے کھانے پر مولانا عبدالرشید متالا صاحب نے دادا جان کے اکرام

میں معززین شہر کو جمع کیا تھا، کھانے کا انتظام ان کے گھر میں تھا، انواع واقسام کے کھانوں سے دسترخوان مزین تھا، جسے دیکھ کر حضرت شیخ الحدیثؒ کے دسترخوان کی یاد تازہ ہوگئی۔

معہد الرشید میں اجازتِ حدیث کی ایک مجلس اور نماز جمعہ میں خطاب: زامبیا کے قیام کے دوران یہ تیسرا دن جمعہ کا دن تھا، ساڑھے دس بجے معہد الرشید کے طلبہ کے لیے حدیث کی ایک مجلس منعقد ہوئی، داداجان نے حدیث مسلسل بالاولیہ اور بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھ کر طلبہ کو اجازت حدیث دی اور مفید نصیحتیں کیں، مشکاۃ شریف کے طلبہ بھی اس سے مستفید ہوئے، ان کو بھی اجازت حدیث کی سند تقسیم کی گئی۔

جمعہ کی نماز معہد الرشید کی مسجد میں ادا کی گئی، داداجان نے خطبہ سے قبل ایک مؤثر تقریر فرمائی، خطبہ اور نماز کے لیے مجھے مکلّف کیا، تو اس ناچیز نے خطبہ دیا اور نماز پڑھائی، بعد نماز جمعہ حضرت مولانا عبد الرحیم متالا صاحبؒ کے مہمان خانہ میں طالبات نے بھی اجازت حدیث حاصل کی۔

چپاٹا سے لوساکا کے لیے واپسی: ۳ر بجے معہد الرشید سے روانگی ہوئی، راستہ میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم کی قبر کی زیارت کی گئی اور ایصال ثواب کیا گیا، وہاں سے مولانا عبد الرحیم متالا صاحبؒ کے چھوٹے بھائی مولانا عبد الرؤوف متالا صاحب کی گاڑی پر سوار ہوئے، بقیہ احباب دوسری گاڑیوں پر تھے، انہوں نے بتایا کہ زامبیا میں ۷۰ قبائل آباد ہیں اور ہر قبیلہ کی زبان ایک دوسرے سے مختلف

ہے، راستہ میں ایک مسجد نظر آئی جس کی تعمیر کچھ دنوں پہلے مکمل ہوئی تھی، Mfuwe ایر پورٹ سے چپاٹا آتے وقت اس مسجد کی زیارت بھی کی گئی تھی، معلوم ہوا کہ یہ مسجد حضرت مولانا عبدالرحیم متالا مرحوم نے تعمیر کرائی ہے، جس میں مکتب بھی قائم کرنے کا ارادہ ہے، بہر حال ہم لوگ وہاں سے ایر پورٹ آگئے اور ساڑھے سات بجے شام میں لوساکا پہنچ گئے، راستہ میں مفتی ایوب صاحب اور مولانا ادریس صاحب نے بتایا کہ آج کھانے کا انتظام مدرسہ کے ایک بڑے محسن اور صاحب خیر کے دستر خوان پر ہے، جنہوں نے دادا جان کے اکرام میں شہر کے معزز حضرات کو بھی دعوت دے رکھی ہے، دادجان تو بہت تھکے ہوئے تھے، لیکن جب مفتی صاحب نے کہا کہ مدرسہ کے محسنین میں سے ہیں تو فرمایا کہ کھانا ان شاء اللہ ان کے یہاں تناول کرلیں گے، چنانچہ آج رات کا کھانا ان کے دستر خوان پر ہوا، مفتی صاحب نے بتایا کہ لوگوں کی طلب اور خواہش کے اعتبار سے ایسی ترتیب بنائی گئی ہے کہ سب کے یہاں کم ازکم ایک وقت کا کھانا یا ناشتہ ہوجائے، تاکہ حضرت کی تشریف آوری سے سبھی لوگ اور ان کے اہل خانہ خدمت کی سعادت حاصل کرسکیں، چنانچہ اسی ترتیب سے ناشتہ اور کھانا ہوا، اور سبھی داعیوں نے دادا جان کے اکرام میں اعیان شہر کو دعوت دے رکھی تھی۔

جامعہ اسلامیہ لوساکا میں اجازتِ حدیث کی ایک مجلس: ۱۳ر مئی بروز سنیچر ۱۲ر بجے جامعہ اسلامیہ لوساکا کے وسیع وعریض ہال میں ایک مجلس اجازت حدیث کی رکھی گئی، علماء وطلباء کا بڑا اجتماع تھا، بعض علماء دار العلوم زکریا جوہانسبرگ اور آزادمل و

زنجبار وملاوی وغیرہ کی جامعات سے سفر کر کے آئے تھے، خود جامعہ اسلامیہ لوساکا کے جملہ اساتذہ وطلبہ نے بہت اہتمام سے اس میں شرکت کی، داد جان نے حدیث مسلسل بالاولیہ اور بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھ کر ایک علمی تقریر کی اور حاضرین کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔

پروگرام کے مطابق آج دوپہر کا کھانا مہتمم صاحب جناب مولانا یوسف ابراہیم صاحب کے گھر پر ہوا، حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہ کے مجاز جناب مولانا شیر احمد لولات صاحب نے دادا جان کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی، بعد نماز مغرب دادا جان ان کے گھر پر تشریف لے گئے، انھوں نے انگریزی کی بعض کتابیں اپنے خرچ سے طبع کرایا تھا وہ ہدیۃً پیش کیں، وہاں سے جامعہ اسلامیہ اپنے مستقر پر واپسی ہوئی۔

جامعہ اسلامیہ لوساکا میں جلسۂ دستار بندی: آج رات ۲۳؍مئی مطابق ۱۶؍شعبان کو مدرسہ میں دستار بندی کا جلسہ تھا، جسے مسجد نور میں منعقد کیا گیا تھا، جلسہ کی تفصیل مولانا ادریس صاحب نے بتایا کہ پروگرام براہ راست انٹرنیٹ پر نشر کیا گیا، یہ پروگرام بعد نماز عشاء مسجد نور میں منعقد ہوا، اس میں شرکت کے لیے دور دراز سے اہل علم بڑی تعداد میں آئے تھے، داداجان نے پروگرام کے اخیر میں خطاب فرمایا۔

آج رات کا کھانا جامع مسجد لوساکا کے صدر المدرسین جناب مولانا عبد الحمید صاحب کے یہاں تھا، انھوں نے بہت ہی لذیذ، عمدہ اور پُر تکلف کھانا تیار کروایا

تھا، دادا جان کے اکرام میں انہوں نے بھی اعیان شہر کو مدعو کر رکھا تھا، عشائیہ سے فراغت کے بعد اپنے مستقر الجامعۃ الاسلامیۃ لوساکا پہنچ کر آرام کیا۔

جامعہ اسلامیہ لوساکا میں جلسۂ ختم بخاری: ۱۴ رمئی کو طے شدہ پروگرام کے مطابق ختم بخاری کا جلسہ تھا، جو مکینی اسلامک ٹرسٹ کے وسیع ہال میں منعقد کیا گیا تھا، اس میں شرکت کے لیے افریقہ کے دور دراز ممالک کے اہل علم تشریف لائے تھے، بعض اہل علم تو دادا جان کے شاگرد تھے، لوساکا شہر کے لوگ اور مدرسہ سے تعلق رکھنے والے بھی بڑی تعداد میں موجود تھے، ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، ایک طرف خیموں میں خواتین کا بھی انتظام تھا، خواتین بھی اچھی خاصی تعداد میں شریک تھیں، مقررہ وقت پر پروگرام شروع ہو گیا، دادا جان تقریباً ساڑھے دس بجے ہال میں تشریف لائے، تلاوت کلام پاک کے بعد دو طالبعلموں نے انگریزی میں تقریر کی اور جناب یونس لالا صاحب نے نعت پیش کی، مولانا افضل صاحب نے مدرسہ کی روداد انگریزی میں پیش کی، اس کے بعد مفتی انعام الحسن قاسمی صاحب نے مختصر تقریر کی، ان تمہیدی سلسلوں کے بعد ختم بخاری کا پروگرام شروع ہوا، فارغ ہونے والے طلباء قریب قریب ہو گئے، ان کی تعداد ۱۳ تھی، دادا جان نے بخاری شریف کی آخری حدیث پر تقریباً ایک گھنٹہ بیان فرمایا، یہ بیان براہ راست نشر ہو رہا تھا، اس لیے مختلف ممالک میں سنا گیا اور اس سے استفادہ کا موقع ملا، داد جان نے اس بیان میں ذکر اور اخلاص نیت پر زور دیا اور فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان میں جو چیز ہے وہ ہے عمل صالح، تو گویا ذکر، اخلاص نیت اور عمل

صالح لازم وملزوم ہیں۔

دادا جان کی رقت آمیز دعا پر اس جلسہ کا اختتام ہوا، رات کے جلسۂ دستار بندی میں حفاظ کی دستار بندی نہیں ہو سکی تھی، اس لیے اس وقت فارغ ہونے والے طلباء درمیان انعامات تقسیم کیئے گئے اور حفاظ کی دستار بندی ہوئی، اس موقع پر دادا جان نے دو نکاح بھی پڑھائے۔

دارالایتام لوساکا کی زیارت: ۱۵ر مئی صبح ناشتہ کے بعد کافی تعداد میں علماء واعیان کا مجمع ہماری قیام گاہ پر جمع ہو گیا تھا، اس وقت دادا جان سے علمی سوالات بھی کیئے گئے، جس کے جوابات انہوں نے دیئے، دارالایتام جانے سے پہلے مفتی عبدالجبار صاحب نے دادا جان سے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھ کر اجازت حدیث لی، انھیں دادا جان نے اپنی کتاب ''الدر الثمین'' اور سند عطا فرمائی، اس کے بعد ۱۱ر بجے لوساکا کے دار الایتام کی زیارت کے لیے روانگی ہوئی، ہمارے ساتھ پورا قافلہ تھا، سب سے پہلے راستے میں اس جگہ کی زیارت کی گئی جہاں پر حضرت اقدس قطب زمانہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی نور اللہ مرقدہ نے قیام فرمایا تھا، جن کی تشریف آوری کے انوار وبرکات لوساکا اور چپاٹا کی سرزمین پر نمایاں ہیں ؎

سرسبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو　　　ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

یہ ابراہیم لمباٹ صاحب کی قیام گاہ تھی، ان کے صاحبزادہ محمد حسین لمباٹ موجود تھے۔

اس کے بعد دار الایتام پہنچے، یہ ادارہ وسیع چہار دیواری میں قائم ہے، وہاں کے طلبا و اساتذہ کے اجتماع میں تحفیظ القرآن کے کچھ طلبا نے قراءت قرآن کا مظاہرہ کیا، جس سے بڑی مسرت ہوئی، ان بچوں کی عمریں ۱۰ سے ۱۲ سال تھیں، بعض نے عربی زبان میں پوری فصاحت کے ساتھ گفتگو کی، اس پر دادا جان نے خوشی کا اظہار کیا اور عربی میں چند کلمات بطور نصیحت کے گوش گزار کیا، اور وہاں کے منتظمین و مدرسین کے کاموں کی ستائش کرتے ہوئے ان کو دعائیں دیں، اور فرمایا کہ ان شاء اللہ یہ طلباء اس ملک کے لیے داعی اسلام ثابت ہوں گے۔

یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ یہاں کی اکثریت عیسائی ہے، لیکن آپس میں لوگوں کے تعلقات بہت ہی خوشگوار ہیں، کسی طرح کی مذہبی عصبیت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس فضاء کو قائم و دائم رکھے، آمین۔

مدرسۃ البنات جامعہ زینب میں حاضری: دار الایتام سے رخصت ہو کر ہمارا قافلہ مدرسۃ البنات جامعہ زینب لوسا کا پہنچا، یہ مدرسہ وہاں کے مقامی لوگوں نے حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب دامت برکاتہم کی ترغیب پر قائم کیا ہے، اس میں ۱۷ معلمات درس و تدریس کا فریضہ انجام دے رہی ہیں اور یہ مدرسہ ترقی کر کے دورۂ حدیث تک پہنچ گیا ہے، یہاں بھی اجازت حدیث کی ایک مجلس منعقد کی گئی، طالبات پردہ میں تھیں، دادا جان نے حدیث مسلسل بالاولیہ اور بخاری شریف کی اول و آخر حدیث پڑھ کر نصف گھنٹے تقریر فرمائی، چودہ سو (۱۴۰۰) حدیثوں کی حافظہ طالبہ نے صحیح

بخاری کی آخری حدیث کو پس پردہ پڑھ کر سنایا، سوالات وجوابات کا سلسلہ بھی رہا، سب کو اجازت حدیث دی گئی، داداجان کی دعا پر یہ نشست اختتام پذیر ہوئی اور ایک بجے کے قریب قیام گاہ واپسی ہوئی، یہاں بھی بعض علماء نے اجازت حدیث لی، نماز اور کھانے کے بعد آرام کیا گیا۔

لوساکا سے دبئ کے لیے واپسی: عصر کی نماز کے بعد رخصت کرنے والوں کا ہجوم تھا، ان کے درمیان بھی علمی ودینی گفتگو ہوتی رہی، مولانا عبدالرشید متالا صاحب، مولانا ارشاد صاحب اور دیگر احباب چپاٹا سے لے کر اخیر اخیر وقت تک ہمارے ساتھ رہے، اساتذۂ جامعہ اسلامیہ لوساکا اور ابراہیم لمباٹ صاحب اور ان کے صاحبزادے محمد حسین لمباٹ اور اعیان شہر ایر پورٹ تک ساتھ رہے، ایک مترنم عمر فاروق صاحب بھی تھے، جنہوں نے داداجان کو حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی کی نظم سنائی۔

ہواء وحرص والا دل بدل دے۔

اس کے علاوہ ایک دوسری نظم بھی سنائی تو داداجان نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور فرمایا کہ یہ تو نصیحت ہے۔

مفتی ایوب صاحب نے سفر کی تمام سہولتوں کا انتظام کر رکھا تھا، اس لیے بعد نماز مغرب اطمینان سے ایر پورٹ کے لیے روانگی ہوئی، ایر پورٹ پر خاصے لوگ جمع تھے، ایک طالب علم جنوبی افریقہ سے آئے تھے، وہ صبح نہیں پہنچ سکے تھے، اس لیے ان کو ایر پورٹ پر ہی داداجان نے اجازت حدیث دی، ان کے بعض سوالات کے

جوابات بھی دیے، پھر دعا کرائی، گہرے تاثرات کے ساتھ ان حضرات سے رخصت ہوئے، وہاں کے وقت کے مطابق رات ساڑھے نو بجے لوساکا سے دبئی کے لیے روانگی ہوئی اور دوسرے دن صبح ۷؍ بجے جہاز دبئی پہنچ گیا، عم محترم جناب مولانا ولی الدین صاحب نے ہمارا استقبال کیا اور بذریعہ Emirates Car ہم لوگ نو بجے صبح ''العین'' پہنچ گئے۔

تقریبِ ختمِ بخاری کے سلسلہ میں برطانیہ کا ایک اہم سفر

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

معمول کے مطابق دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مد ظلہ العالی کو اہلِ مدارس و مراکز بخاری شریف کے درس کے لیے تعلیمی سال کے آغاز اور اختتام کے موقعوں پر دعوت دیتے رہتے ہیں، امسال جامعۃ العلم والہدی لندن کی طرف سے دادا جان کے نام دعوت نامہ آیا، لوساکا زامبیا usaka Zambia کے سفر میں حضرت مولانا یوسف متالا مد ظلہ العالی نے دادا جان کے درسِ بخاری کے بعد ان سے فون پر بات کی اور لندن آنے کی دعوت دی کہ یہاں آپ کی تشریف آوری کی اشد ضرورت ہے جس سے لندن کا دینی علمی حلقہ بھرپور مستفید ہو سکے۔

اسی طرح گزشتہ سال حج کے موقع پر مفتی یونس صاحب راندیر نے بھی دادا جان سے لندن آنے کی درخواست کی اور فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس

صاحبؒ کے انتقال کے بعد (جو کہ ہر سال اختتامِ بخاری کے موقع پر اپنی پیرانہ سالی کے باوجود تشریف لاتے تھے اب وہ نہیں رہے لہذا) ہم آپ کو جامعۃ العلم والہدیٰ بلیکبرن (Blackburn) کی طرف سے دعوت دیتے ہیں اور لندن آنے کی درخواست کرتے ہیں، چنانچہ دادا جان نے ان کی دعوت قبول کر لی اور فرمایا کہ: اگر صحت نے ساتھ دیا تو میں ضرور آؤں گا، اور کچھ ہی دنوں کے بعد جامعۃ العلم والہدیٰ کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا، گجرات کے حدیثی اور علمی سفر سے واپسی کے بعد لندن کے ویزہ کی کارروائی شروع کر دی گئی، اور ویزہ الحمدللہ بسہولت مل گیا۔

حسبِ پروگرام بروز چہار شنبہ ۲؍مئی ۲۰۱۸ء کو ہمارا سفر دبئی سے طیرانِ امارات کے ذریعہ دوپہر کو ۳/ بجے شروع ہوا، اور سات گھنٹے کی مسلسل پرواز کے بعد ہم لوگ برطانیہ کے وقت کے مطابق شام کو ۷؍بجے مانچسٹر (Manchester) ایرپورٹ پہونچے، الحمدللہ یہ سفر بہت آسانی سے طے ہوا، ایرپورٹ پر جناب حضرت مولانا یوسف متالا صاحب مع اپنے مصاحبین ورفقاء جن میں مدرسہ جامعۃ العلم والہدیٰ کے اساتذہ اور مہتمم جناب مولانا عبدالصمد صاحب موجود تھے، ان سب سے سلام ومصافحہ ہوا۔

اس کے بعد ہم سب گاڑی پر سوار ہوئے اور حضرت مولانا یوسف متالا کے ساتھ قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں سب سے پہلے ہم دارالعلوم گئے جو ہال کمب بری (Holcombe, Bury) میں واقع ہے، یہ مدرسہ دادا جان کے شیخ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ کے مشورے اور حکم سے قائم ہوا تھا، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود یہاں تشریف لائے تھے۔

اس مدرسے کا فیض پورے برطانیہ میں پھیلا ہوا ہے اور مزید پھیل رہا ہے، اس میں دورۂ حدیث کے طلبہ کی تعداد ۴۲ رتھی، وہاں پر علماء وطلبہ سے ملاقاتیں ہوئیں، خاص طور پر مولانا ہاشم صاحب، اللہ تعالیٰ ان کو صحت یاب کرے، ہمارا قیام یہاں پر حضرت مولانا یوسف صاحب کی منزلِ مبارک میں رہا، حضرت مولانا نے ہمارے لیے بہت ہی زیادہ اہتمام کر رکھا تھا، حضرت مولانا کے یہاں دو دن قیام رہا، اس کے بعد ڈیوز بری (Dewsbury) میں جمعرات کو حضرت مولانا کے قائم کردہ ادارہ ''دارالعلوم'' گئے جہاں ۴۰ ر طلبہ فارغ ہو رہے تھے، اس دارالعلوم کے علاوہ انھوں نے چار بڑے مدرسے طالبات کے قائم کئے ہیں ان میں بھی بخاری شریف ختم کرانا تھا، اور اس قلیل مدت میں ہر جگہ پہونچنا دشوار تھا، اس لیے تنگیٔ وقت کی بنا پر پانچوں جگہوں پر آن لائن بیان ہوا، اور ہر بیان اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد تھا۔

جمعرات کی شام کو مغرب کے بعد حضرت مولانا یوسف صاحب کے یہاں ذکر کی مجلس منعقد ہوتی ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، چنانچہ حضرت مولانا یوسف صاحب دادا جان کو اس مجلس میں لے کر گئے اور وہاں پر مجلس کے اختتام پر دادا جان نے مختصراً تقریر کی جس میں اصلاحِ قلب پر بہت ہی موثر بیان ہوا، بیان میں دادا جان نے یہ فرمایا کہ معمولات کی پابندی ترقیات کا زینہ ہے، اور کسی وجہ سے معمولات

چھوٹ گئے تو اس کی نحوست کے آثار رہتے ہیں، اس لیے ایک عالم اور ذاکر کے لیے معمولات کی پابندی ضروری ہے، اس بیان کو حاضرین نے بہت پسند کیا۔

اوپر بیان کردہ مجلس ذکر کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کو دار قدیم کی مسجد میں عصر سے مغرب تک اعتکاف فرماتے تھے، اور اسّی مرتبہ درود شریف (**اللهم صل علی محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسليما**) پڑھنے کا معمول تھا جس کے بارے میں حدیث میں ہے کہ اس سے اسّی (۸۰) سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ان کے بہت سے متعلقین اور بڑے بڑے علماء اور ذاکرین بھی اس میں مشغول رہتے اور اس سے فارغ ہو کر ذکر بالجہر کرتے، جس میں خاص طور پر حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ قابلِ ذکر ہیں، جس زمانے میں حضرت مفتی صاحبؒ کانپور میں مقیم تھے تب بھی وہاں سے سہارنپور اس مجلس میں شرکت کے لیے تشریف لاتے تھے، بعد میں جب حضرت دار العلوم دیوبند منتقل ہو گئے اور وہاں مفتیٔ اعظم قرار پائے، اس وقت بھی ان کا معمول تھا، اس لیے مولانا یوسف صاحب نے حضرت شیخ کے اس معمول پر عمل کرنے کے لیے جمعہ کی رات مغرب کے بعد ۱۵ رمنٹ کا وقت متعین کیا کہ اس وقت درود شریف میں مشغول رہا جائے اور اس کے بعد ذکر بالجہر ہو، اس پُر نور مجلس میں لندن کے ان کے بہت سے متوسلین شرکت کرتے ہیں، دادا جان کو وہ اسی مجلس میں لائے تھے، انھوں نے دادا

جان سے اس موضوع پر بیان کرنے کے لیے کہا، دادا جان نے **ألا إن في الجسد مضغة** پر بہت موثر بیان کیا اور بعض اکابرین کا معمول نقل کیا کہ ذکر کے معمولات ترقیات کا زینہ ہیں، اس میں کوتاہی پر بہت اثر پڑتا ہے، دادا جان کی دعا پر مجلس ختم ہوئی۔

حضرت مولانا یوسف صاحب کے مکان پر بہت سے علماء واحباب ملاقات کے لیے آتے رہے، دوسرے دن جمعہ کو مولانا یونس صاحب گجراتی مدینہ منورہ سے تشریف لے آئے، اور دادا جان سے ملاقات کے لیے آئے جس سے دادا جان کو مزید خوشی ہوئی، اور وہاں سے ہم سب جمعہ کی نماز کے لیے دارالعلوم ہال کمب بری (Holcombe, Bury) گئے، وہاں پر دیکھا کہ لوگ کثیر تعداد میں موجود ہیں، چنانچہ حضرت مولانا نے بتایا کہ یہ لوگ حضرت دادا جان کے بیان میں شریک ہونے کے لیے دور دراز سے تشریف لائے ہیں، یہ سن کر ہم کو بڑی خوشی ہوئی، اس کے بعد دادا جان نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھی، اور ''بخاری شریف کا پیغام طلبہ وعلماء کے نام'' کے موضوع پر سوا گھنٹہ پوری قوت سے بیان کیا۔ پھر دوپہر کا قیام مدرسہ کے احاطے کے باہر حضرت مولانا یوسف صاحب کے گھر پر ہوا جو بلندی پر واقع ہے جہاں سے نیچے وادیوں کا دلکش نظارہ ہوتا ہے، وہاں پر دوپہر کا کھانا دادا جان نے تناول فرمایا، اس سے فارغ ہوکر جامعة العلم والهدی کے لیے روانہ ہوئے، راستے میں وہاں کے ہرے بھرے سرسبز وشاداب اور دلفریب مناظر سے لطف اندوز ہوتے

رہے، اور وہاں کے دینی مدارس کی سرگرمیاں سن کر بے حد خوشی ہوئی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں پر الحمد للہ تقریباً ۷۰؍ مدرسوں میں دورۂ حدیث شریف تک کی تعلیم ہے، اور بخاری شریف ختم کی جاتی ہے جن میں طلبہ اور طالبات کے مدارس شامل ہیں، ان بڑے مدارس میں یہ مدرسہ جامعۃ العلم والہدیٰ بھی ہے، جس کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا عبدالصمد صاحب مدظلہ ہیں جن کے ساتھ ایک اچھے اساتذہ کی جماعت سرگرمِ عمل ہے۔

اس مدرسہ میں تقریباً ۱۶؍ مرتبہ حضرت مولانا محمد یونسؒ صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور بخاری شریف ختم کرانے کے لیے تشریف لا چکے ہیں، ان کو یہاں کا بہت ہی اہتمام تھا، ان کے انتقال کے بعد ختمِ بخاری کے سلسلہ میں حضرت دادا جان کی تشریف آوری ہوئی، بہر حال ہمارا پورا قافلہ اس مدرسہ میں جمعہ کے بعد پہونچا، اور وہاں دو شب قیام رہا، اور ما شاء اللہ بہت سے علماء اور مشائخ اور اہلِ علم جو یہاں تشریف لائے تھے ملاقاتیں رہیں اور علمی اور دینی موضوعات پر گفتگو بھی ہوتی رہی، مدرسہ والوں اور حضرت مہتمم صاحب نے دادا جان کا بہت اہتمام فرمایا دادا جان بھی بہت خوش رہے۔

اسی دن شام کو حدیث اوائل سنبلیہ پڑھنے کی ایک مجلس منعقد کی گئی جس میں علماء اور طلبہ کی کافی تعداد شریک ہوئی اور کئی بڑے علماء نے عبارت بھی پڑھی، لیکن درس کے شروع میں دادا جان نے صحیح بخاری کے نسخۂ یونینی اور نسخۂ عبداللہ بن سالم

بصری وغیرہ کا مختصر تعارف کرایا، اس کے بعد وقتاً فوقتاً اوائلِ سنبلیہ پڑھنے کے دوران بعض اہم نکتوں کی طرف اشارہ کرتے رہے، اور سب کو اجازتِ حدیث دی، تقریباً ۴۰؍منٹ تک یہ مجلس قائم رہی۔

نماز کے بعد رات کھانے میں حضرت مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے، ان کے ساتھ اچھی مجلس رہی، ان کے علاوہ دوسرے بعض اہلِ علم وہاں آئے ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو رہی، رات میں آرام کرنے کے بعد صبح تہجد میں جب دادا جان بیدار ہوئے تو ماشاء اللہ اس مہمان خانہ میں جو لوگ مقیم تھے وہ بھی ذکر بالجہر میں مشغول تھے۔

دوسرے دن ختمِ بخاری کی تقریب تھی، یہاں بھی حاضرین کی تعداد کافی تھی، لگ بھگ ڈھائی ہزار کا مجمع رہا ہوگا، پہلے بچوں کا اردو اور عربی پروگرام منعقد ہوا، اس پروگرام سے دادا جان بہت خوش ہوئے خاص طور پر عربی پروگرام سے، دادا جان نے وہاں کے اساتذہ کو سراہا۔ اس کے بعد حضرت دادا جان کا بخاری شریف پر بیان شروع ہوا، پہلے مسلسل بالاوّلیہ پر کلام کیا جس کو حدیثِ رحمت بھی کہتے ہیں، امام بخاریؒ کو اپنے زمانے کا مجدد قرار دیا، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ: اس زمانے کے فتنوں پر ان کی گہری نظر تھی، اس لیے اس زمانہ کے فرق ضالّہ: روافض، اور معتزلہ کے افکارِ باطلہ پر نقد کیا، کتاب وسنت کی جو شاہ راہ ہے اس کو بیان کیا، اس سلسلہ میں امام بخاریؒ نے معتزلہ اور غالی حنابلہ کے مسلک پر بھی جو رد کیا ہے

اس کو خاص انداز سے بیان کیا، یہ ساری تقاریر ایسی ہیں جو ان شاءاللہ مستقل رسالہ کی شکل میں شائع ہوں گی، یہ بیان ۱ر گھنٹہ ۲۸ رمنٹ تک رہا۔ اور بیان میں حضرت دادا جان نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ حدیث مسلسل بالاولیہ جس کا دوسرا نام حدیث رحمت وشفقت ہے یہ ماخوذ ہے ''وما أرسلناک إلا رحمة للعالمین'' سے، اور یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے،اور مزید فرمایا کہ امام ابن قیم، ابن تیمیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ جتنی احادیث ہیں وہ کسی نہ کسی آیتِ قرآنیہ سے مستنبط ہیں،اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کے مبیّن اور شارح ہیں،اور آیتِ کریمہ لتبین للناس ما نزل إلیهم سے اسی طرف اشارہ ہے، اسی لیے ہمارے مدارس اور مراکز سب کے سب شفقت کے نمونے ہیں، شام تک ہمارا قیام وہیں رہا۔

دوسرے دن صبح کو حضرت مولانا عبدالصمد صاحب کے زیرِ تعمیر مدرسۃ البنات میں کچھ دیر کے لیے جانا ہوا، فی الحال اس میں تقریباً ۲۵۰ رطالبات زیرِ تعلیم ہیں، دادا جان نے اس کی تعمیر وترقی کے لیے دعا کرائی۔ وہاں سے ہم لوگ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب سورتی (جو کہ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحقؒ کے خلیفہ ہیں) کے مدرسہ میں گئے جو لِسٹر (Lister) میں واقع ہے، وہاں پر بھی بخاری شریف پر دوسرے انداز سے بیان ہوا، حاضرین نے اس کو الہامی بیان قرار دیا۔ اس کے بعد ہم لوگ جامعہ اسلامیہ برمنگھم (Birmingham) گئے، وہاں شروع

بخاری پر مختصراً بیان کا مطالبہ ہوا، وہاں بھی آدھا گھنٹہ بیان ہوا، اس کے بعد ایر پورٹ کے لیے ہماری روانگی ہوئی، وہاں پر حضرت مولانا عبدالصمد صاحب مہتمم، اوران کے مدرسہ کے شیخ الحدیث مفتی شبیر صاحب، حضرت مولانا یونس صاحب، مولانا عبدالرحیم صاحب، اور مولانا قاری زبیر صاحب تشریف لائے اور سب لوگوں نے نہایت محبت کے ساتھ رخصت کیا، ہمارا جہاز برمنگھم (Birmingham) شام کو ۹ر بجے روانہ ہوکر ۸ر بجے صبح دبئی (Dubai) ایر پورٹ پر پہونچا، ایر پورٹ کی ساری کارروائی کے دو گھنٹہ بعد ہم لوگ الحمدللہ اپنے مستقر العین خیر و عافیت سے پہونچ گئے۔

چوتھا باب

اسفار ہند

جمبوسر گجرات کا ایک یادگار سفر

بقلم: مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی

سفر زندگی کا صرف ایک حصہ ہی نہیں بلکہ زندگی خود ایک مسلسل سفر کا نام ہے، بعض لوگ سفر سے گھبراتے ہیں اور بعض لوگ دلچسپی لیتے ہیں، ان گھبرانے والوں میں ہمارے محسن بانی جامعہ مولانا تقی الدین ندوی مدظلہ ہیں، جب کوئی مثالی شخصیت شمع کا روپ اختیار کر لیتی ہے تو پروانے اس پر جان دیتے ہی ہیں، پھر تو شمع کو جلنا اور سلگنا ہی پڑتا ہے، چونکہ سفر کی وجہ سے مولانا موصوف کے تصنیفی کام میں بڑا اخلل واقع ہوتا ہے، لیکن بعض لوگوں کے اصرار پر سفر پر مجبور ہونا ہی پڑتا ہے۔

آپ دنیا کے ابھی کچھ دنوں قبل سبز و شاداب ملک ساؤتھ افریقہ کے خالص علمی اور اصلاحی سفر سے واپس ہوئے تھے، وہ ساؤتھ افریقہ جس کے بالائے زمیں اور زیر زمیں ہنر ہی ہنر ہے، اوپر شادابی اور رعنائی اور نیچے معدنیات کی کانیں ہیں، بتاتے ہیں قدرتی حسن کے اعتبار سے یہاں کے مشہور شہر جوہانسبرگ، پرلٹوریا ڈربن وغیرہ، لندن اور نیویارک وغیرہ سے آگے ہیں کم نہیں۔

ساؤتھ افریقہ کے گیارہ روزہ کامیاب سفر سے آپ امارات پہنچے ہی تھے کہ ہندوستان کا سفر پیش آ گیا پھر بھوپال، گجرات، سہارنپور دیگر مقامات سے لوگوں کا

تقاضا شروع ہوگیا، بہر حال مولانا اقبال صاحب ناظم جامعہ علوم القرآن کے اصرار پر حضرت مولانا (ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ) تیار ہوکر روانہ ہوگئے۔

راقم الحروف (حبیب الرحمٰن) ہم سفر رہا، گھر سے نکل کر حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلہ گورینی سے ملاقات کر کے دہلی روانہ ہوگئے، جہاز وقت سے مل گیا، نظام الدین مرکز میں قیام پذیر ہوئے، نظام الدین اہل وفا کی بستی ہے، یہاں اللہ کے دیوانوں کا ہجوم لگا رہتا ہے، یہاں کا منظر عجیب دل آویز جاں آفریں ہوتا ہے، جیسے ایمان کی بہاریں چل رہی ہیں، علم ویقین کے شمعیں روشن رہتی ہیں، ایک مرد آگاہ اس جذبہ کے ساتھ اٹھا تھا ؎

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم

اس کا جذبہ اندروں کام آیا، تمناؤں کے پھول کھل اٹھے، گلشن اسلام میں بہار آگئی، ہم کیف وسرور کی بستی نظام الدین سے روانہ ہوکر ایرپورٹ پہونچ کر جہاز پر سوار ہوئے، ۳۰ رستمبر ۷۹ء بروز منگل سات بجکر پانچ منٹ پر بڑودہ ہوائی اڈہ پر جہاز اترا، وہاں سے ایک قافلہ کے ساتھ علوم القرآن جمبوسر، بھروچ (گجرات) روانہ ہوئے، دس بجے یہ کارواں جامعہ کے دروازے پر پہنچا، طلبہ اور علماء کی دورویہ کیاریاں بنی تھیں، گویا نوری کرنیں بکھری تھیں، یہ مطلوب ومحبوب کو پاکر خوشی ومسرت کے نغمے گا رہے تھے اور نعرے مستانہ بھی لگائے جارہے تھے، ملا کی اذانوں میں پرورش پانے والے نونہال مجاہد کی اذاں کی زندہ تصویر تھے، یہ دینی مراکز اور علمی چھاؤنیاں دراصل اسلام کی شہر پناہ ہیں، وقت رفتہ رفتہ گزرتا رہا، بعد عصر مولانا نے بچوں کو حفظ قرآن ختم کرایا، اس کی عظمت اور حاملین قرآن پر پر مغز، مختصر اور جامع بیان فرمایا، بعد مغرب

متصلاً جامعہ کے عالیشان مسجد میں اجلاس عام شروع ہوا، جلسہ میں قریب و بعید کے کافی لوگ اکٹھا تھے، صدارت مولانا علی صاحب مدظلہ نے فرمائی، اناؤنسری مولانا عبدالرشید صاحب نے ،کلمات سپاس مولانا محمد صاحب مدنی نے ،کلمات ترحیب مولانا مفتی ابراہیم صاحب نے، جلسہ ایک نوری کہکشاں بنا ہوا تھا، جامعہ کے روح رواں مفتی احمد صاحب اور ناظم اعلیٰ مولانا محمد اقبال صاحب فلاحی اور دیگر اساتذہ اور طلبہ کی حسن کارکردگی نے جامعہ کی خوبصورت وسیع عمارت نے مل جل کر دوآتشہ بنادیا ہے، دل کو قرار آیا کہ آج بھی لوگ بڑی تعداد میں اہل دل سے دل لگائے ہوئے ہیں، یہ اسلام کی عظمت اور اس کی ترقی کی دلیل ہے، جلسہ کی کارروائی دھیرے دھیرے آگے بڑھتی رہی، حضرت مولانا نے بہت کھل کر بشاشت سے ایک گھنٹہ سے زائد بصیرت افروز دینی، اصلاحی، تحقیقی، سیاسی گفتگو کی، تقریر ختم ہوتے ہی انسانوں کا ایک جنگل سلام و مصافحہ کے لیے ٹوٹ پڑا۔ بہرحال جلسہ ختم ہوا، دوسرے روز بچوں کا گھر آمود، دارالعلوم کنتھاریہ، دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ جانا ہوا، دوپہر کا کھانا ماٹلی والا میں کھایا گیا، بعد نماز ظہر استقبالیہ اجلاس ہوا، مولانا نے بڑے انشراح کے ساتھ آدھ گھنٹہ بیان فرمایا، رات دارالعلوم بڑودہ میں آکر گذاری گئی، صبح سویرے ہوائی اڈہ پر آکر ایک پورے قافلہ نے الوداع کہا، ہم ان کی یادوں میں کھوکر رہ گئے، پورے سفر میں جہاں جہاں جانا ہوا وہاں کے لوگوں کے اخلاق اور مہمان نوازی نے بہت متاثر کیا۔

رابطہ ادب اسلامی کے زیر اہتمام
بنگلور کے سمینار میں شرکت

بقلم: صلاح الدین ندوی

رابطہ ادب اسلامی اپنی علمی وادبی خدمات اور پیہم سرگرم عمل رہنے کی وجہ سے پورے عالم اسلام میں معروف ومشہور ہے اور اس کے سیمینار ملک اور بیرون ملک میں پابندی اور تسلسل سے ہوتے رہے ہیں۔

گذشتہ ۲۷/جون ۲۰۰۴ء کو اس کا ایک اور سمینار بعنوان: ''حضرت فتح علی ٹیپو سلطان شہیدؒ، حیات وکارنامے'' کے عنوان سے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے زیر صدارت شہر بنگلور میں منعقد ہوا، حضرت صدر محترم مدظلہ کے ایماء پر سرپرست جامعہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری مدظلہ العالی نے بھی سمینار میں شرکت کا ارادہ فرمایا اور پروگرام کے مطابق اپنے مستقر ابوظبی سے وہ بنگلور پہونچ گئے اور وہاں کے مشہور دینی تعلیمی ادارہ ''سبیل الرشاد'' میں سیمنار میں شرکت فرمائی۔

سمینار کی پہلی نشست گیارہ تا ڈیڑھ بجے اور دوسری نشست نماز ظہر اور کھانے

سے فراغت کے بعد تقریباً ساڑھے پانچ بجے تک جاری رہی، بذل المجہود کی تحقیق و تعلیق اور اس کی جدید طباعت کی مشغولیت نے حضرت سرپرست محترم کو مقالے کی تیاری کا موقع نہ دیا، تاہم آپ نے ٹیپو سلطان شہیدؒ کی عبقری اور مجاہدانہ شخصیت، نیز ایسے اہم قیمتی سمینار کے انعقاد کے تعلق سے پندرہ منٹ ایک جامع اور بصیرت افروز خطاب فرمایا، آپ نے آیت **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** کے تحت جہاد اور شہادت کی تشریح کرتے ہوئے سلطان ٹیپو شہیدؒ اور عظیم المرتبت مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی (۵۸۹ھ) اور حضرت سید احمد شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ) وشہدائے بالاکوٹ کا ذکر فرمایا کہ سلطان شہیدؒ اور سید شہیدؒ نے جام شہادت نوش کر کے اس ملک کی، نیز اسلام اور مسلمانوں کی عزت بچانے کی کوشش کی، ان کی شہادت میں ہم ہندوستانی مسلمانوں کے لیے یہ عظیم پیغام ہے کہ ان دونوں حضرات نے ایک ایسی جیل (نسل) تیار کر دی جس نے اس ملک میں انگریزوں کا انخلاء اور تصفیہ کرنا اپنا مشن اور نصب العین بنایا اور ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے بقاء اور تحفظ کی خاطر کثرت سے مدارس قائم کیے، جس طرح امام غزالیؒ نے ''احیاء علوم الدین'' لکھ کر تعلیم و تربیت کا عظیم کارنامہ انجام دیا، انہوں نے احیاء العلوم میں جہاد کے بجائے عبادات و اخلاق حسنہ جیسے ابواب قائم کر کے اس نسل کی تربیت نفس کا سامان پیدا کیا، اس کی بنیاد پر سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے صلیبیوں سے بیت المقدس کو طویل جنگ کے بعد آزاد کرایا، یہاں جہاد سے مراد صرف جنگ ولڑائی نہیں بلکہ جہاد بالنفس اور تربیت بھی ہے، اس طرح ان بزرگوں کے کارناموں کو دوام حاصل ہے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

سمینار سے فرصت پا کر دوسرے روز مختلف حضرات سے ملاقاتیں رہیں جن میں خصوصیت سے بنگلور کے مشہور تاجر الحاج ضیاء اللہ شریف صاحب قابل ذکر ہیں، جنہوں نے اسلامی تعلیم اور خدمت خلق کے لیے ایک عظیم ادارہ بنام ''دارالامور ٹیپو سلطان اعلیٰ تعلیمی و تحقیقی مرکز'' قائم کیا۔

اس ادارہ کا قیام، شریف فاؤنڈیشن کے تحت میسور کے قریب سرنگاپٹن میں مقبرہ سلطان شہیدؒ کے جوار میں ملک کے سرکردہ علماء اور دانشوران ملت کی رہبری میں مؤرخہ ۵/مئی ۲۰۰۲ء کو عمل میں آیا، یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس کا سنگ بنیاد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا تھا۔

دارالامور کے تعارف کے لئے ''اسلامی تعلیم اور خدمت خلق'' کا عنوان بہت ہی جامع اور موزوں ہے، اس کا مقصد اسلامی و اخلاقی تعلیم کے ساتھ سائنس و ٹکنالوجی کی تعلیم ہے، دارالامور کے طلبہ کو سائنس، تاریخ ہند اور اسلام و دیگر مذاہب کا تقابلی مطالعہ، ذرائع ابلاغ برائے دعوت، کمپیوٹر اور انگریزی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ قرآن و حدیث و فقہ کے علاوہ حالات حاضرہ کے تقاضوں کے پیش نظر اسلامی اقدار کی نمائندگی زندگی کے ہر شعبہ میں ہو سکے، اور ان امور کی تعلیم کے نتیجے میں پوری بصیرت و شعور کے ساتھ بہترین استاذ، داعی، مبلغ، نیز اچھے سماجی قائد تیار ہوں جو معاشرہ کی اصلاح کا فریضہ انجام دے سکیں۔

دارالامور میں صرف فضلائے مدارس اسلامیہ کے لئے گنجائش رکھی گئی ہے، اس کا کورس ایک سالہ ہے اور عصری تعلیمات پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ یہ سنٹر ٹیپو

سلطان شہیدؒ کے نظریے اور مشن کی طرف رہنمائی کرے گا، ایسے اداروں کے قیام کی شدید ضرورت ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں۔

''ملت اسلامیہ کی نشأۃ ثانیہ کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مسلمان اپنے دین پر ثابت قدم رہتے ہوئے جدید علوم وفنون یا سائنس اور ٹکنالوجی میں بھی کمال حاصل کر کے دین ابدی کی ہر حیثیت سے بقا واستحکام کا سامان نہ پیدا کرلیں''۔

اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے الفاظ میں:

حضرت مولانا (علی میاں صاحب) رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی دل سے قدر کی تھی اور بلند توقعات قائم کی تھی، جامعات اسلامیہ کے فارغین وقت کے تقاضوں کے مطابق جن صلاحیتوں کے ضرورت مند ہیں ان صلاحیتوں کو پیدا کرنے کے لئے ماہرین فن کے خطبات کرائے جاتے ہیں، سب سے بڑی اور مسرت کی بات یہ ہے کہ یہ سب نہایت صحیح الفکر اور اسلامی دعوت وفکر کو پیش نظر رکھتے ہوئے انجام دیا جارہا ہے۔

جناب ضیاء اللہ شریف صاحب نے دارالامور کی گوناگوں مصروفیات کے ساتھ شہر بنگلور میں یتامیٰ کی ہر نوع کی کفالت کے لیے یتیم خانہ قائم کیا ہے اور اس کے ساتھ میڈیکل کالج بھی چلا رہے ہیں، حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ نے اس پر اپنی دلی مسرت کا اظہار فرمایا اور ضیاء اللہ شریف صاحب کو مبارکباد اور دعائیں دیں۔

حضرت کا یہ دو روزہ با مقصد سفر تمام ہوا، اس پورے سفر میں ناظم جامعہ

جناب مولانا ڈاکٹر ولی الدین صاحب ندوی آپ کے رفیق اور شریک سفر رہے، اس علمی سفر کا ایک اہم محرک یہ بھی تھا کہ وہاں عارضہ چشم کے لیے ایک ماہر امراض چشم سے مشورہ اور علاج کیا جا سکے، ۲۹ر جون کو بنگلور سے ابوظبی کے لیے واپسی ہوئی۔

گجرات کا ایک یادگار سفر

۱۶ ستمبر ۲۰۰۴ء

صوبۂ گجرات ماضی میں بہت بڑا علمی و دینی مرکز رہا ہے، اس کی سرزمین پر مشہور تبع تابعی سعد بن ربیع سعدی متوفی ۱۶۰ھ مدفون ہیں جن کا علم حدیث کے اولین مؤلفین میں شمار ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے دور سے قبل خصوصیت سے علم حدیث میں گجرات کا بہت اونچا مقام رہا ہے، اس باب میں اس کو مرکزیت حاصل تھی، یہی سرزمین علامہ طاہر پٹنی صاحب مجمع بحار الانوار، شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی اور ملا نورالدین وغیرہ کا مسکن رہی ہے جنھوں نے علم حدیث کی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں، ان بزرگوں کے بعد بھی اس علاقے میں بڑے بڑے اہل علم اور صاحب فضل وکمال پیدا ہوئے، انہیں کی برکتوں سے گجرات میں علم کا ہمیشہ چرچا رہا اور اس زمانے میں بھی مدارس ومکاتب کا ایک طویل سلسلہ ہے، یہ علاقہ مسلمانوں کے لیے اور خصوصاً مدراس عربیہ کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے، یہاں کے اہل خیر کی امداد وتعاون سے شمالی ہند کے بڑے بڑے مدارس کو بھی قوت حاصل ہے۔

ہمارے جامعہ کے بانی وسرپرست حضرت مولانا مدظلہ العالی بھی آج سے چالیس سال قبل گجرات میں تقریباً چار سال قیام کر چکے ہیں اور ان کو وہاں پر بخاری

شریف اور ترمذی شریف پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی، اس زمانے کے بہت سے اہل تعلق اور شاگرد ہیں جو ملک اور بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، حضرت مولانا دامت برکاتہم کے متحدہ عرب امارات منتقل ہو جانے کے بعد بھی ان حضرات کا والہانہ تعلق رہا، انہیں اہل تعلق میں مولانا غلام محمد وستانوی حفظہ اللہ کی ذات بھی ہے جن سے اللہ تعالیٰ مہاراشٹر میں ''اکل کوا'' کے مقام پر بہت بڑا کام لے رہا ہے، موصوف عرصہ سے خواہش مند تھے کہ حضرت مولانا مدظلہ العالی ان کے جامعہ میں تشریف لائیں اور بخاری شریف کا آخری درس دیں، ادھر چند سالوں سے اس اصرار میں شدت آتی گئی، اسی دوران جامعہ حسینیہ راندیرا اور جامعہ اشرفیہ راندیر کے ارباب اہتمام نے بھی ختم بخاری شریف کی دعوت حضرت مولانا کو دی اور اس سلسلہ میں انجینئر جناب ذاکر قریشی صاحب اور جناب الطاف قریشی صاحب کو واسطہ بنایا گیا اور حضرت مولانا سے گجرات کے سفر کے لیے تیار ہونے کی شدید خواہش کی گئی، حضرت مولانا نے ان اہل تعلق کے اصرار پر اپنی خرابی صحت اور بے شمار علمی و تحقیقی مشاغل کے باوجود ان حضرات کی دعوت کو قبول فرما کر گجرات کے سفر کا ارادہ فرمالیا، مدینہ منورہ سے حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب نے بھی اس دعوت کی درخواست کی تھی اور خود بھی اپنی تشریف آوری سے حضرت کی ہمرکابی فرمائی۔

چنانچہ ۱۶/ستمبر ۲۰۰۴ء کی شام کو ابوظبی سے ممبئی کے لیے حضرت مولانا کی روانگی ہوئی، وہاں حضرت نے اپنی ذاتی ضرورتوں کی وجہ سے تین دن قیام فرمایا اور ۲۰/ستمبر ۲۰۰۴ء کی صبح کو بھائی الطاف صاحب انجینئر اور رفیق سفر مولوی صلاح الدین ندوی کے ساتھ بمبئی شتابدی ایکسپریس کے ذریعہ گجرات کے لیے روانگی ہوئی، گیارہ

بجے بھڑوچ پہونچے، اسٹیشن پر استقبال کے لیے بڑی تعداد موجود تھی، بالخصوص حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب، شیخ محمود منیار صاحب، مفتی احمد دیولا صاحب مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر اوران کے نائب مولانا محمد اقبال صاحب فلاحی وغیرہ قابل ذکر ہیں، وہاں سے کاپودرہ جانا ہوا، مولانا عبداللہ کاپودری صاحب سے دیرینہ اور خصوصی تعلق کی وجہ سے ان کے دولت خانہ پر ضیافت کا انتظام تھا، مولانا سے حضرت کا خصوصی تعلق رہاہے، وہاں علماء کی خاصی تعداد موجود تھی، علم حدیث اور بذل المجہود موضوع گفتگو رہا، وہاں سے ''اکل کوا'' کا سفر ہوا اور دو بجے ''اکل کوا'' وارد ہوئے، بعد نماز ظہر مولانا غلام محمد وستانوی اور ان کے صاحبزادگان سے ملاقات ہوئی، ان حضرات نے بہت ہی پُر جوش انداز میں حضرت مولانا کا استقبال کیا، بعد نماز عصر ڈھائی سو سے زائد مدرسین کے مجمع میں حضرت نے خطاب فرمایا جس میں اخلاص واختصاص اور توکل علی اللہ کی تلقین کی اور فرمایا کہ مدارس کے علماء کی یہی چیزیں شان امتیازی ہیں اور ہمیں ان اوصاف سے متصف ہونا چاہئے۔

بعد نماز مغرب حضرت نے جامعہ کے بعض شعبوں کی زیارت فرمائی، طلباء و مدرسین کی کثرت، تعلیم کا تنوع، طویل عمارتوں اور حسن انتظام وانصرام کو دیکھ کر قلبی مسرت کا اظہار فرمایا اور اس کو ایک غیر معمولی کارنامہ قرار دیا جو اللہ کے ایک بندے کے ذریعہ اس صحرا میں انجام پارہاہے۔

دوسرے دن ۲۱ رستمبر ۲۰۰۴ء کو وہاں کی عظیم الشان میمن مسجد میں ختم بخاری شریف کی تقریب تھی جس میں گرد ونواح کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی، حضرت مدظلہ العالی نے بخاری شریف کے آخری باب اور اس کی آخری حدیث پر

نہایت عالمانہ اور محققانہ تقریر فرمائی ہے۔

اس کے بعد حضرت نے جامعہ کے مختلف شعبوں، میڈیکل کالج اور قدیم مکتب کا (جہاں سے مولانا وستانوی صاحب نے اپنے کام کا آغاز فرمایا) معائنہ فرمایا اور اپنی دلی خوشی کا اظہار فرمایا اور دعائیں دیں۔

نماز ظہر اور طعام وقیلولہ کے بعد تین بجے یہ قافلہ ترکیسر کے لیے روانہ ہوا، یہاں کی دعوت حاجی موسیٰ راوت صاحب کے صاحبزادے مولانا خلیل راوت صاحب نے دی تھی، مدرسہ کے ناظم اور اہل تعلق نے استقبال کیا، بعد نماز مغرب حضرت نے پون گھنٹے مسجد میں خطاب فرمایا، وہاں بھی بہت سے اہل تعلق سے ملاقاتیں رہیں خصوصاً حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تعلق رکھنے والے مولانا نور گت صاحب مرحوم کے پوتے اور مولانا آدم پٹیل صاحب (جن سے حضرت مدظلہ کے دوستانہ روابط ہیں) کے دولت کدہ پر بھی حاضری ہوئی، وہاں حضرت مولانا عین القضاۃ لکھنویؒ کے شیخ، حضرت موسیٰ جیؒ کے مزار پر حاضری اور فاتحہ خوانی کے بعد کیم کی طرف روانگی فرمائی، راستہ میں نور نگر کے لوگوں کے اصرار پر وہاں مولانا نور گت صاحب مرحوم کے قائم کردہ مدرسہ میں دعا کے لیے تشریف لے گئے، نماز عشاء اور دعا کے بعد یہ قافلہ سورت پہونچا، یہاں شیخ محمود منیار کے مکان پر قیام رہا اور ان کے اعزہ واقارب اور جناب عبدالحفیظ منیار صاحب اور حکیم شارق صاحب وغیرہ سے ملاقاتیں رہیں۔

اگلے روز ۲۲؍ستمبر کو حضرت مولانا گجرات کے مشہور ادارہ جامعہ حسینیہ راندیر کے جلسے میں تشریف لے گئے، اس مدرسہ کا قیام ۱۹۱۷ء میں عمل میں آیا اور خصوصیت

سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ نے اس کے لیے دعا فرمائی تھی اور درس کا آغاز بھی فرمایا تھا، جلسہ میں طلبہ کے ثقافتی پروگرام اور مہتمم مدرسہ کے سالانہ رپورٹ پیش کرنے کے بعد حضرت نے بخاری شریف کا آخری درس دیا اور سوا گھنٹے کی تقریر اور دعا کے بعد طلبہ کو دستارِ فضیلت باندھی گئی، جامعہ حسینیہ کے پروگرام اور اس کے معائنہ کے بعد جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین کے مہتمم صاحب کی خواہش پر ڈابھیل جانا ہوا اور شیخ محمود منیار کی رفاقت میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین کے کتب خانے کا معائنہ کیا گیا، ۲۲ ہزار کتابوں پر مشتمل یہ کتب خانہ بہت ہی منظّم اور مرتب ہے، اس جامعہ کا سنگ بنیاد ۱۹۰۸ء میں رکھا گیا، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے نابغۂ روزگار علماء کے قیام سے اس مدرسے کو بڑی شہرت حاصل ہوئی، اور ''المجمع العلمی'' کے قیام نے تو اس کا فیض عالمی بنا دیا۔

بعد نماز مغرب طلبائے جامعہ نے بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھ کر اجازت حدیث لی، ساتھ ہی حضرت والا مدظلہ نے طلباء کو حدیث مسلسل بالاولیہ کی بھی اجازت مرحمت فرمائی اور مختصر لیکن نہایت پُر مغز خطاب فرمایا۔

عشاء کی نماز کے بعد انجینئر ذاکر قریشی صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی جناب الطاف قریشی صاحب نے عشائیہ کا انتظام پٹنی ہال میں کیا تھا، جہاں انہوں نے مدارس کے علماء اور فضلاء کے ساتھ شہر کے سر برآوردہ حضرات کی ایک بڑی تعداد کو مدعو کر رکھا تھا، جس میں خاص طور سے حضرت مولانا اسماعیل بدات صاحب قدس سرہ اور حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم بھی تشریف فرما تھے، درحقیقت یہ عشائیہ باضابطہ ایک تعارفی نشست تھی، چنانچہ تلاوت کلام پاک کے بعد حضرت

مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب کو دعوت دی گئی، موصوف نے حضرت والا کی شخصیت کا تعارف کرایا اور ان کے علمی و تحقیقی کارناموں کو سراہا اور حضرت سے بھی احوال زندگی بیان کرنے کی درخواست کی، چنانچہ حضرت مولانا نے اپنی علمی اور تدریسی زندگی پر روشنی ڈالی جو یقیناً ایک جہد مسلسل، عمل پیہم کا مرقع ہے اور طالب راہ کے لیے خود اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

حضرت مفتی صاحب کا بیان خود ان کی زبانی، حمد وثنا کے بعد فرمایا: ہمارے دوست حضرت مولانا مفتی احمد صاحب زید مجدہم کو دو افراد کے تعارف کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، اس کے باوجود انہوں نے فرمایا کہ مجھے نازک ذمہ داری سونپی گئی ہے، اب میرے ذمہ جو کام کیا گیا ہے واقعی میں پریشان ہوں کہ کیا کروں؟ ایک طرف مولانا فرمارہے ہیں میرے تعارف کی ضرورت نہیں، تو دوسری طرف میں یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری زید مجدہم کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں سے میں کماحقہ واقف ہوں۔

بچہ ہے نہیں چلے گا؟

میری حضرت مولانا سے پہلی ملاقات رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ میں حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے یہاں ہوئی تھی۔ جب حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ ناظم مدرسہ فلاح دارین ترکیسر ایک مدرس کی تلاش میں دیوبند گئے عربی ادب پڑھانے کے لیے، وہاں کے بعض لوگوں نے آپ کے سامنے خوش فہمی اور محبت کی بنا پر میرا نام لے لیا اور یہ بھی کہا کہ اس کی تکمیل حضرت مفتی صاحب (حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ)

کے ہاتھ میں ہے، وہ فرمائیں گے تو چلا جائے گا۔ وہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں اس کو لے جانا چاہتا ہوں، فلاح دارین ترکیسر گجرات میں حضرت مولانا تقی الدین صاحب دامت برکاتہم مدت تک رہ چکے تھے، اس وقت وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تھے، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں مشورہ کر کے بتاؤں گا۔

چنانچہ اگلے دن پنج شنبہ تھا، سہارن پور تشریف لے گئے اور مولانا کے سامنے مجھ کو پیش کیا، مولانا نے سر سے پیر تک ایک نگاہ ڈالی فرمایا: ''بچہ ہے نہیں چلے گا''۔ حضرت مولانا تقی الدین صاحب نے یہاں اضافہ کیا ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت! ان سے ذہانت وفطانت ٹپکتی ہے، ایسے فاضل کو آپ کی تربیت وقرب کی ضرورت ہے، انہیں اپنے پاس رکھیں۔

یہ میری پہلی ملاقات تھی، اب سمجھ لیجئے مولانا کی حیثیت تھی میرے بارے میں فیصلہ کرنے کی اور میں ایک بچہ کی حیثیت سے ان کے سامنے پیش ہوا۔

اہم فرض کفایہ ادا کیا ہے:

مولانا کی جو خدمات ہیں علمی اعتبار سے وہ ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم عرب نے اس کا اعتراف کیا ہے، بعض اعتبار سے اکابر علماء دیوبند، سہارنپور کے علوم کا تعارف جس انداز سے حضرت مولانا تقی الدین صاحب نے عالم عرب میں کرایا ہے انہوں نے پوری جماعت کی طرف سے اہم فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ اب تک یہ کام بہر حال سب کے ذمہ قرض تھا، سب سے پہلے ''بذل المجہود'' کی طباعت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں، اسی طرح ''حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ'' کی طباعت،

اس کے بعد ''التعلیق الممجد'' حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے بعد اس کی طباعت، پھر ''اوجز المسالک'' جو ابھی ابھی چھپ کر آئی ہے اور چند مہینے پہلے حضرت مولانا کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ مظفر پور میں جو سیمینار ہوا تھا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و کارناموں کے تعارف پر اس میں اس کتاب کا اجراء ہوا۔ لوگ انگشت بدنداں رہ گئے اس عظیم کارنامہ پر، یہ وہ کتاب ہے کہ مالکی علماء نے اس کتاب کو دیکھ کر یہ کہا تھا کہ اگر مصنف خود اپنے آپ کو حنفی نہ کہتا تو ہم باور نہیں کر سکتے تھے کہ اس کتاب کا مصنف کوئی حنفی ہے، بہر حال شبانہ روز کی محنت کے بعد حضرت مولانا نے اس کتاب کی تحقیق کی اور تکمیل فرما کر اس کو شائع کیا، اور اب بذل المجہود پر کام چل رہا ہے (۱)۔

میں نے صرف ان دو تین کتابوں کا نام لیا ہے، لیکن وہ جملہ میرے کانوں میں گونج رہا ہے، صبح جامعہ حسینیہ راندیر کے درس بخاری میں جب تعارف کرانے والے نے حضرت مولانا کی تصانیف میں سے دو کتابوں کا نام لیا تو مولانا نے فرمایا کہ میری چالیس کتابیں ہیں اور ابھی کئی کتابیں زیر تصنیف و تحقیق و طبع ہیں۔ اس لیے میں حقیقت میں اس کا حق ادا نہیں کر سکتا، یہ میں چاہوں گا کہ حضرت مولانا سے کچھ گفتگو کی درخواست کی جائے تو وہ ان کتابوں کی طرف اور ان کارناموں کی طرف تھوڑا اشارہ فرمادیں تاکہ ہم ان سے استفادہ کرسکیں۔

سب سے بڑا کارنامہ:

سب سے بڑا کارنامہ حضرت مولانا کا جامعہ اسلامیہ مظفر پور کا قیام ہے، جس کے آپ مؤسس بھی ہیں اور بانی بھی ہیں۔

---

(۱) الحمد للہ یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

ایک طرف العین یونیورسٹی سے تعلق، وہاں کے علمی وتحقیق کاموں کی ذمہ داری اور ایک پیر وہاں اور ایک پیر یہاں، ہر وقت وہاں سے یہاں کی خبر گیری کرتے رہنا، میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں کسی کے ٹیلیفون کا اتنا لمبا بل نہ آتا ہوگا جتنا مولانا کا آتا ہے، وہاں سے گفتگو غالبا روزانہ پندرہ سے بیس منٹ مدرسہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے، خیریت معلوم کرنے کے لیے کرتے رہتے ہیں اور معمولی معمولی جزئیات پر بھی نگاہ رہتی ہے۔

اللہ تعالی اس علاقہ کے اندر جامعہ اسلامیہ کو ایک اہم مقام عطا فرمایا ہے، ظاہری اور معنوی ہر اعتبار سے، ابھی وہاں مرکز التحقیق حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر قائم ہوا ہے اور اس میں کام شروع ہوگیا ہے، مولانا کو اس کی خاص جستجو رہتی ہے کہ کار آمد نوجوان اور افراد ملیں اور ان کو کام پر لگایا جائے۔

بزرگوں کے منظور نظر:

چونکہ یہ علاقہ بزرگوں سے تعلق والوں کا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تاریخی خدمات جو مولانا کے ذریعے سے وقوع پذیر ہوئیں یقیناً توفیق خداوندی اور ان کے اندر پائی جانے والی صلاحیتوں کی بنا پر ہے، لیکن اس میں بہت بڑا حصہ ہمارے اکابر کی دعاؤں اور ان کی توجہات کا ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب دعائیں دی اور جی بھر کر دعائیں دی ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات اور ان کی دعائیں، حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر شفقت ومحبت، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق اور ان کی محبت اور دعائیں اور اخیر میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پڑتا پگڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تعلق ومحبت، ان حضرات کی دعائیں، ان کی شفقت اور دل سے

حضرت کی ترقی کے لیے، حضرت کی خدمات کی مقبولیت کے لیے ان حضرات کی خواہش، یہ وہ چیزیں ہیں جو ان صورتوں میں ہمارے سامنے آئیں اور بارآور ہوئی ہیں۔

تو بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے:

یہ چند کلمات میں نے آپ کے سامنے پیش کیے اس معذرت کے ساتھ کہ یقیناً میں مولانا کے تعارف کا حق ادا نہیں کرسکتا اور یہ گزارش کروں گا کہ حضرت سے کچھ عرض کرنے کی درخواست کی جائے تو اپنے بارے میں وہ باتیں ضرور بتائیں کہ جن سے ہمیں عمل کا حوصلہ ملے اور جیسا کہ مولانا نے غالباً کل اکل کوا کے جلسہ میں یہ بتایا تھا کہ ہندوستان کا عالم مظاہر علوم ندوہ اور دارالعلوم دیوبند کے اندر تعلیم حاصل کر کے بھی وہ کارنامے انجام دے سکتا ہے جو آج بڑے بڑے ڈاکٹر، پروفیسر اور وسائل سے مالا مال افراد نہیں کر پاتے۔ اس لیے احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ علم وعمل کے زیور سے آراستہ ہوکر ہمت کا ہتھیار لے کر آدمی کھڑا ہو اور عزم کے ساتھ قدم آگے بڑھائیں تو بڑے سے بڑے کارنامے انجام دے سکتا ہے۔

انضباط اوقات کامیابی کی شاہ کلید:

مولانا مسلسل بیمار رہتے ہیں اور اس کے علاوہ حالات اور تقاضے لگے رہتے ہیں، لیکن بہر حال کچھ نہ کچھ کام کرتے رہتے ہیں، اور ابھی آج گفتگو کے اندر میں نے ایک جملہ سنا انضباط اوقات اور نظام الاوقات کی ترتیب کہ اپنے اوقات کو اس طرح مرتب کرلینا کہ بہر حال ہمیں اس میں لکھنے پڑھنے کے لیے کچھ وقت نکالنا ہے، ہم اس کا اہتمام کریں۔

یہ حضرت مولانا کا ذاتی تجربہ ہے جو بزرگوں سے ملا ہے، حضرت شیخ رحمۃ

اللہ علیہ کے یہاں، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس اہتمام کا ذکر ہم نے اپنے اکابر سے سنا ہے اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس کا تھوڑا بہت دیکھا بھی ہے، لیکن مولانا کی زبان سے آج سنا کہ اگر یہ چیز زندگی میں ہو اور آدمی احساس کمتری میں مبتلا ہوئے بغیر ہمت کے ساتھ قدم آگے بڑھائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ آدمی کے ذریعہ کارنامہ انجام نہ دیا جاسکے۔

بس میں معذرت چاہتا ہوں کہ مولانا کے تعارف کا میں صحیح حق ادا نہیں کرسکتا، انہیں کلمات پر میں اکتفاء کرتا ہوں، اللہ تعالی ہمیں حضرت مولانا کے علوم وصفات عالیہ سے استفادہ کی اور ان کی اقتداء کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

اگلے روز ۲۳؍ستمبر کو دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں ختم بخاری شریف اور دستار بندی کے سالانہ جلسہ میں جانے کا پروگرام طے تھا، اس دارالعلوم کی بنیاد حاجی اشرف صاحب راندیریؒ نے حضرت شیخ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کے مشورہ سے ۱۸۷۶ء میں رکھی تھی، اس وقت اس کے مہتمم مولانا یعقوب اشرف صاحب راندیری ہیں، جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، مہتمم صاحب کی مفصل سالانہ رپورٹ کے بعد اولاً مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب کا بیان ہوا، اس کے بعد حضرت والا نے طلبہ کو بخاری شریف کے آخری درس سے مستفید فرمایا اور دیگر حاضرین کی رعایت کرتے ہوئے عمومی خطاب بھی فرمایا، اس کے بعد دعا و دستار بندی پر جلسے کا اختتام ہوا، بڑی مشکل سے مصافحہ کرنے والوں کے ہجوم سے مہتمم صاحب کے مکان پر تشریف لائے اور بعد نماز ظہر مولانا احمد لاٹ صاحب (حضرت کے شاگرد رشید) کے مکان پر تشریف لے گئے، اس کے بعد شیخ محمود منیار صاحب کے یہاں ہوتے ہوئے بعد نماز عصر مولانا مفتی عبداللہ صاحب کی دعوت پر ہانسوٹ روانہ ہوئے، وہاں

بعد نماز مغرب مفتی صاحب کے کمرے میں اساتذہ کے سامنے ''علم حدیث اور علمائے ہند کی خدمات'' کے موضوع پر گفتگو فرمائی، اس کے بعد طلبہ نے مسجد میں بخاری شریف کی پہلی حدیث اور حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھ کر اجازت حدیث کی سعادت حاصل کی، ہانسوٹ کا مدرسہ ابھی نیا ہے لیکن مفتی صاحب موصوف کی مساعی جمیلہ سے مرتب و منظّم ہے، مسجد نہایت عالیشان اور صاف ستھری ہے، اسی طرح مدرسہ میں دارالسنہ کے نام سے ایک عمارت کی تعمیر جاری ہے۔

اسی رات جمبوسر کے مدرسہ میں جانے کا پروگرام تھا، جمبوسر کے مدرسہ میں چار سال قبل حضرت کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا، اس وقت آپ نے ایک بڑے مجمع سے خطاب فرمایا تھا، اس موقع پر بھی یہاں سالانہ جلسہ منعقد کیا گیا تھا، مہتمم صاحب کی رپورٹ اور مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب مدظلہ کی تقریر کے بعد حضرت مولانا نے پون گھنٹے تقریر فرمائی، طلبہ کی دستار بندی ہوئی اور مولانا مفتی احمد صاحب خان پوری کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

یہیں پر بڑودہ شہر کے مدرسہ کے ایک وفد نے آکر حضرت مولانا سے ملاقات کی اور مدرسہ میں حاضری کی دعوت دی، اس وفد میں حضرت کے شاگرد اور مولانا احمد لاٹ صاحب کے ہم سبق مولانا ولی بڑھ کودری مرحوم بھی تھے، حضرت نے وقت کی قلت کی وجہ سے معذرت کرلی۔

بڑودہ سے بمبئی بذریعہ طیارہ واپسی ہوئی، یہاں حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات وزیارت فرمائی اور سفر کی تفصیلات سنائی جس کو سن کر حضرت والا دامت برکاتہم نے بے حد خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا اور خوب دعائیں دیں۔

۲۶ رستمبر کی شام کو بمبئی سے دبئی کے لیے واپسی ہوئی اور تقریباً ۱۱ ربجے رات

میں اپنے مقر ''العین'' بصحت و عافیت پہونچ گئے، حضرت کا یہ سفر بہت ہی علمی اور تاریخی ثابت ہوا، بے شمار علماء وفضلاء اور طلبہ کو حضرت سے استفادہ کا موقع ملا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ کے سایہ کو تادیر قائم رکھے اور ان کے افادہ کو عام فرمائے، آمین۔

اے کے کالسیکر اسپتال ممبرا کوسہ ممبئی کی تقریب سنگ بنیاد میں شرکت

بقلم: صلاح الدین ندوی

۲۹/مئی ۲۰۰۴ء کو کوسہ ممبئی میں جناب محترم حاجی عبدالرزاق صاحب جو اپنی خدمات دینی میں مشہور ہیں، انہوں نے پہلے وہاں پر ایک طبیہ کالج بنایا، اب اسی کے ساتھ بمبئی میں جدید طرز کے اسپتال کی ضرورت کے مدنظر اپنے خرچ سے اس کو بنوانے کا ارادہ کیا ہے، اس کے سنگ بنیاد کی تقریب میں شرکت کے لئے بہت سے علماء اور ممبئی کے اعیان کو دعوت دی تھی، انہوں نے ہمارے سرپرست جامعہ کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی، چونکہ جناب محترم حاجی صاحب کا مولانا سے خصوصی تعلق ہے، اس بنا پر ممبئی جا کر اس تقریب میں شریک ہوئے اور دعا کرائی اس کے بعد طبیہ کالج میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا اس میں جناب محترم حاجی صاحب اور ذمہ داروں نے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی، ہمارے سرپرست محترم صاحب نے بھی مختصراً تقریر کی، اس میں محترم حاجی صاحب اور ان کے رفقاء کو اس نیک کام کے اقدام پر مبارک باد دی اور اس توفیق خداوندی پر شکر ادا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے، لاحول ولاقوۃ إلا باللہ کے یہی معنی ہیں، نہ برائی سے رکا جاسکتا ہے، نہ ہی نیکی پر عمل کرنے کی قوت ہے اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی انعام ہے کہ محترم حاجی عبدالرزاق صاحب کو اس نیک کام کی توفیق دے رہا ہے اور اس کے اسباب بھی پیدا فرمادیئے ہیں، اس میں پورے علاقہ کے باشندوں کی خدمت ہے، انسانی خدمت کا بھی بڑا ثواب ہے، یہ کام دعوت وتبلیغ کے لئے اچھا میدان ہے، مجھے اس میں شرکت سے بیحد مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ ہر سہولت وعافیت کے اسباب پیدا فرمائے۔

سفر دیوبند

از: ادارہ ''الشارق''

مارچ کے مہینے میں بانیٔ جامعہ اسلامیہ مظفرپور مولانا تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ ہندوستان تشریف لائے تو سب سے پہلے دہلی سے دیوبند کا قصد کیا، حضرت مولانا کے دل پر فدائے ملتؒ کے انتقال کا جوشدید اثر تھا اس کی وجہ سے حضرت نے ہندوستان آنے پر مولانا مدنی مرحوم کی تعزیت کواولین ترجیح دی اور مولانا سید ارشد مدنی صدر جمعیۃ علمائے ہند سے ملاقات کے لیے دیوبند کا سفر کیا، دیوبند کا یہ مختصر سفر اس تعزیت کے علاوہ علم حدیث کے ایک مخلص خادم کے لیے یوں بھی یادگار ثابت ہوا کہ دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ خصوصاً دارالحدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات علماء نے جس شان سے آپ کا استقبال کیا وہ حدیث شریف کے علم وفن سے دارالعلوم دیوبند کے قدیم تعلق واشتغال کو تازہ اور زندہ کرنے والا ہی نہیں تھا بلکہ اس بات کا اعتراف بھی تھا کہ دارالعلوم دیوبند خادمان حدیث کا قدرداں بھی ہے اور رجال شناس بھی، تہذیب اور تہذیب کی تقریب آج بھی اس کی فضا میں زندہ ہے، حضرت سید احمد شہیدؒ کا گزر بھی کبھی اس وادیٔ علم وعرفان سے ہوا تھا تو انہوں نے اسی مقام پر جہاں آج دارالعلوم کی عمارت استادہ ہے فرمایا تھا ''مجھے اس جگہ سے علم کی بو آتی ہے''، علم کی وہی خوشبو آج بھی دارالعلوم کے ہر گوشے کو معطر کیے ہوئے ہے اور

دارالعلوم ہی کیا تمام عالم اس کی دلنواز اور جاں بخش خوشبو سے مہک رہا ہے۔

بانئ جامعہ کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح خدمت حدیث کی توفیق ارزاں کی وہ کسی سے مخفی نہیں، آج وہ اس علم شریف میں ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں نمایاں ترین مرتبے پر فائز ہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی تربیت وتوجہ اور دعاؤں کا اس میں خاص حصہ ہے اور مظاہر علوم اور دارالعلوم دیوبند کے متعلق یہ کہنے میں تأمل نہیں کہ اصل میں دونوں ایک ہیں جن کا سلسلہ سند شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے گزرتا ہوا جناب رسالت مآب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عالی تک جا پہنچتا ہے اور اس سلسلے کا جوہر اصل ہی وحی الٰہی اور قال اللہ وقال الرسول کے ساتھ ہمہ وقتی شغل واشتغال ہے، دیوبند کی تعلیم میں دورہ حدیث کی اہمیت اسی لیے سب سے زیادہ رہی ،اسی تعلیم کا فیض تھا کہ بے سروپا اور بے سند روایتوں کی حقیقت کو شریعت کی مستند کتابوں سے واضح کیا گیا اور نقل وروایات کا ایک ذخیرہ پیش کر دیا گیا، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ، حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا عبدالرحمٰن کیملپوریؒ اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ تو چند وہ نام ہیں جن کی علوم حدیث میں تصنیفات وتالیفات کا بلند ترین مقام ہے ورنہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے آج تک ہزاروں بلکہ بے شمار علماء کی تحریر وتقریر دراصل علوم حدیث سے روشن ومستنیر ہے،اس دارالعلوم میں بانئ جامعہ مولانا ندوی مظاہری کی آمد اور پھر ان کی ترحیب خوش گوار ضرور تھی لیکن حیرت انگیز نہیں، اعظم گڑھ کے طلبہ کی انجمن نادیۃ الاتحاد نے جلسۂ استقبالیہ منعقد کیا، مسرت کی بات ہے کہ یہ انجمن سیرت نگار رسول

اعظمؒ علامہ شبلی نعمانیؒ کی یادگار کی حیثیت سے قائم ہے اور شیخ الحدیث دارالعلوم مولانا عبدالحق اعظمی کی سرپرستی میں تحریر وتقریر اور مطالعہ وتحقیق کی مشق وممارست میں مصروف ہے، اس کے ناظم محمد اکرم، صدر محمد یعقوب اور دیگر کئی عہدے داروں نے جس طرح جلسۂ استقبالیہ کا انعقاد کیا، سپاس نامہ پیش کیا اور اپنی روداد بیان کی اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مؤرخہ ۱۷/ مارچ صبح ۷ بجے بذریعہ شتابدی ایکسپریس دہلی سے دیوبند کے لئے روانہ ہوئے، شتابدی ایکسپریس کے دیوبند اسٹاپ نہ ہونے کی وجہ سے مظفرنگر تک کا ٹکٹ لیا گیا، ٹرین ۹ بجے مظفرنگر اسٹیشن پر پہونچی، پلیٹ فارم پر حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب کے نمائندے کی حیثیت سے جناب مولانا عبداللہ معروفی صاحب استاذ تخصص فی الحدیث گاڑی کے ساتھ موجود تھے، وہاں سے ڈیڑھ گھنٹہ کی مسافت طے کر کے دارالعلوم دیوبند پہونچے، دارالعلوم دیوبند میں اعظم گڑھ کے طلبہ کے علاوہ اور بہت سے طلبائے دارالعلوم نے بڑی گرم جوشی سے حضرت کا استقبال کیا، چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر مختصر آرام فرمایا، جمعہ کی نماز دارالعلوم دیوبند کی جامع مسجد، مسجد رشید میں ادا فرمائی، اس کے بعد حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب کی دعوت پر ان کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور کھانا تناول فرمایا۔

شعبۂ مناظرہ کے ذمہ داروں کی دعوت پر عصر سے قبل دارالحدیث تشریف لے گئے اور علم حدیث میں اختصاص کی مناسبت سے ''دارالعلوم اور علم حدیث'' کے عنوان سے علماء وطلبہ کے سامنے ۲۰/ منٹ ایک جامع خطاب فرمایا، عصر کی نماز کے بعد حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی صاحبؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی اور ایصال

ثواب کے لئے تشریف لے گئے۔

بعد نماز مغرب متصلاً طلبہ اعظم گڑھ کی انجمن ''نادیۃ الاتحاد'' نے آپ کے اعزاز وتکریم میں ایک ثقافتی پروگرام منعقد کیا جس میں طلبہ نے بڑی تعداد میں شرکت کی، انجمن ''نادیۃ الاتحاد'' کی طرف سے آپ کو ایک خوبصورت سپاس وعقیدت نامہ پیش کیا گیا، اولاً انجمن کی طرف سے ایک طالب علم کی تعارفی تقریر کے بعد وہاں کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی رحمہ اللہ نے حضرت کی ہمہ جہت شخصیت کا بہت ہی عمدہ اور جامع تعارف پیش فرمایا، اس کے بعد آپ نے آدھ گھنٹہ طلبائے دارالعلوم سے خطاب فرمایا، اس استقبالیہ پروگرام میں حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث اور جناب مولانا مفتی عبداللہ صاحب معروفی استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث اور جناب مولانا مفتی محمد راشد صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند بھی شریک تھے، شام کا کھانا مولانا عبداللہ معروفی صاحب کے یہاں تناول فرمایا، کھانے سے فراغت کے بعد حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی دعوت پر ان کے دولت خانہ تشریف لے گئے اور قریب نصف گھنٹہ کے بعد دارالعلوم کے مہمان خانہ میں واپس تشریف لائے اور آرام فرمایا۔

۱۸ر مارچ کی صبح فجر کی نماز کے بعد دورۂ حدیث کے طلبہ کی درخواست پر ان کو اوائل صحاح ستہ کی اجازت مرحمت فرمائی، حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے یہاں ناشتہ کا پروگرام تھا، ناشتہ سے فارغ ہو کر حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کی دعوت پر ان کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے، انہوں نے چائے وغیرہ سے خاطر تواضع کی اور اپنے ادارے کی کتابوں کو ہدیۃً پیش کیا، ان کا اصرار ہوا کہ ان کے قائم

کردہ ادارہ ''معہد الانور'' پر اپنے قیمتی تأثرات تحریر فرمادیں، نیز اس کی مناسبت سے طلبہ کے سامنے کچھ بیان بھی فرمادیں، اس کا وعدہ کرنے کے بعد وہاں سے دارالعلوم کے شعبۂ تخصص فی الحدیث کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے، آپ کے ہمراہ شعبہ کے استاذ مولانا عبداللہ معروفی صاحب بھی تھے، شعبہ کے صدر حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب دامت برکاتہم طلبہ وفضلاء کے ساتھ انتظار فرمارہے تھے، اس اہم شعبہ کی زیارت ومعائنہ فرمایا اور علماء واکابر کی موجودگی میں طلبہ اور فضلاء کے سامنے بے حد مفید اور عالمانہ خطاب سے مستفید فرمایا، آپ نے فرمایا کہ ہندوستان کو علم حدیث میں جو عالمی شہرت حاصل ہے وہ دنیا کے سامنے آشکارا ہے، جس کا اعتراف بڑے بڑے علمائے عرب اور وہاں کے فضلاء کرتے ہیں، ہندوستان کے اداروں میں دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارن پور دونوں جگہوں کے علماء اور ان کی حدیثی مؤلفات کی ان کے نزدیک بے حد اہمیت اور قدر وقیمت ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ تخصص فی الحدیث کے مرتب نصاب تعلیم اور اس کی تفصیلات سے مطلع ہوکر بے حد خوشی کا اظہار فرمایا اور اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ آپ تمام فضلاء کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اساتذہ کی قدر کریں، آپ نے اپنے خطاب میں چند مفید باتوں کی طرف خصوصی طور پر طلبہ کی توجہ مبذول فرمائی جو ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) کسی فن میں کامل استاذ کا کمال یہ ہے کہ مشکل اور طویل مباحث کو اختصار کے ساتھ سہل بنا کر طلبہ کے سامنے پیش کرے تاکہ طلبہ ان کو بآسانی اخذ کرسکیں اور ہضم کرسکیں، پرندے کی چونچ میں اسی قدر چارہ ڈالا جائے گا جتنا وہ پکڑ سکے، اگر اس

میں زیادتی کر دی جائے تو وہ اِدھر اُدھر گرے گا اور خراب ہوگا، الحمد للہ آپ کے اساتذہ کو اور بالخصوص حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب کو یہ کمال خصوصیت سے حاصل ہے۔

(۲) ''حدیث پاک کا فن سرسری حیثیت سے انتہائی آسان اور مہارت کی حیثیت سے انتہائی مشکل ہے اور استاذ کے سامنے صحاح کا پڑھ لینا تو سرسری کی بھی ابتدا ہے، مہارت کی ابتدا یہ ہے کہ صحاح پڑھ لینے کے بعد کسی واقف فن کی ماتحتی میں اس کے پاس رہ کر ایک دو سال مطالعہ کرے، اس کے بعد اپنی جگہ رہ کر اپنی بساط کے موافق ترقی کر سکتا ہے''، یہ وہ مضمون ہے جو ہمارے استاذ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا تھا۔

اس وقت ضرورت ہے کہ جو خزانہ متقدمین کی کتابوں میں بکھرا ہوا ہے، اس سے استفادہ کیا جائے کہ اس میں سے کیا چیزیں لینے کی ہیں اور کیا چھوڑنے کی ہیں، تقریب، تہذیب اور رجال کی دیگر کتابوں میں ایک راوی کے بارے میں متعدد رائیں نظر آتی ہیں ان میں ترجیح کس کو دی جائے، اس کو جاننے کے لئے استاذ فن کی رہنمائی کی ضرورت ہے، محض کتابوں کے مطالعہ سے اگر حدیث پر حکم لگایا جائے گا تو بہت افراط وتفریط کا امکان ہے جیسا کہ مشاہدہ ہو رہا ہے، الحمد للہ آپ حضرات کو بہترین اساتذہ کی سرپرستی حاصل ہے۔

(۳) متقدمین کی بہت سی کتابیں جن کی زیارت ومطالعہ کے لئے ہمارے اکابر ترس گئے، اب وہ طبع ہو کر منظر عام پر آ رہی ہیں، ضرورت ہے کہ ان کو منگوایا جائے اور ان سے استفادہ کیا جائے، نیز ان پر جدید تحقیقات وحواشی کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

اس کے بعد آپ ''معہد الانور'' تشریف لے گئے وہاں کے اساتذہ وطلبہ مسجد میں آپ کے انتظار میں تھے، پہلے جناب مولانا عبداللہ معروفی صاحب نے آپ کا مختصر تعارف کرایا، اس کے بعد آپ نے ''علامہ کشمیریؒ اور علم حدیث'' کے عنوان سے تقریباً آدھ گھنٹہ خطاب فرمایا، بیان سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم (وقف) تشریف لے گئے اور وہیں سے مولانا معاذ کاندھلوی ندوی کے ہمراہ مظاہر علوم سہارن پور کے لئے روانگی فرمائی۔

جلسۂ استقبالیہ کی ایک جھلک

ناظم جلسہ: محمد اکرم اعظمی

(تمہید)

الحمدللہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی: أما بعد!

ہے یہ کس کی آمد آمد کہ ہیں وجد میں دل وجاں
ہے چمن چمن معطر اور فضا ہے عطر افشاں

حضرات علمائے کرام، مہمانان عظام، سامعین باتمکین، آج کے اس جلسہ کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی دامت برکاتہم فرمارہے ہیں، ہم طلبۂ اعظم گڑھ عقیدت ومحبت، عظمت واحترام، اعزاز واکرام کے تمام تر جذبات واحساسات کے ساتھ آئے ہوئے مہمانوں کا استقبال کرتے ہیں، جنہوں نے بے پایاں مصروفیتوں کے باوجود ہماری حقیر دعوت کوشرف قبولیت سے نوازا، اور ہمارے اسٹیج کو زینت بخشی، آج ہمارے قلوب انتہائی خوشی وشادمانی اور فرحت و

انبساط سے سرشار ہیں، اور حیران و ششدر ہیں کہ آخر کتنی عظیم شخصیت یہاں پر جلوہ افروز ہے کہ آسماں ان پر ضوفشاں ہے، چاند نور افشانی کر رہا ہے جن کے قدوم پر یہاں کے بام ودر، عرش و فرش، خوش آمدی خوش آمدی کے ترانے گا رہے ہیں اور بلبلانِ قاسمیہ اھلاً وسھلاً و مرحباً کی آواز میں گنگنا رہے ہیں ؎

از مقدمت دلشاد شد ویرانہ ام آباد شد
اے بر تو چومن صدفدا خوش آمدی خوش آمدی
ایں گلشن علم و ہنر شد از قدوم مفتخر
گویند ایں بام ودرا خوش آمدی خوش آمدی

اظہار جذبات اور خطبۂ استقبالیہ

سامعین ذی وقار! اب ہم اپنے ان جذبات و احساسات کا اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو آج ہمارے مہمانان کرام کی آمد پر دل کی لامتناہی گہرائیوں سے اٹھ رہے ہیں، اس کے لئے میں دعوت دیتا ہوں مولوی عبدالعظیم صاحب کو وہ آئیں اور ہمارے جذبات کی ترجمانی کریں۔

ہے دیکھا جب سے یہ میں نے کہ وہ گلشن میں آئے ہیں
خوشی سے چومتا پھرتا ہوں میں گلشن کے پھولوں کو

گرامی قدر مہمانان کرام اور سامعین عظام! انجمن نادیۃ الاتحاد طلبۂ اعظم گڑھ کا یہ کارواں مکمل عزم وحوصلہ اور جوش و ولولہ کے ساتھ اپنے آئے ہوئے مہمانان عظام اور اساتذۂ کرام کا استقبال کر رہا ہے، یہ وہ مبارک گھڑی ہے جس کے انتظار میں ہم نے صبر کے کڑوے گھونٹ پیئے، دل اس طرب انگیز تصور سے شادماں اور فرحت و

سرور سے لبریز ہے، آج کی یہ سرور انگیز اور وجد آفریں فضا ہم طالبان علوم نبویہ کو ہمیشہ احساس مسرت سے آشنا کئے رہے گی، کس قدر حسین اور کتنا دلکش یہ سماں ہے جس کے گوشے گوشے سے ایک عجیب دل بستگی کا سامان فراہم ہو رہا ہے اور دل کے اتھاہ سمندر میں جوش و مسرت کا تلاطم برپا ہے۔

حضرات! آج کے اس اجلاس میں مہمانان ذی شان کی آمد پر ہمارے قلوب عقیدت و احترام، تشکر و امتنان کے بے پایاں جذبات سے لبریز ہیں، دل کی دھڑکن مرحبا مرحبا کے گیت گا رہی ہے، کیونکہ ہمارے درمیان اوج ثریا پر فائز نمایاں شخصیات تشریف فرما ہیں اور علوم نبویہ کے وہ آفتاب و ماہتاب ہمارے جذبوں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں جن پر امت اسلامیہ بجا طور پر ناز کرتی ہے، خوشیوں کے جذبات ہمارے دلوں میں موجزن کیوں نہ ہوں جب کہ ہمارے درمیاں عالمی شہرت یافتہ شخصیت بزم آرائی کر رہی ہے، جس پر بہر طور ملت اسلامیہ کو فخر کرنے کا حق ہے۔

سامعین باوقار! آج ہماری تمام آرزوئیں ایک آرزو میں سمٹ کر آ گئی ہیں اور وہ صرف آپ کی آمد ہے، ہم نے دعوت دی اور آپ نے اپنی مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی، اس موقع پر ہمارے دلی جذبات کو زبان الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر ہے۔

اخیر میں ایک بار پھر ہم اپنے تمام مہمانان کرام کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور رب کریم سے یہ دعا اور آپ سے اس التجا پر اپنی بات کو ختم کرتے ہیں کہ آپ کی توجہات ہم پہ سایہ فگن رہیں، آپ کی دعائیں ہمارا سہارا اور آپ کی رہنمائیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہوں، آپ کی آمد پر تشکر و امتنان کے جتنے کلمات کہے جائیں

کم ہیں، تاہم ؎

فروزاں ہے سینے میں شمعِ نفس   مگر تابِ گفتار کہتی ہے ...... بس

نمی گردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم   حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم

تعارف مہمان خصوصی

سامعین کرام! مہمان مکرم جناب حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب دامت برکاتہم کی ذات محتاج تعارف نہیں، آپ بچپن ہی سے بلا کے ذہین وفطین واقع ہوئے ہیں، دوران تعلیم ہمیشہ امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی، مظاہر علوم سے فراغت کے بعد عصری درسگاہوں میں بھی آپ کا سکہ جمارہا، آپ ایک طرف عظیم الشان علمی درسگاہ جامعہ اسلامیہ مظفر پور کے بانی ہیں تو دوسری طرف تقریباً ۵۰ سال سے حدیث کی خدمت انجام دے رہے ہیں، آپ ایک طرف علم وعمل کے پیکر ہیں تو دوسری طرف زہد وورع کے منبع ہیں، ہم خدام انجمن کی حقیر دعوت پر آپ کی تشریف آوری بلاشبہ وطنی جذباتیت کا کھلا ثبوت ہے، آپ کی اس کرم فرمائی پر ہمارے قلوب میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ رہی ہے، اس کیفیت دل کو موتی کے الفاظ میں پرو کر سپاس نامہ پیش کررہے ہیں مولوی محمد احمد صاحب.........

بصدق او وطن نازد بنطق او سخن نازد

بیانش دلنشیں آمد حدیثش جانفزا آمد

جمال علم و دین آمد بزہد گرچنین آمد

کہ تقویٰ در بیسار آمد طہارت دریمیں آمد

بہار بوستان فیض مولانا تقی الدیں

کہ شیخ وقت حضرت زکریا را جانشیں آمد

دارالعلوم دیوبند میں انجمن اعظم گڑھ کی طرف سے سپاس نامہ

بخدمت گرامی حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری

پروفیسر العین یونیورسٹی

کھلیں کلیاں ہنسے غنچے کہ جان گلستاں آیا   خزاں سمٹی بہار آئی پیام گلستاں آیا

ہماری خوش بختی کے لئے آپ کی تشریف آوری یقیناً ایک نشان سعادت ہے، جو ہمارے قلب ونگاہ کو انوار و برکات کی جلوہ سامانیوں سے پاکیزگی وطہارت بخش رہی ہے، حضرت والا مرتبت! ہم اپنی بے پناہ مسرت کے جذبات کا ترجمان کس چیز کو بنائیں جب کہ نہ زبان ساتھ دیتی ہے نہ الفاظ، ہاں! یہ صرف ہمارا احساس ہے جس نے عالم خیال کے رنگین ایوانوں میں ستارے ٹانکے ہیں اور مسرت کی قندیلیں روشن کی ہیں، ہمارے دل کے ساز کا ایک ہی نغمہ ہے جو ہماری آواز سے ہم آہنگ ہے، مرحبا صد مرحبا، اے آنے والے مرحبا۔

جستجو کی نگاہ ہے جو ہر ایک سے کہتی پھر رہی ہے ؎

بقدر ظرف وطلب یہاں پر، ہر اک کو حصہ ملے گا اپنا

زہے عنایت، خمے نوازش، خوشی کی کچھ انتہا نہیں ہے

مگر وائے شرمندگی اف رے ندامت کہ زبان و بیان کی ناتوانی اپنی حرماں نصیبی کے رخ پر تمنا کا نقاب ڈالے اپنا بھرم قائم رکھنے کی کوشش کر رہی ہے۔

حضرات! دیار پورب کی زرخیز مٹی نے بے شمار لعل و گہر پیدا کئے ہیں اور

خطۂ اعظم گڑھ پر ''فیضان تجلی'' کی یکسر بارش سے یہاں کے لاتعداد ذرے ''نیر اعظم'' بن کر عالم کے افق پر چمکے اور چمک رہے ہیں، حضرت کی ذات والا صفات دور حاضر میں ایک نمایاں حیثیت کی مالک ہے، اور آپ نے رب کریم کی عنایت وتوفیق، مشائخ کی دعاؤں اور اپنی ذاتی محنت کے طفیل دنیا کے علمی حلقوں میں جو مقام حاصل کیا ہے اس کی نظیر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے، آپ نے درس وتدریس، تحقیق وتعلیق اور علوم اسلامیہ بالخصوص علم حدیث کی نشر واشاعت کے حوالے سے جو خدمات انجام دی ہیں وہ لائق تحسین بھی ہیں اور ہمارے لئے قابل تقلید بھی، یقیناً انہیں تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔

سامعین باوقار! ہمیں اس بات کا احساس ضرور ہے کہ اس زریں موقع پر آپ کے تحقیقی کاموں کا تعارف آپ کے روبرو پیش کیا جاتا لیکن ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں کہ اس مختصر وقت میں اس اہم کام کو انجام نہیں دے سکتے ۔

طویل عمر ہے درکار اس کے سننے کو ہماری داستاں اوراق مختصر میں نہیں

تاہم آپ کے ایک اہم کام کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ ہے حضرت شیخ کی شہرہ آفاق کتاب ''أوجز المسالک'' کی تحقیق وتعلیق اور نہایت اعلیٰ معیار پر اس کی طباعت، اس اہم کارنامے سے جہاں ایک طرف آپ کی علمی گہرائی وگیرائی، وسعت مطالعہ اور اعلیٰ ذوقی کا پتہ چلتا ہے وہیں حضرت شیخ سے آپ کے والہانہ تعلق اور وارفتگی کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

حضرات! مجھ کم علم اور کوتاہ نظر کے خیال میں عالم عرب میں آپ کا مبارک وجود عصر حاضر کی ایک بڑی ضرورت کی تکمیل ہے، ایک خاص قسم کی عصبیت کے بھیس

میں پروان چڑھ رہی لامذہبیت جہاں ’’حنفیت‘‘ اور سلوک وتصوف کے بارے میں غلط ترجمانی کے ذریعے مسلک دیوبند کو اہل سنت والجماعت سے الگ کوئی چیز باور کرایا جارہا ہے، ایسے مخالف ماحول میں آپ بلاخوف ’’لومۃ لائم‘‘ حنفیت کی بھرپور نمائندگی کررہے ہیں اور اپنے اکابر کے مسلک ومشرب کا کامیاب دفاع بھی، بلاشبہ اس مبارک عظیم کام کے لئے ہم سب کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں، مزید آپ کے عظیم کارناموں میں سرفہرست کارنامہ جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کا قیام ہے جو تعلیمی وتعمیری میدان میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لیے

آخر میں ہم اپنے پُرخلوص جذبات کے اظہار کو آپ کی خدمات اور آپ کی عمر وصحت کی درازی وسلامتی کی دعا پر ختم کرتے ہیں۔

جب تک جہاں میں گردش ارض وسماں رہے
تیرا چمن بہار سے ہم آشنا رہے
گلستانِ علوم دیں و شمع ضوفشاں تو ہے
ضلالت کی گھٹاؤں میں ہدایت کا نشاں تو ہے
سدا جاری رہے فیضان تیرے علم وحکمت کا
تمنائے حضرت زکریاؒ فخر زماں تو ہے
نزول رحمت باری ہے ہر دم تیرے سینے پر
برائے تشنگانِ علم بحر بیکراں تو ہے

سفر سہارنپور اور جامعہ مظاہر علوم میں اوائل صحاح کا درس

جناب مولانا شعیب احمد مظاہری

مؤرخہ ۱۸/ مارچ ۲۰۰۶ء جامعہ مظاہر علوم کے مایۂ ناز فرزند، جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کے بانی وسرپرست، عالم اسلام کی مشہور ومعروف علمی شخصیت اور جامعۃ العین ابوظبی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری دامت برکاتہم مظاہر علوم کے اجلاس شوریٰ میں شرکت کی غرض سے ایک بجے دن میں تشریف لائے، پہلے آپ کی تشریف آوری حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب رحمہ اللہ کے یہاں ہوئی اور وہیں کھانا تناول فرمایا، قیام دار جدید میں فرمایا، سہ پہر تین بجے سے عصر تک اجلاس شوریٰ میں شرکت فرمائی، نماز عصر کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات وزیارت کے بعد جدید تعمیری پروگرام کے تحت زمین کا معائنہ فرمایا۔

مغرب کے بعد مظاہر علوم (وقف) کے دورۂ حدیث کے طلبہ ملاقات کے لئے آئے اور اوائل صحاح ستہ کی اجازت طلب کی، اولاً آپ کو اس میں تأمل رہا، لیکن

مدرسہ کے ناظم حضرت مولانا محمد سلمان صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہاں کی مسجد میں درس ہوگا اور ہمارے مدرسہ کے دورۂ حدیث ومشکوٰۃ شریف کے طلبہ بھی شریک ہوں گے اور حدیث مسلسل بالاولیہ اوراوائل صحاح ستہ پڑھ کر اجازت مرحمت فرمائیں۔

چنانچہ اگلے روز صبح فجر کے بعد دونوں مدرسوں کے طلبہ جمع ہوئے، درس سے قبل حضرت نے چند مفید باتیں بطور نصیحت ان طلبہ کے سامنے بیان فرمائیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت نے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے یہ مدارس دارالعلوم دیوبند، مظاہرعلوم اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اوراس طرز کے دیگر مدارس ان سب کا مقصد دنیا کی دوسری جامعات سے مختلف ہے جیسے جامعہ ازہر وغیرہ کے مقاصد میں ایسے خاص افراد کو تیار کرنا ہے جو حکومت کی ذمہ داریوں کو سنبھال سکیں اور وہاں کے فضلاء کی یہ سعی وکوشش ہوتی ہے کہ وہ بڑے سے بڑے عہدوں اوراچھی تنخواہوں کو حاصل کرسکیں، لیکن ان مدارس کا مقصد نصرت دین ودفاع عن الاسلام ہے، داخلی وخارجی ہر طرح کے فتنوں سے دین کی حفاظت اور پاسبانی ان مدارس کی ذمہ داری ہے، یہی وہ خط امتیاز ہے جو ہمارے مدارس ہندیہ اور دنیا کی دیگر یونیورسٹیوں کے درمیان فرق پیدا کرتا ہے، اس کے لئے ہمارے بزرگوں نے لازمی شرط اخلاص قرار دیا ہے کہ جو علم دین حاصل کرنے آئے اللہ کو راضی کرنے کی غرض سے آئے، من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین ،جس طالب علم کو مدرسہ میں پڑھنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے اللہ نے اس کے ساتھ خیر کا فیصلہ فرمادیا ہے، اللہ تعالی نے

اس پر خصوصی فضل فرمایا ہے۔

(۲) دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ علم نہایت قیمتی ہے اس سے بڑھ کر کوئی چیز قیمتی نہیں، آپ کے سینے میں قرآن وحدیث کا علم ہے ؎

بر خود نظر کشا زتہی دامنی مرنج

در سینۂ تو ماہِ تمامے نہادہ اند

حدیث شریف میں ہے کہ من تواضع لله رفعه الله (جو شخص اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلند کرتے ہیں) تواضع کے ساتھ اپنے مقام ومرتبہ کو پہچانئے، احساس کمتری کا شکار نہ بنئے، تواضع اور چیز ہے اور اپنے علم کی قدر وقیمت پہچاننا دوسری بات ہے، آپ نائب رسول ﷺ ہیں، آپ کو حضور ﷺ کی نیابت کرنی ہے، اگر یہ احساس ہے تو کامیاب ہوں گے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ جب یہ علم اتنا قیمتی ہے تو اس کے آداب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے، منجملہ ان آداب کے ایک ادب یہ ہے کہ وقت کی قدر وقیمت کو پہچانیں اور اس کو کام میں لائیں ؎

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کھونے کے بعد دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں مگر وقت دوبارہ واپس نہیں آسکتا۔

قصہ سناتا ہوں، العین میں پڑھا کر ٹیکسی سے گھر واپس آرہا تھا، اس میں کیسٹ چل رہی تھی، جاہلی دور کے شاعر صِمّہ بن عبداللہ قشیری کا کلام تھا ؎

فلیست عشیات الحمیٰ برواجع
(چراگاہ کی شامیں دوبارہ واپس نہیں لوٹیں گی)

اس کو سن کر دل پر چوٹ لگی، گھر پہونچنے پر خبر ملی کہ ہمارے استاذ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کا مدینہ منورہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں وصال ہوگیا ہے، مجھے اس شعر کی تلاش تھی، حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا، حضرتؒ نے مکمل قصیدہ حماسہ سے پڑھ کر سنا دیا۔

(۴) چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، سنیما، ناول جن سے خیالات وجذبات منتشر ہوں بہت ہی مضر ہیں، اس کا بہت بڑا وبال ہے، آپ باغ رسولؐ میں بیٹھے ہوئے ہیں، یہاں کی معمولی سی بے ادبی بھی بہت بڑا گناہ ہے ؎

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

میں کہتا ہوں کہ یہ چار باتیں ہوں تو عالم دین بنتا ہے۔

اس کے بعد حدیث مسلسل کی تلاوت ہوئی اور اوائل صحاح پڑھا کر طلبہ کو حدیث شریف کی اجازت دی گئی، نیز اپنا سلسلۂ اسانید بھی بیان فرمایا۔

۱۔ **سند اول:** میں نے ''صحیح بخاری شریف'' حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدنی نور اللہ مرقدہ سے پڑھی ہے، اور ان کی طرف سے مجھے حدیث کی ساری کتابوں اور مسلسلات کی خصوصی اجازت حاصل ہے۔

۲۔ **سند ثانی:** میں نے ''صحیح بخاری شریف'' دار العلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ الحدیث مولانا شاہ حلیم عطا صاحب سلونیؒ سے بھی پڑھی ہے۔

۳۔ **سند ثالث:** مجھے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ سے بھی اجازت

حدیث حاصل ہے، انہوں نے مسجد نبویؐ میں بحالت اعتکاف اوائل صحاح ستہ پڑھا کر مجھے خصوصی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

۴۔ **سندرابع:** مجھے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ سے بھی اجازت حدیث حاصل ہے، انہوں نے حدیث کی کتابیں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ بدر علیؒ سے پڑھی تھی جو سترہ سال جامعہ ازہر میں رہ چکے تھے، بخاری شریف کے حافظ تھے اور اویس زمانہ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ وشاگرد تھے، اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے والد اور حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے والد کے شیخ ہیں، حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ براہ راست حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد ہیں، ایک پارہ بخاری شریف اور حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھ کر واپس آگئے تھے، دوبارہ جا کر حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ سے کتابوں کی تکمیل فرمائی۔

میں آپ حضرات کے اصرار پر اجازت دیتا ہوں، ورنہ یہاں پر شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب موجود ہیں جن کی بعض تحقیقات سے میں نے خود فائدہ اٹھایا ہے، اسی طرح مولانا محمد عاقل صاحب صدر المدرسین بھی ہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين .

جنوبی ہند (بھٹکل) کا ایک سفر

بقلم: صلاح الدین ندوی

محدث جلیل حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی کا ۲/ جولائی ۲۰۰۶ء کو بنگلور کا سفر ہوا، صبح ۹ بجے کے جہاز سے مولانا ڈاکٹر ولی الدین صاحب ندوی و ڈاکٹر صفی الدین اور سید محمد بیری صاحب کے ہمراہ منگلور تشریف لے گئے جو نہایت پُر فضا و خوشنما شہر ہے، سب سے پہلے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے منسوب مدرسہ تحفیظ القرآن کا معائنہ فرمایا، وہاں ایک مختصر سا جلسہ تھا جس میں ایک طالب علم کا ختم قرآن کرانے کے بعد اسی کی مناسبت سے بیان کرنے کا پروگرام تھا، چنانچہ وہاں آپ تقریباً ۱۲ بجے پہونچے، تلاوت قرآن پاک و نعت شریف اور آپ کے تعارف کے بعد ختم قرآن اور دستار بندی فرمائی، اس کے بعد حدیث شریف ''خیرکم من تعلّم القرآن و علّمہ'' پڑھ کر قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے کی عظمت و فضیلت، نیز تحفیظ القرآن کے مدارس کی اہمیت و ضرورت کو بیان فرمایا، آپ کی دعا پر جلسے کا اختتام ہوا۔

پھر اس کے بعد منگلور کی سب سے بڑی مسجد النور میں ظہر کے بعد بیان تھا،

جس کا پہلے سے اعلان ہو چکا تھا بلکہ اخباروں میں بھی اس کی اطلاع آ چکی تھی، آپ نے تقریباً نصف گھنٹہ قرآن کریم کی آیت ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتك کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تزکیۂ نفس کی تشریح بھی فرمائی، دوپہر کا کھانا سید محمد بیری صاحب کے مکان پر تناول فرمایا جو نہایت ہی پُر فضا اور بہترین جگہ پر واقع ہے۔

منگلور کے ایئرپورٹ پر استقبال کرنے والوں میں مولانا الیاس ندوی جو مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی بھٹکل کے بانی ہیں موجود تھے اور دیگر حضرات بھی ان کے ساتھ تھے، چونکہ اصل سفر اہل بھٹکل کی دعوت پر ہو رہا تھا اس لئے عصر کے بعد مولوی الیاس ندوی کے ہمراہ بھٹکل کے لئے روانگی ہوئی، سمندر کے کنارے پُر فضا مناظر سے گذرتے ہوئے بھٹکل جامعہ اسلامیہ پہونچے، جامعہ کے علماء وطلبہ نے خاص طور پر بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا اور وہاں کے مہمان خانہ میں قیام ہوا، جہاں طلبا و مدرسین نے بہت زیادہ اہتمام کیا اور محبت سے پیش آئے اور ہر وقت خدمت میں لگے رہے، پہلے روز کی شام میں ملاقاتوں کا سلسلہ رہا، مولانا ابوطلحہ ندوی کے یہاں رات کا کھانا کھایا، دوسرے دن مولانا محمد الیاس صاحب ندوی کے یہاں ناشتہ تھا، ناشتہ سے فراغت کے بعد اپنے مستقر پر واپسی ہوئی، ۱۰ بجے وہاں سے مختلف اداروں اور نوجوانوں کی انجمنوں کو دیکھنے کا موقع ملا، خاص طور سے بھٹکل کے دارالقضاء کی زیارت ہوئی جو تقریباً سات سو سال سے قائم ہے اور یہاں کا بہت ہی اہم ادارہ ہے، یہاں کے تمام مختلف مسائل میں اہل بھٹکل اسی ادارے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے فیصلے کو مانتے ہیں، بڑی اچھی اور کشادہ عمارت ہے، مولانا عبدالرب صاحب ندوی

نائب قاضی سے وہاں ملاقات ہوئی، اس کے بعد سمندر کے قریب اس جگہ کی بھی زیارت کرائی گئی جہاں پہلی صدی میں مسلمانوں کا قافلہ اترا تھا اور جس پتھر پر کھڑے ہوکر مؤذن نے پہلی اذان دی تھی، وہاں سے واپسی پر جناب بھائی مظفر کولا صاحب کی دعوت پر جو حضرت مولانا سے خاص تعلق رکھتے ہیں اور دبئ و بھٹکل کے بڑے تجار میں سے ہیں اور علماء سے بڑی محبت کرتے ہیں ان کے نونہال پبلک اسکول میں حاضری ہوئی جس میں میٹرک تک تعلیم دی جاتی ہے، اس میں طلبہ وطالبات کی خاصی تعداد ہے، یہ اسکول بہت پُرشکوہ عمارت میں قائم کیا گیا ہے وہاں کی معلمات میں ایک مختصر بیان ہوا جس میں تعلیم وتربیت کی اہمیت اور اس میدان میں عورتوں کا اسلامی تاریخ میں مقام بیان کیا گیا کہ وہ کس طرح سے ایک مثالی معاشرہ تشکیل دے سکتی ہیں، اسی طرح ان کی اور ذمہ داریوں پر بھی پر روشنی ڈالی گئی، ان کو اس بات کی تلقین بھی کی گئی کہ جب بھی وہ اپنے درس میں آئیں تو نیت کا استحضار کرلیں کہ ہم اللہ کو راضی کرنے کے لئے یہ تعلیم دے رہے ہیں، نیت کا اخلاص واستحضار بہت زیادہ باعث اجر وثواب ہے، بھائی مظفر کولا صاحب کو اسکول کی سرپرستی اور ترقی دینے پر مبارکباد دی اور یہ بتایا کہ یہ اہم کام ان کے لیے ان شاء اللہ ذخیرۂ آخرت ثابت ہوگا۔

اس کے بعد جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے جلسہ میں شرکت ہوئی، جلسہ کا آغاز ہو چکا تھا، یہ جلسہ ''مسابقۃ فی الحدیث'' کے عنوان پر منعقد کیا گیا تھا جس میں قرب وجوار کے مختلف مدارس کے طلبہ شریک ہورہے تھے، ماشاء اللہ بہت کامیاب پروگرام تھا، طلبہ نے شرح حدیث وحفظ حدیث وبیان راوی وترجمہ حدیث کا بہترین نمونہ پیش کیا، اس موقع پر مولانا عبدالباری صاحب ندوی مہتمم جامعہ اسلامیہ بھٹکل نے حضرت

مولانا کا مکمل تعارف کرایا پھر آپ کی ایک مختصر تقریر ہوئی، اس کے بعد لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ رہا، وہیں پر آرام کیا، ظہر کی نماز پڑھ کر جامعہ اسلامیہ کے کتب خانہ کی مہتمم صاحب اور جناب محی الدین منیری صاحب کے ہمراہ زیارت ہوئی، کتب خانہ بہت ہی منتخب اور قیمتی کتابوں پر مشتمل ہے جو درحقیقت مولانا محی الدین منیری صاحب کی کاوشوں کا ثمرہ ہے، انھوں نے بعض ایسی نادر کتابیں جمع کر دی ہیں جو شاید دوسری جگہ دستیاب نہ ہوسکیں۔

عصر کی نماز کے بعد مہتمم جامعہ کی فرمائش پر طلبہ کے سامنے مختصر بیان ہوا جس میں پانچ باتوں کی طرف خصوصی توجہ دلائی گئی۔

(۱) استاذ اور کتاب کا ادب۔ (۲) اوقات کی حفاظت۔ (۳) دینی علوم اور اس جامعہ میں پڑھنے کی قدر و قیمت۔

(۴) نگاہوں کی حفاظت۔ (۵) یہ تمنا اور دعا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کی خدمت میں لگائے۔

اس کے بعد جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے اراکین شوریٰ سے ملاقات اور گفتگو ہوئی، ان کو اس پر مبارک باد دی گئی کہ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ یہاں کے لوگ جامعہ سے محبت رکھتے ہیں اور پورے اتحاد و تعاون کے ساتھ اس کی ترقی کی فکر کرتے ہیں، ایک ضروری مشورہ یہ دیا گیا کہ یہاں کے مدرسین و علماء کی تنخواہوں کا خصوصی خیال رکھا جائے، کیوں کہ اللہ نے وہاں کے لوگوں کے حالات اچھے رکھے ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ علماء و مدرسین جو اس جامعہ میں پڑھاتے ہیں ان کو معاشی ضروریات کی طرف سے ایک حد تک بے نیاز کر دیا جائے تاکہ یکسو ہوکر وہ علمی کام انجام دے سکیں۔

اس کے بعد مولانا الیاس صاحب ندوی کے قائم کردہ مرکز الشیخ ابی الحسن الندویؒ کی زیارت کا پروگرام تھا، چنانچہ اراکین شوریٰ کے اجتماع سے فارغ ہوکر مرکز کی زیارت کی گئی، جو ایک پُرشکوہ دومنزلہ عمارت میں قائم ہے، یہاں کے کام کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ اس مرکز کے بارے میں حضرت مولانا نے جتنا سنا تھا اس سے بہت زیادہ پایا، تمام عربی واردو کے مجلّات موجود تھے جو عالم اسلامی وعربی کے مختلف ملکوں سے شائع ہوتے ہیں، وہاں پر پیام انسانیت اور رابطہ ادب اسلامی کے دفاتر قائم تھے، کتب خانہ نہایت دیدہ زیب ہے، مرکز نے انگریزی وہندی کا دعوتی لٹریچر تیار کیا ہے اور کررہا ہے، نصابی کتابیں بھی تیار کی ہیں جو دوسو کے قریب اسکولوں میں پڑھائی جاتی ہیں، یہ ساری کتابیں نظر سے گذریں، کانفرنس ہال اور اس کے علاوہ جو چیزیں دیکھی گئیں وہ بھی بہت مرتب ومنظّم تھیں جو ادارے اور اس کے فعال اور ہونہار بانی کے غایت اہتمام اور سلیقہ مندی کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ اس مرکز کو اور زیادہ ترقی عطا فرمائے۔

اس کے بعد جامعہ کے صدر ڈاکٹر علی ملپا صاحب سے جو حضرت اقدس مولانا ابرارالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کے خلفاء میں ہیں ملاقات ہوئی، وہ بہت ہی محبت سے پیش آئے، ان کے گھر ان کی دعوت پر تشریف لے گئے، وہاں سے فارغ ہوکر مولانا محمد غزالی ندوی سلمہ سے ملاقات کا پروگرام تھا، یہ حضرت مولانا کے عزیز شاگرد بھی ہیں وہ آپ کے انتظار میں بھٹکل میں رکے ہوئے تھے، اپنے گھر پر لے گئے، وہاں ناشتہ اور چائے کا انتظام تھا پھر مغرب کی نماز پڑھ کر اپنے مستقر پر واپسی فرمائی، عشاء کی نماز کے بعد شہر کی جامع مسجد میں بیان کا اعلان ہوا تھا، مختلف مساجد کے لوگ شریک ہوئے اور

اچھا خاصا بڑا مجمع تھا، تقریباً ایک گھنٹہ بیان ہوا، واپسی میں مولوی عیسیٰ سلمہ جو جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کے فاضل ہیں ان کے یہاں رات کا کھانا کھایا گیا، انھوں نے بہت اہتمام کیا تھا، اس کے بعد واپسی ہوئی اور آرام کیا گیا۔

دوسرے دن ٦ جولائی کو صبح ۹ بجے جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے طلبہ وعلماء کے مجمع میں مسلسل بالأ ولیت اور بخاری شریف کی پہلی حدیث اور صحاح، موطئین، مسند امام احمد، مشکوٰۃ المصابیح اور شرح معانی الآثار کے اوائل پڑھا کر مختصراً بیان ہوا اور دعا ہوئی، طلبہ ومدرسین کو اجازت دی گئی۔

جلسہ کے بعد واپسی میں بھائی مظفر کولا کی دعوت پر ان کے پُرشکوہ مکان میں چائے نوش کی گئی اور دعا کی گئی، وہاں سے انہی کی کار پر واپسی ہوئی اور گوا کے ائیر پورٹ کے لئے روانگی ہوئی، گوا سے ۱۰ کلومیٹر پہلے تبلیغی جماعت کے لوگوں نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے جو کرایہ کے مکان میں قائم ہے، جس کے ناظم مدرسہ مظاہر علوم کے فارغ ہیں، ان سے حوصلہ افزائی کے چند کلمات کہے، اس کے بعد ائیر پورٹ پہونچے مولانا ابوطلحہ ندوی بھٹکلی اور بھائی مظفر کولا صاحب کے چچازاد بھائی عبد الماجد کولا نے آپ کو رخصت کیا، پونے چار بجے وہاں سے روانگی ہوئی اور ٦ ربجے دلی ائیر پورٹ پر خیر وعافیت کے ساتھ پہونچ گئے اور دلی میں ایک روز قیام فرما کر ۸ر جولائی کو اعظم گڑھ تشریف لے آئے۔

سفر سہارنپور

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

میرے دادا جان کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، مدرسہ مظاہر علوم اور وہاں کے اکابر بالخصوص حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ اور حضرت ناظم صاحب وغیرہم سے جو تعلق ہے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں، چونکہ ادھر مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ میں دو سال سے شرکت کا موقع نہیں مل سکا تھا، اس لیے وہاں کے اکابر سے اپنی ہندوستان کی آمد پر سہارن پور حاضری کا وعدہ فرمالیا تھا، چنانچہ ۳/اپریل ۲۰۰۸ء بروز جمعرات ابوظبی سے دہلی تشریف لائے اور مرکز نظام الدین دہلی میں شام کو قیام رہا، اعظم گڑھ سے یہ ناچیز اور مولانا صلاح الدین ندوی جوان کے استقبال کے لیے حاضر ہوئے، ساتھ رہے، جمعرات کی شام میں حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب رحمہ اللہ نے سہارن پور سے گاڑی بھجوائی، اس لیے دوسرے دن صبح کو ہم لوگ دہلی سے روانہ ہو کر کاندھلہ پہنچے جہاں دادا جان کا پہلے سے ہی حاضری کا ارادہ تھا، لیکن مولانا نور الحسن راشد صاحب کاندھلوی کی دعوت پر اور تقویت ملی، پروگرام کے مطابق جمعہ کے روز ساڑھے دس بجے کاندھلہ پہنچے، کاندھلہ میں مولانا

نورالحسن راشد صاحب نے اپنی لائبریری کے نادر مخطوطات دکھائے جو دادا صاحب مدظلہ کی ساری دلچسپیوں کا مرکز تھے، بعض کتابوں کا فوٹو لیا گیا، چونکہ جمعہ کی نماز مظاہر علوم دار جدید میں پڑھنی تھی جہاں انتظار تھا، جمعہ کے بعد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث سے ملاقات ہوئی ، دوپہر کا کھانا حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے دسترخوان پر تناول فرمایا، قیلولہ وعصر کی نماز کے بعد کچھ طلبہ و مدرسین سے ملاقات و گفتگو ہوئی، طلبہ کی ایک جماعت نے حدیث شریف کی اجازت طلب کی، مغرب کی نماز کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب سے تفصیلی ملاقات کے دوران حدیث کے موضوع پر گفتگو رہی ،انہوں نے اپنی تازہ اور مفید کتاب ''الیواقیت الغالیة فی تحقیق و تخریج الأحادیث العالیة'' پیش فرمائی، عشاء کی نماز کے بعد اعلان کے مطابق دادا جان نے دار جدید کی مسجد میں طلبہ کے سامنے تقریر فرمائی جس میں ان کو متوجہ فرمایا کہ وہ اپنی زندگی کا جائزہ لیتے رہیں اور اس قیمتی علم کی عظمت کا دل پر ہمہ وقت احساس و استحضار رکھیں، نگاہوں کی حفاظت اور بدنگاہی کے نقصانات بیان کیے کہ ایسا شخص علم سے محروم ہوتا جائے گا، وقت کی حفاظت کی بھی تاکید فرمائی ۔

بر خود نظر کشا ز تہی دامنی مرنج　　در سینۂ تو ماہِ تمامے نہادہ اند

فجر کی نماز کے بعد طلبہ و مدرسین کی ایک جماعت اجازت حدیث کے لیے حاضر ہوئی تو ان کو اجازت حدیث دی گئی ، ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ناظم صاحب مدظلہ کی ترتیب کے مطابق زکریا منزل ، کتب خانہ کے مخطوطات ، دارالافتاء، شعبۂ عربی ادب اور شعبۂ تخصص فی الحدیث کی زیارت فرمائی اور وہاں طلبہ

اور بعض مدرسین کے سامنے بخاری شریف کے رواۃ اور اس کے مختلف نسخوں پر گفتگو فرمائی جس کو لوگوں نے نہایت دلچسپی سے سنا، اس کے بعد دادا جان اپنے ایک قدیم رفیق درس حضرت مولانا محمد اطہر صاحبؒ کے انتقال پر ان کے صاحبزادے مولانا محمد سعیدی صاحب ناظم مظاہر علوم وقف کی تعزیت کے لیے تشریف لے گئے، مولانا محمد سعیدی صاحب نے بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھ کر اجازت لی، وہاں سے واپس آ کر کچھ دیر آرام فرمایا اور دوپہر کا کھانا حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ کے دستر خوان پر کھایا، دادا جان کو اس سفر سے نہایت خوشی و مسرت حاصل ہوئی، اس کے بعد اپنے مستقر پر واپسی فرمائی، وہاں سے مولانا صلاح الدین ندوی، یہ ناچیز اور دادا جان دوسرے دن ایر پورٹ روانہ ہوئے، اتفاق سے ایر پورٹ پر سابق وزیر اعلیٰ جناب ملائم سنگھ سے ملاقات ہوئی جو دادا جان سے اچھی طرح واقف تھے، الحمد للہ دوپہر ۱۲ / بجے مظفر پور بخیر و عافیت پہونچ گئے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں
ایک یادگار مجلس حدیث

از: ادارہ الشارق

۲۱؍شوال ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۲؍اکتوبر ۲۰۰۸ء کی صبح، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے لیے یادگار ہی کہی جائے گی کہ اس صبح کو جب آفتاب عالم تاب نے اور تابانی عطا کی اور قریب دس کا عمل ہوا تو دارالعلوم کے ایک وسیع ہال میں قرآن مجید کے بعد روئے زمین پر سب سے برگزیدہ، مقدس اور ہر لحاظ سے صحیح ترین کتاب صحیح بخاری کے درس کا افتتاح جناب مولانا تقی الدین ندوی مظاہری نے فرمایا، عموماً مدارس و جامعات میں بخاری شریف کے افتتاح واختتام کا اہتمام کیا جاتا ہے، علمائے حدیث کی یہ قدیم عادت بھی ہے، خود حضرت مولانا ندوی مظاہری کو برسوں سے اس عمل کا شرف حاصل رہا ہے لیکن دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نئے تعلیمی سال میں اس افتتاح کا رنگ ہی کچھ اور تھا، کہنے کو تو یہ فضیلت اول ودوم کے طلبہ کے درس کا آغاز تھا، لیکن پورا ہال سینکڑوں طلبہ سے معمور تھا، حد یہ ہے کہ ہال سے باہر بھی طلبہ کی ایک بڑی تعداد جمع

ہوگئی تھی، مولانا مدظلہ کے ساتھ جناب مولانا مفتی محمد ظہور ندوی نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء بھی مسند پر رونق افروز تھے، ناظم دارالعلوم حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی دامت برکاتہم ذرا بعد میں تشریف لائے لیکن حضرت کی آمد سے پہلے مولانا سید سلمان حسینی ندوی، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی ندوی، مولانا عبداللہ حسنی ندوی، مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی، مولانا ابوسحبان روح القدس ندوی، مولانا نیاز احمد ندوی وغیرہ اساتذہ دارالعلوم تشریف لاچکے تھے، مولانا نے جب درس کا آغاز کیا تو طلبہ مجسم گوش برآواز تھے، ان کے ہاتھوں میں قلم اور سامنے قرطاس کا تعلق بھی دیدنی تھا، حضرت مولانا بھی عجیب عالم میں تھے، انہوں نے صحیح بخاری کی تالیف کی تاریخ، دوسری کتب حدیث سے موازنہ اور ترجیح، اور بعض تنقیدی افکار کے رد کے ساتھ صحیح بخاری کے مختلف نسخوں اور خصوصاً زیر تکمیل نسخۂ یونینی کے تعلق سے گویا معلومات کا ایک سمندر طلبہ وحاضرین کے لیے رکھ دیا، باب کیف کان بدء الوحی کے متعلق عالمانہ مباحث کو ایجاز واختصار میں پیش کرنا گویا دریا کو کوزے میں سمونا تھا، ابواب اور تراجم کے تعلق میں امام بخاری کی دقت نظر اور بے مثال دور بینی اور حکمت ومصلحت کی جانب بھی نہایت دل نشیں انداز میں توجہ دلائی، اس کے بعد صحیح مسلم کا بھی اسی طرح آغاز فرمایا، یہی نہیں صحاح ستہ کے امتیازات وخصوصیات کو جس جامعیت، اختصار اور خوبی سے واضح فرمایا یہ طلبہ کے لیے ایک نعمت سے کم نہ تھا، پورے مجمع پر عجب تأثر کا عالم تھا اور اس کا اظہار حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی دامت برکاتہم کے تأثرات سے بھی ہوا، حضرت مولانا دامت برکاتہم نے اس موقع پر طلبہ کو یہ مژدہ بھی سنایا کہ اس سال سے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ''مرکز الکتاب والسنۃ'' کا ایک الگ شعبہ قائم کیا

جار ہا ہے، قرآن مجید وحدیث شریف میں اعلیٰ تحقیقی بحث و دراسہ کے اس مرکز کی ساری توجہات قرآن وحدیث کے سرمایہ، اس کی برکات اوراس کے علوم کے فروغ و اشاعت پر مرکوز ہوں گی، اوراس شعبہ کے صدر حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ ہی ہوں گے، آخر میں حضرت مولانا مظاہری ندوی کی دعا پر یہ مبارک مجلس اختتام کو پہونچی، اس دعا کی لذت اور کیف اوراثر کو بھی حاضرین مدتوں یاد رکھیں گے۔

رائے بریلی کا سفر

از: ادارہ الشارق

بانیٔ جامعہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری نے ۴؍مارچ بروز بدھ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے ملاقات کی غرض سے ان کے وطن رائے بریلی تکیہ کا سفر کیا، دورانِ سفر مولانا محمد سہیل صاحب ندوی اور ان کے رفقاء کی درخواست پر مدرسہ سیدنا عمر فاروق سیف اللہ گنج سلطان پور تشریف لے گئے، سلطان پور سے حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی مدظلہ کی خواہش پر اصلاح عام ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی کے تحت علی میاں پبلک اسکول اوداری میں پیام انسانیت کے جلسہ میں تشریف لے گئے اور حضرت مولانا محمد رابع صاحب اور حضرت مولانا محمد واضح صاحب مدظلہما سے ملاقات ہوئی۔

جلسہ میں حضرت مولانا سے بیان کرنے کی فرمائش کی گئی تو حمد وثنا کے بعد پیام انسانیت کے تعلق سے بیان فرمایا کہ ''مسلم کامل وہ ہے جس کی زبان و ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں''، دوسری روایت میں آیا ہے کہ ''مومن وہ ہے جس سے لوگ اوران کے اموال محفوظ رہیں''۔

مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ فرمایا گیا کہ ''اسلام انسانیت کی تعلیم دیتا ہے، ہمارے پیغمبر ﷺ پورے عالم کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، اس وقت دنیا

میں جہاں کہیں بھی انسانیت واخلاق کے نمونے نظر آرہے ہیں وہ پیغمبر علیہ السلام کی دعوت کے نتیجہ میں ہیں، اس لیے ہر مسلمان کو آپؐ کے اسوہ کا پابند ہونا چاہئے۔

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے

اس لیے مسلمان کی یہ شان ہونی چاہئے کہ وہ کامل درجہ کا مسلمان بنے، ایسا شخص مسلم کامل نہیں ہوسکتا جس میں اسلامی اخلاق نہ ہوں، جو مسلم کامل ہوگا وہ انسانیت کا اعلیٰ نمونہ ہوگا اور وہ لوگوں کی کشش کا ذریعہ ہوگا''۔

جلسے کے بعد دوپہر کا کھانا جناب مولانا اسداللہ ندوی صاحب مہتمم مدرسہ نورالاسلام کنڈا پرتاپ گڑھ (جو اس جلسے کے اصل ذمہ دار تھے) کے یہاں تناول فرمایا، اور قیلولہ وعصر کی نماز سے فارغ ہوکر حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی مدظلہ کے ہمراہ مدرسہ اصلاح المسلمین تیندوا تشریف لے گئے اور بعد نماز مغرب مدرسہ کے طلبہ کی حفظ قرآن کی تقریب میں شرکت فرمائی اور حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی کی معیت میں تکیہ شاہ علم اللہ کے لیے روانہ ہوئے اور عشاء سے قبل تکیہ پہونچے۔

دوسرے دن مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی صاحب مہتمم مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور کی دعوت پر دار عرفات کی جدید عمارت ''مرکز الامام ابوالحسن علی'' اور اس کے کتب خانے کا معائنہ کیا اور مدرسہ ضیاء العلوم کے اساتذہ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نئے فارغین جو وہاں بحث وتحقیق میں مشغول ہیں ان سے گفتگو فرمائی اور ان کو حدیث وتفسیر اور فقہ کے مصادر ومراجع کے سلسلہ میں نئی معلومات سے آگاہ کیا، دعا کے بعد اعظم گڑھ واپسی فرمائی۔

دہلی سے مظفر پور تک

بقلم: صلاح الدین ندوی پرتاپ گڑھی

بانی جامعہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ ۲۰/جون ۲۰۰۹ء بروز سنیچر ۱۲/بجے شب میں اتحاد ہوائی جہاز سے ابوظبی سے روانہ ہوکر فجر کی نماز سے قبل دہلی ایرپورٹ پہونچے، ان کے نواسے مولانا اسعد عالم مظاہری ندوی بھی ساتھ تھے، نماز فجر کے بعد راقم سطور اور حضرت مولانا کے پوتے محمد علی سلمہٗ نے ایرپورٹ پر استقبال کیا، نظام الدین میں حضرت مولانا کی آمد کی اطلاع ہونے کی وجہ سے شدت سے انتظار تھا، اس لیے ایرپورٹ سے نظام الدین حاضری ہوئی، اس دفعہ سب سے اہم کاموں میں حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات و مزاج پرسی اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی صاحبزادی اور مولانا محمد شاہد صاحب کی والدہ محترمہ کے سانحۂ ارتحال پر حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب اور مولانا محمد شاہد صاحب کی خدمت میں تعزیت پیش کرنی تھی، چوں کہ امسال مظاہر علوم کی شوریٰ میں شرکت نہیں ہوسکی تھی اس کی تلافی بھی ضروری تھی، الغرض سب سے پہلے ایرپورٹ سے نظام الدین پہونچے، وہاں آرام کرنے کے بعد مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی نے ناشتہ بھجوایا اور خود بھی تشریف لائے، اس کے بعد مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے پاس

جا کر تعزیت کی، کیوں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی صاحبزادی مولانا زبیر الحسن صاحب کی خوش دامن تھیں، یہاں کے امور سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ مولانا محمد سلمان صاحب ناظم جامعہ مظاہر علوم نے مولانا عبدالعظیم صاحب کو نظام الدین بھیجا ہے اس لیے ان کی معیت میں ۲۱/جون بروز یک شنبہ ۱۰/بجے بذریعہ کار نظام الدین سے سہارنپور روانگی ہوئی، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے مرتب پروگرام کے مطابق دوپہر کا کھانا کاندھلہ میں جناب مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کے برادر خورد مولانا بدرالحسن صاحب کے یہاں تناول کیا گیا، قیلولہ کے بعد شام ۴/بجے مولانا محمد طلحہ صاحب کے خال معظم اور یادگار سلف صوفی افتخارالحسن صاحب مدظلہ سے ملاقات ہوئی، جس پر انہوں نے بے حد خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا، اور اَوجز المسالک و بذل المجہود پر حضرت مولانا کی تعلیق و تحقیق کے ساتھ اس کی جدید طباعت پر مبارک باد دی۔

وہاں سے رخصت ہوئے تو عصر کی نماز کے بعد مولانا نورالحسن راشد صاحب کے کتب خانہ کی زیارت کی گئی، انہوں نے بعض بہت ہی قیمتی اور اہم کتابوں کی نشان دہی کی اور اپنی نئی کتاب ''سوانح مولانا مملوک العلی'' ہدیۃً عنایت فرمائی، جس پر حضرت مولانا نے مسرت کا اظہار فرمایا، وہاں سے مدرسہ سلیمانیہ کاندھلہ اور اس کی مسجد کے پاس حضرت مولانا مدظلہ نے دعا فرمائی اور سہارنپور کے لیے روانہ ہوئے۔

مدرسہ مظاہر علوم پہونچ کر اس کے مہمان خانہ میں قیام رہا، مغرب کی نماز کے بعد مہمان خانہ ہی میں مولانا محمد شاہد صاحب اور مولانا معاذ صاحب کاندھلوی

ندوی تشریف لائے ان سے ملاقات ہوئی، رات میں کم سونے اور مسلسل سفر کی وجہ سے تکان کافی تھی اس لیے چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے یہاں حاضری ہوئی، اور شام کا کھانا تناول فرمایا، وہیں مولانا محمد سلمان صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم وغیرہ سے ملاقات ہوئی، خاص طور سے مولانا معاذ کاندھلوی صاحب شروع سے آخر تک ساتھ رہے۔

۲۲/جون بروز دوشنبہ بعد نماز فجر مولانا محمد طلحہ صاحب کی مجلس ذکر میں حاضری ہوئی، جہاں الحمدللہ ذاکر وشاغل احباب کا کافی مجمع تھا، انہوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی پاکیزہ روایات کو برقرار رکھا ہے، دوسرے مہمانوں کی چائے وغیرہ سے ضیافت کے بعد ہم لوگوں کو خصوصی ناشتہ کرایا گیا، وہاں سے واپس آکر مہمان خانہ میں آرام کیا گیا، اس کے بعد مولانا معاذ صاحب ندوی آئے، انہوں نے شعبۂ تخصص فی الادب اور شعبۂ تخصص فی الحدیث کے طلبہ واساتذہ سے ملاقات کرائی، ان حضرات کے سامنے حدیث کے موضوع پر گفتگو ہوئی، اس کے بعد مدرسہ مظاہر علوم وقف کے ناظم مولانا محمد سعیدی صاحب سے ملاقات کے لیے گئے، حضرت مولانا نے ان کے والد (مولانا محمد اطہر مرحوم) کی وفات پر ان کی تعزیت کی جو حضرت مولانا کے ہم درس تھے، دوپہر کا کھانا مولانا محمد طلحہ صاحب کے یہاں تناول کیا گیا، واپس آکر اپنے مستقر پر آرام فرمایا، ۵/بجے عصر کی نماز پڑھ کر دارالعلوم دیوبند روانگی ہوئی، حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی نے ایک طالب علم کو بطور رہبر بھیجا تھا، اس کی رہبری میں مغرب سے کچھ پہلے دارالعلوم کے مہمان خانہ پہونچے، مہمان خانہ میں سامان رکھ کر مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد حضرت مولانا

عبدالحق صاحب کے گھر پر چائے وغیرہ پی گئی، حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہ نے بھی اپنے صاحبزادہ کو مہمان خانہ میں بھیجا کہ شام کا کھانا ہمارے ساتھ کھائیں، لیکن پہلے سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی کے یہاں کھانے کا پروگرام طے تھا اس لئے ان سے معذرت فرمادی، البتہ دوسرے دن ناشتہ پر حاضری کا وعدہ کیا۔

اعظم گڑھ کے طلبہ اور ان کی انجمن کے ذمہ داروں کا اصرار تھا کہ حضرت مولانا کے اعزاز میں استقبالیہ دیا جائے، اس کے لئے وہاں کے دارالحدیث میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی صدارت میں بعد نماز عشاء پروگرام شروع ہوا، جو سوا گیارہ بجے ختم ہوا، عشاء کی نماز سے پہلے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند مہمان خانہ میں ملاقات کے لئے تشریف لائے، حضرت مفتی صاحب کے، حضرت مولانا مدظلہ سے دیرینہ تعلقات ہیں، حضرت مولانا نے ان سے کچھ کتابوں کی فرمائش کی جن کو انہوں نے دوسرے دن بجھوادیا، ان میں خاص طور سے ''حرمت مصاہرت'' اور ''تحفۃ الالمعی'' کی ساتویں جلد تھی۔

تیسرے دن صبح میں حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب مدظلہ کی دعوت پر ان کے مکان تشریف لے گئے اور چائے نوش فرمائی، اس کے بعد حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب مدظلہ کے یہاں ناشتہ پر حاضری ہوئی، جس کی اطلاع حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب نے مولانا ارشد مدنی صاحب کو پہلے ہی دے دی تھی، وہاں ناشتہ کے بعد فرمایا کہ اس کی اطلاع مولانا محمد طلحہ صاحب کو ضرور کردیں، ورنہ وہ ناراض ہوں گے،

اس کے بعد تقریباً ۹/ بجے مفتی سعید احمد صاحب تشریف لائے ان سے حضرت مولانا نے کچھ جدید فقہی سوالات کئے جن میں سے بعض کے جوابات انہوں نے دیئے، اتنے میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب تشریف لائے، اس کے بعد وہاں سے واپسی کا نظام بن گیا اور نظام الدین تقریباً ڈھائی بجے واپسی ہوئی، نماز ظہر کے بعد آرام فرمایا اور شام کو ۷/ بجے بذریعہ ہوائی جہاز لکھنؤ تشریف لائے، لکھنؤ ایرپورٹ پر حضرت مولانا کے پوتے عزیزی فرید الدین ندوی سلمہٗ اور آپ کے نواسے حافظ احمد عالم موجود تھے، وہاں سے دارالعلوم ندوۃ العلماء تشریف لائے اور حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ملاقات ہوئی اور خوشی کا اظہار فرمایا، دوسرے دن حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، حضرت مولانا سید واضح رشید ندوی معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء اور حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی استاذ حدیث دارالعلوم کی رفاقت میں دارالعلوم کے جدید علمی و تحقیقی مرکز ''المجمع العلمی للدراسات فی علوم القرآن و الحدیث'' تشریف لائے، اس کے علمی کاموں کو دیکھا اور بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

دارالعلوم دیوبند کا ایک اہم سفر

از: ادارہ الشارق

۲۲؍جون ۲۰۰۹ء کی شام کو حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری مدظلہ کی دارالعلوم دیوبند آمد پر انجمن طلبۂ اعظم گڑھ دارالعلوم دیوبند نے دارلحدیث میں ایک استقبالیہ جلسہ منعقد کیا، جس کی صدارت حضرت مولانا عبدالحق اعظمی رحمہ اللہ نے فرمائی، جلسہ کی مکمل تفصیل ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

ناظم جلسہ: ابوذر اعظمی

(تمہید)

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الله الصالحين، أمابعد !

پہلے بسم اللہ پھر حمد و ثنا اللہ کی
پھر کروں تعریف میں پیارے رسول اللہ کی

شکریہ خوانی عبادت اور زیادتی نعمت کا سبب ہے اور ناشکری کفرانِ نعمت ہے ارشاد باری ہے ﴿ **لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم إن عذابى لشديد** ﴾ اس لئے سب سے پہلے اس خداوند قدوس کا شکریہ ادا کرتے ہیں جس نے گوشت کے ایک لوتھڑے کو قوت گفتار عطا فرمائی اور فصاحت و بلاغت کے غازہ سے

نواز کر اس کے حسن کو دو بالا کر دیا اور صلاۃ وسلام کا نذرانہ محبوب نبی امی کے لئے جنہیں جوامع الکلم عطا کئے گئے۔

تلاوت قرآن پاک: تو آیئے تلاوت باسعادت کے لیے دعوت دیتا ہوں قاری ندیم احمد اعظمی کو وہ آئیں اور تلاوت کلام اللہ پیش کریں۔

نعت پاک: اس کے بعد میں نعت پاک کے لیے دعوت دیتا ہوں ظفر احمد اعظمی کو احسان دانش کے اس شعر کے ساتھ ؎

نفس نفس پہ برکتیں قدم قدم پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیعؐ عاصیاں گذر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی وہ جہاں جہاں گذر گیا
کہاں ممکن تمہاری نعت حضرت مختصر یہ ہے
دو عالم مل کے جو کچھ بھی کہیں اس سے سوا تم ہو

اظہار جذبات اور خطبہ استقبالیہ

سامعین ذی وقار! تعظیم وتکریم کے جذبات اپنے مشفق مہمان کی خدمت میں پیش ہیں جنہوں نے ہم طلبۂ دارالعلوم خصوصاً طلبہ اعظم گڑھ کو خدمت کا سنہرا موقع عنایت فرمایا، تشکر وامتنان کی سوغات اپنے معزز مہمان کی بارگاہ میں نذر ہے جنہوں نے ایک وادی غیر ذی زرع میں قلعہ تیار کیا، تحریر وصحافت کے میدان میں حضرت نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جن کی ایک تاریخ مرتب ہوسکتی ہے، درس وتدریس کا باب کھولئے تو مسند درس پر متمکن ہو کر حضرت نے عرب وعجم کے اندر وہ

خدمات انجام دیں جو ایک زریں باب ہے، ہمیں فخر ہے کہ ہم بھی انہیں کی سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت اس خطے سے تعلق رکھتے ہیں جس کے بارے میں اقبال سہیل نے الہامی شعر کہا تھا کہ ؎

اس خطۂ اعظم گڑھ پہ مگر فیضان تجلی ہے یکسر
جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے وہ نیر اعظم ہوتا ہے

دارالعلوم میں طلبہ اعظم گڑھ کی علامہ شبلی کے نام سے جو لائبریری قائم ہے وہ حضرت کی خصوصی توجہ کا نتیجہ ہے، میری مراد حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب اعظمی ندوی مظاہری کی ذات گرامی ہے۔

تعارف مہمان خصوصی

محترم سامعین ! آپ کے سامنے جو شخصیت جلوہ افروز ہے، ان کے فیض کے دھارے ہندوستان ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی سرحدوں سے دور اور بہت دور عرب ممالک میں بھی بہہ رہے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں کوئی دینی درسگاہ ایسی نہیں ہے جہاں حضرت والا کا دامے، درمے، قدمے، سخنے تعاون نہ ہو، اس کے علاوہ حضرت والا مختلف مدارس کے سرپرست ہیں اور متعدد کتابوں پر اپنی تحقیق کا وہ انوکھا کام انجام دیا ہے جسے دیکھ کر اماماِن سلف کی یادیں تازہ ہونے لگتی ہیں، ایک بہت ہی بڑا کام جو حضرت موصوف کی جانفشانی اور تگ و دو کے نتیجے میں رونما ہوا ہے وہ ہے جامعہ اسلامیہ مظفر پور کی تاسیس، اس جامعہ کی بنیاد سے پہلے کوئی یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ اس جنگل میں بھی کبھی علمی گل ولالہ کی بہار آئے گی، لیکن حضرت کی محنت نے آج جنگل کو منگل بنادیا اور آج وہی منگل بلبلان علم وہنر کی چہچہاہٹ سے ایک پُر

کیف منظر کی تصویر کشی کر رہا ہے، نیز حضرت والا کے پاس علمی تجربہ کی گہرائی، شعور کی پختگی، علمی اور عملی سچائی کا وہ ذخیرہ ہے کہ اگر وہ ہمارے سامنے بکھیر دیں تو ہمیں بہت فائدہ ہوگا، اس لئے حضرت والا کی جناب میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ اپنے نصائح عالیہ اور افادات عالیہ سے مستفید فرمائیں، حُسن علم وعمل اور حسن صورت و جمال کے پیکر حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری مدظلہ العالی!

حضرت والا کا خطاب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم أما بعد!

جناب صدر اور عزیزان طلبہ!

امیر جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

میں نے خیال کیا تھا کہ آپ لوگوں کی شدید مشغولیت کے زمانہ میں مجھے دس منٹ سے زیادہ کہنا مناسب نہیں ہے لیکن میرے تعارف میں جو لمبی تقریریں کی گئیں ان کا تقاضہ ہے کہ میں اپنی بات کو ذرا تفصیل سے پیش کروں جو طلبہ کے لئے مفید ثابت ہوں، سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ حضرات نے جس جگہ یعنی دارالحدیث دارالعلوم دیوبند میں بیٹھا کر گفتگو کرنے کا موقع دیا ہے، اس کے لیے میں آپ حضرات کا شکر گذار ہوں، یہ دارالعلوم عالم اسلامی اور عالم عربی میں بہت اہم مقام رکھتا ہے، دارالعلوم دیوبند یہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور اکابر کی یادگار ہے، یہ دارالعلوم غیبی نظام کے تحت قائم کیا

گیا تھا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر صدی میں اسلام کی حفاظت کے لئے اور اس کی پاسبانی کے لئے ایسے افراد پیدا کئے جنہوں نے اسلام کے دفاع اور اس کی ترجمانی کا فریضہ انجام دیا، یہ دارالعلوم بھی ایسے دَور میں قائم کیا گیا تھا کہ اس ملک میں اسلام کو اس کی ضرورت تھی، یہی منہج اور یہی طریقہ اسلام کے دفاع اور پاسبانی کے لئے مناسب تھا، اسی منہج پر دیگر مدارس بھی قائم ہوتے چلے گئے، یہ دارالعلوم مدرسہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک ہے، یہ وہ جگہ ہے جس نے اس صدی میں ہندوستان میں مجددانہ کارنامہ انجام دیا ہے، یہ اسلام کا مجدد ہے، خواہ اسلام کے دفاع اور دعوت کا میدان ہو یا کتاب وسنت کی شرح وترجمانی کا میدان ہو، ہمارے اکابر در حقیقت ؂

در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق

کے مصداق تھے، اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت کے فہم کے لئے ان کے سینوں کو کھول دیا تھا۔ ؂

بنی اندر از علوم انبیا
بے کتاب و بے معید و اوستا

ان کی بعض تحقیقات ایسی ہیں کہ متقدمین کے یہاں بھی نہیں ملتیں، آپ کو معلوم ہے کہ میرا قیام تقریباً ۳۶ سال سے عرب امارات میں ہے، زندگی کا بڑا حصہ یونیورسٹی میں حدیث شریف کے درس وتدریس میں گزار دیا، بڑی بڑی یونیورسٹیوں کے ڈاکٹر حضرات اور علماء وفضلا سے ملاقاتیں رہی ہیں، مختلف سیرت وسنت کی کانفرنسوں میں شرکت کا موقع ملا، کئی یونیورسٹیوں میں خاص طور سے مکہ یونیورسٹی کی مجلس علمی کا رکن بھی ہوں، آج کل بخاری شریف اور اس کے ساتھ حضرت مولانا احمد

علی صاحبؒ کے حاشیہ پر تحقیق وتعلیق کا کام کر رہا ہوں، میں نے اپنے ہر لکچر میں کوشش کی ہے کہ اپنے اکابر کی کوئی تحقیق ضرور پیش کروں، آپ نے بخاری شریف کا باب اول پڑھ لیا ہوگا، **باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ**، اس میں جو تحقیقات بیان کی گئی ہیں وہ اور حضرت شیخ الہندؒ نے جو تحقیق وتوجیہ ترجمۃ الباب و حدیث کے ربط کے سلسلے میں بیان کی ہیں وہ بھی سن چکے ہوں گے، یہاں پر جو علمی اشکال ہے اس کا متقدمین کی کتابوں میں بھی جواب دیا گیا ہے لیکن ان سب کے جواب تشنہ رہے، ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی کتاب الابواب والتراجم میں جو اشارے کئے ہیں اور ترجمۃ الباب کا مقصد وحی کی عظمت وعصمت قرار دیا ہے، ترجمۃ الباب پر جس طرح مدلول التزامی سے استدلال فرمایا ہے، ترجمۃ الباب اور اس کے تحت احادیث کا ربط جس طرح بیان فرمایا ہے وہ تحقیق بالکل نادر ہے اور جب میں نے اپنے کسی محاضرے میں اس کی تفسیر کی تو سامعین جن میں بڑے بڑے علماء وباحثین و قضاۃ تھے بہت ہی متاثر ہوئے اور ہندوستانی علماء کے حدیث میں رسوخ کے قائل ہوئے، اسی طرح حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی کتاب الابواب والتراجم میں یہ عندیہ دیا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی کتاب مرتب ومبوب ہے، جن علماء نے ماضی میں جیسے ابوالولید باجی اور ان کے بعد علامہ عینی ان حضرات نے اصیلی کے قول کی بنا پر یہ کہا کہ کتاب کے کچھ ابواب غیر مرتب تھے، مرتب کرنے میں تقدیم وتاخیر ہوئی، علامہ قسطلانی نے اس پر رد کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کے سامنے ان کی کتاب مرتب ومبوب پڑھی گئی ہے، حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب کو اپنے شیوخ علی بن مدینی متوفی ۲۳۴ھ، یحییٰ بن معین متوفی ۲۳۳ھ، احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے سامنے

پیش کیا فاستحسنوہ سب نے تحسین کی، کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ کتاب غیر مرتب ہے۔

بہر حال حضرت شیخ الہندؒ کے ابواب وتراجم میں جو اشارے کئے گئے ہیں اورانہوں نے جو پندرہ اصول تراجم کے بیان فرمائے ہیں ان کی روشنی میں امام بخاری کی کتاب مرتب نظر آرہی ہے، ان کے رسالے کے اجمال کی شرح ہمارے استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اپنی کتاب **الأبواب و التراجم** میں پوری تفصیل وتوضیح کے ساتھ بیان کر دی ہے اور بدلائل ثابت کیا ہے کہ پوری کتاب مرتب ومنظّم ہے، صحیح البخاری کے وہ تراجم جن میں کوئی حدیث باب کے تحت ذکر نہیں فرمائی یا کسی آیت قرآنی کو ترجمہ بنا کر چھوڑ دیا، ان کی جو شرح حضرت شیخ الہندؒ نے فرمائی اوراس کی تفصیل حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمائی ہے یہ کسی اور جگہ نہیں ملے گی۔

اسی طرح علامہ کشمیریؒ کی فیض الباری میں بعض بعض نکتے ایسے ملتے ہیں، جو متقدمین کے یہاں بھی نہیں ملتے، مثلاً تدوین حدیث کے سلسلے میں ایک اشکال یہ کیا گیا کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد کتابت حدیث کی اجازت دی جا چکی تھی، صحابہ کرام وتابعین نے لکھنا شروع کیا اوراس کے کئی مجموعے تیار ہوئے، لیکن یہ کتابت کا کام انفرادی ہی رہا تھی کہ خلافت راشدہ میں اوراخیر میں حضرت عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ نے تدوین حدیث کا حکم ابوبکر بن حزم متوفی ۱۲۰ھ، اور محمد بن شہاب الزہری متوفی ۱۲۴ھ کو دیا، اس پر سوال یہ تھا کہ جب حدیث شریف مصدر ثانی ہے تو اس کی تدوین میں یہ تاخیر کیوں؟

اس کا جواب لکھنے میں مجھے بڑی دشواری پیش آئی، اس کا جواب فیض الباری

کتاب العلم میں مل گیا، علامہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کیوں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد احادیث کی تدوین ہوئی ہوتی تو وہ یا تو متواترہ ہوتیں یا مشہورہ، ان سے ثابت ہونے والے احکام فرض و واجب یا سنت مؤکدہ ہوتے، جس پر عمل کرنا امت کے لئے شاق ہوتا، شارع علیہ السلام کا منشأ یہ تھا کہ فقہاء نے جو درجات قائم کئے ہیں فرض، واجب، سنت، مستحب، اولیٰ، خلاف اولیٰ یہ سارے درجات قائم رہیں۔

یہ توجیہ بھی جس کو عرصہ ہوا میں الفرقان اور الجمعیۃ ایڈیشن میں تفصیل سے لکھ چکا ہوں، علامہ کشمیریؒ کی اس توجیہ کو جب میں نے بیان کیا تو لوگوں نے بے حد پسند فرمایا، مولانا انظر شاہ کشمیری مرحوم نے جب اس کو پڑھا تو وہ سفر کر کے میرے پاس آئے، وہ اصرار کرتے رہے کہ والد صاحب کے اس طرح کے نکتے کسی کتاب میں جمع کردیں۔

تیسری مثال میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں کہ جب مجھے حضرت شیخ الحدیثؒ نے بذل المجہود کی خدمت کے لئے قاہرہ بھیجا تو ہمیں جامعہ ازہر میں ایک پی، ایچ، ڈی کے رسالے کے مناقشہ کے جلسے میں شرکت کا موقع ملا، وہاں ایک سوال یہ آیا کہ حدیث میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے مرض الوفاۃ کا وقت قریب آیا تو جبرئیل علیہ السلام ان سے قریب ہوئے، موسیٰ علیہ السلام نے پہچانا نہیں اس لئے ان کے چہرے پر کھینچ کر تھپڑ مارا، ''وخرجت عینه'' ان کی آنکھ نکل آئی، مجھ سے ازہر کے رئیس القسم فی الحدیث نے پوچھا کہ اس کا کیا جواب ہے، یہ تو عقل کے خلاف ہے، میں نے جواب دیا کہ شیخ الشیوخ الشیخ الجنجوهي أجاب عن

هـذا الإشـكـال جـوابـاً شافياً وقال: لأن ملك الموت جاء في صورة البشـر فتـأثـر كـمـا يتـأثر به البشر، لأن موسى عليه السلام لم يعرفه، أخرجه البخاري في موضعين). (باب من أحب الدفن في الأرض المقدسة ح: ۱۳۳۹، وباب وفاة موسیٰ، ح:۳۴۰۷)

یہ میں نے آپ کے سامنے کچھ اشارے بیان کئے ہیں کہ آپ کے اکابر علمی وروحانی لحاظ سے بہت اونچے مقام پر فائز تھے، اور دارالعلوم کا یہ دارالحدیث جہاں ہم بیٹھے ہوئے ہیں اپنی خصوصیات وروایات کے لحاظ سے غیر معمولی جگہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ جو سلسلہ اکابر سے چلا آرہا تھا وہ قائم ودائم ہے، آپ کے مدرسہ میں اچھے اچھے فضلاء موجود ہیں ان سے استفادہ کی کوشش کیجئے ورنہ یہ وقت تیزی سے گزر رہا ہے ۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

شاعر جاہلی کہتا ہے:

و أذكـر أيـام الـحـمـى ثم أنثني
عـلـى كبدى مـن خشية أن يتـصـدّعـا
فـليسـت عشيات الـحمى بـرواجـع
عـليك ولـكـن خـلِّ عينيك تـدمـعـا

شاعر کہہ رہا ہے کہ میں ماضی کو اس طرح یاد کر رہا ہوں کہ میں اپنے سینے کو تھامے ہوئے ہوں کہ کہیں پھٹ نہ جائے، لیکن کیا کیا جائے، یہاں سے جانے کے بعد یہ ایام آپ کو یاد آئیں گے، لہٰذا اس کو غنیمت سمجھا جائے اور بھرپور استفادہ کی کوشش کی جائے۔

دو چیزیں ہیں ایک تو اخلاص کہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے یہ علم حاصل کیجئے،

اخلاص کے حصول کے لیے کسی اللہ والے کی صحبت اور استفادہ بھی ضروری ہے، جس کسی سے مناسبت ہو، اس کے بغیر کوئی دینی بڑا کام نہیں انجام پا سکتا۔

می روید تخم دل از آب و گل
بے نگاہ از خداوندانِ دل

یہ اس مدرسہ کا شعار رہا ہے۔

دوسرے یہ کہ اس علم میں مجاہدہ ہے، جس قدر مجاہدہ کریں گے آپ اس میں کمال پیدا کریں گے، آپ ترقی کریں گے، زمانے کا شکوہ بے جا ہے، اگر آپ میں کوئی کمال پیدا ہو گیا تو لاکھ مخالفت کے باوجود اللہ آپ کو اونچا کرے گا اور آپ سے دنیا کو فیض پہنچے گا۔

بڑے غور سے سن رہا تھا زمانہ
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

اخیر میں شکریہ ادا کرتا ہوں آپ حضرات شیوخ اور ان عزیزان طلبہ کا جنہوں نے مجھے یہ موقعہ عطا فرمایا کہ اس بزم حدیث شریف میں شرکت نصیب ہوئی۔

گجرات کا ایک علمی سفر

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین ندوی

میرے دادا جان کے گجرات اور علمائے گجرات سے دیرینہ تعلقات ہیں، وہاں کے علماء وفضلاء دادا جان کا علم حدیث کی دنیا میں جو مقام ومرتبہ ہے اس کی قدردانی فرماتے ہیں اوران کے کاموں کو بہت قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھتے ہیں، خاص طور سے جامعہ فلاح دارین ترکیسر گجرات کے منتظمین اور وہاں کے ناظم اعلیٰ جناب حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی سے آپ کا والہانہ تعلق ہے، وہاں آپ نے تقریباً چار سال قیام فرمایا ہے، اور آپ اس جامعہ کے سب سے پہلے شیخ الحدیث رہے ہیں، دادا جان ہی نے وہاں بخاری شریف اور ترمذی شریف وغیرہ کا آغاز فرمایا تھا، ان دیرینہ اور گہرے تعلقات کی وجہ سے وہاں کے احباب بہ اصرار دعوت دے رہے تھے، لیکن دادا جان بار بار ارادہ کرنے کے باوجود کثرت کار کی وجہ سے وہاں پہونچنے سے قاصر رہے، امسال جب ابوظبی سے ۲۰ رشوال کو ہندوستان آمد ہوئی اور آپ براہ راست شارجہ سے لکھنو دارالعلوم ندوۃ العلماء تشریف لائے، وہاں ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم اور مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی دامت برکاتہم

سے ملاقاتیں ہوئیں، سابقہ روایت کے مطابق ۲۳؍شوال کو دادا جان نے دار العلوم ندوۃ العلماء میں بخاری شریف کا افتتاحی درس دیا، اور ۲۴؍شوال کو وطن اعظم گڑھ تشریف آوری ہوئی۔

یہاں پہونچ کر جامعہ اسلامیہ اور مرکز الشیخ أبی الحسن کے مختلف امور و مسائل کو انجام دینے میں منہمک رہے، ۶؍اکتوبر کو جامعہ اسلامیہ میں بخاری شریف کا افتتاحی درس دیا جس میں علاقہ کے مختلف مدارس کے علماء نے شرکت کی، ۹، ۱۰؍اکتوبر کو دار المصنفین میں (سیرت کے مصادر و مراجع) کے موضوع پر ہونے والے سمینار میں شرکت کی، اسی دوران مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی اور مولانا خلیل احمد صاحب راوت نے بذریعہ فون ترکیسر تشریف لانے کی دعوت دی، اس دعوت پر دادا جان نے گجرات کے سفر کا عزم کرلیا۔

سرزمین گجرات ماضی میں بھی اسلام کی ایک شاندار تاریخ رکھتی ہے، جہاں بڑے بڑے اہل فضل و کمال باہر سے تشریف لائے، اور خود اس سرزمین پر بھی بڑے باکمال پیدا ہوئے، جس کی سرگذشت حضرت مولانا سید عبدالحی حسنیؒ کی کتاب ''یادِ ایام'' میں دیکھی جاسکتی ہے، سورت ضلع میں ترکیسر کا قصبہ ایک روحانی تاریخ کا حامل ہے، یہاں پر حضرت موسیٰ جی نقشبندی کا مزار ہے، جنہوں نے اپنے شیخ و مرشد کے اشارہ پر دعوت و تربیت کا مرکز ترکیسر کی سرزمین کو بنایا، ان کے خلفاء میں مولانا عین القضاۃ لکھنویؒ ہیں جن کا ہدایہ اور بعض دوسری کتابوں پر حاشیہ بھی ہے اور وہ لکھنؤ کے مدرسہ فرقانیہ کے بانی بھی ہیں جس سے قراء کی بڑی جماعت نکلی اور ایک عالَم ان سے فیض یاب ہوا، ترکیسر میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً تین یا چار ہزار کے درمیان ہے،

ترکیسر کے مدرسہ میں حفظ قرآن اور ابتدائی مکتب کا سلسلہ بہت زمانہ سے قائم تھا لیکن اس کے ذمہ داروں کی عنایت وتوجہ سے (جن میں راوت فیملی کا خاص رول ہے) اس جامعہ میں دورۂ حدیث کا سلسلہ شروع کیا گیا، درحقیقت یہ مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی کی سرپرستی میں انجام پاتا رہا ہے اور انہیں کی دعوت پر دادا جان دارالعلوم ندوۃ العلماء کو چھوڑنے کے بعد وہاں تشریف لے گئے، چوں کہ دادا جان کی اُس وقت شہرت ہوچکی تھی، ''محدثین عظام'' طبع ہوچکی تھی اور آپ کے علمی و تحقیقی مضامین و مقالات معارف، الفرقان اور برہان جیسے مؤقر رسائل میں طبع ہوکر اہل علم و تحقیق سے دادِ تحسین حاصل کررہے تھے، دادا جان کی ترکیسر آمد پر ان کے ذوق علمی کو دیکھ کر مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نے مختلف کتب خانوں سے عاریۃً کتابیں حاصل کیں اور بہت سی کتابیں باہر ممالک سے بھی منگوائیں، اور ان کی علمی ذوق کی آبیاری کے لیے اسباب و وسائل کی فراہمی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی اور وہاں کے منتظمین نے دادا جان کے ساتھ نہایت ہی تکریم کا معاملہ فرمایا (**فجزاهم الله على حسن صنيعهم**)۔

دادا جان نے جب سفر کا ارادہ کیا تو راقم السطور کو رفاقت کی سعادت سے سرفراز فرمایا، اعظم گڑھ سے ممبئی کے راستے یہ سفر ہوا، ۱۴/اکتوبر کو ممبئی سے بذریعہ ٹرین سورت کے لیے روانگی ہوئی، ۲/بجے سورت پہونچے، حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی اور جناب خلیل راوت صاحب نے گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا، اسٹیشن سے ترکیسر تشریف لائے، وہاں پہونچ کر علماء اور طلبہ سے ملاقاتیں ہوئیں، جامعہ فلاح دارین کے نائب مہتمم مولانا ارشد صاحب حفظہ اللہ نے جو حضرت مولانا قمر

الزماں صاحب الہ آبادی کے مسترشدین میں ہیں، دادا جان کا بڑا اہتمام فرمایا، اور آپ کا ہر طرح سے خیال رکھا، وہیں مولانا ایوب صاحب سورتی جولندن میں ایک مدرسہ میں شیخ الحدیث رہے ہیں سے اچانک ملاقات ہوئی، آپ دادا جان سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں، معلوم ہوا کہ وہ ترکیسر میں خاصا وقت بخاری شریف پڑھانے میں دیں گے، ان کے ساتھ ساتھ مولانا صلاح الدین جو حضرت مولانا ذوالفقار کے مسترشدین میں ہیں ان سے اور دیگر علماء سے ملاقات رہی، اس پر دادا جان نے فرمایا کہ مولانا عبداللہ صاحب نے تمام بزرگوں کے مسترشدین کا مجمع یہاں اکٹھا کر دیا ہے، یہ ان کی وسعت نظر کی دلیل ہے۔

مولانا عبداللہ صاحب نے دادا جان کی آمد پر بخاری شریف کا افتتاحی درس بعد نماز عشاء جامعہ کی مسجد میں رکھا تھا، چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق دادا جان کے ذریعہ بخاری شریف کا افتتاحی درس مسجد میں دیا گیا، جس میں طلبہ وعلماء کے علاوہ بیرونی لوگ بھی بڑی تعداد میں موجود تھے، قرآن مجید کی تلاوت کے بعد جناب مولانا عبداللہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ ہذا نے تعارفی کلمات پیش کیے، آپ نے فرمایا کہ:

''آج کا یہ دن ہمارے لیے بہت ہی مبارک دن ہے کہ ایک عرصہ کے بعد ہم اپنے درمیان دارالعلوم فلاح دارین کے سب سے پہلے شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری دامت برکاتہم کو پار ہے ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اس ادارہ میں بخاری شریف کا درس دیا تھا، وہ یہاں تشریف فرما ہیں، آپ ایک ممتاز محدث ہیں، آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علم حدیث کی خدمت میں لگایا ہے، اور تدریس حدیث کے ساتھ تصنیف وتالیف اور تحقیق کا ذوق بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو

مرحمت فرمایا ہے، اور اس لحاظ سے بھی آپ حدیث کی خدمت میں ہمہ تن مشغول ہیں، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ حضرت مولانا نے اس علم مبارک کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے، آج ہمارے اس جلسہ کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو علمائے گجرات کی طرف سے خراج عقیدت پیش کریں کہ آپ نے اپنی مساعی جمیلہ اور انتھک کوششوں کے ساتھ ہمارے اکابر علماء ومحدثین کی کتابوں کو خلیج سے محیط تک پہونچادیا، **من الخليج إلى المحيط**"۔

اس کے بعد مولانا اقبال صاحب مدنی نے عربی زبان میں ناظم مولانا خلیل راوت صاحب کی طرف سے ایک سپاس نامہ پیش کر کے تمام لوگوں کی طرف سے محبت وعقیدت کا اظہار کیا، اس کے بعد دادا جان نے حمد وثنا کے بعد حدیث مسلسل بالاولیہ اور بخاری شریف کی حدیث اول کی قراءت کی، ابتدا میں آپ نے دار العلوم فلاح دارین ترکیسر سے اپنے دیرینہ تعلقات کا ذکر فرمایا، ناظم اعلیٰ جناب مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی اور جناب خلیل راوت صاحب اور ان کی فیملی اور وہاں کے باشندوں کی محبت کا ذکر فرمایا، اور فرمایا کہ یہ میری وہ جگہ ہے جہاں مجھے حدیث شریف کی پوری تیاری کا موقع ملا، یہاں کے قیام میں میرے قلم سے کئی اہم کتابیں نکلیں اور کئی علمی مضامین کی طرف اشارہ فرمایا جو پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے، اس کے بعد ایک گھنٹہ بخاری شریف کا درس دیا اور ان کی دعا پر اس جلسہ کا اختتام ہوا۔

تقریر کے بعد قرب وجوار سے آئے ہوئے بہت سے محبین نے ملاقاتیں کیں، ان میں خاص طور سے بھائی عبدالحفیظ منیار کو دادا جان نے تلاش کروایا، ان سے رابطہ بھی ہو چکا تھا لیکن اچانک علالت کی وجہ سے وہ تشریف نہ لا سکے۔

۱۵/اکتوبر بروز جمعہ ترکیسر سے صبح ناشتہ کے بعد ہم لوگ کاپودرہ کے لیے

روانہ ہورہے تھے کہ حضرت مولانا اسماعیل صاحب بدات کے داماد مولانا مفتی محمد یونس صاحب کا فون آیا کہ ہمارے والد صاحب سے ملاقات کے لیے ضرور تشریف لے جائیں، چنانچہ ان کی دعوت پر ان کے گھر تشریف لے گئے، ان کے والد اور اعزہ سے ملاقات ہوئی، ان کے والد کے پاس داداجان نے ان کا ذکر خیر کیا اور ناشتہ کر کے وہاں سے آگے کے لیے روانگی ہوئی۔

کاپودرہ پہونچ کر دس بجے مسجد عائشہ میں علماء وفضلاء اور اساتذۂ مدارس کے درمیان پہونچے، اس اجتماع کے شرکاء میں خاص طور سے حضرت مفتی احمد خان پوری مفتی ڈابھیل اور مولانا مفتی احمد دیولوی ناظم جامعہ علوم قرآن جمبوسر اور ان کے ہمراہ مولانا اقبال خانپوری جو داداجان کے خاص شاگرد ہیں وہ بھی تھے، اکل کوا سے حضرت مولانا غلام وستانوی صاحب جو حضرت باندویؒ کے خاص خلفاء میں ہیں اور داداجان سے خاص تعلق رکھتے ہیں وہ بھی تشریف لائے تھے اور جناب مفتی عبداللہ صاحب ناظم جامعہ اسلامیہ ہانسوٹ ان کے علاوہ مختلف مدارس کے شیوخ، احباب وعلماء موجود تھے داداجان کا ایک خصوصی خطاب ہوا اور پھر نماز جمعہ سے قبل کاپودرہ کی جامع مسجد میں مجمع عام کے سامنے عمومی خطاب ہوا، کھانا تناول کر کے وہیں آرام کیا گیا اور بعد نماز عصر کاپودرہ سے حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی کے ہمراہ جامعہ قاسمیہ عربیہ بھڑوچ کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں دریائے نربدا کو دیکھ کر علامہ سید سلیمان ندویؒ کی نظم یاد آئی جس میں انہوں نے بھڑوچ میں اترنے والے صحابہؓ وتابعینؒ کے قافلہ کو یاد کر کے ان کی آمد کی ایک پاکیزہ تصویر پیش کی ہے:

نربدا! اے نربدا! اے جادۂ بحر عرب!   گرچہ تو ہندی ہے لیکن زادۂ بحر عرب

جانتا ہے تو میری تاریخ کا پوشیدہ راز　　تیرے دروازہ پہ ٹھہرا تھا، مرا پہلا جہاز
تو گذشتہ کاروانوں کا نشان راہ ہے　　ہند میں اسلام کی تاریخ سے آگاہ ہے
رشتۂ ہند وعرب تجھ سے ہوا تھا استوار　　تیرے ساحل کا ہراک ذرہ ہے اس کی یادگار

شہر بھڑوچ سے گزرنا ہوا جس کا ذکر اسلامی تاریخ میں بار بار آیا ہے، جہاں پر ربیع بن صبیح متوفی ۱۶۰ھ مدفون ہیں جو اسلام کے اوائل مؤلفین اور اتباع تابعین میں ہیں، اب ان کا مزار سمندر میں آ گیا ہے، مغرب سے پہلے ہم لوگ جامعہ قاسمیہ بھڑوچ میں داخل ہوئے، مدرسہ کی نہایت پُر شکوہ عمارتیں ہیں جو نہایت مرتب تعمیر کی گئی ہیں، اس کے وسط میں ایک سرسبز وشاداب میدان ہے اسی میں بیٹھ کر چائے کی ایک نشست ہوئی، یہاں پر مولانا محمد حنیف صاحب جو اس جامعہ کے شیخ الحدیث ہیں اور اس کے مہتمم مولانا ابراہیم مظاہری صاحب اور دیگر مدرسین نے استقبال کیا، مولانا محمد حنیف صاحب بہت دنوں سے دادا جان کو اس مدرسہ کی زیارت کی دعوت دے رہے تھے جس کا موقع اس سفر میں ملا، چائے سے فارغ ہو کر مہتمم مولانا ابراہیم صاحب کے ساتھ مدرسہ کا سرسری معائنہ کیا گیا، دادا جان مدرسہ کے کتب خانہ میں تشریف لے گئے، یہ کتب خانہ جامعہ کے لوگوں کے ذوق علمی کی شہادت دے رہا تھا، مختلف علوم وفنون کی کتابیں سلیقہ سے رکھی گئی ہیں، علم حدیث کے اکثر مراجع ومصادر وہاں موجود ہیں، داد جان نے فہارس پر ایک نظر ڈالی اور اپنی مسرت کا اظہار فرمایا۔

بعد نماز عشاء بخاری شریف کا افتتاحی پروگرام وہاں کی مسجد میں رکھا گیا تھا، جب ہم لوگ مجلس درس میں پہونچے تو علماء اور طلبہ کی ایک اچھی خاصی تعداد نظر آئی، معلوم ہوا کہ امسال اس ادارہ میں ۶۵ طلبہ دورۂ حدیث میں ہیں، تلاوت کے بعد

جناب مولانا محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم نے دادا جان کا والہانہ انداز میں نہایت ہی محبت وعقیدت کے ساتھ تعارف کرایا، ان کا یہ تعارف بڑا عالمانہ وفاضلانہ تھا، ان سے قبل مولانا ابراہیم صاحب مظاہری نے عربی زبان میں ایک سپاس نامہ پیش کیا، وہاں پہونچ کر دادا جان سفر کی تکان سے مضمحل ہورہے تھے لیکن پورے نشاط سے درس کا آغاز فرمایا، اور آخر میں ان حضرات کی محبت کا شکریہ ادا کیا، وہاں سے فارغ ہوکر ہم لوگ اپنی قیام گاہ کاپودرہ دولت کدہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب، (کاپودرہ کا قصبہ اپنی صفائی وستھرائی میں سورت میں بے مثال ہے) واپس آئے۔

دوسرے دن ۱۶؍اکتوبر کو تقریباً ۹ بجے کاپودرہ سے دارالعلوم اسلامیہ ماٹلی والا بھڑوچ کے لیے روانگی ہوئی، وہاں پہونچ کر جناب مولانا اقبال صاحب جو مولانا قمرالزماں صاحب الہ آبادی کے مسترشدین میں سے ہیں ان کا اصرار تھا کہ اس ادارہ میں بھی حدیث مسلسل بالاولیہ اور بخاری کا افتتاحی درس دیا جائے، چنانچہ پروگرام وہاں کی کشادہ مسجد میں رکھا گیا، تلاوت قرآن پاک کے بعد مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نے تعارفی کلمات پیش کئے، اس کے بعد دادا جان نے بخاری شریف کا درس دیا، یہاں کے شیخ الحدیث مولانا ابوالحسن صاحب بہاری ہیں جن کا دادا جان سے چالیس سال سے تعارف ہے، انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گجرات کے مدارس میں گذارا ہے، اور اب اس مدرسہ میں شیخ الحدیث ہیں، دادا جان کی آمد پر ان حضرات نے جس محبت وتعلق کا اظہار کیا اس کا دادا جان کے قلب ودماغ پر خاص اثر ہوا، اس لیے پورے انبساط ونشاط کے ساتھ درس کا آغاز فرمایا، آپ نے صحابیٔ رسول حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھا۔

إن الرسول لنورٌ يستضاءُ به
وسيفٌ من سيوف الله مسلول

اور فرمایا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں حضور ﷺ کی صفت جمال وجلال دونوں کو پیش کر دیا ہے، جس طرح جمال محمدی ہے اسی طرح جلال محمدی بھی ہے، اور اخیر میں چلتے چلاتے یہ شعر پڑھا ؎

یا رب ترے عشاق سے ہو جائے ملاقات
قائم ہے جن کے فیض سے ارض و سماوات

دوپہر کا کھانا اسی مدرسہ میں تناول کیا گیا اور وہاں کے مہتمم مولانا اقبال صاحب نے ”زجاجة المصابیح“ کے حاشیہ اور تحقیق کا مسودہ لاکر مشورہ فرمایا، اس کتاب پر وہاں تحقیق وتعلیق کا کام ہو رہا ہے، کام کا بڑا حصہ حاجی عبداللہ صاحب مرحوم جو وہاں کے تبلیغی جماعت کے امیر تھے ان کے صاحبزادے نے کیا ہے، حاجی عبداللہ مرحوم سے دادا جان کا تعلق رہا ہے اس کام میں دادا جان نے کچھ مشورے دئے، اور کچھ چیزیں تحریر کیں، اور مشورہ دیا کہ اس کام کی نوعیت اس طرح سے بنائی جائے تو تعلیق وحاشیہ کی اہمیت بڑھ جائے گی۔

اس کے بعد وہاں سے مولانا اقبال صاحب اور مولانا عبداللہ صاحب وغیرہ کے ہمراہ بھڑوچ اسٹیشن آنا ہوا، دو بجے کی ٹرین سے ممبئی واپسی ہوئی، پانچ بجے ممبئی پہونچ کر مغرب کی نماز ادا کی گئی، وہاں پہلے سے چچا محترم ڈاکٹر صفی الدین صاحب منتظر تھے ان سے ملاقات ہوئی۔

۱۷/ اکتوبر کو گیارہ بجکر چالیس منٹ پر فلائٹ کے ذریعہ لکھنؤ اور پھر ندوة

العلماء واپسی ہوئی، وہاں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب ندوی وغیرہ سے ملاقات ہوئی، رات میں مولانا صلاح الدین صاحب ندوی کے ساتھ امروہہ کا سفر ہوا، ۱۸؍تاریخ کو مرادآباد پہونچے، مولانا نظار الاسلام صاحب ندوی جو حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی دامت برکاتہم کے خاص حاضر باش ہیں، انہوں نے وہاں استقبال کیا، ہم لوگوں کے لیے قیام کا انتظام کر رکھا تھا، ناشتہ کے بعد ان کی گاڑی سے امروہہ جناب حکیم شعیب صاحب کے یہاں ساڑھے دس بجے پہونچے، حکیم صاحب نے بہت ہی توجہ سے دادا جان کی نبض دیکھی اور دوائیں تیار کرائیں، ان سے ملاقات بہت طویل رہی، واپسی میں جناب صبیح الدین صاحب جو مرادآباد کے بڑے تاجر ہیں ان کے یہاں کھانا تناول کیا گیا، اور شام میں لکھنؤ واپسی ہوئی، تقریباً دس بجے رات میں ندوۃ العلماء پہونچے، وہاں حضرت مولانا محمد رابع صاحب ندوی انتظار فرما رہے تھے، آپ نے دادا جان سے فرمایا: آج آپ کی وجہ سے یہاں رہ گیا ہوں۔

ندوۃ العلماء میں قیام گاہ پر دادا جان سے ملاقات کے لیے مولانا سجاد صاحب نعمانی، مولانا عبداللہ صاحب حسنی ندوی، مولانا مفتی محمد ظہور صاحب ندوی اور جناب قاری مشتاق صاحب وغیرہ تشریف لائے، لکھنؤ سے ۱۹؍اکتوبر کو ۴؍بجے شام میں واپسی ہوئی، بارش کا سلسلہ راستہ سے ہی شروع ہو گیا تھا، اس لیے سلطان پور پہونچ کر رائے اور راہ بدلنی پڑی، اور مدرسہ سیدنا عمر فاروق سیف اللہ گنج میں قیام کیا گیا، وہاں کے مہتمم مولانا سہیل صاحب ندوی پہلے سے منتظر تھے جن کا معمول ہے کہ سال کے شروع میں مشکوٰۃ شریف کے درس کا افتتاح دادا جان سے کراتے ہیں،

چنانچہ کھانا وغیرہ سے فراغت کے بعد دادا جان نے مشکاۃ شریف کی پہلی حدیث کا درس دیا جو بیس منٹ تک جاری رہا، رات بھر آرام کر کے دوسرے دن صبح واپسی ہوئی، اور ۹ / بجے بعافیت گھر پہونچ گئے الحمد للہ اولا و آخرا۔

دہلی کا سفر برائے شاہ ولی اللہ ایوارڈ

بقلم: صلاح الدین ندوی پرتاپگڑھی

آئی او ایس کے چیرمین جناب ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب نے حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ کو اچانک فون سے یہ اطلاع دی اور باقاعدہ دعوت نامہ بھیجا کہ حدیث وسنت کی نمایاں وممتاز خدمت کے اعتراف میں شاہ ولی اللہ ایوارڈ کے لیے کمیٹی نے آپ کے نام کا انتخاب فرمایا ہے اور اس کے لیے ۲۶ رفروری ۲۰۱۱ء کو جامعہ ہمدرد کے آڈیٹوریم میں ساڑھے چار بجے یہ پروگرام شروع ہوگا، آپ کے قیام وغیرہ کا نظم کر دیا گیا ہے امید ہے کہ اپنی آمد کی اطلاع فرمائیں گے۔

حضرت مولانا کو اپنی ذاتی ضرورت کی وجہ سے دہلی دو دن پہلے آنا تھا، اس لئے ڈاکٹر ولی الدین ندوی جو دبئی کے اسلامی کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں ان کے ہمراہ ۲۳ رفروری کو ایر امارات سے سوا آٹھ بجے دہلی پہونچے، ایرپورٹ پر آئی او ایس کی طرف سے محمد حماد ندوی اور راقم کے علاوہ ابوظبی سفارت خانہ کی گاڑی اور نمائندہ وغیرہ استقبال کے لئے موجود تھے، اور یہ بتلایا گیا کہ یہ گاڑی آپ کے ساتھ رہے گی، قیام جامعہ ہمدرد کے اسکالر ہاؤس میں تھا، بعد میں نظام الدین کے قرب کی وجہ سے

سفیان ہوٹل میں آ گئے، وہاں جناب مولانا زبیر الحسن ومولانا محمد سعد یوسف کاندھلوی ومولانا احمد لاڈ صاحب ودیگر علماء سے ملاقاتیں ہوئیں، ان کے ساتھ کھانا وغیرہ کھایا گیا، ان حضرات نے مولانا کی آمد اور اعزاز کی خبر پر نہایت مسرت کا اظہار فرمایا۔

دوسرے دن سفارت خانہ کے حسن عیسیٰ الحوسنی الوزیر المفوض سے حضرت مدظلہ کی ملاقات ہوئی، انہوں نے بتایا کہ سفیر صاحب ابوظبی گئے ہیں، شام کو ہندوستان کے نائب صدر عالی جناب حامد انصاری صاحب سے ان کی قیام گاہ پر ملاقات ہوئی، ان سے حضرت مولانا کا بہت پرانا تعلق ہے، وہ بڑی محبت و بے تکلفی سے پیش آئے۔

۲۵/فروری ۲۰۱۱ء بروز جمعہ ناشتہ وغیرہ کے بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ متوفی ۱۰۵۲ھ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کی نیت سے روانہ ہوئے، حضرت محدث دہلویؒ مہرولی کے قریب حوض شمسی کے کنارے مدفون ہیں، نواب صدیق حسن خان قنوجی نے اپنی کتاب ''اتحاف النبلاء'' کے صفحہ ۳۰۴ پر تحریر فرمایا ہے: ''کاتب حروف متعدد مرتبہ ان کے مزار شریف کی زیارت سے فیض یاب ہوا، اور اس مقام پر عجیب و غریب کشش و دل بستگی محسوس کی ہے''، نیز موصوف نے ''تقصار جیود الاحرار'' ص ۱۱۲ میں لکھا کہ: ''بندۂ عاجز دہلی میں ان کے مزار مبارک پر پہونچا اور جن برکات کا مشاہدہ کیا بیان نہیں کی جا سکتیں، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے''،

اس سے پہلے حضرت مولانا مدظلہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے مزار کی زیارت بار بار کر چکے تھے اس لئے اس مرتبہ خصوصیت سے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے مزار پر حاضری کی تمنا تھی، ان کے تینوں فرزند شیخ نورالحق مشرقی، علی محمد، محمد ہاشم کی قبریں جو

مزار کے قریب ہی ہیں ان پر بھی فاتحہ پڑھا اور وہاں کے مکتبہ کی زیارت کی اور بعض کتابوں کے نام بھی نوٹ کرائے، واپسی بہت اچھے راستے سے ہوئی، نماز جمعہ قاضی حوض خاص گرین پارک کی مسجد میں ادا کی، وہاں سے نظام الدین مرکز آ کر مولانا زبیر الحسن صاحب و مولانا محمد سعد یوسف کے دستر خوان پر کھانا تناول فرمایا، شیخ محدث کی قبر کی زیارت سے بہت ہی مسرور ہوئے، کیوں کہ شیخ کی کتابوں پر ایک نہایت وقیع کام کرنے کا ارادہ ہے، اسی دن شام کو جناب الیاس اعظمی صاحب سابق ممبر پارلیمنٹ جو حضرت مولانا کے عزیز بھی ہیں ملاقات کے لیے ہوٹل تشریف لائے اور کہا کہ پروگرام میں شرکت کے لیے لکھنؤ سے آیا ہوں۔

۲۶ر فروری ۲۰۱۱ء بروز سنیچر جناب محترم حکیم شعیب اختر صاحب امروہوی جو حضرت کے معالج بھی ہیں ہوٹل میں تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ میں بھی پروگرام میں شرکت کے لیے آیا ہوں، اسی دن نظام الدین مرکز میں کھانا کھا کر جامعہ ہمدرد کے لیے روانہ ہوئے، آئی او ایس کی طرف سے گاڑی آئی ہوئی تھی لیکن ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی جو کہ مولانا کے شاگرد ہیں اور اس وقت جامعہ ملیہ میں پروفیسر ہیں وہ بھی گاڑی لے کر آ گئے اور کہا کہ حضرت استاذ محترم کو لے کر اپنی گاڑی پر جاؤں گا، مولانا معاذ احمد کاندھلوی سے اچانک معلوم ہوا کہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی و حضرت مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی کا وہاں قریب ہی میں قیام تھا کہ ان کے رفیق سفر برادرم مصباح الدین ندوی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور ان کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی، جب پروگرام ہال میں پہونچے تو حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم اور دیگر علماء سے ملاقاتیں ہوئیں، سہارنپور سے مولانا محمد شاہد

صاحب و مولانا معاذ احمد کاندھلوی بھی آ گئے تھے، اس کے بعد پروگرام کا آغاز ہوا، جس کی تفصیل اگلے صفحات پر آ رہی ہے۔

روداد تقریب شاہ ولی اللہ ایوارڈ:

۲۰۰۸ء میں صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ تفویض کر کے مولانا کی علمی خدمات کا اعتراف کیا گیا تھا جو ملکی پیمانہ پر پوری ہندوستانی قوم کی جانب سے خراج عقیدت اور تحسین و ستائش کا مظہر ثابت ہوا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے علوم کو فروغ دینے والے ادارہ ''انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز'' (آئی او ایس) نے آٹھواں شاہ ولی اللہ ایوارڈ بعنوان ''علوم حدیث'' ماہر علم حدیث حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ کے نام مختص کیا، حضرت مولانا کو علم حدیث سے منسوب شاہ ولی اللہ ایوارڈ بجا طور پر حق بہ حقدار رسید کے مصداق ہے، بلا شبہ حضرت مولانا نے اپنی قیمتی اور فاضلانہ تصنیفات و تحقیقات سے علوم الحدیث کے سرمایہ میں بیش بہا اضافہ فرمایا ہے، ایوارڈ کے اجزاء سند توصیف، مومنٹو، اور نقد ایک لاکھ کے چیک کی خطیر رقم بجائے خود علم حدیث کی نسبت سے لائق اعزاز بن گئی۔

ادارہ ''آئی او ایس'' نے تفویض ایوارڈ کے لیے ۲۶ رفروری ۲۰۱۱ء کی تاریخ مقرر کی تھی، مقام ایوارڈ کنونشن سینٹر، جامعہ ہمدرد، ہمدرد نگر، نئی دہلی میں حضرت مولانا مدظلہ کو بڑے اہتمام سے دعوت دی گئی جس میں ان کو ''شاہ ولی اللہ اور علم حدیث'' کے عنوان پر اظہار خیال بھی کرنا تھا، حضرت مولانا اپنے رفقاء بالخصوص مولانا ڈاکٹر ولی الدین ندوی اسسٹنٹ پروفیسر اسلامی کالج دبئی کے ہمراہ العین سے دہلی تشریف

لائے اور میز بانوں کی خواہش کے مطابق جامعہ ہمدرد کے اسکالر ہاؤس میں فروکش ہوئے، لیکن نظام الدین اور اس کے علماء سے قدیم روابط کی کشش کی وجہ سے قریب کے سفیان ہوٹل میں آ گئے جہاں نظام الدین کے علماء بالخصوص جناب مولانا زبیر الحسن صاحب، جناب مولانا محمد سعد صاحب اور جناب مولانا احمد لاڈ صاحب وغیرہم سے ملاقاتیں رہیں، ۲۶/فروری ۴/ بجے شام کو جناب ڈاکٹر شفیق احمد خان ندوی، شاگرد حضرت مولانا مدظلہ وپروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ہمراہ کنونشن سینٹر پہونچے، لکھنؤ سے حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی دامت برکاتہم ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء وصدر مسلم پرسنل لا بورڈ اور حضرت مولانا سید محمد واضح رشید صاحب ندوی اور حافظ مصباح الدین کے علاوہ سہارنپور سے جناب مولانا محمد شاہد صاحب اور مولانا معاذ کاندھلوی بھی تھے۔

پروگرام کا آغاز ڈاکٹر نکہت حسین ندوی صاحب نے تلاوت کلام پاک سے کیا، اس کے بعد جناب ڈاکٹر اشتیاق دانش (ممبر سکریٹری شاہ ولی اللہ ایوارڈ بورڈ و اسسٹنٹ سکریٹری جنرل آئی او ایس) نے مولانا کے لیے تعارفی کلمات پیش کیے، محترم جناب ایس ایم شفیق صاحب نے خدمت اقدس میں درج ذیل عقیدت بھرا سپاس نامہ پیش کیا:

''سپاس نامہ''

به اعتراف خدمات جلیلہ حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری ممتاز محقق وماہر علوم حدیث

به تقریب تفویض شاہ ولی اللہ ایوارڈ برائے ۲۰۱۰ء

محترم ومکرم!

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی، علم حدیث کی خدمت اور تدریس و تصنیف و تحقیق کے میدان میں عالمی سطح پر ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں، آنجناب کی علمی دیدہ ریزیوں اور تحقیقی کاوشوں کی ضوفشانیاں بے شمار اہل علم کو فیض یاب کر رہی ہیں، علم حدیث کے ساتھ پاکیزہ نسبت جہاں آپ کی جاذب نظر شخصیت کو پُر انوار بنا رہی ہے، وہیں تحقیق و تصنیف کی تازہ بہ تازہ آمد آپ کی علمی قامت کو دراز و بالا کرتی جارہی ہے۔

صوبہ اتر پردیش کے مردم خیز ضلع اعظم گڑھ کے ایک چھوٹے سے گاؤں مظفر پور میں ۲۴/دسمبر ۱۹۳۴ء میں آپ کی پیدائش ہوئی، وطن کے قریب مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں ابتدائی تعلیم پانے کے بعد مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ جیسی عظیم تعلیمی دانش گاہوں سے آپ نے درسی نصاب کی تکمیل کی، آپ کی شخصیت کے نکھار اور علم حدیث کے ساتھ انتساب بلکہ اشتغال پیدا کرنے میں مذکورہ دونوں اداروں کے باکمال اساتذہ و مشائخ کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے فیوض کا خصوصی دخل ہے، ان دونوں بزرگوں کی عالمانہ شفقت، خصوصی توجہات اور دعاؤں کی قیمتی سوغات نے آنجناب کے علمی سفر کو ہمیشہ مہمیز کیا، اور اسی سفر کی ایک منزل امام بیہقی کی ''کتاب الزہد الکبیر'' کی وہ عالمانہ تحقیق و تعلیق ہے، جس پر عالم اسلام کی نامور درسگاہ جامعۃ الازہر مصر نے ۱۹۷۶ء میں آپ کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی۔

مصنف و محقق!

آنجناب کو اللہ نے خدمت علم حدیث کی توفیق کے ساتھ علمی دنیا میں شہرت

اور وسیع مقبولیت سے بھی نوازا ہے، آپ نے علم اور حدیث کی خدمت سے ہی اپنے سفر علمی کا آغاز کیا، چنانچہ آپ دار العلوم ندوۃ العلماء اور مدرسہ فلاح دارین ترکیسر میں شیخ الحدیث رہے، رابطہ عالم اسلامی میں خدمت انجام دی، پھر ۱۹۷۵ء میں محکمہ شرعیہ ابوظبی (متحدہ عرب امارات) میں باحث شرعی مقرر ہوئے، وہیں بتدریج مستقل قاضی شرعی (جسٹس) کے منصب پر سرفراز ہوئے، اس کے ساتھ ہی متحدہ عرب امارات یونیورسٹی میں محاضر فی الحدیث کی خدمت انجام دی، پھر اسی یونیورسٹی میں پروفیسر حدیث مقرر ہوئے، اور اب مستشار ممثل صدر دولۃ الامارات کے باوقار منصب پر فائز ہیں، اس طرح آپ کا یہ سفر حقیقت میں علم اور حدیث کی خدمت کا تسلسل بنا ہوا ہے۔

عالی جناب!

تحقیق وتصنیف وتدریس حدیث آنجناب کا شوق فراواں رہا ہے، آپ بیک وقت محدث ومصنف بھی ہیں اور محقق وسیرت نگار بھی، چنانچہ جہاں آپ نے درس وتدریس کی بزمیں آراستہ کیں، اور حدیث شریف کی اہم کتابوں کا درس دیا، وہیں حدیث واسماء الرجال اور سیرت وسوانح کے موضوعات پر متعدد تصنیفات اور تحقیقات آپ کے محققانہ قلم سے نکل کر علمی حلقوں کو فیض یاب کرتی رہیں، بیسیوں کتابیں اور درجنوں مقالات آپ کے خامہ تحقیق کے نتائج کے ساتھ اہل علم کے ہاتھوں تک پہنچ چکے ہیں، آپ کے تصنیفی سفر کا نقش اول ہی اتنا بافیض اور بابرکت ثابت ہوا کہ ''محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے'' کے نام سے جب یہ پہلی تصنیف سامنے آئی تو وقت کے جید ومستند علماء نے اسے ''سلیس وشگفتہ'' معلومات کا خزانہ اور بڑی محنت و

دیدہ ریزی اور دینی شغف کے ساتھ لکھی جانے والی کتاب بتایا، پھر تو آپ کے گہربار قلم سے یکے بعد دیگرے علمی خزانے سامنے آنے لگے، ان میں نئی تصنیفات بھی ہیں، اور قدیم قیمتی تالیفات کی تحقیق وتعلیق بھی، یہ کتابیں عربی زبان میں طبع ہوئیں جو پورے عالم اسلام کی علمی دنیا میں ہاتھوں ہاتھ لی گئیں، اور برصغیر کی زبان اردو میں بھی متعدد تصنیفات تشنہ کامان علم کو سیراب کرتی رہیں، ان میں علم رجال الحدیث، اعلام المحد ثین بالہند، الامام ابوداود، الامام البخاری، الامام النسائی، الامام مالک ومکانۃ کتابہ الموطا، الامام الترمذی، الامام الطحاوی، المستشر قون وعلم الحدیث، لمحۃ عن تعریف اہم مراجع السنہ، علم الحدیث فی الہند، اسرار تراجم البخاری، اور دراسۃ لکتب السیر ۃ القدیمۃ ومصادرھا الاولی، وغیرہ عربی زبان میں آپ کی تحقیقی تصنیفات و مقالات ہیں، تو دوسری جانب فن اسماء الرجال، صحبتے با اولیاء، اسباب زلزلہ، اور امام مالک اور ان کی کتاب موطا کا مقام جیسی کتابیں اردو زبان میں آپ کے تصنیفی کارنامے ہیں، لیکن ان دونوں قسم کی تالیفات کے علاوہ آپ کی قبائے علم کا زریں تکمہ آپ کی وہ تحقیق و تعلیق اور تخریج وتحشیہ کی عرق ریز خدمات ہیں، جن سے آراستہ ہوکر آنے والی ضخیم تصنیفات کے نام ہیں: الزہد الکبیر، ظفر الامانی، التعلیق المجد، بذل المجھود، اور اوجز المسالک، یہ تحقیقات یوں تو تعداد میں پانچ کتابیں ہیں، لیکن ان میں سے ایک ایک کتاب ۱۴/اور ۱۸/جلدوں کی ضخامت میں طبع ہوئی ہے، علمی تحقیق کی اس دیدہ وری اور ژرف نگاہی کو دیکھ کر ہی اہل نظر نے آپ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ ”یہ اکادمی کا کام ہے، ایک آدمی کا نہیں“۔

آنجناب کے اس عظیم الشان تحقیقی سفر کی منزل ابھی تمام نہیں ہوئی ہے، بلکہ

مزید دوسری اور اہم کتابوں کی تحقیق و تعلیق کا کام ابھی جاری ہے، جن میں سرفہرست ”الجامع الصحيح للإمام البخاري بحاشية المحدث السهارنفوري مع المقارنة بعشر نسخ معتمدة منها نسخة الإمام الصغاني“ زیور طبع سے آراستہ ہوکر (۱۵) جلدوں میں منظر عام پر آنے والی ہے (الحمد للہ کتاب طبع ہو چکی ہے)۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

بانی و سرپرست!

آپ نے اپنی خدمات کا دائرہ صرف علمی کاموں تک محدود نہیں رکھا ہے، بلکہ اس کے ساتھ دیگر تعلیمی اور تربیتی مشاغل بھی آپ نے جاری رکھے، چنانچہ اپنے وطن مظفر پور، اعظم گڑھ میں آپ نے جامعہ اسلامیہ کے نام سے جو عظیم الشان تعلیمی ادارہ قائم فرمایا وہ آپ کے دوررس ذہن کی وسعت وآفاقیت کی قابل دید مثال ہے، اسی ادارہ کے احاطہ میں آپ نے ایک عظیم الشان کتب خانہ اور تحقیقی ادارہ ”مرکز الشیخ ابی الحسن علی الندوی“ کے نام سے قائم فرمایا جو آپ کے ذوق علمی کی دلیل بھی ہے اور حسن ذوق کا شاہکار بھی، آپ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، دار المصنفین اعظم گڑھ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، اور دار العلوم تاج المساجد بھوپال کی موقر مجلس شوریٰ کے رکن اور کئی اداروں کے سرپرست بھی ہیں، اسی کے ساتھ عالم اسلامی وعربی کی مختلف ممتاز یونیورسٹیوں کے پی ایچ ڈی اور پروفیسر کی ترقیات کے ممبر ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل رہا ہے۔

علوم اسلامیہ کے میدان میں آپ کی انہیں عظیم خدمات کے اعتراف میں

۲۰۰۸ء میں آپ کو صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ عطا کیا گیا ہے۔

اور آج انسٹی ٹیوٹ آف آبجیکٹیو اسٹڈیز نئی دہلی، آپ کی خدمات کے اعتراف میں شاہ ولی اللہ ایوارڈ برائے سال ۲۰۱۰ء پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے ۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف‘‘

اس کے بعد تفویض چیک کا فریضہ حضرت مولانا عبداللہ مغیثی صاحب (صدر آل انڈیا ملی کونسل) نے انجام دیا، اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ) اور محترم جناب ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب (چیرمین آئی او ایس) کے ذریعہ مومنٹو عطا کیا گیا، آخر میں پہلے حضرت مولانا ڈاکٹر ندوی مدظلہ نے اپنے جذبات وتأثرات کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے اپنی علمی وحدیثی وابستگی کا اظہار فرمایا، تأثرات حسب ذیل ہیں:

تأثرات

”الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين ، أما بعد !

حضرات: اللہ تبارک وتعالیٰ کے بے حد وحساب ہم سب پر انعامات ہیں، اسی ذات عالی نے ہمیں اس موقر مجلس میں جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی، اس موقر مجلس میں اس ممتاز معہد نے یہ طے کیا ہے کہ اس ناچیز کی حضرت شاہ ولی اللہ

دہلویؒ کے اسم گرامی سے منسوب جائزہ کے ذریعہ تکریم کرے گا، اس ناچیز نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حدیث نبویؐ کی جو خدمت انجام دی ہے آج کی یہ مجلس اسی مناسبت سے منعقد کی گئی ہے۔

حضرات ! یہ انعام جس کی نسبت اپنے زمانہ کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ذات گرامی کی طرف ہے وہ ہندوستان کی تاریخ میں ایک عظیم الشان شخصیت کے مالک ہیں، جن کے اصلاحی وتجدیدی کارنامے مختلف میدانوں میں ہیں، بالخصوص علم حدیث کا اس ملک میں جو چرچا ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا رہین منت ہے، شاہ صاحبؒ اوران کے صاحبزادگان اوران کے شاگردوں نے علم حدیث کا علَم ایسا بلند کیا کہ بلا مبالغہ آج کوئی دوسرا اسلامی ملک اس کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کرسکتا، ہندوستان کے تمام مشائخ حدیث کا سلسلہ اسناد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی ذات گرامی تک پہونچتا ہے، یہ ناچیز بھی اسی مبارک سلسلہ سے وابستہ ہے، جن مشائخ حدیث سے مجھے استفادہ کا موقع ملا ان میں چند کی طرف اشارہ کررہا ہوں:

(۱) حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۲) حضرت مولانا شاہ حلیم عطا سیلونیؒ شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء۔

(۳) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ جو علامہ کشمیریؒ کے خاص شاگرد ہیں۔

(۴) حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ۔

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی کی اسناد بہ یک واسطہ حضرت

مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ تک پہونچتی ہے، جو سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور مسند الہند حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کے شاگرد ہیں، شیخ کتانی نے اپنی کتاب ''فہرس الفہارس'' میں لکھا ہے کہ یہ سند بہت ہی عالی ہے اور یہ جملہ استعمال فرمایا ہے: ''يروي عاليا عن محدث الهند الشيخ عبدالعزيز الدهلوي و محدث الهند بعده الشيخ محمد إسحاق الهندي، فحصل له بالرواية عنهما الفخر الذي لا يدرك والشأو الذي لا يلحق، ''ان دونوں بزرگوں سے روایت حدیث میں حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادبادیؒ کو خصوصی شرف حاصل ہے، وہ سند جس درجہ پر پہونچ رہی ہے اس کا کوئی بدل نہیں ہے''، اور واقعہ یہ ہے کہ اسلامی ملکوں کی اسانید سے تقابل کے بعد یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ سند سب سے عالی ہے۔

حضرت شاہ دہلویؒ کی حدیثی خدمات میں موطا کی شرح فارسی مصفی اور عربی مسوی ہے، الحمدللہ ہم کو جب حضرت مولانا عبدالحی صاحبؒ کی کتاب ''التعليق الممجد على موطأ محمد'' (۳ جلدوں میں) اور حضرت شیخ الحدیث سہارنپوریؒ کی کتاب ''أوجز المسالك إلى موطأ الإمام مالك'' (۱۸ جلدوں میں) کی تحقیق کرنے کا موقع ملا تو اندازہ ہوا کہ ان دونوں بزرگوں نے ''مصفی'' اور ''مسوی'' کی خصوصیات کو اپنی کتاب میں جمع فرمادیا ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے سمو الشيخ سلطان بن زايد آل نهيان ممثل صدر دولة الإمارات حفظهما الله کو کہ یہ کتابیں ان کے تعاون سے طبع ہوئیں اور ان کے حکم سے پورے عالم اسلامی وعربی کے مکتبات ومراکز میں تقسیم ہوئیں۔

حضرات ! ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے بعد شاہ صاحبؒ کی دوسری معرکۃ الآراء کتاب ''إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء'' فارسی زبان میں ہے، اس کتاب میں شاہ صاحب نے جو نکات علمیہ اور تحقیقات عجیبہ پیش کیے ہیں ان کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کی نظر کتاب وسنت پر کس قدر گہری تھی، اس فارسی زبان کی کتاب کا ترجمہ ابھی تک نہیں ہوا تھا، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ''معارف'' کے شذرات میں اس کتاب کے ترجمہ کی تمنا کی تھی، اس ناچیز کو اس اہم کام کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی، اس کا عربی ترجمہ مع تحقیق وتعلیق میری نگرانی میں مکمل ہو چکا ہے اور امید ہے کہ بہت جلد اشاعت کے مرحلوں سے گزر کر عربی داں حلقوں میں عام ہوگی (۱)۔

حضرات ! بخاری شریف کی شروح وتعلیقات میں ایک اہم حاشیہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کا ہے حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے پوری تحقیق اور اس کے نصوص کا دوسرے نسخوں سے مقابلہ کر کے ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۳ء میں دنیا میں پہلی بار دہلی کے مطبع احمدی سے اس کو شائع فرمایا تھا، اس وقت ان کے پاس جو اور نسخے تھے ان میں امام صغانی کا نسخہ بھی تھا، الحمد للہ اس نسخہ کا عکس ہمارے پاس بھی ہے، میں نے جب تحقیق و مقابلہ کیا تو یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچی کہ مولانا احمد علیؒ نے اس سے بکثرت استفادہ کیا تھا، لیکن اس موقع پر جو بات کہنی ہے وہ یہ کہ مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے پاس ان کے شیخ شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ کا بھی نسخہ تھا جس کو انہوں نے مکہ معظّمہ میں پڑھا تھا اور یہ نسخہ حضرت شاہ دہلویؒ کے نسخہ سے مطابق ہونے کی وجہ سے بہترین نسخہ مانا جاتا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ شاہ دہلویؒ کا نسخہ شیخ عبداللہ بن

سالم بصری کے نسخہ کے مطابق تھا اور یہ وہ نسخہ ہے جس کا تذکرہ حضرت شاہ دہلویؒ نے اپنی دو کتابوں ''انسان العین فی مشائخ الحرمین'' اور ''الانتباہ'' میں کیا ہے، اور تعریف بھی کی ہے کہ متأخرین علماء کے نزدیک صحیح بخاری کے تمام نسخوں میں سب سے زیادہ معتبر یہی نسخہ ہے اور اس کی بھی وجہ یہ ہے کہ شیخ عبداللہ بن سالم نے اس کی تصحیح نسخہ یونینی سے مقارنہ کے بعد کی اور اس پر اضافہ بھی کیا، اور یہ محض فضل ایزدی ہے کہ اس ناچیز کو عبداللہ بن سالم بصری مکی کا نسخہ جو بقول حضرت شاہ ولی اللہ نسخہ یونینیہ وزیادۃ علیہا پر مشتمل ہے مل گیا، اس لیے میں نے تمام نسخوں اور خاص طور پر صغانی کے نسخہ سے مقارنہ اور ان کے علاوہ دیگر نسخ سے مولانا احمد علی کے نسخہ کا مقابلہ کیا اور بہ ضرورت ان میں اضافہ کر کے بخاری شریف کا صحیح ترین اور جامع ترین نسخہ تیار کیا ہے، اسی طرح مولانا احمد علی صاحب نے جن نادر شروح وحواشی سے استفادہ کیا تھا اس ناچیز نے ان سب نادر مطبوعات ومخطوطات کو جمع کر کے حاشیہ سہارنپوری کی تحقیق وتعلیق کی ہے، اور اب الحمد للہ یہ کتاب (۱۵) جلدوں میں زیر طبع ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے **سمو الشيخ سلطان بن زايد آل نهيان ممثل صدر دولة الإمارات حفظهما الله** کو کہ یہ کتاب ان کے تعاون سے طبع ہو رہی ہے(۱)۔

صحیح بخاری کے تراجم کی شرح میں حضرت شاہؒ کا ایک رسالہ ہے جس میں انہوں نے ابتداءً (۱۴) اصول بیان فرمائے، ہمارے شیخ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوریؒ نے جب بخاری شریف کے الابواب والتراجم کی شرح لکھی تو ان کے سامنے حضرت شاہ دہلویؒ کا یہ رسالہ بھی رہا، اور انہوں نے ان اصولوں کی شرح اور ان پر اضافہ فرما کر ان اصول کو ۷۰ کی تعداد تک پہونچا دیا ہے، اس طرح حضرت شیخ

(۱) الحمد للہ یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

الحدیث صاحبؒ نے اس موضوع پر پوری انسائیکلوپیڈیا تیار کردی ہے، الحمدللہ اب اس شرح کو مزید تحقیقات وتعلیقات کے ساتھ شائع کرنے کی توفیق ہمارے صاحبزادہ ڈاکٹر ولی الدین ندوی کو ہماری نگرانی میں ہورہی ہے(۱)۔

حضرات! علوم اسلامیہ خصوصاً علم حدیث کی ترویج واشاعت کی خاطر ہم نے مظفرپور اعظم گڑھ میں ایک ادارہ **جامعہ اسلامیہ** اوراس میں ایک اسلامی سنٹر **"مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیۃ"** کے نام سے قائم کیا ہے، اس میں ہم نے ایک عظیم الشان علمی کتاب خانہ بنانے کی کوشش کی ہے، اور پورے عالم اسلامی سے مختلف علوم خصوصاً علم حدیث کے موضوع پر چیدہ کتابیں جمع کرنے کی سعی جاری ہے، کتابوں کی تعداد (۸۰) اسّی ہزار تک پہونچ چکی ہے ان میں مخطوطات تقریباً ۴ ہزار کی تعداد میں ہیں۔

اخیر میں اس تکریم پر یہ ناچیز آپ کے اس موقر معہد اوراس کے سرپرستوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کررہا ہے، اورامید رکھتا ہے کہ اس معہد اور ہمارے مرکز کے مابین ہرطرح کے علمی وثقافتی روابط قائم رہیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو امت اسلامیہ اور پوری انسانیت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے، آمین"۔

بعدازاں شاہ ولی اللہ اور علم حدیث کے عنوان پر خطاب کے لیے حضرت مولانا مدظلہ کا نام متعین کیا گیا تھا، جو بطور نمائندہ جناب مولانا ڈاکٹر ولی الدین صاحب ندوی ناظم جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڑھ نے بہت سلیقہ سے مقالہ کی صورت میں پیش کیا، مقالہ کا متن پیش ہے:

---

(۱) الحمدللہ یہ کتاب بھی اب چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے جو پانچ جلدوں میں ہے۔

تلخیص مقالہ بعنوان:

حضرت شاہ ولی اللہ اور علم حدیث (ولادت ۴ ؍شوال ۱۱۱۴ھ وفات ۱۱۷۶ھ):

''مجدد علم وحکمت حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سرزمین ہند کے ان علماء میں ہیں، جن کی نظیر نہ صرف ان کے معاصرین اور ہندوستان میں بلکہ عالم اسلامی میں بھی نہیں ملتی۔

ہمارے اس ملک میں آج جو علم وحکمت باقی ہے، وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا صدقہ ہے، بالخصوص علم حدیث کا اس ملک میں جو چرچا ہے، اور بارہویں صدی سے آج تک پوری دنیائے اسلام میں علماء ہندوستان کو جو خصوصی امتیاز رہا ہے، وہ سب حضرت شاہ ولی اللہؒ کا رہین منت ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ سرزمین ہند پر اسلام کی کرنیں قرن اول ہی میں پہنچ چکی تھیں، مگر ۶۰۲ھ کے بعد جو قطب الدین ایبک کا عہد ہے، باقاعدہ اسلام نے اس ملک کو اپنا وطن بنایا، درۂ خیبر سے آنے والوں میں حدیث کا کوئی مستند عالم نہیں ہوا، صرف شیخ اسماعیل محدث کی ذات مستثنیٰ ہے، یہ پہلے شخص ہیں جو ہندوستان میں علم حدیث وتفسیر کو لاہور میں لائے، ان کی وفات ۴۴۰ھ میں ہوئی۔

آٹھویں صدی میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد رشید حافظ سخاوی کے متعدد شاگرد ہندوستان آئے جن میں دو ہستیاں خاص طور سے قابل ذکر ہیں، ایک مولانا رفیع الدین صفوی جنہوں نے شمالی ہند کے مشہور شہر آگرہ میں درس حدیث کا حلقہ قائم کیا اور دوسرے مولانا راجح بن داؤد نے گجرات کے مشہور شہر احمد آباد میں

مدت تک درس حدیث دیا۔

نویں صدی ہجری میں گجرات میں حدثنا واخبرنا کا غلغلہ بلند ہوا، شیخ علی متقی صاحب کنز العمال وشیخ محمد طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار کے وجود سے وہاں علم کی خوب گرم بازاری رہی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے وجود سے ہندوستان بالخصوص شمالی ہند میں آپ کی ذات سے علم حدیث کا چرچا ہوا۔

سطور بالا میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس کا مقصد ایک اجمالی تعارف ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے پیشتر ہندوستان علم حدیث سے بیگانہ نہیں تھا، البتہ شاہ صاحبؒ کے ذریعہ آج اس ملک کا منارہ بحمد اللہ اتنا بلند ہے کہ بلا مبالغہ اب اسلامی ممالک میں کوئی ملک اس حیثیت سے اس کی ہمسری نہیں کرسکتا، شاہ صاحب سے پہلے ہندوستان میں صحاحِ ستہ کی تدریس کا رواج نہیں ہوا تھا، بلکہ خود حدیث کا جو سرمایہ ہندوستان میں انہوں نے پڑھا تھا، وہ کل یہ تھا ''پوری مشکوۃ کے چند ابواب یعنی کتاب البیع سے کتاب الآداب تک پڑھی تھی، اور بخاری شریف کا ایک حصہ یعنی کتاب الطہارۃ تک اور مذاہب اربعہ کی فقہ اوران کی اصول فقہ کی کتابوں اوران احادیث کے غائر مطالعہ کے بعد جن سے وہ حضرات اپنے مسائل میں استناد فرماتے ہیں نور غیبی کی مدد سے ''فقہاء محدثین'' کا طریقہ دل نشیں ہوا، غرض والد ماجد کی وفات سے بارہ برس اس طرح گزرنے کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا، اور آخر ۱۱۴۳ھ میں یہ فقیر حج سے مشرف ہوا، اور ۱۱۴۴ھ میں مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ کی مجاورت اور شیخ ابوطاہر قدس سرہ ودیگر مشائخ حرمین شریفین سے اخذ روایت حدیث کی سعادت حاصل ہوئی، مدینہ منورہ کے دوران قیام میں روضہ مقدسہ سرور عالم ﷺ میری توجہ کا خاص مرکز رہا، اور الحمد للہ کہ

مجھ فقیر پر اس قدسی دربار سے فیوض وبرکات کی بے پایاں بارش ہوئی، نیز اسی سفر میں حرمین شریفین اور عالم اسلامی کے بہت سے علماء کرام کے ساتھ خوب صحبتوں کا موقع ملا، حضرت شیخ ابوطاہر کردی مدنی قدس سرہ کی طرف سے تمام طرق صوفیہ کا جامع خرقہ بھی اسی بابرکت سفر میں عنایت ہوا، پھر ۱۱۴۴ھ میں وطن کی طرف واپسی ہوئی اور بتاریخ ۱۴؍رجب ۱۱۴۵ھ ٹھیک جمعہ کے دن بفضلہٖ تعالیٰ صحیح وسلامت وطن مالوف دہلی پہنچ گیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں: ’’علم حدیث پدر من از مدینہ منورہ آوردہ، چاردہ ماہ درحرمین بسر بودہ سند کردہ‘‘ میرے والد ہی مدینہ منورہ سے علم حدیث لائے تھے، چودہ ماہ حرمین شریفین میں رہ کر آپ نے سند حاصل فرمائی تھی۔

شاہ صاحب کی علمی استعداد کا اندازہ اس دور طالب علمی میں جب شیخ ابوطاہر کردی سے پڑھ رہے تھے، خود شیخ ابوطاہر کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ’’یسند عني اللفظ و کنت أصحح منه المعنی‘‘ یہ الفاظ کی سند مجھ سے لیتے ہیں مگر ان سے حدیث کے معانی میں حاصل کرتا ہوں۔

شاہ صاحبؒ حرمین شریفین سے جن ارادوں کی تکمیل کے لیے ہندوستان واپس ہوئے تھے، ان میں علم حدیث کی نشر واشاعت کو سب سے زیادہ اہم رکھا، مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے استاذِ حدیث سے آپ نے ارشاد فرمایا ’’ہرچہ خواندہ ام فراموش کردہ ام الاعلم دین‘‘ (حدیث)، میں نے جو کچھ پڑھا تھا سب بھلا دیا، بجز علم حدیث کے۔

شاہ صاحبؒ کا درسِ حدیث: شاہ صاحبؒ حجاز مقدس سے ہندوستان واپس

تشریف لائے، اور یہاں آ کر تین مشغلہ اختیار فرمایا، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ہی کا بیان ہے، ''خود معارف کے بیان کرنے اور لکھنے کا کام کرتے، اور صرف حدیث پڑھاتے۔

شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ''حرمین میں درس حدیث کے تین طریقے ہیں: (۱) سرد، (۲) بحث و تحقیق، (۳) درس کا وہ طریقہ ہے جس کا نام امعان و تعمق کا طریقہ ہوسکتا ہے، یعنی ہر ہر لفظ اور اس کے سارے متعلقات مالہا و ماعلیہا پر بحث کی جائے، اس تیسرے طریقہ کو شاہ صاحبؒ نے واعظوں وقصہ خوانوں کا طریقہ قرار دیا ہے، اور دوسرے طریقہ کو مبتدیوں کے لیے مفید بتایا ہے، اور پہلا طریقہ دورۂ حدیث کے لیے قرار دیا، اس لیے شاہ صاحبؒ کے یہاں مشکوٰۃ شریف بحث و تحقیق سے اور صحاحِ ستہ سرداً ہی پڑھائی جاتی تھی، البتہ صحاح ستہ میں ہر کتاب کی کچھ خصوصیات ہیں، ان پر طلبہ کو متنبہ کیا جاتا تھا، مثلاً بخاری کی غرض احادیث صحیحہ کے انتخاب کے ساتھ طرق استنباط ہے، اس لیے صحیح بخاری کے تراجم ابواب نہایت مہتم بالشان سمجھے گئے ہیں اور اہل درس کا مشہور مقولہ ہے ''فقہ البخاری فی تراجمہ'' بخاری کا سارا کمال ان کے تراجم ابواب میں ہے، شاہ صاحبؒ نے ایک رسالہ شرح تراجم ابواب بخاری پر لکھا ہے، جو عرصہ ہوا طبع ہو چکا ہے، ابتداء رسالہ میں چودہ اصول بیان فرمائے ہیں، جن کے بارے میں خود شاہ صاحب کا ارشاد ہے کہ ہر طالب علم کے لیے ان اصولوں کا یاد رکھنا واجب ہے، بہرحال مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحبؒ کی تدریس حدیث کا کیا طرز تھا، آج ہمارے مدارس میں صحاح ستہ کی تدریس جس کو دورۂ حدیث کہتے ہیں اس کے بانی اول فی الواقع حضرت شاہ ولی اللہ

صاحبؒ ہی کی ذات گرامی ہے۔

تصنیف وتالیف کی راہ میں خدمت حدیث: شاہ صاحبؒ کا بیش قیمت علمی ترکہ پوری ملت اسلامیہ اور پورے عالم اسلام کے لیے سرمایۂ فخر ہے لیکن اس علمی حقیقت تک ان لوگوں کی رسائی جن کو شاہ صاحبؒ کے خارق عادت علمی و ذہنی کمالات کا مشاہدہ (بعد زمانی و بعد مکانی کی وجہ سے) نصیب نہیں ہوسکا آپ کی تصانیف ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔

کتاب وسنت کا باہم ربط: قرآن وحدیث میں متن وشرح کا ربط ہے، کتاب اللہ بمنزلہ متن ہے، اور حدیث بمنزلہ شرح، قرآن مجید میں بھی اس پر تنبیہ کی گئی ہے، امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

فكانت السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعاني أحكام الكتاب، گویا سنت، کتاب اللہ کے احکام کے لیے بمنزلہ تفسیر وشرح کے ہے۔

امام شافعیؒ نے اپنی مشہور تصنیف ''الرسالہ'' میں احادیث کی تین قسمیں بیان کی ہیں، ایک وہ جو بعینہ قرآن پاک میں مذکور ہے دوسری وہ جو قرآن کے مجمل حکم کی تشریح ہے، تیسری وہ جس کا ذکر بظاہر قرآن پاک میں نہ تفصیلاً ہے اور نہ اجمالاً، اس کے متعلق امام شافعیؒ نے علماء کے چار نظریئے نقل کئے ہیں، لیکن صحیح مسلک یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے یہ اقوال بھی صحیفۂ ربانی سے مستنبط ہیں۔

شاہ صاحبؒ کے نزدیک بھی حدیث کے تمام ابواب کتاب اللہ سے مستنبط ہیں، اپنی کتاب ''خیر کثیر'' میں فرماتے ہیں ''میں کتاب الصلوٰۃ کے متعلق تمام صحیح حدیثوں کو قرآن سے مستنبط کرنے پر قادر ہوگیا ہوں، میرا جی چاہتا ہے کہ اس کے

متعلق ایک رسالہ لکھ دوں''، اس کی تفصیل بھی فرمائی ہے اور اس کے نمونے منتشر طور پر ان کتابوں میں دیکھے جاسکتے ہیں جن سے اس موضوع پر آئندہ کام کرنے میں پوری طرح رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

حدیث وفقہ کا ربط: جس طرح حدیث کتاب اللہ کی شرح ہے، اسی طرح فقہاء کے اجتہادات درحقیقت احادیث رسول اللہ ﷺ کی شرح وتفصیل ہیں، شاہ صاحب جس دور میں پیدا ہوئے تمام بلاد اسلامیہ میں علم حدیث پر زوال آ چکا تھا، بالخصوص ترکستان، ایران وماوراء النہر کے حنفی فقہاء کی ساری دلچسپیاں صرف فقہ ومعقولات و تصوف سے تھیں، فقہ کا رشتہ گویا حدیث سے الگ ہوکر رہ گیا تھا، شاہ صاحب نے اپنی تصانیف میں پوری قوت سے حدیث وفقہ کے رشتے کو اجاگر کیا، کیوں کہ حدیث سے بے تعلق رہنے کی وجہ سے حنفی، شافعی، گروہی عصبیتوں کا بازار گرم تھا، ہر ایک دوسرے کی تردید وتغلیط میں مشغول تھا، حالانکہ ائمہ فقہ میں ہر امام کا استدلال کسی نہ کسی حدیث سے ہے، شاہ صاحبؒ نے جس طرح فقہ حنفی کو پڑھا اسی طرح ائمہ ثلاثہ کی فقہ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا، بالخصوص ''امام شافعی کی ''کتاب الام'' تو بکثرت مطالعہ میں رہی، حجۃ اللہ البالغہ، **عقد الجید** میں اس سے جابجا نقل بھی فرمایا ہے، شاہ صاحب نے ائمہ مجتہدین اور ان کے اجتہادات کا جو صحیح مقام تھا، اسے واضح کیا، اور یہ بتایا کہ فقہ اسلامی اور اسلامی قوانین کا تعلق کتاب وسنت کے سرچشموں سے ہے، ضرورت ہے کہ یہ تعلق مسلسل تروتازہ رہے اور ہر مذہب کا پیروان علل واسباب سے واقف رہے جن کی روشنی میں اس کے امام نے اپنی رائے قائم فرمائی ہے، تاکہ مذہبی عصبیت کا زہر کم ہو، اس سلسلے میں رسالہ الانصاف، **عقد الجید**، حجۃ اللہ البالغہ کے بعض

ابواب بالخصوص موطا کی شرح فارسی مصفیٰ اور عربی تعلیق مسویٰ سے پوری طرح اندازہ لگایا جا سکتا ہے، نواب صدیق حسن خانؒ مشہور عالم حدیث لکھتے ہیں: شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنا یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ اجتہادی مسائل کو قرآن وسنت پر پیش کرتے ہیں، اور مسائل فقہیہ کے ہر ہر باب کو قرآن وحدیث پر تطبیق دیتے ہیں، اور ان کا یہ تمام طریقہ مذہب حنفی ہے، شاہ صاحبؒ حنفیہ کے اس قول کو ترجیح دیتے تھے جو انہیں کتاب وسنت سے اقرب معلوم ہوتا تھا، اس میں حدیث فہمی کا کامل معیار پیش کیا ہے، اور فقہ وحدیث میں تطبیق کی راہ اچھی طرح کھول دی ہے۔

رموز شریعت و اسرار سنت: شاہ صاحبؒ کی تصنیفات عام زمانہ کی روش سے بالکل مختلف ہیں، علم حدیث پر شاہ صاحبؒ نے جس نہج پر کام کیا، اور اس کے اسرار و حکم کو قلمبند فرمایا، اس کا اندازہ حجۃ اللہ البالغہ از کتاب الایمان تا ختم کتاب اور إزالۃ الخفاء کے بعض ابواب سے لگایا جا سکتا ہے، ان ابواب میں احادیث کے جو حقائق و رموز بیان فرماتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ شاہ صاحب کے اس دعویٰ کی تردید نہیں کی جا سکتی، فرماتے ہیں: ''حدیث کے اسرار اور اسلامی احکام وقوانین کی مصلحتیں اور ترغیبات کی حکمت، اور وہ ساری باتیں جو پیغمبرؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، اور جن کی آپؐ نے تعلیم دی ہے ان سب کے اسرار ورموز کو بیان کرنا دراصل ایک فن ہے، اس فقیر سے پہلے جتنی پختہ بات میں نے کہی ہے کسی سے یہ بن نہ آیا، اس فن کی بلندی مقام کے باوجود اگر کسی کو میرے بیان میں شبہ ہے، تو چاہئے کہ کتاب ''قواعد'' کو دیکھے، شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اس میں کیا کچھ کوشش نہیں فرمائی ہے مگر اس فن کے عشر عشیر تک ان کی رسائی نہ ہو سکی۔

شاہ صاحبؒ کے لیے یہ نیا موضوع نہیں جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ کے مقدمہ میں خود فرماتے ہیں، امام غزالیؒ، امام خطابیؒ اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے احکام شرعی کے حِکم و مصالح بیان کئے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان بزرگوں نے جو کچھ لکھا ہے، اس کی حیثیت اشارات ونکات سے زیادہ نہیں ہے، لیکن اس اہتمام و جامعیت اور وسعت کے ساتھ اسلام کی حکیمانہ تشریح ہمیں شاہ صاحبؒ سے پہلے نہیں ملتی، شاہ صاحبؒ نے آنے والے حالات وضروریات کے احساس کے تحت حدیث کے عام و متعارف مباحث کے علاوہ اجتماعیات واقتصادیات کے غیر متعارف اور حد درجہ مفید مباحث اپنی تصانیف میں پھیلا دئے ہیں، عہد حاضر میں ضرورت ہے کہ حدیث کے ذخیرے پر اس نقطۂ نظر سے دوبارہ نظر ڈالی جائے کہ بین الاقوامی واجتماعی مسائل میں فرمودات نبوی میں وقت کے نئے نئے تقاضوں اور الجھنوں کا کیا حل پیش کیا ہے، اس سلسلے میں شاہ صاحبؒ کی تصنیفات سے بہت کچھ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

شاہ صاحبؒ کے سلسلۂ حدیث کی مقبولیت: آج ہندوستان میں علم حدیث کا جو زور وشور ہے، بالواسطہ یا بلا واسطہ اس کی انتہا حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مخلصانہ مجاہدوں پر ختم ہوتی ہے، مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے امیر خاں نے ایک واقعہ نقل کیا ہے، کہ سفر حج میں حضرت کا جہاز یمن کے ساحل کے کسی بندرگاہ پر ٹھہر گیا، معلوم ہوا کہ چند دن ابھی رکا رہے گا، حضرت نانوتویؒ کو کسی نے خبر دی کہ اس بندرگاہ کے شہر میں ایک کہنہ سال معمر بزرگ محدث رہتے ہیں ان کی ملاقات کو حضرت تشریف لے گئے، مل کر مولانا نانوتویؒ ان کے علم سے بہت متأثر ہوئے اور درخواست کی کہ سند اجازت عطا ہو، اس پر محدث صاحب نے پوچھا کہ تم کس کے شاگرد ہو؟

انھوں نے اپنے استاذ مولانا عبدالغنی مجددی کا نام لیا، محدث صاحب ناواقف تھے، پوچھا مولانا عبدالغنی صاحب کس کے شاگرد ہیں؟ جواب ملا شاہ اسحاق صاحب کے، شاہ اسحاق صاحب سے بھی وہ ناواقف تھے، پوچھا کہ وہ کس کے شاگرد ہیں؟ کہا شاہ عبدالعزیز صاحب کے، شاہ عبدالعزیز صاحب کا نام سن کر محدث صاحب رکے، بولے ان کو میں جانتا ہوں، اور اس کے بعد فرمایا کہ: شاہ ولی اللہؒ طوبیٰ کا درخت ہے، جس طرح جہاں جہاں طوبیٰ کی شاخیں ہیں، وہاں جنت ہے، اور جہاں اس کی شاخیں نہیں ہیں وہاں جنت نہیں ہے، یوں ہی جہاں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے، وہاں جنت ہے اور جہاں ان کا سلسلہ نہیں ہے وہاں جنت نہیں''۔

اس کے بعد حضرت مولانا عبداللہ مغیثی صاحب نے شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے بعد ملک میں علم حدیث کی نشر واشاعت سے متعلق تفصیلات کے ساتھ حضرت مولانا ڈاکٹر ندوی کے اختصاص فی الحدیث کا ذکر فرمایا، اخیر میں صدر اجلاس حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم نے بڑی جامعیت کے ساتھ صدارتی کلمات سے سامعین کو مستفید فرمایا، انھوں نے آئی او ایس اور اس کے سرپرست و چیرمین محترم جناب ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب کو بلند کلمات تہنیت سے نوازا، ساتھ ہی ساتھ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مدظلہ کو شاہ ولی اللہ ایوارڈ تفویض کیے جانے پر مبارک باد دی، جلسہ کا اختتام حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ کی دعا پر ہوا۔

سفر الہ آباد اور خصوصی ایوارڈ

بقلم: مولانا خطیب الرحمٰن ندوی

آل انڈیا مظاہرہ قراءت میں شرکت اور خدمات حدیث کے اعتراف میں ایوارڈ:

حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کے سلسلہ کے حضرت مولانا شاہ بدر علی رائے بریلویؒ کے ممتاز و جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوری ثم الہ آبادیؒ کے بعد ایک عرصہ تک اصلاح و تربیت کی شمع روشن رکھی، بے شمار گم گشتگانِ راہ کو منزل سے ہمکنار کیا، کتنوں کو آپ کی صحبت بااثر نے خداشناسی کی لذت بخشی اور خدا جانے کتنے نفوس کو ایمانی نور سے مجلّی فرمایا، حضرت نور اللہ مرقدہٗ اس دور آخر میں بہت بلند نسبت کے حامل بزرگوں میں تھے، افسوس کہ وہ ۲ / ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ میں (۹۶) چھیانوے سال کی عمر میں رفیق اعلیٰ سے جاملے اور دنیا ان کے ظاہری فیض سے محروم ہوگئی۔

حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتاپ گڑھیؒ اپنے دور کے شیخ کامل، عارف باللہ، بقیۃ السلف اور شیخ المشائخ تھے، عامۃ الخلائق کے علاوہ اصحاب فضل وکمال کا مرجع بنے

ہوئے تھے، ''ان کا درِ فیض ہر ایک کے لیے ہر آن کھلا رہتا تھا، جس سے علماء، صلحاء، خواص وعوام سبھی اپنی اپنی طلب وظرف کے مطابق فیوض وبرکات سے اپنا اپنا دامن بھر کر لوٹتے تھے''، ان کی مجلس میں قلب وروح کو سکون وطمانینت کی نعمت سرمدی حاصل ہوتی تھی، وہ ''در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق'' کے حقیقی معنوں میں مصداق تھے، یہی وجہ تھی کہ وقت کے مشائخ عظام بھی بارگاہِ احمدی میں اپنی حاضری کو باعث شرف وسعادت خیال فرماتے تھے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے تھے کہ ''حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیثؒ، حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالیؒ اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اعظم گڑھی والہ آبادیؒ کے بعد اب مولانا محمد احمد صاحب پھولپوری یادگار سلف رہ گئے ہیں، جب کبھی توفیق ہوتی ہے انہی کی خدمت میں حاضر ہوکر ذکر الٰہی وفکر آخرت اور تواضع واخلاص کے وہ نمونے و مناظر دیکھ لیتا ہوں جو اب صرف کتابوں کے اندر ملتے ہیں''۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ''حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد پرتاپ گڑھیؒ، حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ کی زندہ یادگار ہیں اور نقشبندیت وچشتیت دونوں رنگوں کے سنگم ہیں، مولانا موصوف کی نسبت مع اللہ اس درجہ قوی ہے جس کی مثال نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے''۔

حضرت محی السنہ شاہ ہردوئی علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا پرتاپ گڑھیؒ کے ایک وعظ کے بعد سامعین سے فرمایا کہ ''آج آپ لوگوں نے گویا حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی قدس سرہ کا وعظ سن لیا''، حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ کے

دونثری وشعری مجموعوں 'روح البیان' اور 'عرفان محبت' میں تصوف واحسان کے جو مضامین بیان کئے گئے ہیں وہ سالکین شریعت وطریقت کے لیے نسخہ کیمیا سے کم نہیں، خودروح البیان اورعرفان محبت نام ہی سے قلب ونظر کوطہارت وپاکیزگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔

حضرت مولانا پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کوایک عرصہ ہوا،لیکن ان کی نسبت کے حاملین کے ذریعہ ان کے سلسلہ اور تعلیمات کی اشاعت بحمد اللہ آج بھی جاری وساری ہے، منجملہ اس نسبت کے فیوض وبرکات کے جامعہ اسلامیہ افضل المعارف الہ آباد کے احاطہ میں آل انڈیا مظاہرۂ قراءت کا عظیم الشان اوراپنی نوعیت کا منفرد جلسہ ہے، جس کا انعقاد حضرت پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادۂ گرامی محترم جناب قاری مشتاق احمد صاحب (بانی مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ) کی تحریک واہتمام سے عمل میں آیا، وہی اس عظیم اجلاس کے روح رواں تھے۔

جلسہ کی تاریخ ۲۶ / ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۲ / مارچ ۲۰۱۱ء (بروز بدھ) مقرر تھی، حضرت پرتاپ گڑھیؒ کے دو نامور خلفاء حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب اور حضرت مولانا عمار احمد صاحب مدظلہما کی سرپرستی، اور عالم اسلام کی معروف اور علم حدیث کی مشہور ہستی اور خود حضرت پرتاپ گڑھیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ کی صدارت نے اس مظاہرۂ قراءت کو ظاہری ومعنوی اعتبار اور زینت بخشی، (حضرت مولانا ندوی مظاہری اس اجلاس کی صدارت کے لیے اپنے وطن تشریف لائے تھے اور اپنے قریبی عزیز ڈاکٹر صفی الدین صاحب ایم بی بی ایس کے ولیمہ میں شرکت کر کے الہ آباد کا سفر اختیار فرمایا تھا) بعد نماز عشاء جلسہ کی

کارروائی شروع ہوئی، علم ومعرفت سے آراستہ وپیراستہ نورانی شخصیتوں کی موجودگی اور قرآن عظیم کے حاملین کی نسبت نے شرکائے اجلاس کو روحانیت سے معطراور نہال کردیا تھا، الہ آباد، پرتاپ گڑھ اور سلطانپور کے علاوہ اعظم گڑھ، مئو، جونپور اور بنارس جیسے دور دراز مقامات سے بھی شیدائیوں کا ہجوم تھا، جو حضرت شاہ پرتاپ گڑھیؒ اور قرآن عظیم کے تعلق سے والہانہ وپروانہ وار حاضر ہوئے تھے، کتنے ایسے بھی تھے جو حضرت پرتاپ گڑھیؒ کے ان خلفاء کی زیارت ودید کے لیے مشتاق اور بے تاب تھے، گویا ان کا اصل مقصود ہی اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کی زیارت سے شادکام ہونا تھا۔

جلسہ کے ناظم ونقیب جناب مولانا ڈاکٹر عبدالرحمٰن ساجد الاعظمی مدرسہ امدادیہ مراد آباد تھے، موصوف قراءت قرآن کے مظاہروں اور مقابلوں کی نظامت وادارت کے فن سے خوب واقف ہیں، زبان وبیان کی فصاحت اور لب ولہجہ کی سنجیدگی ومتانت کے ساتھ پروگرام کو آگے بڑھانے اور ہر ایک کو اس کے مقام ومرتبہ کے لحاظ سے سمجھنے اور برتنے کا سلیقہ اور قرینہ ان کی نمایاں خصوصیت ہے، اس کے لیے واقعی وہ قابل داد ہیں، انہوں نے تلاوت قرآن مجید کے لیے دو کم سن بچوں عزیزان محمد فرحان سلمہ متعلم جامعہ افضل المعارف اور محمد سعد سلمہ متعلم مدرسہ فلاح دارین ترکیسر گجرات (نواسۂ حضرت مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم) کو آواز دی، اس طرح کلام ربانی سے اس مجلس عرفانی کا آغاز ہوا، اس کے بعد حضرت شاہ پرتاپ گڑھیؒ کے خادم خاص اور حافظ کلام محترم جناب کامل صاحب چائلی زید مجدہ نے آل انڈیا مظاہرۂ قراءت کی مناسبت سے درج ذیل اپنے طویل قصیدہ سے سامعین کو مسحور کردیا۔

ابتدا کرتے ہیں اس کے نام سے جو ہے رحیم مہرباں بندوں پہ ہے اپنے جو ہے بیحد کریم

ہو رہا ہے جلسہ یہ اس نوعیت کا پہلی بار روح پرور دل نشین و دل رُبا و شاندار

ناظم جلسہ ہیں ساجد اعظمی شیریں زباں خوش خصال ونیک طینت اور مقرر خوش بیاں

حضرت مشتاق احمد ابن احمد پُر ضیا یادگارِ شیخ کامل رہروِ راہِ صفا

منعقد کرتے ہیں جلسہ وہ الہ آباد میں شاہ احمدؒ کی محبت اور ان کی یاد میں

نامور ہندوستاں کے آتے ہیں قراء یہاں ان کی آمد سے ہوا در اصل جلسہ ضوفشاں

نور قرآں سے مزین ان کے سینے آج ہیں مخزنِ دل میں نہاں روشن نگینے آج ہیں

چند لمحوں بعد دکھلائیں گے وہ اپنا کمال اور قرآں کا دکھائیں گے سر محفل جمال

مخرج و تجوید کیا ہے وہ بتائیں گے یہاں لہجۂ قرآن بھی بتلائے گی ان کی زباں

صدرِ جلسہ آج علامہ تقی الدین ہیں نائب احمدؒ ہیں جو اور لائق تحسین ہیں

صدرِ ہندوستان نے ایوارڈ بخشا آپ کو کس قدر اعزاز و عزت سے نوازا آپ کو

اہل دل اہل نظر اہل قلم اور نکتہ داں ماہر فن حدیث سرور کون و مکاں

حضرت مشتاق احمد ابن احمدؒ متقی آج کا ایوارڈ اس نسبت سے دیں گے وہ ابھی

شیخ دوراں حضرت قمرالزماں اہل زباں صاحب فہم و ذکا اہل نظر اور نکتہ داں

حضرت عمار صاحب شاہ احمدؒ کے مراد شیخ کو رکھتے ہیں جو تا زندگی مسرور و شاد

آج ان کی ہی دعاؤں کے یہ سب ثمرات ہیں جو نظر آتے ہیں سب کو ان کے ہی برکات ہیں

سرپرستی جلسے کو دونوں کی حاصل آج ہے بزم قرأت اس لیے پُر نور کامل آج ہے

حضرت اقدسؒ کا ہر عاشق ہمیں محبوب ہے ان سے ملنے کا ذریعہ دوستو یہ خوب ہے

قلب مومن اے خدا روشن رہے ایمان سے اور رہے لبریز یا رب عظمت قرآن سے

تا قیامت اے خدا یہ سلسلہ جاری رہے　　تا ابد دل پر مسلسل کیف یہ طاری رہے

قاری صاحب حضرت مشتاق احمد محترم　　ان کے حق میں حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں ہم

ہے دعا کامل کی یہ اے خالق کون و مکاں

فضل سے تو کر عطا سب کو فلاحِ دو جہاں

اس کے بعد محترم قاری مشتاق احمد صاحب زید مجدہ نے معزز علمائے کرام اور قرائے عظام کی خدمت میں تشکر و امتنان کے ساتھ جلسہ کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی، اور انہیں کی تجویز کے مطابق حضرت مولانا عمار احمد صاحب دامت برکاتہم نے حضرت پرتاپ گڑھی نور اللہ مرقدہٗ کے بارے میں پُر مغز اور پُر از معلومات مقالہ پیش کیا، مقالہ کا ملخص درج ذیل ہے:

"الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد !

آج کا دن اور یہ ساعت نہایت بابرکت ہے جس میں یہ عظیم الشان اجتماع ہمارے شیخ و مرشد شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی یاد میں منعقد ہو رہا ہے، اور انتہائی مسرت کی بات ہے کہ حضرت نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے محترم جناب قاری مشتاق احمد صاحب مدظلہ (بانی و ناظم مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ) اپنی خاص نوعیت کے مظاہرۂ قراءت کا یہ جلسہ پہلی بار سرزمین الہ آباد پر ہمارے اس ادارہ جامعہ اسلامیہ افضل المعارف میں منعقد فرما رہے ہیں، اس اجتماع میں شرکت کے لیے اطراف ملک سے قرائے کرام تشریف لا چکے ہیں جوان شاء اللہ نوع بہ نوع

لہجوں میں کلام پاک کی قراءت سے سامعین کے قلوب کو گرمائیں گے۔

چوں کہ یہ اجتماع حضرت مرشدی نوراللہ مرقدہٗ کی یاد میں منعقد ہو رہا ہے اس لیے ضروری معلوم ہوا کہ اس موقع پر حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا تذکرہ بھی کیا جائے۔

بلاشبہ شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ مغتنماتِ روزگار میں سے تھے، اور آپؒ کی ہر ہر شان سے اتباعِ سنت نمایاں تھی، افسوس کہ اس وقت ہم اس ہستی سے ظاہراً محروم ہیں، لیکن ان کا فیض روحانی آج بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔

آپؒ پھولپور ضلع پرتاپ گڑھ کے ایک شریف اور تعلیم یافتہ گھرانہ میں پیدا ہوئے، آپؒ کے والد محترم جناب غلام محمد صاحب اپنے موضع کے تعلیم یافتہ با اثر لوگوں میں تھے، اس کے ساتھ نہایت صالح اور دیندار انسان تھے، اویس زماں قطب دوراں حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی نوراللہ مرقدہٗ سے شرف بیعت بھی حاصل تھا اور برابر حضرتؒ کی خدمت میں حاضری ہوتی رہتی تھی، ان کے صرف چھ صاحبزادیاں تولد ہوئیں، کوئی اولادِ نرینہ نہیں تھی، اس کے لیے حضرت مولانا گنج مرادآبادیؒ سے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ ان شاء اللہ تمہارے بیٹا پیدا ہوگا، اس کا نام ''محمد احمد'' رکھنا۔

چنانچہ اس دعا کی مقبولیت ظاہر ہوئی اور ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء میں اس شیخ وقت کی ولادت ہوئی، والد محترم نے شیخ کی ہدایت کے مطابق آپؒ کا نام ''محمد احمد'' رکھا اور آپؒ اسی نام سے معروف ہوئے۔

دنیا سے بے رغبتی اور اہل دنیا سے کنارہ کشی آپؒ پر غالب تھی، وعظ و ارشاد کا

جذبہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے اندر ودیعت فرمایا تھا، اپنے ہم عمر بچوں کو جمع کر کے وعظ فرمایا کرتے تھے، آپؒ کے ابتدائی حالات میں انتہائی حالات کی جھلک محسوس ہوتی تھی۔

ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل فرمائی، اپنے اساتذہ کا غایت درجہ ادب و احترام فرماتے تھے، اس لیے تمام اساتذہ کے منظورِ نظر رہے، درسیات کی تکمیل اور فارسی وعربی کی تعلیم اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں رہ کر حاصل کی اور حدیث بھی سید صاحبؒ ہی سے پڑھی۔

آپ نے حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحبؒ سے اور انہوں نے حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ سے اور انہوں نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ سے حدیث پڑھی اور اجازت حاصل فرمائی، اس طور پر آپؒ کو علم حدیث میں بھی اپنے دور کی سند ارفع حاصل تھی، مگر غلبۂ تواضع کی بنا پر کبھی اپنی شان علمی کا اظہار تک نہ فرماتے اور اس باب میں بھی اپنے شیخ کے نقش قدم پر چل کر ایک مثال قائم فرمادی، ان کی بھی یہی شان تھی کہ اپنے کو اس انداز سے رکھتے کہ ہمیں کوئی شخص عالم نہ سمجھنے پائے، حالاں کہ جامعہ ازہر مصر کے فارغ التحصیل تھے اور وہاں اٹھارہ سال رہ کر مصر وشام کے علماء سے استفادہ فرمایا تھا اور پوری بخاری شریف آپؒ کو حفظ تھی۔

حضرت والاؒ فرماتے تھے کہ دورِ حاضر کے جتنے مشائخ کرام گذرے ہیں قریب قریب سب ہی کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، چنانچہ خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں حاضری دی، البتہ باضابطہ بیعت کا تعلق پہلے حضرت مولانا شاہ وارث حسن صاحب کوڑا جہان آبادی قدس سرہٗ سے قائم

ہوا جو لکھنؤ میں ڈالی گنج سے قریب ٹیلہ والی مسجد میں قیام پذیر تھے، تقریباً چار سال کا عرصہ حضرت کی خدمت میں گذارا، اور اجازت بیعت سے مشرف ہونے کے بعد حضرت ہی کے ایماء سے حضرت مولانا سید بدر علی شاہ صاحبؒ کی خدمت میں سدھونہ ضلع رائے بریلی حاضری ہوئی اور تجدید بیعت کے ساتھ نسبت نقشبندیہ مجددیہ سے بھی سرفراز ہوئے اور حضرت مولانا سید بدر علی صاحبؒ نے بھی خلافت واجازت سے مشرف فرمایا، اس طور پر چشتیہ ونقشبندیہ دونوں سلسلوں میں خلافت حاصل ہوئی۔

وصال سے چار پانچ روز قبل چھوٹے صاحبزادے قاری مشتاق احمد صاحب سے فرمایا کہ ''میرا کام پورا ہو چکا، اب بہت جلد میں جانے والا ہوں''، قاری صاحب نے پوچھا کہاں جانے والے ہیں؟ تو ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے وہاں۔

منجھلے صاحبزادے محترم ارشاد احمد صاحب کا بیان ہے کہ اخیر وقت میں سرہانے بیٹھ کر باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا اور جو حضرات وہاں موجود تھے سب ہی کی زبان پر کلمہ جاری تھا، اسی حالت میں اچانک حضرتؒ خود بخود داہنے کروٹ ہو گئے، آکسیجن کی نلی بھی ایک طرف ہٹ گئی، میں نے ذرا قریب ہو کر دیکھا تو لب مبارک اس وقت بھی جنبش کر رہے تھے، منھ کے قریب کان لگا کر سنا تو لفظ اللہ صاف سنائی دیا، اس کے بعد زبان بند ہو گئی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر کے رفیق اعلیٰ سے جا ملی، ۲؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۲؍اکتوبر ۱۹۹۱ء کو اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف رحلت فرمائی''۔

اس کے بعد محترم قاری مشتاق احمد صاحب کی جانب سے حضرت مولانا

ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی دامت برکاتہم سرپرست جامعہ اسلامیہ کو خدمات حدیث کے صلہ میں ''خصوصی ایوارڈ'' عطا کیا گیا، یہ ایوارڈ ایک خوبصورت مومنٹو اور قیمتی شال پر مشتمل تھا، جو درحقیقت حضرت پرتاپ گڑھیؒ کے فیض یافتہ ایک عظیم محدث اور اہل دل کی خدمات حدیث کا اعتراف اور خراج عقیدت تھا، مومنٹو حضرت مولانا عمار احمد صاحب نے اور شال حضرت مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم نے پیش کی، جو گویا ''ردائے علمی'' اور بزرگوں سے عطائے خلافت یا خرقۂ خلافت کے تصور کا عملی جامہ تھی۔

اب حضرت مولانا محترم کے صدارتی کلمات کا موقع تھا، ناظم جلسہ جناب مولانا ڈاکٹر ساجد الاعظمی صاحب نے دارالعلوم ندوۃ العلماء، مدرسہ فلاح دارین ترکیسر، جامعۃ الامارات العین، جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کی نسبتوں کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے رشتۂ تلمذ اور متعدد تصنیفی و تحقیقی کارناموں کے حوالہ سے صدر جلسہ کا تعارف پیش کرتے ہوئے وعظ و بیان کی فرمائش کی، صدر محترم مدظلہ نے مفید و مؤثر خطاب فرمایا، حمد و ثنا کے بعد ہی یہ شعر ان کی زبان پر جاری ہو گیا ؎

یا رب ترے عشاق سے ہو جائے ملاقات

قائم ہیں جن کے فیض سے یہ ارض و سماوات

انہوں نے اپنے مفصل بیان میں اپنے سلسلۂ اسناد حدیث کی تفصیل بھی پیش فرمائی، جو ان کی تحریر و تقریر کی خاص شناخت ہو چکی ہے، چنانچہ بطور خاص اس سند ارفع کا بھی ذکر فرمایا جو آپ کو حضرت پرتاپ گڑھیؒ کے واسطہ سے حاصل ہے، حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ کو اپنے شیخ و مرشد حضرت سید بدر علی رائے بریلویؒ

سے، ان کو حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے، ان کو حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے یہ عالی سند حاصل تھی، اس پروگرام میں شرکت اور ''خصوصی ایوارڈ'' کے ذریعہ اعزاز ملنے پر بہت مسرت اور خوشی کا اظہار فرمایا، خطاب کے دوران مجمع سراپا گوش برآواز تھا۔

حضرت مولانا کے خطاب کے بعد تجوید و قراءت کا مظاہرہ شروع ہوا، اور مسلسل چھ سات گھنٹے جاری رہا، ماہرین فن قراء کی فہرست طویل تھی، اس لحاظ سے بالاستیعاب اسماء نویسی کی گنجائش کہاں؟ لیکن کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان کے مایہ ناز اور خوش الحان قراء اسٹیج پر تھے، جو لکھنؤ، الہ آباد، دیوبند، دہلی، حیدرآباد اور مدراس کے علاوہ ملک کے دوسرے حصوں کی نمائندگی کررہے تھے، انہوں نے قرآن پاک کی مختلف لہجوں میں تلاوت سے سامعین کے قلوب کو جلا بخشی، کلام الٰہی کی برکت سے حاضرین کی محویت بھی قابل دید تھی، وہ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے قرآن کے ایک ایک حرف اور لہجہ کو رگ و پے میں جذب کررہے تھے، علمائے حق کے جلو میں قرائے عظام کی کہکشاں سے عرش بریں سے فرش زمیں تک انوار و برکات کی طنابیں قائم تھیں، ساری رات نورانی پھواریں سایہ فگن رہیں، اور ٹھیک پونے پانچ بجے صبح کو افضل المعارف کے بانی و ناظم حضرت مولانا عمار احمد صاحب مدظلہ کی دعا پر آل انڈیا مظاہرۂ قراءت کا یہ اجلاس اپنے اختتام کو پہونچا۔

میزبانی کے فرائض انجام دینے میں محترم قاری مشتاق احمد صاحب، حضرت مولانا قمر الزمان صاحب اور حضرت مولانا عمار احمد صاحب تو بنیادی طور پر شامل تھے، پورا نظم قاری صاحب کے کنٹرول میں تھا، حضرت مولانا قمر الزمان صاحب دامت

برکاتہم اپنے صاحبزادگان کے ساتھ جلوہ افروز تھے، جامعہ اسلامیہ افضل المعارف کا وسیع صحن، مظاہرہ گاہ تھا اس لیے طبعی طور پر حضرت مولانا عمار احمد صاحب دامت برکاتہم، اور ان کے صاحبزادگان کے علاوہ افضل المعارف کے اساتذہ وطلبہ سب نے مہمانوں کی راحت وسہولت کی خاطر اپنے کو سراپا عمل بنادیا تھا، حضرت پرتاپ گڑھیؒ کے منجھلے صاحبزادے محترم ارشاد احمد صاحب پوری بشاشت سے استقبالیہ ذمہ داری پر مستعد تھے، سبھی حضرات مہمانوں کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو جزائے اخروی سے مالا مال فرمائے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی صبح ناشتہ کے بعد حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے، انہوں نے چائے وغیرہ سے تکریم فرمائی اور اپنی تازہ ومفید ترین دو جلدوں پر مشتمل تصنیف ''ریاض السنہ'' تلخیص ''ترجمان السنہ'' عنایت فرمائی، طے شدہ پروگرام کے مطابق دونوں بزرگ اور ان کے رفقاء جمنا پار تاریخی مقام ''مہیوا'' کے لیے روانہ ہوئے اور حضرت مولانا قمر الزماں صاحب کے قائم کردہ مدرسہ ''بیت القرآن الکریم'' کی زیارت کی، مہیوا کی بستی اس اعتبار سے بڑی دل آویز ہے کہ حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے نقش پا سے سرفراز رہی ہے، اس نسبت اشرف کے ساتھ کسی شیخ طریقت اور اہل دل محدث کی معیت میں سفر خود ہی خوش گوار اور پُر بہار ہوجاتا ہے، مہیوا کی سیر میں جناب مولانا مقصود احمد صاحب قاسمی استاذ حدیث مدرسہ بیت المعارف کے علاوہ حضرت مولانا الہ آبادی کے نور نظر عزیزان مولانا عبداللہ قاسمی سلمہ ومولانا عبیداللہ ندوی سلمہ بھی تھے، وہاں سے واپسی میں شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ

کے مزار بمقام ''آرام باغ'' شہرخموشاں نامی قبرستان فاتحہ خوانی کی غرض سے تشریف لے گئے، رخصت ہوتے ہوتے عزیزم مولوی عبداللہ سلمہ نے سبھی مہمانوں اور میزبانوں کو ٹھنڈے مشروب سے سیراب کیا اور وہیں سے مہمانوں کا قافلہ اعظم گڑھ کے لیے روانہ ہوگیا، اس رفاقت میں محترم کامل صاحب چائلی، حضرت مولانا کے پوتے محمد علی، نواسہ امجد عالم، مولوی ابوثاقب صاحب ندوی اور راقم الحروف بھی شامل رہا اور بفضلہٖ تعالیٰ عصر سے پہلے یہ کارواں جامعہ اسلامیہ بخیر وعافیت پہنچ گیا۔

دہلی، بنگلور، لکھنؤ کے علمی ودعوتی اسفار

بقلم: صلاح الدین ندوی پرتاپ گڑھی

جامعہ اسلامیہ مظفر پور کے بانی وسرپرست حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ کی علمی وتحقیقی خدمات کے صلہ واعتراف میں ۲۰۰۸ء میں صدر جمہوریہ ایوارڈ کا اعلان کیا گیا تھا لیکن دوسال گذرنے کے بعد بھی راشٹر پتی بھون میں وہ تقریب بوجوہ منعقد نہیں ہوسکی جو روایتی طور پر تقسیم اعزازات کے لیے معروف ہے، امسال ۳۰؍مارچ کو اچانک راشٹریہ سنسکرت سنستھان (ڈیم یونیورسٹی) نئی دہلی سے اطلاع دی گئی کہ ۶؍مئی ۲۰۱۱ء کو راشٹر پتی بھون میں عربی زبان کی غیر معمولی خدمت پر صدر جمہوریہ ایوارڈ کی سند عطا کیے جانے کی تقریب ہوگی، حضرت مولانا کی موجودگی اس میں ضروری ہے اس لیے وہ ضرور تشریف لائیں اور یہ بھی کہ ایک رفیق سفر کی آمد ورفت اور قیام وطعام کی پوری ذمہ داری بھی منتظمین کی ہوگی۔

حضرت مولانا ۴؍مئی بروز بدھ امارات ایرلائنس دبئی سے روانہ ہوکر ڈھائی بجے دہلی ایرپورٹ پہونچے، ابوظبی ایمبیسی میں آمد کی اطلاع ہوچکی تھی اس لئے وہاں سے بذریعہ کار مقررہ قیام گاہ ''جنپت ہوٹل'' پہونچے، ہوٹل میں بہت سے محققین اور اسکالروں سے ملاقاتیں ہوئیں، جامعہ ملیہ شعبۂ عربی کے پروفیسر جناب ڈاکٹر شفیق

احمد خان ندوی خاص طور سے ملاقات کے لیے آئے، اسی دن شام کو عصر کی نماز کے بعد محلّہ مہندیان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے مزار پر حاضری و فاتحہ خوانی کے بعد مغرب کی نماز ادا کی گئی، اس کے بعد مرکز نظام الدین حاضری ہوئی، وہاں مولانا زبیر الحسن صاحب اور دیگر علماء سے ملاقات کر کے ہوٹل واپسی ہوئی، پروگرام سے ایک دن پہلے ۵/ مئی کو راشٹر پتی بھون جانے کا نظام تھا تاکہ پروگرام کے سلسلہ میں ضروری مراسم سے باخبر ہوا جائے، ۵/ مئی کی صبح مولانا کے صاحبزادے ڈاکٹر صفی الدین صاحب جو ممبئی کے ڈی وائی پاٹل میڈیکل کالج میں ایم ایس کر رہے ہیں آ گئے، اور انگریزی زبان میں گفتگو کے لیے حضرت مولانا کے ترجمان بن گئے۔

۶/ مئی کو راشٹر پتی بھون جانا ہوا جہاں سبھی شرکاء کو محترمہ پرتبھا دیوی سنگھ پاٹل صدر جمہوریہ ہند کے ذریعہ سند توصیف اور ایک شال دی گئی، وہیں پر وزیر تعلیم جناب کپل سبل صاحب سے ملاقات ہوئی، وہ بہت ہی احترام سے پیش آئے، خاص طور سے سمو الشیخ نہیان بن مبارک آل نہیان وزیر التعلیم العالی فی دولۃ الامارات سے اپنے تعلقات کا ذکر کیا، ساتھ ہی اپنا خصوصی نمبر دیا کہ کل صبح آفس تشریف لائیں تاکہ اطمینان سے ملاقات و گفتگو ہو سکے، لیکن دوسرے دن بنگلور کے سفر کی وجہ سے معذرت کر دی گئی۔

ہوٹل میں واپس آنے کے بعد قریب کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی گئی، نماز کے بعد کھانے سے فراغت کے بعد کچھ ٹی وی والے انٹرویو کے لیے آ گئے اور حضرت مولانا سے عربی تعلیم کے بارے میں کچھ سوالات کئے، ان کا ایک سوال یہ تھا کہ آپ نے جامع ازہر سے پی ایچ ڈی کی ہے لیکن عربی تعلیم کا آغاز کس طرح کیا تھا؟

اس پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ: دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عربی زبان سیکھنے کا اہتمام ہے، میں نے وہاں سے تعلیم حاصل کی، اس کے بعد جامعہ ازھر سے پی ایچ ڈی کی ہے، میرا قیام ۳۶/سالوں سے امارات میں ہے وہاں یونیورسٹی میں ترقی کرکے پروفیسر کے درجہ پر پہونچا تھا، ان کا ایک سوال یہ تھا کہ اس سے ہندوستان کو کیا فائدہ پہونچے گا؟

حضرت مولانا نے جواب دیا کہ اس سے ہند وعرب کے تعلقات مضبوط ہوں گے، امارات کے ایک عرب وزیر نے مجھ سے کہا کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ 'ھندی یدرس العرب' ایک ہندوستانی، عرب کو ان کی زبان میں تعلیم دیتا ہے۔

دوسرے دن ہمارا سفر بنگلور کے لیے ہوا، بنگلور میں مفتی محمد اشرف علی صاحب باقوی مہتمم دارالعلوم سبیل الرشاد نے اپنے والد حضرت مولانا شاہ ابوالسعود صاحبؒ کی حیات وخدمات پر ایک سیمینار اور مدرسے کی پنجاہ سالہ کارکردگی کے عنوان سے جشن طلائی کا اہتمام کیا تھا، جس میں علمائے کرام کے علاوہ سیاسی لوگوں کو بھی مدعو کیا تھا، اس اجلاس میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء وصدر مسلم پرسنل لاء بورڈ، ہندوستان کے نائب صدر جمہوریہ جناب حامد انصاری صاحب، اور کرناٹک کے گورنر کی شرکت بھی متوقع تھی، ڈاکٹر صفی الدین صاحب دہلی سے ممبئی چلے گئے، لیکن راقم بنگلور تک رفیق سفر رہا، ساڑھے ۷/ بجے کی فلائٹ سے ساڑھے ۱۰/ بجے بنگلور ایر پورٹ پہونچے، ایر پورٹ پر ہمارا استقبال کیا گیا، وہاں سے ہم لوگ سید محمد بیری صاحب کی آفس میں آئے، جناب ڈاکٹر ولی الدین ندوی ناظم جامعہ ایک روز پہلے دبئ سے آگئے تھے، ظہر کی نماز کے بعد بنگلور کے مشہور تاجر

جناب عرفان عبدالرزاق صاحب کے یہاں کھانے اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد عصر سے پہلے دارالعلوم سبیل الرشاد پہونچے، عصر کے بعد پروگرام شروع ہوا، جس کی صدارت حضرت مولانا نے فرمائی، مقالات پیش کئے گئے، اخیر میں حضرت مولانا نے صدارتی کلمات سے سرفراز فرمایا۔

حضرت مولانا نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

''**حضرات علمائے کرام!** اس مبارک مجلس میں شرکت کے لیے میں بہت تاخیر سے پہونچا اور ابھی حضرت مولانا شاہ ابوالسعود صاحبؒ کے بارے میں جو کلمات میں نے سنے اس کی روشنی میں بعض اشارات کرنا چاہتا ہوں، پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے مدارس جو ہندوستان میں قائم کئے گئے ہیں، وہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے منفرد ہیں، ان کا مقصد ایسے افراد تیار کرنا ہے جو ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

کا مصداق ہوں۔

مشہور حدیث ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر صدی کے اخیر میں کسی ایک شخص یا پوری جماعت پیدا فرمائے گا جو اس دین کی تجدید کرتی رہے گی، اس کی حفاظت کرتی رہے گی، ہمارے اس ملک میں جو جماعت گزری ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے سلسلے کے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور دیگر علماء کی یہ پوری جماعت مجددین کی جماعت ہے، میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ان کی بعض تحقیقات ایسی ہیں جو متقدمین کے یہاں بھی نہیں ملتیں، ساتھ ساتھ وہ صاحب ذکر تھے، اللہ والے تھے۔

مگر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجددین کی جماعت سو سال کے بعد پیدا ہوتی ہے تو درمیانی صدی میں یہ سلسلہ کیسے قائم رہتا ہے؟ اس کا نظام من جانب اللہ یہ ہے کہ سلف کے جانشین خلف میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہیں گے جو دین کو اس کی خصوصیات کے ساتھ قائم رکھیں گے، "لاتزال طائفة من أمتي منصورين لا يضرهم من خذلهم حتى تقوم الساعة" میری امت میں قیامت تک ہمیشہ ایک جماعت موجود رہے گی جو حق پر قائم رہے گی، ان کا ساتھ چھوڑ کر کوئی ان کو نقصان نہیں پہونچا سکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ ابوالسعود صاحب، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، اس طرح حضرت مولانا شاہ ابوالسعود صاحبؒ بھی اس جماعت کے ایک فرد ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اور اسلام کی خدمت کے لئے شاہ صاحب کی پوری جماعت کو اور ان کے شاگردوں کو، اور ان سے وابستہ رہنے والوں کو پورے عالم میں امتیازی حیثیت دی ہے، حضرت مولانا شاہ ابوالسعود صاحبؒ بھی شریعت وطریقت دونوں کے جامع تھے، ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی دونوں خصوصیات کے جامع تھے، حضرت مولانا نے علم اور ذکر میں خاص مقام پیدا کیا، انہوں نے اللہ کی محبت میں اپنے کو مٹایا تھا۔

کچھ ہونا مرا ذلت وخواری کا سبب ہے
یہ ہے مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

انہوں نے اپنے کو مٹایا تو اللہ نے ان کو چمکایا، ابھی آپ نے سنا کہ ان کے دل کی کیا

حالت تھی، ان کے شاگردوں میں کیا تاثیر ہے، یہ سب ان کے اخلاص کی برکت ہے۔

میرے دوستو! یہ جو سیمینار ہو رہا ہے اس سے درس وعبرت حاصل کریں، دیکھیں کہ حضرت مولانا کی زندگی سے ہمیں کیا پیغام ملتا ہے، ایک پیغام یہ ہے کہ علم میں اپنا مقام پیدا کریں، دوسرا یہ ہے کہ اپنے اندر اللہ کی محبت پیدا کریں، جب اللہ تعالیٰ کی محبت آئے گی تو دین کے کام کرنے اور تربیت کرنے کا سلیقہ پیدا ہوگا، جب اپنے دل کی دنیا آباد ہوگی تو اس سے اللہ کی محبت پیدا ہوگی، جیسا کہ حضرت مولانا نے یہ مدرسہ قائم کر کے آپ کو بتا دیا ہے، ان شاء اللہ یہ سیمینار زیادہ سے زیادہ نافع ثابت ہوگا، ہمارے لیے بھی اور آپ کے لیے بھی، اخیر میں یہ درخواست ہے کہ حضرت مولانا کی زندگی کا کیا پیغام ہے اس کو بھی اپنانے کی ضرورت ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کے یہاں جب میرا قیام بذل المجہود کے سلسلہ میں تھا تو دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ ابوالسعود صاحبؒ کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، کسی اللہ والے کا خصوصیت سے اہتمام کرنا خود اس کی مقبولیت کی دلیل ہے، ہمارے استاذ ومربی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی نوراللہ مرقدہ نے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ کو الہ آباد ایک کتاب بھیجی، اس پر حضرت پرتاپ گڑھیؒ نے بے حد خوشی کا اظہار فرمایا، حضرت شیخ الحدیثؒ کو اس کی اطلاع دی گئی تو فرمایا کہ حضرت مولانا کی خوشی اس بات کی دلیل ہے کہ عنداللہ یہ کتاب مقبول ہے، میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا ایک مقبول بندے کی نظر میں بہت ہی زیادہ محبوب تھے بڑا اہتمام فرماتے، اس مدرسے کے پڑھے ہوئے ماشاءاللہ

ہر جگہ دین ودعوت کا کام کررہے ہیں اور ترقی کرتے چلے جارہے ہیں، اللہ کرے کہ یہ سیمینار سب کے لیے نافع ہو، **وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین**".

مغرب کی نماز کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ، مفتی محمد اشرف علی صاحب اور مولانا سید مصطفیٰ رفاعی ندوی صاحب سے ملاقات کے بعد اپنی جائے قیام بنگلور شہر کے ایک ہوٹل میں واپسی ہوئی، ٹرافک کی وجہ سے قیام گاہ پہونچنے میں کافی تاخیر ہوگئی، اس لیے عشاء کے بعد کی نشست میں شرکت نہ ہوسکی، صبح ناشتہ کر کے دارالعلوم سبیل الرشاد کے لیے روانہ ہوئے، تو حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لاء بورڈ، مولانا عبدالرحیم انصاری اودیگر علمائے کرام سے ملاقات ہوئی، سیمینار کے آخری اجلاس میں نائب صدر جمہوریہ ہند جناب حامد انصاری صاحب کی شرکت متوقع تھی، اسٹیج پر سامنے دس کرسیاں لگائی گئیں تھیں جن پر جناب حامد انصاری صاحب نائب صدر جمہوریہ ہند، کے رحمٰن خان ڈپٹی چیرمین راجیہ سبھا، ہنس راج بھاردواج گورنر صوبہ کرناٹک، وزیر حج واوقاف کرناٹک، مولانا ماجد صاحب مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، حضرت مولانا دامت برکاتہم اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی جلوہ افروز تھے، تمام معزز مہمانوں کی قیمتی شال سے تکریم کی گئی۔

اس کے بعد جلسہ کی باضابطہ کارروائی شروع ہوئی، مفتی محمد اشرف علی صاحب باقوی نے کلیدی خطبہ پڑھا، مدرسے کے بنیادی مقاصد اور اس کے فضلاء کا تفصیل سے ذکر کیا، اس کے بعد جناب کے، رحمٰن خان کا بیان ہوا جو درحقیقت مہمانوں کی ترحیب کے ساتھ اس مدرسہ سے ذاتی تعلق کے تئیں ایک عمدہ اور معیاری

بیان تھا، اس کے بعد ہنس راج بھاردواج گورنر کرناٹک کی پر جوش تقریر نے سامعین میں ایک ولولہ پیدا کر دیا، انہوں نے حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے تعلقات اور مسلم پرسنل لاء بورڈ سے اپنی واقفیت کا اظہار کیا، اس کے بعد نائب صدر جمہوریہ ہند جناب حامد انصاری صاحب مائک پر تشریف لائے، انہوں نے پہلے حضرت مولانا مدظلہ کا بڑی گہرائی سے تذکرہ کیا اور حضرت مولانا کو ایک قدیم اور دیرینہ رفیق کی حیثیت سے یاد فرمایا، انہوں نے مدارس کے اندر دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم کی تعلیم کی طرف خاص توجہ دلائی، جلسہ کے دوران ہم لوگ مفتی محمد اشرف علی صاحب، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی اور مولانا سید محمد مصطفیٰ رفاعی ندوی وغیرہ سے رخصت ہو کر ہوٹل آئے اور جناب سید صدیق بیری صاحب کے ہمراہ ایر پورٹ روانہ ہوئے، شام ۶/ بجے کی فلائٹ سے دبئ روانگی ہوئی، الحمد للہ حضرت مولانا ۹/ بجے شب میں دبئ پہونچے اور وہاں سے اپنے مستقر العین بخیر وعافیت پہونچ گئے۔

سمینار ''علمائے فرنگی محل کی علمی خدمات'' میں شرکت

بقلم: صلاح الدین ندوی پرتاپ گڑھی

گذشتہ مارچ میں حضرت مولانا ہندوستان تشریف لائے تو براہ راست دارالعلوم ندوۃ العلماء حاضری ہوئی، حضرت مولانا کی قیام گاہ پر جناب مولانا خالد رشید فرنگی محلی تشریف لائے تھے اور ''علماء فرنگی محل کی خدمات اور علامہ عبدالحی لکھنوی'' پر سیمینار میں شرکت کی دعوت دی اور بتایا کہ وہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اور فقہ اکیڈمی کے تعاون سے لکھنؤ میں ۲۰/۲۱/۲۲ رمئی ۲۰۱۱ء کو ایک سیمینار منعقد کر رہے ہیں، اس کے پہلے اجلاس میں باصرار شرکت کی درخواست کی، حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ سفر میرے لیے بہت ہی دشوار ہے، ایک ہفتہ پہلے ہندوستان سے واپسی کے بعد آنا بہت مشکل ہے، لیکن میزبانوں کی محبت و تعلق اور علامہ عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کا احترام کرتے ہوئے سفر کا ارادہ کرلیا، ۱۹رمئی کو ڈیڑھ بجے شارجہ سے انڈین ایرلائنس سے لکھنؤ کے لیے روانہ ہو کر ساڑھے چھ بجے لکھنؤ ایرپورٹ پہونچے، وہاں مولانا ابوثاقب ندوی، مولانا محمد رافع ندوی اور حضرت مولانا کے پوتے محمد علی اور راقم السطور

کے علاوہ مولانا خالد رشید فرنگی محلی نے چند آدمیوں کو گاڑی لے کر لکھنؤ ایرپورٹ بھیجا، ان کا اصرار تھا کہ آپ کے قیام کا نظم ہوٹل میں کیا گیا ہے وہیں قیام فرمائیں، لیکن حضرت مولانا نے اس سے معذرت کر لی اور ندوۃ العلماء میں قیام کا فیصلہ فرمایا، ایر پورٹ سے دار العلوم فرنگی محل حاضری ہوئی، وہاں ملاقات کر کے ندوۃ العلماء واپسی ہوئی، مہتمم صاحب ودیگر حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں، دوسرے دن بروز جمعہ عصر کی نماز کے بعد مہتمم ندوۃ العلماء کے ہمراہ دار العلوم فرنگی محل حاضری ہوئی، وہاں مغرب کی نماز ادا کی گئی، اسٹیج بہت قرینہ سے سجایا گیا تھا، افتتاحی جلسے کا آغاز ہوا، تلاوت قرآن پاک کے بعد مولانا خالد رشید فرنگی محلی نے ترحیبی کلمات پیش کئے اور ان کے بڑے بھائی جناب طارق رشید صاحب نے علمائے فرنگی محل کا مختصر تعارف کرایا، اس کے بعد جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے عالمانہ فاضلانہ کلیدی خطبہ پیش کیا، اس کے علاوہ مختلف علمائے کرام نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا، جلسہ بڑا پرکشش وعلمی بن گیا۔

حضرت مولانا نے اپنے بیان میں حمد وثنا کے بعد إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ اس قرآن کی حفاظت کے لئے ہر صدی میں علماء واشخاص پیدا ہوتے رہے ہیں جو دین کی پاسبانی کرتے رہے، نیز یہ دین اپنے اندر خود طاقت رکھتا ہے کہ کسی تغیر وتبدل کو برداشت نہیں کرسکتا،" إن الله عز وجل يبعث لهٰذه الأمة على رأس كل مأة من يجدد لها دينها" اللہ تعالی ہر صدی میں کسی ایک شخص یا پوری جماعت کو دین کی حفاظت وپاسبانی کے لیے پیدا کرتا رہے گا، یہ مجددین ومصلحین کا سلسلہ تا قیامت قائم رہے گا، ہر صدی کے شروع

میں مجددین کی جماعت پیدا ہوتی رہے گی، حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''لا تزال طائفة من أمتي منصورين لا يضرهم من خذلهم حتى تقوم الساعة '' ہر زمانے میں ایک جماعت دین کو قائم کرنے والی موجود رہے گی، لوگوں کے بے یارومددگار چھوڑ دینے سے اثر نہیں پڑے گا، یہاں تک کہ دین کے مزاج میں سو سال گزرنے کے بعد مزاجوں میں تبدیلی آسکتی ہے لیکن اسلام اپنے مزاج وکیفیات کے ساتھ باقی رہے گا، ارشاد گرامی ہے: ''إنما مثل أمتي مثل الغيث لا يدري آخره خير أم أوله'' میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے، اس امت میں شروع سے لے کر اخیر تک خیریت ونافعیت باقی رہے گی، بلاشبہ ''الفضل للمتقدمين'' اس نافعیت میں درجات ہیں، ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ جو اپنے زمانے کے مجدد تھے ان کے بعد ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور ان کے شاگردوں نے ان کے کارناموں اور روایات کو پوری قوت کے ساتھ باقی رکھا، ان کے بعد حضرت سید احمد شہیدؒ، مولانا اسماعیل شہیدؒ اور پوری جماعت نے ان کے علوم وروایات وخصوصیات کو باقی رکھا اور بعد والوں کو منتقل کرتے رہے، یہاں تک کہ تیسرے دور میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ، علامہ عبدالحی لکھنویؒ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہم پوری جماعت مجددین ومصلحین کی جماعت ہے، جو انہیں علوم کی حامل رہی جو شاہ ولی اللہؒ کے اخلاف تک ان کے علوم کو منتقل کرتی رہی، ان اخلاف نے اپنے سلف کی روایات کو باقی رکھا اور اپنے بعد والوں اور وہ اپنے بعد والوں تک منتقل فرماتے رہے، اس میں علامہ عبدالحی لکھنویؒ بھی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فیض سے بھرپور مستفیض

ہوئے، ان کے والد حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ بیک واسطہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے شاگرد ہیں، ان کے والد صاحبؒ علم وذکر میں ولی اللہی روایات کے حامل تھے، انہوں نے اپنے صاحبزادے کی طرف علم وذکر دونوں کو منتقل کیا، ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ عبدالحیؒ کو تدریس وتالیف دونوں کا شوق وذوق غالب تھا، عمر ۳۹ / سال وچند ماہ پائی، اس قلیل مدت میں بعض کی تحقیق کے مطابق ۱۱۰ / یا ۱۱۵ / کتابیں تالیف کیں، میرے لڑکے ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے "الإمام عبد الحي اللكهنوي وجهوده في علم الحديث" کے عنوان پر پی ایچ ڈی کا تحقیقی اور مفصل مقالہ لکھا، وہ تمام مکتبات کی چھان بین کے بعد اس نتیجے پر پہونچے کہ علامہ کی تالیفات کی تعداد ۱۲۰ / ہے، ان میں اکثر ''مرکز ابوالحسن ندوی'' مظفر پور اعظم گڑھ میں موجود ہیں، علامہ عبدالحی مؤید من اللہ اور موفق من اللہ تھے، ان کے والد بزرگوار کی دعائیں ان کے شامل حال رہیں، حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی نے جس طرح ان کا اکرام فرمایا اور جس طرح دعائیں دیں، بلاشبہ وہ دعائیں عنداللہ مقبول ہوئیں جن کا مظہر علامہ عبدالحی کی ذات گرامی اور ان کی تالیفات ہیں۔

می نہ روید تخم دل از آب وگل   بے نگاہ از خداوندان دل

بے شک ضرورت تھی کہ علماء فرنگی محل وعلامہ عبدالحیؒ پر سیمینار منعقد کیا جائے تاکہ ان کے علوم کو مرتب وزندہ کیا جاسکے، اس پر یہ ناچیز مولانا خالد رشید فرنگی محلی، ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا ابوالطیب احمد میاں فرنگی محلی (مرحوم)، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، ان کے رفقائے کار، شہر کے حاضرین اور مقالہ نگاروں کو مبارک باد پیش کرتا ہے کہ انہیں کی عنایات وتوجہات سے فکر ونظر کی یہ محفل سجائی گئی اور دعا ہے کہ

اللہ تعالیٰ اس پروگرام کو اپنے مقصد میں کامیاب فرمائے، فرنگی محل کی علمی خدمات میں تسلسل قائم رہے اور اس جگہ کو علمی وفکری خدمات کا بہترین مرکز بنادے، اس سلسلہ میں جو علمی تعاون ہوگا وہ کیا جائے گا۔

اخیر میں دو تجویزیں پیش ہیں امید کہ قابل توجہ سمجھی جائیں گی۔

(۱) علامہ عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جو کتابیں اس وقت نادر الوجود ہیں اور شائع نہیں ہوسکی ہیں ان کی طباعت واشاعت کا انتظام کیا جائے۔

(۲) ان کی مؤلفات میں "السعاية في كشف مافي شرح الوقاية" جس کو حضرت علامہ نے بہت ہی اہتمام سے شروع فرمایا تھا اور اللہ سے دعا مانگی تھی اے اللہ جس طرح ابتدا کی توفیق عطا فرمائی انتہا کی بھی توفیق عطا فرما، لیکن "فصل في القراءة" میں "فروع مهمة متعلقة بالقراءة في الصلاة" تک پہونچ سکی تھی کہ حضرت علامہ اس دار فانی سے رخصت ہوگئے، بلاشبہ ان کی سب سے بڑی اور جامع تصنیف یہی ہے، اگر یہ پوری ہوگئی ہوتی تو ان کتابوں میں جگہ پاتی جو ائمہ کے مذاہب اور ان کے دلائل کے بیان میں انفرادی شان رکھتی ہیں، جیسے "الاستذكار" اور "التمهيد"، یہ دونوں کتابیں حافظ المغرب ابوعمر ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ کی تصنیف ہیں، اسی طرح حافظ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ کی "المغني" اور حافظ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی "البناية شرح الهداية" ہیں، اس کتاب کا تکملہ علمائے ہند پر قرض ہے، حضرت علامہ نے سعایہ کے مقدمہ میں اپنی تالیف کا منہج پوری تفصیل سے بیان کردیا ہے، اگر اس منہج کو سامنے رکھ کر علماء وفقہاء کی ایک کمیٹی تشکیل دے دی جائے جو اس کام کو بحسن خوبی انجام تک پہونچادے تو امت اسلامیہ پر

بہت بڑا کرم ہوگا، جس طرح مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے ”فتح الملہم شرح صحیح مسلم“ کا تکملہ تحریر فرمایا ہے، اگر چہ اصل اور تکملہ میں بیّن فرق ہے لیکن پوری کتاب سے استفادہ کی راہ ہموار ہوگئی ہے، اس سے حضرت علامہ کی روح مبارک خوش ہوگی، اور اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان خدمت انجام دینے والوں کو اجر عظیم کا حقدار بنادے گا اور ان کی یہ یادگار تا قیامت باقی رہے گی“۔

اس کے بعد یہ اعلان کیا گیا کہ حضرت مولانا ابوالطیب احمد میاں فرنگی محلی امام عیدگاہ عیش باغ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب کو ”فخر المتأخرین علامہ ابوالحسنات محمد عبدالحی فرنگی محلی ایوارڈ“ تفویض فرمائیں، جس کو ان حضرات کے شکریہ کے ساتھ حضرت مولانا نے قبول فرمایا، اس کے بعد عشاء کی نماز ادا کی گئی، اور کھانے سے فارغ ہوکر حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ ندوۃ العلماء واپسی ہوئی۔

دوسرے دن مقالات کی مجلس تھی، صبح کی نشست کی صدارت حضرت مولانا نے فرمائی، یہ پروگرام ساڑھے نو بجے سے شروع ہوا، اس میں کل ۶/مقالات پیش کئے گئے، سوا گیارہ بجے مقالات کا سلسلہ ختم ہوا، اخیر میں حضرت مولانا نے مندرجہ ذیل باتوں کی طرف توجہ دلائی۔

(۱) جب کوئی مقالہ علمی شخصیت پر ہو تو اس کی مؤلفات کی طرف نشاندہی ضروری ہے، اگر وہ طبع شدہ ہوں تو ان کا پتہ ظاہر کیا جائے اور اگر مخطوطہ ہو تو ان کے بارے میں بھی معلومات پیش کی جائیں۔

(۲) مقالات کا مجموعہ شائع کیا جائے تو اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو مکررات کو حذف کردے، جو مقالات علمی و تحقیقی امتیاز کے حامل ہوں انہیں کو شائع

کیا جائے، امید کہ ان باتوں پر توجہ دی جائے گی۔

اس وقت عالم عربی میں سیمینار کا دستور ہے کہ ان مقالات کو سیمینار سے چند ماہ قبل منگوا لئے جاتے ہیں کہ کون مقالہ سیمینار میں پڑھا جائے اور کون نہ پڑھا جائے، جو مقالات پڑھنے کے قابل ہوتے ہیں انہیں حضرات کو شرکت کی دعوت دی جاتی ہے، یہاں یہ صورت تو ممکن نہیں لیکن شائع کرنے میں ان اصول کو اختیار کرنا ممکن ہے، وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

جلسے کے اختتام کے بعد مولانا خالد رشید صاحب وطارق رشید صاحب اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب وغیرہ سے رخصت ہوکر ندوۃ العلماء واپسی ہوئی، دوپہر کا کھانا حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے ساتھ تناول کیا گیا، شام کو بہت سے علماء وطلبہ سے ملاقاتیں ہوئیں، علماء میں خاص طور سے مفتی محمد ظہور صاحب ندوی، مولانا عبد العزیز صاحب ندوی بھٹکلی اور مولانا ابوالبقا ندوی صاحب قابل ذکر ہیں۔

بھٹکل، لکھنؤ، مرادآباد اور رائے بریلی
کا
ایک علمی تاریخی سفر

بقلم: ڈاکٹر فریدالدین ندوی

جامعہ اسلامیہ بھٹکل کی اپنی تاسیس کے پچاس سالہ جشن میں شرکت کے لیے دادا جان کے نام وہاں کے جنرل سکریٹری مولانا محمد الیاس صاحب ندوی (بھٹکلی) کا دعوت نامہ موصول ہوا، اور ٹیلیفون پر بھی انہوں نے شرکت کی دعوت دی اس لیے دادا جان نے ۱۹/ مارچ کو دبی طیران الامارات سے روانہ ہوکر ممبئی ہوتے ہوئے ساڑھے بارہ بجے منگلور ایرپورٹ پہنچے، وہاں ہمارا استقبال کیا گیا اور ہم لوگ منگلور سے بھٹکل کے لیے روانہ ہوئے، اس جہاز میں اور بھی خصوصی مہمان شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے، وہاں سے ہم لوگ روانہ ہوکر تین گھنٹہ میں بھٹکل پہنچے، وہاں مولانا الیاس صاحب ندوی اور دیگر عمائدین جن میں سعید بھائی نوائط، حمید بھائی، مظفر کولا

صاحب، محتشم عبدالباری صاحب اور مولانا منیری صاحب کے علاوہ دیگر حضرات سے ملاقات کے بعد وہاں آئے ہوئے مہمان علماء ومشائخ سے ملاقات کا سلسلہ رہا۔

حضرت مولانا مجیب اللہ ندوی پر سیمینار:

مولانا مجیب اللہ ندوی کی خدمات اور کارناموں پر ان کے بڑے صاحبزادے جناب ڈاکٹر عبداللہ عمار صاحب نے ایک سمینار کے انعقاد کا اہتمام کیا تھا، صدارت کے لیے حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہ کا اور مہمان خصوصی کے طور پر حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب مدظلہ کا نام تھا، حضرت مولانا مدظلہ وقت پر تشریف نہ لا سکے اس لیے دادا جان کو صدر جلسہ مقرر کرنے پر اصرار کیا گیا مگر انہوں نے اپنی علالت کی وجہ سے معذرت کی، البتہ جلسہ کی پہلی نشست میں شرکت فرمائی اور حضرت مولانا مجیب اللہ صاحبؒ کی شخصیت وکارنامے اور ان کے قائم کردہ ادارہ ’’جامعۃ الرشاد‘‘ پر ایک تعارفی تقریر کی اور اس کی بقا اور ترقی کی دعا پر اپنی گفتگو ختم فرما کر طبیعت کے ناساز ہونے کی بنیاد پر واپس چلے آئے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مجلس شوریٰ میں شرکت:

دادا جان ۱۳/۳/۲۰۱۲ء کو اپنی گاڑی سے ہم لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر دس بجے دن میں لکھنؤ کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں مدرسہ سیدنا عمر فاروق سلطان پور کے مہتمم مولانا محمد سہیل ندوی صاحب نے دوپہر کے کھانے نظم کیا تھا اس لیے ان کے مدرسہ میں دوپہر کا کھانا تناول کر کے آرام کیا گیا اور وہاں سے لکھنؤ کے لیے روانگی ہوئی، مغرب کے قریب دارلعلوم ندوۃ العلماء پہنچے، وہاں حضرت مولانا محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم اور دیگر اکابر سے سلام ومصافحہ ہوا، دوسرے دن

مجلس شوریٰ میں شرکت کے بعد شام کو گیارہ بجے کی ٹرین سے مرادآباد کے لیے روانگی ہوئی، روانگی سے پہلے عشاء کے بعد جناب مولانا خالد فرنگی محلی صاحب دادا جان کی جائے قیام پر تشریف لائے اور دوسرے دن کے لیے دعوت دی لیکن سفر کی وجہ سے معذرت کی گئی، البتہ فرنگی محل کے مدرسہ کی تعلیم و ترقی کے لیے گفتگو کے دوران دادا جان نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور ان کے ساتھ تعاون کا ارادہ فرمایا۔

ہم لوگ لکھنؤ سے روانہ ہو کر علی الصباح مرادآباد پہنچ گئے، وہاں مولانا نظار الاسلام ندوی نے استقبال کیا، حکیم شعیب اختر صاحب کے یہاں امروہہ حاضر ہوئے، حکیم صاحب نے بہت ہی اہتمام سے دوائیں تیار کرائیں اور پُر تکلف دعوت کی، دادا جان نے ان کو دعائیں دیں۔

مدرسہ شاہی مرادآباد کی زیارت:

وہاں سے ہم لوگ حسب پروگرام مدرسہ شاہی پہنچے، مدرسہ شاہی کے مہتمم حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب کو اطلاع کر دی گئی تھی، نیز حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری کو نظام بتا دیا گیا تھا اس لیے انہوں نے بھی دوپہر کے کھانے کا نظم فرمایا تھا، راستہ میں گاڑی کے خراب ہونے سے ہم لوگ وہاں تاخیر سے پہنچے، دادا جان راستہ میں بار بار یہ فرماتے رہے کہ مدرسہ شاہی ہمارے اکابر کی یادگار ہے، وہ اپنے ساتھ بہت زبردست تاریخ رکھتا ہے، اس کے قصے بھی سنائے، بہر حال کھانے سے فراغت کے بعد ہم لوگوں نے عصر تک آرام کیا، عصر کے بعد حضرت مہتمم مولانا اشہد رشیدی صاحب اور مفتی محمد سلمان صاحب اور دیگر مدرسین تشریف لائے، ان حضرات سے بہت ہی اچھی علمی گفتگو رہی، مغرب کی نماز کے بعد مسجد ہی میں

حضرت مہتمم صاحب نے بیان کا اعلان فرمایا اور مولانا مفتی محمد سلمان صاحب نے دادا جان کے علمی وحدیثی کاموں کا تعارف کرایا، اس کے بعد دادا جان نے مختصر بیان کیا، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم اور مدرسہ شاہی اور دیگر مدارس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ ہمارے ان مدارس سے ایسی شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں جنہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی نیابت فکری واصلاحی بھی کی، اور علمی وتحقیقی اور تدریسی بھی کی، ان کی بعض بعض تحقیقات متقدمین محدثین کے یہاں بھی نہیں ملتیں اور یہ باتیں چالیس سال عرب ممالک وامارات کے قیام کی روشنی میں عرض کررہا ہوں۔

ان علماء کے کارناموں اور تحقیقات کا اعتراف مصر، شام، سعودیہ عربیہ، امارات وغیرہ کے علماء کو بھی ہے، ان کی تحقیقات کی بعض مثالیں بھی اپنی تقریر میں پیش کیں، طلبہ کو مخاطب کرکے فرمایا، اس وقت یہ نیت کریں کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم میں اپنی روشنی کو پھیلائیں، زمانہ کا شکوہ بیجا ہے، آج بھی آپ کی باتیں سننے کے لیے پوری دنیا تیار ہے ؎

تمہیں سوگئے داستاں کہتے کہتے — بڑے غور سے سن رہا تھا زمانہ

ہماری روانگی سے پہلے جناب مولانا مفتی محمد سلمان صاحب نے اپنی اکثر کتابوں کو ہدیہ کیا اور بھی بعض علماء نے ہدیہ میں کتابیں پیش کیں جن میں خاص طور سے حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب دادا جان کی جائے قیام پر تشریف لائے اور بہت ہی علمی گفتگو رہی، انہوں نے اپنی کتابوں کو ہدیہ کیا، اور ان کی کتاب فتاوی تاتار خانیہ کا بھی ذکر کیا، دادا جان نے فرمایا کہ یہ ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے اور یہ ایک بڑا عظیم کارنامہ ہے، اللہ کرے کہ یہ کتاب پورے عالم میں عام ہو۔

اس کے بعد مراد آباد سے صبح کی ٹرین سے واپسی ہوئی اور فجر سے پہلے ندوہ پہنچے، اس کے بعد رائے بریلی حاضر ہوئے، وہاں حضرت مولانا محمد واضح صاحب کے پوتے کے ولیمہ میں شرکت ہوئی اور حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ اور دیگر اکابر کے مقبرے پر حاضر ہوکر ایصال ثواب کیا اور وہاں سے اپنے وطن مظفر پور ۹ ربجے شب میں واپسی ہوئی۔

ایک یادگار علمی ودعوتی سفر

بقلم: ڈاکٹر فریدالدین ندوی

داداجان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ العالی (أطال اللہ حیاتہ ومتعنا ببقائہ) نے ۹؍جون کو جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ سے اورنگ آباد (مہاراشٹر) کا سفر فرمایا، یہ سفر لکھنؤ، ممبئی، پونا، اورنگ آباد، خلدآباد جیسے اہم تاریخی مقامات پر مشتمل تھا۔

محترم داداجان مدظلہ حسب نظام ۹؍جون کو اپنے وطن اعظم گڑھ سے دارالعلوم ندوۃ العلماء کے لیے روانہ ہوئے جہاں انہیں طلبہ حدیث کو بخاری شریف کا آخری درس دینا تھا، ابھی سلطان پور کے قریب ہی پہنچے تھے کہ یہ اطلاع ملی کہ داداجان کے چچا (بمنزلہ والد بزرگوار) کا اچانک انتقال ہوگیا، جو عمر طبعی کو پہنچ چکے تھے اور عرصہ سے علیل چل رہے تھے، چنانچہ راستے سے فوراً واپسی ہوگئی اور سارا نظام لکھنؤ کا بدل گیا۔

دوسرے دن ۱۰؍جون کو نماز جنازہ وتدفین ہوئی اس لیے کہ داداجان کے چچا زاد بھائی زبیر احمد صاحب کو ابوظبی سے آکر اس میں شرکت کرنا تھا، انہوں نے اوران کی بیوی بچوں نے مرحوم کی بہت خدمت کی تھی، جنازہ میں بہت بڑا مجمع تھا، نماز جنازہ دادا

جان نے پڑھائی اور آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، إنا للہ و إنا إلیه راجعون.

پروگرام کے مطابق ۱۱؍جون کی صبح کو سفر ہوا، دوپہر میں دارالعلوم ندوۃ العلماء پہونچے اور کھانا حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ کے دسترخوان پر تناول فرمایا جو دادا جان کے شدت سے منتظر تھے۔

۱۲؍جون کو ساڑھے ۱۰؍بجے دارالعلوم میں بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا اور ایک مفصل تقریر فرمائی جس میں طلبہ کی بڑی تعداد شریک تھی، مغرب کے بعد جناب مولانا خالد رشید فرنگی محلی صاحب تعزیت وملاقات کے لیے دارالعلوم تشریف لائے اور دیر تک دادا جان سے گفتگو فرمائی۔

۱۳؍جون کو لکھنؤ سے ہوائی جہاز کے ذریعہ ممبئ کے لیے روانگی ہوئی، ممبئ ایرپورٹ پر چچا جان ڈاکٹر صفی الدین صاحب نے ہمارا استقبال کیا۔

۱۶؍جون کو ممبئ سے پونا جانا ہوا، جہاں ہمارے عزیز ڈاکٹر شفاعت مرزا صاحب کے اہل خانہ کی زیارت وملاقات مقصود تھی لیکن جمعہ کی نماز سے پہلے وہاں کی جامع مسجد میں آدھے گھنٹہ محاسبہ نفس کے عنوان سے بہت ہی مفصل بیان ہوا، جامع مسجد حاضرین سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، پونا سے واپسی پر خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کی دعوت پر جس کو دادا جان بہت پہلے منظور فرما چکے تھے اورنگ آباد کا سفر ہوا، اس کے لیے حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب خود ممبئ تشریف لائے، اور ممبئ سے دادا جان، چچا جان، اور اس ناچیز سب کا سفر ہوائی جہاز سے طے کر رکھا تھا اس لیے وہ اپنے ہمراہ ہم لوگوں کو لے کر اورنگ آباد ایرپورٹ پر ۴؍بجے دن میں پہونچے، وہاں علماء اور عمائدین نے ہمارا استقبال کیا اور دادا جان نے دعا کرائی، یہ

وہی اورنگ آباد ہے جس کی سرزمین میں عالمگیرؒ کے جاہ وجلال اور فضل وکمال کا عظیم سرمایہ دفن ہے، یہاں کی پن چکی، مسجدیں، مزارات، قلعے، فصیلیں ایک ایک چیز میں ماضی کی بے پناہ عظمت پیوست ہے۔

اورنگ آباد سے چل کر ہم لوگ مرہٹواڑہ زون ہی میں مولانا وستانوی صاحب کی نگرانی میں ایک میڈیکل کالج کے تعمیری کاموں کا جائزہ لیا اوران کے اس عظیم الشان کام پر جس کو انہوں نے انجام دیا ہے بہت دعائیں دیں، اور وہاں کے مدرسہ ابوہریرہؓ کی عالیشان مسجد میں ریاض الصالحین ختم کرائی اور شعبۂ تحفیظ القرآن کے فارغ التحصیل طلبہ جن کی تعداد ۴۰ رتھی ان کے حفظ قرآن کی تکمیل کر کے دعافرمائی ، لیکن ریاض الصالحین کی مناسبت سے بڑی اہم تقریرفرمائی، حضرت شیخ الاسلام امام نوویؒ، ان کے حالات زندگی اور ریاض الصالحین کی اہمیت اوراس کی حدیثوں سے زندگی میں خوشگوارتبدیلی پر بہت پُرمغز درس سے مستفید فرمایا۔

مغرب کی نماز کے بعد وہاں سے ہمارا قافلہ موضع رنجنی کے مدرسہ منہاج العلوم پہنچا جو جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا کی ایک بڑی شاخ ہے،اس میں تکمیل حفظ قرآن اور مشکوۃ شریف کی مناسبت سے ایک بڑا جلسہ منعقد کیا گیا تھا، مدرسہ کے ذمہ داروں نے حضرت داداجان کا پھولوں سے اور رومالوں سے پُرخلوص استقبال کیا، معلوم ہوا کہ اس ادارے کے تحت ڈیڑھ سومکاتب چل رہے ہیں،اس میں مدرسہ مریم للبنات کی طالبات نے قرآن مجید کو اپنے ہاتھوں سے موجودہ رسم الخط میں پیش کیا جو ایک غیر معمولی چیز تھی۔

مشکوۃ شریف کی تقریر بھی بہت اہم اور علمی تقریر تھی جس میں مشکوۃ اوراس

کے مؤلف کے مقام ومرتبہ کے علاوہ شروع کتاب سے اخیر کتاب تک کی مناسبت، خصوصاً آخری باب ''بابُ ثواب هذه الأمة'' اوراس کی آخری حدیث **عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده أنه سمع رسول الله ﷺ يقول في قوله تعالىٰ: كنتم خير أمة أخرجت للناس، قال: ''أنتم تتمون سبعين أمة، أنتم خيرها وأكرمها على الله تعالى''** پر بہت ہی عالمانہ ومحققانہ کلام فرمایا۔

وہاں سے ہم لوگ رات ہی میں عنبر پہنچے اور حضرت مولانا وستانوی مدظلہ کے صاحبزادے مولانا محمد سعید وستانوی کے مکان پر قیام رہا، جس سے دادا جان کو بڑی راحت ملی۔

فجر کے بعد وہاں کی بڑی مسجد میں ذکر کی مناسبت سے ایک بڑا مجمع موجود تھا دادا جان نماز کے بعد مختصر بیان فرما کر اپنی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئے اور مولانا غلام محمد وستانوی صاحب کا مفصل بیان ہوا۔

وہاں سے ہم لوگ ناشتہ کے بعد ختم بخاری شریف کی تقریب میں شرکت کے لیے مدرسہ عمر بن الخطابؓ کنجکھیڑا کے لیے روانہ ہوئے اور راستے میں خلدآباد میں خلدآشیاں حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے مزار پر حاضر ہوئے جو ماضی کی یاد تازہ کررہا تھا، شہنشاہ ہند عالمگیرؒ کے مزار پر حاضری کے وقت ایسا اطمینان وسکون محسوس ہورہا تھا جو کسی اللہ والے کی مجلس میں کسی جویائے حق کو حاصل ہوتا ہے، اس عظیم تر شہنشاہ کا ذکر ہندوستانی مصنفین کے علاوہ شام کے زبردست عالم اور مصنف علامہ فضل اللہ محبی نے اپنی کتاب '' **خلاصة الأثر في أعيان القرن الثاني عشر** '' میں بہت والہانہ طور پر کیا ہے، درمیان میں تھوڑی دیر کے لیے مدرسہ عائشہ (رضی اللہ

عنہا)للبنات میں قیام رہا، وہاں کی بچیوں کا نظام تعلیم وتربیت دیکھ کر داداجان بہت متأثر ومسرور ہوئے اورلوگوں کی فرمائش پر دعا کرائی۔

بخاری شریف کی تقریب تقریباً ۱۲ ربجے شروع ہوئی، اس تقریب میں دوردراز سے علماء اور فضلاء کی بڑی تعداد شریک ہوئی، مالیگاؤں اوراس کے اطراف کے علماء وفضلاء بھی اس میں شریک ہوئے اور داداجان سے اجازت حدیث حاصل کی، حاضرین کا ایسا ہجوم تھا کہ دعا کے بعد داداجان کو مجمع سے نکلنے میں آدھے گھنٹے لگ گئے، یہاں پر دعا کرانے والوں کا بڑا مجمع تھا، ان لوگوں کی محبت اور دین داری سے داداجان پر عجیب وغریب اثر ہوا، وہاں سے کھانے سے فارغ ہوکر ایرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے، مالیگاؤں کے احباب کے شدید اصرار پر آئندہ کے لیے ان کی دعوت قبول فرمالی۔

اسی طرح مولانا ریاض الدین صاحب ندوی مہتمم مدرسہ کاشف العلوم اورنگ آباد کا بھی ختم بخاری شریف کے لیے شدید اصرار رہا، چنانچہ آئندہ کے لیے ان سب سے داداجان نے حاضری کا وعدہ کیا۔

وہاں سے ہم لوگ ایرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں شاہ جہاں پور میں مدرسۃ البنات کے سنگ بنیاد کی مناسبت سے عوام کا زبردست مجمع تھا، ان لوگوں کی خواہش وفرمائش پر داداجان نے توکل اور اخلاص کے موضوع پر مختصر بیان سے مستفید فرمایا، اس کے بعد سنگِ بنیاد داداجان کے ہاتھوں رکھا گیا، معلوم ہوا کہ مولانا وستانوی صاحب کی اپیل پر بہت بڑی رقم اس مدرسہ کی تعمیر کے لیے اکٹھا کی گئی ہے اور انہیں کو اس مدرسہ کا سرپرست بنایا گیا ہے، داداجان کے استقبال وملاقات

کے لیے ایک لمبی قطار تھی وہاں سے ہم لوگ ایر پورٹ پہنچے۔

۱۸/جون کی شام کو ہم لوگ دہلی آگئے اور ۱۹/جون کو فجر کی نماز کے بعد مرکز نظام الدین میں جناب مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور جناب مولانا احمد لاٹ صاحب سے ملاقات ہوئی، ۱۱/بجے حسب پروگرام سعودی سفیر دکتور محمد سعود الساطی کی رہائش پر جانا ہوا، وہاں ان سے سعودیہ عربیہ کے ولی عہد اور وزیر داخلہ امیر نایف بن عبدالعزیز آل سعود کی تعزیت پیش کی اور وہاں معائنہ رجسٹر میں اپنے تأثرات تحریر فرمائے۔

اس کے بعد داداجان کا پروگرام مشائخ وصلحاء کے مزارات کی زیارت کرنا تھا، سب سے پہلے مہدیان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ان کے خانوادوں کے مقبروں پر حاضری دے کر ایصال ثواب کیا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے علمی کاموں کو قبول فرما، خاص طور سے ”ازالۃ الخفاء“ کی تکمیل کے لیے دعا فرمائی جو عنقریب داداجان کی تحقیق سے شائع ہونے والی ہے، اس کے بعد شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ متوفی ۱۰۵۲ھ کے مزار پر حاضری دی اور ایصال ثواب کے بعد دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کی مایۂ ناز تصنیف ”لمعات التنقیح شرح مشکاۃ المصابیح“ کی طباعت واشاعت کو آسان فرمائے، یہ کتاب بھی داداجان کی تحقیق وتعلیق سے شائع ہونے والی ہے، وہاں سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر حاضر ہوئے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے بڑے خلفاء ہیں، یہاں سے فارغ ہوکر ہم لوگ اپنی قیام گاہ واپس ہوئے اور شام کو بذریعہ ہوائی جہاز بنارس ہوکر اپنے وطن مظفر پور اعظم گڑھ پہنچے، **فللّٰہ الحمد علی کل حال.**

مدرسہ مظاہر علوم ودارالعلوم دیوبند کی ایک اور زیارت

۲۴/دسمبر۲۰۱۲ء

بقلم: صلاح الدین ندوی پرتاپ گڑھی

سرپرست جامعہ اسلامیہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ کا تعلق مظاہر علوم سہارنپور سے قدیم بھی ہے اور مستحکم بھی، حضرت مولانا اس کے فیض یافتہ ہیں اور اس کی شوریٰ کے رکن بھی، اس مختلف الجہات تعلق کے باعث وہاں کے اسفار برابر ہوتے رہے، لیکن ادھر عرصہ سے کثرت مشاغل کی وجہ سے سہارنپور کا سفر نہ ہوسکا اور نہ اس کی مجلس شوریٰ میں شرکت فرما سکے تھے، مظاہر علوم کے ذمہ داروں کو بھی اس کا شدت سے احساس تھا، حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ صاحب رحمہ اللہ کا بطور خاص مسلسل اصرار تھا کہ حضرت مولانا سہارنپور تشریف لے آئیں، حضرت مولانا محمد سلمان صاحب ناظم مظاہر علوم اور حضرت مولانا محمد شاہد صاحب امین عام مظاہر علوم کی طرف سے بھی تقاضے ہوتے رہے، ان بزرگوں کے اصرار اور تقاضے

سے حضرت مولانا نے سفر کا موقع نکالا اور سہارنپور کا سفر فرمایا۔

سہولت کے پیش نظر رفیق مکرم جناب مولوی ابوثاقب صاحب ندوی ایک روز قبل ۲۳ر ستمبر سنیچر کو دہلی پہنچ گئے تھے، احقر، حضرت مولانا کے ہمراہ رہا۔

۲۴ر ستمبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار لکھنؤ پہونچے اور وہاں سے بذریعہ طیارہ دہلی روانہ ہوئے، اور دہلی سے شتابدی اکسپریس سے سہارنپور کا سفر ہوا، تقریباً ۱۰ر بجے ٹرین سہارنپور اسٹیشن پہنچی، مولانا معاذ احمد کاندھلوی ندوی اور مولانا محمد عثمان مظاہری اسٹیشن آئے اور اپنے ہمراہ مظاہر علوم کے مہمان خانہ لے گئے جہاں حضرت مولانا محمد سلمان صاحب اور مولانا محمد شاہد صاحب نے پُر تپاک استقبال کیا، دوپہر کا کھانا حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے دولت کدہ پر ہوا، کچھ دیر آرام کرنے کے بعد عصر سے قبل حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم ملاقات کے لیے مہمان خانہ تشریف لائے، ان سے دیر تک باتیں ہوتی رہیں، حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مدظلہٗ نے حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ''**الإمام المحدث الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي ومآثره العلمية**'' پیش کی، جو کچھ روز پہلے بیروت سے طبع ہو کر آئی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہٗ کو برابر یہ خیال رہا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی سوانح مرتب کریں کہ موصوف، حضرت شیخ کے تلمیذ خاص بھی ہیں اور مرید باصفا بھی، صاحب درس بھی ہیں اور صاحب نگارش بھی، حضرت شیخ کے ملفوظات کو انہوں نے مرتب بھی کیا، لیکن حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ سوانح ''**حضرت**

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ' حضرت شیخ کے حالات پر ایسی مفصل اور جامع کتاب تھی جس کے بعد گویا کسی اور سوانح کی ضرورت نہیں، اسی لیے حضرت مولانا نے اسی کو عرب دنیا میں پیش کرنے کا ارادہ کرلیا۔

کتاب اصلاً اردو میں ہے جس کو حضرت مولانا ڈاکٹر ندوی مظاہری دامت برکاتہم کے زیر اشراف، صالح اور باکمال عالم مولانا سید جعفر مسعود حسنی ندوی نے عربی میں منتقل کیا ہے اور ترجمہ کا حق ادا کردیا ہے، حضرت شیخ الحدیثؒ کے حالات وکمالات پر ایک وقیع اور مفصل تحریر مولانا ڈاکٹر ولی الدین صاحب ندوی ناظم جامعہ اسلامیہ کے قلم سے بطور تکملہ شامل ہے، بہرحال حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہٗ نے حضرت مولانا ندوی مدظلہٗ کی جانب سے اس ہدیۂ پُرخلوص پر بڑی مسرت اور قدردانی کا اظہار کیا اور مترجم، ناشر وطابع کو بہت دعائیں دیں، عصر کے بعد حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث اور دوسرے کئی اساتذہ سے ملاقات ہوئی۔

مغرب کے بعد مسجد میں اساتذہ وطلبہ کے سامنے خطاب ہوا، خطاب سے پہلے مولانا محمد شاہد صاحب زید مجدہٗ نے حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب مدظلہٗ کا تعارف پیش کیا، یہ تعارف حضرت مولانا ندوی کے صاحبِ تصانیف ہونے کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے والہانہ تعلق وعقیدت اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف اوجز المسالک اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے بلند مرتبت استاذ ومربی حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کی بذل المجہود کی فاضلانہ تعلیق وتحقیق اور تصحیح اور اس کی شاندار طباعت کے تعلق سے بہت جنچا تلا اور

جامع تعارف تھا، یہ تعارفی کلمات اس طرح تھے:

"الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ! مقام مسرت وخوشی بلکہ لائق تشکر و امتنان بات یہ ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان علم وفضل کی ایک مشہور و برگزیدہ شخصیت حضرت مولانا تقی الدین ندوی مظاہری زادمجدہم تشریف فرما ہیں، جن طلبہ و اساتذہ کرام نے احادیث کی کتابیں پڑھیں ہیں اور احادیث سے ان کا ذوق رہا ہے انہوں نے یقیناً حضرت مولانا کی تصنیف کردہ خاص طور سے فن حدیث پر متعدد کتابیں اور ان پر تعلیقات وتحقیقات وتشریحات دیکھے ہوں گے، خصوصیت کے ساتھ مخدومنا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کی جو تالیفات ہیں ان تالیفات سے حضرت مولانا کی ذات گرامی کو عشق ہے، زندگی کا بڑا حصہ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ پوری زندگی حضرت مولانا نے حضرت شیخ کی تالیفات کی تحقیق وتعلیق، تشریح وتوضیح اور ان کی طباعت واشاعت پر صرف کردی تو یہ کہنا مبالغہ اور بے جانہ ہوگا، حضرت مولانا کی جس طریقے سے مظاہر علوم علمی تربیت گاہ ہے، ایسے ہی روحانی تربیت گاہ ہے، علوم نبوت چاہے ان کا تعلق علوم درسیہ سے ہو یا علوم روحانیہ سے حضرت مولانا نے مدرسہ مظاہر علوم کی چہار دیواری سے حاصل کئے، اور حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی تربیت میں اور ہفتہ دو ہفتہ مہینہ دو مہینہ کی بات نہیں ہے سالہا سال اور طویل عرصہ تک حضرت شیخ کی خدمت میں خانقاہی حیثیت سے گزارے، اور ذکر وفکر، سلوک واحسان کی نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے مالا مال فرمایا، اس وقت اللہ کا فضل وکرم ہے کہ عالم عرب ہو یا عالم اسلام ہو یا عالم علم وفضل ہو آپ کی تحقیقات جو حضرت کی تصنیفات پر ہیں آج ساری دنیا کے اندر پڑھی جارہی ہیں،

ساری دنیا میں ان کی شہرت وتعارف ہے اور ساری دنیا میں وہ نیک نامی کے ساتھ پڑھی جارہی ہیں، اسی طریقے سے عرب ملکوں کے علماء ومشائخ جو حضرت شیخ کی حدیثی خدمات سے واقف ہوئے ہیں اور جن کی وجہ سے حدیث کے میدان میں انہوں نے حضرت شیخ کے علم وتبحر کا اعتراف کیا ہے وہ مولانا ہی کی کاوشوں کا حصہ ہے، الحمدللہ آج چاہے امارات عربیہ ہو یا سعودیہ ہو یا اور دوسرے عرب ممالک ہوں وہاں کے رہنے والے پڑھنے پڑھانے والے علماء ومشائخ سب کے سب حضرت شیخ کے علوم وافکار سے جو واقف ہوئے ہیں اس میں حضرت مولانا کا بڑا گہرا حصہ ہے، بڑا گہرا ہاتھ ہے کہ آپ کے ذریعہ سے علوم شیخ پوری دنیا کے اندر نشر ہوئے، لہذا ایک اعتبار سے مولانا کی شخصیت حضرت شیخ کے علوم کے شارح وناشر ہونے کے اعتبار سے بھی مضبوط ومستحکم ہے، انہوں نے جامعہ مظاہر علوم کے اندر پڑھا، حضرت شیخ سے کتب حدیث پڑھی، حضرت شیخ کے درس میں شریک رہے اور حضرت شیخ کی تقریریں اور حضرت شیخ کے علمی افادات وعلمی تحقیقات مکمل کی اور سب سے پہلے جو بسم اللہ ہوئی ہے وہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی تالیف بذل المجہود پر حضرت شیخ نے جو حواشی تحریر فرمارکھے تھے ان کی تحقیق وتعلیق ان پر نظر ثانی ان کو دوبارہ مرتب کرنا پھر ان کی طباعت واشاعت کے لئے اس زمانے میں آج سے چالیس سال پہلے ملک مصر میں جانا اور وہاں کی صعوبتیں برداشت کرنا وہاں کی گرمی وسردی کو دیکھنا یہ ساری چیزیں قربانیوں کی حد تک اور مجاہدات کی حد تک حضرت مولانا نے برداشت کیں جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت شیخ کی نگاہ میں منظور اور محبوب بنتے چلے گئے اور آخر تک الحمدللہ وہ تعلق نہ صرف باقی اور قائم رہا بلکہ ہر آن اس تعلق میں اس محبت میں اس مودت میں

اس قربت میں اضافہ ہوتا رہا اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تمام خدمات قبول فرمائیں اور آج تک اس گھڑی اور اس لمحے تک حضرت مولانا کے قدم علم حدیث کے لئے اٹھتے ہیں، حضرت مولانا کا قلم علم حدیث کے لیے چلتا ہے، حضرت مولانا کا دل و دماغ علم حدیث کی تحقیق وتشریح اور اس کی تشہیر کے لیے چلتا ہے، اللہ جل شانہٗ وعم نوالہ حضرت مولانا کے فیوض کو عام فرمائے اور تام فرمائے اور جتنی کتابیں آج تک آپ کے قلم سے وجود میں آ چکی ان سب کو قبولیت عطا فرمائے، میرا اندازہ یہ ہے کہ آج ہم دنیا کے کسی بھی ملک میں چلے جائیں، چاہے وہ عرب کے ملک ہوں یا یورپ کے ملک ہوں چاہے افریقہ کے ملک ہوں، مولانا کی تصنیفات یا مولانا کی علمی تحقیقات ہر ملک میں کہیں نہ کہیں آپ کو دیکھنے کے لئے پڑھنے کے لیےمل جائیں گی اور ہر جگہ مولانا کے واقفین مولانا کے محبین مولانا سے حسن عقیدت رکھنے والے مل جائیں گے ؎

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

اللہ تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائے کہ حضرت مولانا یہاں تشریف لائے، جامعہ مظاہر علوم کے رکن شوریٰ بھی ہیں، متعدد اداروں کے، جامعات کے، علمی اداروں کے، یونیورسٹیوں کے مولانا رکن ہیں، جامعہ مظاہر علوم کی شوریٰ کے رکن رکین ہیں، اس حیثیت سے بھی تشریف لاتے رہتے ہیں، لیکن اس مرتبہ کی جو تشریف آوری ہے وہ خالص مظاہر علوم کو دیکھنے کے لیے، یہاں کے علمی نشاطات سے واقف ہونے کے لئے اور تم بچوں سے ملاقات کرنے کے لیے ہوئی ہے، جب صبح تشریف

لائے تو میرا اور مولانا محمد سلمان صاحب کا مشورہ ہوا کہ ایسے سنہرے موقع سے ہم لوگ بھی فائدہ اٹھائیں اور طلبہ کو بھی شامل کرنا چاہئے اس لیے آپ سب حضرات مولانا کے ارشادات اور فرمودات کو جو گویا پوری زندگی کا نچوڑ اور خلاصہ ہیں جو گویا عملی تجربہ ہیں، ایک تو انسان کا علمی تجربہ ہوتا ہے وہ زیادہ مضبوط و مستحکم نہیں ہوتا لیکن عملی تجربہ انسان کا بڑا مضبوط و مستحکم ہوتا ہے اور عملی تجربے کی بنیاد ٹھوس حقائق اور ٹھوس واقعات پر ہوا کرتی ہے، اس لیے آپ مولانا کے ارشادات وفرمودات و نصائح کو بہت غور سے سنیں اور عمل کی نسبت سے سنیں اور یہ سمجھ کر سنیں کہ آج بھی اللہ کے فضل و کرم سے زندہ چلتے پھرتے کتب خانے موجود ہیں اور ظاہری بات ہے کوئی کتب خانہ وجود میں آتا ہے تو علمی شخصیت وجود میں آتی ہے، تو معلوم نہیں کہ زمانے کے لیل و نہار کی کتنی گردشیں اٹھتی ہیں، چلتی ہیں، پھر جا کر رجال کار تیار ہوتے ہیں، شخصیات تیار ہوتی ہیں، شخصیت ایک دن میں تیار نہیں ہوتی، ایک دو قربانیوں سے تیار نہیں ہوتی، شخصیت بننے کے لیے شخصیت سازی کے لیے اور عہد آفرینی کے لیے بڑا پتہ مارنا پڑتا ہے اور بہت جگر کو پانی کرنا پڑتا ہے جب جا کر شخصیتیں شخصیت بنتی ہیں، جب جا کر یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی عہد ساز شخصیت کا مالک ہے، دیکھنے میں تو بہت چھوٹا سا لفظ ہے عہد ساز شخصیت، لیکن غور کیا جائے تو اس ذرا سے جملے کے پیچھے سالہا سال کی قربانیاں سالہا سال کے مجاہدات اور زمانے کی گردشیں اور موسم کے بدلتے ہوئے اطوار اور لیل و نہار اور سردی اور گرمی یہ ساری چیزیں ایک لفظ کے پیچھے سے جھانکتی ہیں تو اس بات کو غور سے سمجھو اور غور سے سنو مولانا کے جو عملی تجربات و علمی افادات ہیں ان کو بہت غور کے ساتھ سنو اللہ تعالیٰ شانہ ہم سب کے حق میں مفید فرمائے اور ہم سب

کے لیے نافع بنائے‘‘۔

اس کے بعد حضرت مولانا نے خطاب فرمایا۔

دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کی مجلس ذکر میں حاضری ہوئی، وہیں ناشتہ سے فراغت کے بعد مہمان خانہ واپسی ہوئی، تقریباً ۹؍بجے حضرت مولانا محمد سلمان صاحب اور حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہٗ مہمان خانہ تشریف لائے اور مدرسے کے سلسلے میں بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی، کویت کے ایک عالم جو اصلاً دارالعلوم دیوبند آئے ہوئے تھے ان کو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ندوی مدرسہ مظاہر علوم تشریف لائے ہیں تو بغرض اجازت حدیث صبح ۱۰؍بجے مظاہر علوم آئے اور اجازت حدیث حاصل کی۔

مظاہر علوم سے دارالعلوم دیوبند کے لیے ساڑھے ۱۰؍بجے روانگی ہوئی، تقریباً ساڑھے ۱۲؍بجے دارالعلوم پہنچے، یہاں مولانا مفتی عبداللہ صاحب معروفی زیدمجدہٗ استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث اور دارالعلوم کے طلبہ نے استقبال کیا، دوپہر کا کھانا دارالعلوم کے بلند پایہ عالم ومحدث حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہٗ العالی کے گھر پر ہوا، ظہر کی نماز کے بعد مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہٗ ملاقات کے لیے مہمان خانہ تشریف لائے۔

بعد نماز ظہر حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ شیخ الحدیث دارالعلوم کی دعوت پر دارالحدیث میں دورۂ حدیث کے طلبہ کے سامنے تقریباً ۳۵؍منٹ حدیث شریف کے موضوع پر محاضرہ ہوا۔

عصر کی نماز کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب

پالنپوری شیخ الحدیث دارالعلوم کی طبیعت ناساز ہے،تو ان کے گھر تشریف لے گئے اور ملاقات وعیادت فرمائی، مغرب کے بعد مولانا عبداللہ صاحب معروفی کے ہمراہ تخصص فی الحدیث کے طلبہ مہمان خانہ میں ملاقات واستفادہ کے لیے آئے، ان کے درمیان بھی کچھ دیر گفتگو ہوئی، شام کا کھانا حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ' کے گھر ہوا۔

عشاء کی نماز کے بعد مدنی مسجد میں اعظم گڑھ کے طلبہ نے استقبالیہ دیا، اس موقع سے حضرت مولانا نے ۲۰/منٹ طلبہ سے خطاب کیا اور ان کو نصائح عالیہ سے مستفید فرمایا، وہاں سے مہمان خانہ واپسی ہوئی تو حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی استاذ ادب عربی ومدیر تحریر مجلّہ ''الداعی'' اور مولانا عارف جمیل صاحب مبارکپوری استاذ دارالعلوم ملاقات کے لیے آئے اور کافی دیر تک ان حضرات سے گفتگو ہوئی، اسی درمیان ایک عالم دین جو لبنان سے دارالعلوم آئے تھے، ان کو معلوم ہوا تو حضرت مولانا سے اجازت حدیث حاصل کی۔

دوسرے دن صبح شالیمار سے دہلی کے لیے رزرویشن تھا، رخصت کرنے کے لیے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ، حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب مدظلہ اور مولانا عبداللہ صاحب معروفی زیدمجدہٗ وغیرہ مہمان خانہ تشریف لائے اور مہمانوں کو رخصت کیا، وقت سے دہلی پہنچے، اور اگلے روز دہلی سے حضرت مولانا ابوظبی کے لیے روانہ ہوگئے۔

ایک مثالی تقریب شادی

پیش کش: ادارہ

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی دامت برکاتہم کی اس دفعہ ہندوستان آمد اپنے پوتے عزیز مولوی فرید الدین ندوی (ایم اے شارقہ یونیورسٹی) کے نکاح کی تقریب کے سلسلہ میں ہوئی، لڑکی کے سرپرستوں کے تقاضے کی وجہ سے نکاح ممبئی میں ہوا، اور نہایت سادگی سے ہوا، حضرت مولانا مدظلہ ۱۱ر صفر ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۵ر دسمبر ۲۰۱۳ء اتوار کو اپنے ہمراہ چند لوگوں کو لے کر اعظم گڑھ سے ممبئی تشریف لے گئے، وہاں ۱۶ر دسمبر کو مرغی محلّہ کی مسجد میں عصر کی نماز کے بعد نکاح کی مجلس آراستہ ہوئی، حضرت مولانا نے خطبۂ نکاح کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ خطبۂ نکاح میں قرآن پاک کی تین آیتیں پڑھی جاتی ہیں، جن میں تقویٰ کی تلقین کی گئی ہے، اس لیے کہ نکاح ایک عبادت ہے اور عبادت سمجھ کر ہی اس مسنون عقد کو انجام دینا چاہئے، نکاح کے موقع پر عام طور پر بے اعتدالی اور رسم ورواج کا ارتکاب ہوتا ہے، حالاں کہ ان غیر شرعی اور غیر ضروری امور سے اجتناب کرنا چاہئے، حضرت مولانا نے اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے والد کا یہ قول نقل فرمایا کہ عربوں میں عام طور پر شادی کے موقع پر حسب ونسب کا لحاظ کیا جاتا ہے، یہودیوں میں مال ودولت کو پیش

نظر رکھا جاتا ہے، عیسائیوں کے یہاں حُسن و جمال کا خیال کیا جاتا ہے اور یہی ان کے یہاں اصل معیار ہوتا ہے، لیکن اسلام نے دین داری کو ملحوظ رکھا ہے، ارشاد نبویؐ: ”تُنکح المرأةُ لأربع: لمالها ولحسبها ولجمالها و لدينها فاظفر بذات الدين تربت يداک“ کی روشنی میں فرمایا کہ سب سے بڑھ کر دین داری ہے، اصلاً اسی کو نکاح کے سلسلہ میں ملحوظ رکھنا چاہئے، جس کی اس حدیث میں ترغیب فرمائی گئی ہے، نکاح سنت کے مطابق کرنا چاہئے، اس مختصر بیان کے بعد نکاح پڑھایا اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ زوجین میں الفت ومحبت پیدا فرمائے، امت اسلامیہ میں سنت نبویؐ کو رائج فرمائے، اور پورے مجمع کو عمل صالح پر مداومت کی توفیق عطا فرمائے، اور محض اپنے فضل وکرم سے ہر ایک کو اپنے اپنے وقت پر خاتمہ بالا یمان کی توفیق عطا فرمائے، ۱۷/دسمبر کو ممبئی سے اعظم گڑھ واپسی ہوئی، ایک روز کے وقفہ کے بعد ۱۹/دسمبر جمعرات کو ولیمہ رکھا گیا تھا، جس میں خاندان، اعزہ واقارب کے علاوہ مدارس کے علماء و منتظمین نے شرکت کی، تعلق کی بنا پر کچھ سیاسی شخصیات کو بھی مدعو کیا گیا، ماشاء اللہ سب نے شرکت کر کے خوشی ومسرت کا اظہار کیا۔

عزیز مولوی فرید الدین، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فاضل ہیں، ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب دامت برکاتہم، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی اور دیگر اساتذہ کرام کی اُن پر خاص شفقت کی نظر رہی ہے، اس ولیمہ میں حضرت ناظم صاحب مدظلہ اپنی علالت کے باعث تشریف نہ لا سکے، اور مولانا سید سلمان حسینی صاحب نے اپنی ضرورت کے پیش معذرت کی، لیکن ندوہ کے مہتمم حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی اور مولانا

محمد خالد صاحب غازیپوری اپنے رفقاء وزملاء کے ساتھ ۱۸؍دسمبر کی شام کوتشریف لائے،عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں پروگرام رکھا گیا،جس میں حضرت مہتمم صاحب نے پون گھنٹہ خطاب فرمایا، خطاب کرنے سے پہلے حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب مدظلہ نے حضرت مہتمم صاحب کا تعارف کراتے ہوئے یہ فرمایا کہ ”حضرت میرے دوست اور ساتھی ہیں، ہم دونوں نے حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہ کی سرپرستی میں رہ کر علمی اختصاص کیا ہے، ان کا اختصاص عربی ادب میں ہے اور اس ناچیز کا اختصاص حدیث شریف میں ہے، مہتمم صاحب نے ندوہ کے پیغام اور دعوت کو عام کرنا اپنا مشن بنا رکھا ہے،اور ندوہ ان کی زندگی میں اس طرح سرایت کر گیا ہے کہ ؎

شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

اس وقت عالم عربی اور عالم اسلامی میں ہر جگہ اعتدال اور وسطیت کی دعوت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے جس کو ندوۃ العلماء نے عام کرنے کی فکر کی ہے، یہ فکر ہمارے اکابر حضرت مجدد الف ثانیؒ،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ،حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ سے منتقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچی ہے،اور یہ وہ فکر ہے جس کو حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے پوری قوت سے عالم عربی میں پیش فرمایا، اس وقت مہتمم صاحب ”البعث الاسلامی“ کے ذریعہ یہ بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں، حضرت مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ میری طبیعت ناساز ہے مگر مہتمم صاحب کی آمد سے نشاط پیدا ہو گیا“،اس کے بعد حضرت مہتمم صاحب کا بیان شروع ہوا:

بعد خطبہ مسنونہ !

صدیق مکرم ومحترم ومعظم حضرت مولانا تقی الدین صاحب شیخ الحدیث و محدث کبیر اور اس عظیم ادارے کے مؤسس ومشرف، برادر معظم ومکرم مولانا دکتور پروفیسر ولی الدین صاحب اور ہمارے بھائی جن کی وجہ سے ہم کو یہاں حاضر ہونے کی توفیق حاصل ہوئی ڈاکٹر فرید الدین صاحب حفظہ اللہ ورعاہ اور اساتذۂ کرام اور ہمارے عزیز بھائیو اور دوستو!

ابھی حضرت مولانا نے جو کچھ فرمایا واقعہ یہ ہے کہ وہ ایسا متن تھا جس کی اگر تشریح کی جائے تو اس میں کئی دن صرف ہو سکتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اس ادارے میں بھیجا اور اس بات کی توفیق عطا فرمائی کہ یہاں آ کر نہ صرف علم دین بلکہ جو علوم وفنون ضروریہ ہیں ان سب کو حاصل کریں، علم دین اصل اور بنیاد ہے لیکن سارے علوم اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں کوئی علم کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے، اللہ نے فرمایا ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے، ایک درمیانی اور معتدل امت بنایا ہے ﴿و کذلک جعلناکم أمة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا﴾، یہ ایسی حقیقت ہے جس کا کبھی کوئی انکار نہیں کر سکتا، نہ افراط ہے نہ تفریط، نہ کمی نہ زیادتی، اسی لیے فرمایا ﴿وکذلک جعلناکم أمة وسطا﴾، میانہ روی کو سب سے اہم ترین اور بنیادی چیز قرار دیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں کے اوپر شاہد بنو، شاہد بننے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اخلاق کی باتیں اور جو شہادت حق

ہے اس کو عطا کرنے کی تم کوشش کرو، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر شاہد حق بنا کر بھیجا تھا کہ ہم امت کو وہ باتیں بتائیں جن باتوں کو اختیار کیے بغیر زندگی صحیح طریقے سے نہیں گذار سکتے یعنی دین کے اندر وہ وسطیت اور اعتدال اور میانہ روی نہیں پیدا ہوسکتی جس کے بغیر ہم اپنی شخصیت کو دوسروں کے سامنے پیش کریں اور اس کے بغیر ہم اپنی زندگی کو نمونہ بنا کر پیش کرنے کے قابل نہیں ہو سکتے، تو زندگی کا نمونہ پیش کرنے کے لیے لوگوں کے سامنے شہادت حق ادا کرنے اور لوگوں کے سامنے ایمان وعمل کی زندگی کا نمونہ میانہ روی کے ساتھ پیش کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو امت وسط بنایا ہے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ غور کرتے ہیں اور انسانی مزاج اور شریعت کے مزاج کو ملاتے ہیں تو اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ واقعی انسان کے مزاج کے موافق جو مزاج ہونا چاہیے وہ یہی مزاج شریعت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم کو عطا فرمایا ہے، شریعت بھی معتدل، امت بھی معتدل، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی معتدل۔

آپ کو معلوم ہے کہ کچھ صحابۂ کرام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اُن لوگوں کو بتایا گیا تو اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کم محسوس ہوئی، **کأنهم تقالوها** گویا ان لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ

عبادت کرتے ہوں گے، یہ تین صحابی تھے ایک صاحب نے کہا کہ میں پوری رات نماز پڑھوں گا، دوسرے صاحب نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا کبھی افطار نہ کروں گا اور تیسرے صاحب نے کہا میں کبھی نکاح نہیں کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم گویا یہ باتیں سن رہے تھے، ان کی یہ باتیں سن کر آپ ؐ کو بہت تعجب ہوا کہ یہ لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں باہر تشریف لائے اور کہا: أنتم الذين قلتم كذا وكذا ؟ تمہیں لوگوں نے یہ باتیں کہی ہیں؟ أما والله إني لأخشاكم لله وأتقاكم له، ولكني أصوم وأفطر، وأصلي وأرقد، وأتزوج النساء. تم جو باتیں کہہ رہے ہو میں ان کو صحیح نہیں سمجھتا بلکہ سنت یہ ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں وہ سب اللہ کے حکم سے کرتے ہیں ان کو دیکھ کر تم ان کی اتباع کرو یہ بہتر ہے، فمن رغب عن سنتي فليس مني، جو میری سنت سے روگردانی کرے گا اس کا تعلق میری امت سے نہیں تو ان لوگوں کو تنبہ ہوا کہ ہم لوگوں سے غلطی ہوئی۔

میانہ روی اور اعتدال سے اللہ دنیا اور آخرت میں عزت وسعادت عطا فرمائیں گے، میں یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ ہم یہاں آئے علم دین حاصل کرنے کے لیے، اور علم دین کے ساتھ ساتھ اور بھی ضروری علوم ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ ہمیں عطا کر دے گا۔

ہم تواضع اختیار کریں ،اپنے اساتذہ کے ساتھ تواضع

اختیار کریں،تواضع کے ساتھ ان کے سامنے پیش آئیں، اپنے ساتھیوں کے ساتھ مذاکرہ کریں، جو چیز معلوم نہ ہو ساتھوں سے پوچھ لیں، اور جو ان کو معلوم نہ ہو اساتذہ سے پوچھ لیں، اس طرح اپنے کو بنانے کی فکر کریں، آپ اپنی زندگی کی تعمیر کریں، اسی طرح مستقبل تعمیر ہوتا ہے ، مستقبل کا مطلب ہے آخرت ، اور علم دین ہمارے مستقبل کی تیاری کے لیے ہوتا ہے ، ہم اپنے آپ کو تیار کر کے اللہ کے سامنے پیش ہوں کہ بلاحساب و کتاب اللہ تعالیٰ کہیں کہ تمہارے لیے فلاں جنت ہے، اگر حساب و کتاب کیا گیا تو ہم جواب نہ سکیں گے ، اللہ تعالیٰ نے ہم کو موقع عطا فرمایا ہے ہم کو اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے ، آپ تمام معاملات کے اندر وہی رویہ اختیار کریں جو میانہ روی کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار العمل بنایا ہے تاکہ آپ عمل کرنا سیکھ لیں آپ وقت کی قدر کریں تو آپ کو علم بہتر سے بہتر حاصل ہوگا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر فرمایا **والعصر إن الإنسان لفي خسر** الخ زمانہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ انسان بہت زیادہ خسارے میں ہے بہت زیادہ گھاٹے میں ہے، **إلا الذين آمنوا وعملوا الصالحات**، وہ خسارے سے باہر ہیں جن کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی عمل صالح کا موقع اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا، اسی کے ساتھ وہ ایک دوسرے کو حق کی یاد دہانی کرتے ہیں کہ حق

کواختیار کرو اور حق اصل یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح کو اپنی زندگی کا جزو بنالیا جائے، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دین ہمارے فائدہ کے لیے بھیجا ہے وہ دین برحق ہے آپس میں ہم ایک دوسرے کو خیر خواہی ساتھ اس کی وصیت کریں اس کے فائدے کو لوگوں کے سامنے پیش کریں حق کی طرف لوگوں کو دعوت دیں، حق کے لیے اپنی تمام توانائیوں کو صرف کریں، ایمان اور عمل کے راستے میں ایسے مواقع آتے ہیں جن میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے اور صبر کے بغیر ہم ایمان اور عمل صالح کا کما حقہ حق ادا نہیں کر سکتے، تو یہ جو اللہ نے فرمایا ہے اس میں وقت کی قدر کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ وقت کے چلے جانے اور ڈوبنے سے پہلے تم کام کرلو، قبل اس کے کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور خدانخواستہ تمہیں کوئی ایسی تکلیف لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے تم کوئی کام نہ کر سکو، یعنی تم ہر طرح کی رکاوٹوں سے پہلے پہلے اپنے وقت کو استعمال کرلو، تو ایمان اور عمل صالح اور صبر کے لیے زیادہ سے زیادہ اس کو اپنے حق میں استعمال کرلو، اگر آپ نے اس سے فائدہ اٹھایا یعنی وقت سے تو اللہ تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا دونوں جگہ کامیابی عطا فرمائیں گے اور آخرت میں سعادت اور جنت نعیم عطا فرمائیں گے، یہ وقت کی قدر قیمت پہچاننے سے ہوتا ہے، اگر آپ نے وقت کو نہیں پہچانا تو وقت رکنے والا نہیں تیزی سے چلا جانے والا ہے، وقت بہت اہم چیز ہے، آپ کے ساتھ جو بھی مال و دولت اور نعمتیں ہیں وہ سب واپس آسکتے ہیں لیکن

وقت چلا جائے تو واپس نہیں آئے گا۔

میرے بھائیو اور دوستو! مجھے آپ سے کچھ عرض کرنا نہیں تھا، لیکن حضرت کے فرمانے کی وجہ سے میں یہاں حاضر ہوا، حضرت کا حکم تھا کہ میں آپ کے سامنے بیٹھوں اور آپ سے کچھ سیکھوں، میں نے آپ سے جو باتیں کہیں وہ اپنے لیے کہیں تاکہ میرے اندر تکبر ہو تو تکبر نکلے، اگر وقت کے پہچاننے کا سلیقہ میرے اندر نہیں ہے تو اس کو حاصل کروں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان اور عمل صالح کی اصل حقیقت عطا فرمائے ، ہم اللہ کا نام لیتے ہیں تلاوت کرتے ہیں لیکن پھر بھی یہ خطرہ رہتا ہے کہ ہمارا ایمان کہیں بہت کمزور ہو گیا ہو وہ نکل جائے اور ہم کو پتہ بھی نہ چلے، ایمان بہت قیمتی جوہر ہے اس کو بچانے کے لیے ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس کا جائزہ لیتے رہنا چاہئے کہ ایمان کہیں کمزور تو نہیں ہوتا جا رہا ہے ایمان کہیں نکل تو نہیں رہا ہے جب ایمان قائم ہو جائے گا اور ایمان کی لہریں ہمارے رگ وریشے میں دوڑ جائیں گی تو پھر عمل صالح کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائیں گے، آپ جو تعلیم حاصل کر رہے ہیں یہ نہ سمجھئے کہ عمل صالح نہیں ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ عمل صالح سب سے بہتر عمل صالح ہو، اس کے ذریعہ آپ اسلام کے تمام فرائض واحکام سمجھیں گے ، اگر علم نہ تو عمل کو نہیں سمجھ سکتے، ایمان کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے ، علم کے بغیر آپ دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور آخرت کی سعادت وعزت نصیب نہیں ہو سکتی، اس لیے آپ نے جو فیصلہ کیا ہے بہت ہی بروقت اور برحق فیصلہ ہے اس کو مضبوطی سے تھامے رہیں

اور علم کو حاصل کرنے کی جو بھی کوششیں ہیں ان کو کرتے رہیں اور وقت کو زیادہ سے زیادہ تحصیل علم میں لگائیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ المؤمن القوي خير من المؤمن الضعيف یعنی مومن جب طاقتور ہوگا زیادہ دنوں تک کام کرتا رہے گا اور اگر آپ کمزور ہیں تو جوان ہو کر بھی نہیں کر سکتے اس لیے اپنی صحت کا بھی لحاظ کرتے رہیں ، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت مہتمم صاحب کے ہمراہ حضرت مولانا محمد خالد صاحب غازیپوری بھی تشریف لائے تھے فجر کی نماز کے بعد ان کا بیان ہوا، اُن کی تقریر بھی اساتذہ وطلبہ نے اس طرح سماعت کی، گویا خاموشی کی چادر پورے مجمع پر ڈال دی گئی ہو، حضرت موصوف کی تقریر عالمانہ تھی، تاہم یہ عالمانہ سہل گفتگو ہر طالب علم کے دل ودماغ کو شادکام کرگئی، ایک ایک بات اُن کے فہم میں اترتی گئی، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔

اس ولیمہ کی تقریب میں علماء اور معزز شخصیتوں میں مولانا عبدالرحیم صاحب ناظم مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی جونپور، مفتی اشفاق احمد صاحب مہتمم مدرسہ فیض العلوم شیرواں سرائے میر، مولانا جمال احمد صاحب ندوی استاذ حدیث مدرسہ مصباح العلوم کوپاگنج مئو تشریف لائے، تمام شرکائے ولیمہ نے خوشی ومسرت کے ساتھ نوشہ کو "بارک اللہ لک، و بارک علیک ، وجمع بینکما فی خیر" کے ذریعہ مبارک باددی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

حضرت مہتمم صاحب کی لکھنؤ واپسی: ولیمہ سے فراغت کے بعد ۳ ر بجے دن میں حضرت مہتمم صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ لکھنؤ واپس تشریف لے گئے۔

شادی کی ایک تقریب
میں
حضرت بانئ محترم کی شرکت

بقلم: مولانا صلاح الدین ندوی پرتاپ گڑھی

۲۶/محرم الحرام ۱۴۳۷ھ مطابق ۹/نومبر ۲۰۱۵ء بروز دوشنبہ بانئ جامعہ اسلامیہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی دامت برکاتہم جامعہ تشریف لائے،ان کے ہمراہ ڈاکٹر فرید الدین ندوی تھے،موضع بسہم کے حضرت مولانا کے خصوصی کرم فرما جناب حافظ التفات احمد صاحب کے یہاں شادی کی تقریب میں جانے کا پروگرام تھا،حافظ التفات احمد صاحب اعظم گڑھ کے بڑے تاجروں میں ہیں اور عرصہ سے معمول ہے کہ ان کے عزیزوں کا نکاح اکثر و بیشتر حضرت مولانا ہی پڑھاتے ہیں۔

۱۰/نومبر منگل کو بھی موضع بسہم میں حافظ التفات احمد صاحب کے یہاں ایک بڑے ولیمہ میں تشریف لے گئے،جس کے لیے انہوں نے بہت پہلے سے دعوت دی تھی،وہاں اُن کے ایک پوتے کا نکاح پڑھایا۔

چنانچہ جامعہ سے پہلے موضع داؤد پور تشریف لے گئے اور وہاں سے سنجر پور میں اپنے بھانجہ کا نکاح پڑھایا، سنجر پور سے دو بجے حافظ التفات احمد صاحب کے یہاں موضع بسہم پہنچے، حافظ التفات صاحب کے یہاں اعظم گڑھ کے اعیان بڑی تعداد میں موجود تھے، حضرت مولانا نے نکاح پڑھایا، نکاح سے قبل تقویٰ، عفت اور احساس ذمہ داری کے تعلق سے ایک مؤثر تقریر فرمائی، جس کو حاضرین نے نہایت غور اور توجہ سے سماعت کیا، حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ نکاح کی تقریب ہے، نکاح ایک سنت عمل ہے، اس میں تقویٰ مطلوب ہے، نکاح کی تقریب میں قرآن پاک کی تین آیتیں پڑھی جاتی ہیں، جن میں ذکر کیا گیا ہے کہ انسان اپنے اندر تقویٰ پیدا کرے، تقویٰ اللہ سے ڈرنے کا نام ہے، اس لیے مسلمانوں کا نکاح اور ان کے سارے ہی کام سنت کے مطابق اور تقویٰ کے استحضار کے ساتھ ہونے چاہئیں، اسی میں خیر و برکت ہے، حضرت مولانا نے بعض اکابر علماء کے واقعات بھی سنائے، خاص طور سے مشہور امام و محدث حضرت عبداللہ بن مبارک مروزیؒ کا یہ نصیحت آمیز واقعہ سنایا کہ ان کے والد بزرگوار ایک تاجر کے یہاں ملازم تھے، اس نے حضرت عبداللہ بن مبارک کے والد ''مبارک'' کو جو نہایت درجہ متقی اور پرہیز گار شخص تھے، ان کے مالک نے ان کو اپنے باغ کا ذمہ دار اور نگراں مقرر کیا تھا، ایک دن اس نے یہ کہا کہ اے مبارک! جاؤ باغ سے ایک ترش انار لے آؤ، وہ گئے اور ایک انار لائے جو اتفاق سے شیریں نکلا، مالک نے کہا میں نے تم سے ترش انار لانے کے لیے بھیجا تھا، ان کے والد (مبارک) نے جواب دیا کہ یہ کس طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ کون سے درخت سے شیریں انار ہوتے ہیں اور کون سے درخت سے ترش؟ یہ تو وہی معلوم کرسکتا ہے

جو درختوں سے کھا کر تجربہ کر چکا ہو، مالک نے کہا کہ تم نے اب تک کوئی انار نہیں کھایا؟ مبارک نے جواب کہا کہ آپ نے میرے ذمہ اس باغ کی حفاظت اور نگہبانی سپرد کی ہے، کھانے اور چکھنے کی اجازت نہیں دی ہے، میرے ذمہ جو خدمت آپ نے کی ہے وہ بجالاتا ہوں، مالک کو ان کی اس دیانت اور امانت داری سے بڑی حیرت ہوئی اور خوشی بھی، وہ اُن سے بے انتہا متاثر ہوا، پھر اس نے مبارک سے کہا کہ تم اس قابل ہو کہ میری مجلس میں رہو، اور باغبانی کا کام کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دیا، اس دیانت و امانت داری کی وجہ سے ایک روز مالک نے اپنی نوجوان لڑکی کے نکاح کے بارے میں اُن سے مشورہ کیا، مبارک نے کہا کہ یہود مال کے عاشق ہوتے ہیں، اسی کی وجہ سے شادی کرتے ہیں، نصاریٰ جمال پر فریفتہ ہوتے ہیں، وہ شادی میں اس کا لحاظ کرتے ہیں، جاہلیت کے عرب حسب ونسب کو دیکھ کر اپنی لڑکی کا نکاح کرتے ہیں، مگر اسلام میں دین کا اعتبار کیا جاتا ہے، ان چاروں میں جو پسند خاطر ہو، اس پر عمل کرنا چاہئے، مالک کو مبارک کی یہ عاقلانہ بات بہت پسند آئی، اس نے گھر جا کر اپنی بیوی سے یہ مشورہ ذکر کیا اور کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ لڑکی کا نکاح مبارک ہی سے کر دوں، مبارک اگرچہ غلام ہے لیکن پرہیزگاری وتقویٰ اور دین داری کے اعتبار سے اپنے زمانہ کا سردار ہے، لڑکی کی ماں کو بھی یہ بات پسند آئی، جس کی وجہ سے مالک نے اپنی لڑکی کا نکاح مبارک سے کر دیا، اب سنئے، اسی لڑکی سے عبداللہ بن المبارک پیدا ہوئے، جو بعد میں اپنے زمانہ کے پیکر صدق وصفا اور امام ومحدث بنے، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت امام ابوحنیفہ اور امام مالک جیسے ائمہ اور اہل علم کے شاگرد اور حدیث کے باب میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے ہم پایہ وہمسر ہیں،

حضرت مولانا نے ایک اور واقعہ بھی ذکر کیا کہ یہی حضرت عبداللہ بن مبارک جب شہر رقہ میں داخل ہوئے تو ان کی زیارت کے لیے بڑا شور وغلغلہ مچ گیا، سارے اعیان شہر ٹوٹ پڑے، دوڑ دوڑ کر آرہے تھے، بالا خانہ سے ہارون رشید بادشاہ کی خادمہ یہ شور وغوغا اور منظر دیکھ رہی تھی کہ ایک عالم کی تشریف آوری پر یہ غلغلہ بلند ہے،، اس نے بادشاہ سے جا کر کہا کہ اصلاً بادشاہت ان کی ہے نہ کہ آپ کی، ہارون رشید نے اس کا اعتراف کیا، یہ سب تقویٰ کی برکت ہے، نکاح میں اس کی رعایت ہے، اس کی تینوں آیتوں میں تقویٰ کا ذکر کیا گیا ہے، نکاح سنت کے مطابق ہی ہونا چاہئے، اس کے بعد نکاح پڑھا کر دعا فرمائی اور جامعہ تشریف لے آئے۔

سفرنامہ لکھنؤ وحیدرآباد

بقلم: ڈاکٹر فریدالدین ندوی

دادا جان مدظلہ العالی کے ساتھ بتاریخ ۳/اپریل ۲۰۱۶ء کو ابوظبی سے سوا دس بجے روانہ ہوکر ڈیڑھ بجے لکھنؤ ایرپورٹ پہنچے، ہمارے استقبال کے لیے مولانا صلاح الدین ندوی اور مولانا ابوثاقب ندوی ایرپورٹ پر موجود تھے، وہاں سے دارالعلوم ندوۃ العلماء پہنچے، بعد نماز عصر حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی اور حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی سے ملاقات ہوئی۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تقریب ختم بخاری: دوسرے دن دس بجے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں ختم بخاری شریف کی مجلس تھی، طلبہ واساتذہ کی خاصی تعداد موجود تھی، شروع میں جناب مولانا محمد خالد صاحب ندوی غازی پوری نے ایک مؤثر اور اہم تقریر کی جس میں اس درس کی اہمیت وافادیت کو بیان کیا اور دادا جان کے بارے میں بہت اونچے کلمات فرمائے، اور یہ بھی کہا کہ ان کے چہرہ کو دیکھ لو آئندہ یہ نہ ملیں گے۔

اس کے بعد دادا جان نے حدیث مسلسل بالاولیہ اور بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھی اور اس پر ایک مفصل تقریر کی جس میں درس بخاری کی اہمیت اس روایت کی تاریخی حیثیت، ختم بخاری کے فوائد اور اس کے تاریخی تجربات بیان کرتے ہوئے، صحیح بخاری کی حدیث اول واخیر کے درمیان ربط کو بیان فرمایا۔

مزید فرمایا کہ حضرت امام بخاریؒ اپنے زمانہ کے فتن سے واقف تھے، یہ کتاب بابُ الوحي سے شروع ہوکر کتابُ الاعتصام پر اختتام پذیر ہورہی ہے، اس کے بعد کتابُ الرد علی الجهمية قائم کرکے کتاب کا تکملہ کیا ہے، اس میں اپنے زمانہ کے فرق ضالہ کی تردید فرمائی ہے، اس میں تقریبا ۴۸ باب قائم کیے ہیں، امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ کبھی کبھی اضداد کو بیان کرتے ہیں، جیسے ایمان کے مقابلہ میں کفر، سنت کے مقابلہ میں بدعت وغیرہ، اور کتابُ الرد علی الجهمية میں یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ ان فرق ضالہ نے سنت کی شاہراہ کو چھوڑ دیا، اس لیے عقائد کے لحاظ سے اور فکری لحاظ سے گمراہی میں مبتلا ہوگئے اور اخیر میں خاص طور سے معتزلہ کے عقیدہ پر رد فرمایا اور اس کی تفصیل بیان فرمائی اور اخیر کتاب کے مباحث پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بیان فرمایا کہ بخاری پڑھنے والوں کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔

اس کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے حکم پر دادا جان نے مؤثر دعا فرمائی، جس سے گریہ طاری ہوگیا اور اسی دعا پر اس مجلس کا اختتام ہوا۔

فرنگی محل میں ایک نشست: دادا جان مدظلہ مولانا خالد رشید فرنگی محلی کی دعوت پر بارہ بجے ان کے مدرسہ دار العلوم فرنگی محل تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ مولانا محمد خالد صاحب ندوی غازی پوری بھی تھے، تلاوت اور تعارفی کلمات سے جلسہ کا آغاز ہوا، مولانا محمد خالد صاحب ندوی نے پہلے تقریر کی جس میں فرنگی محل کی تاریخی حیثیت بیان کی، پھر دادا جان نے فرنگی محل کی علمی و دینی حیثیت کو نمایاں کیا، اور امید ظاہر کی کہ ان شاء اللہ مولانا خالد فرنگی محلی کے ذریعہ پھر اس فرنگی محل کے مدرسہ نظامیہ کا احیاء ہو رہا ہے، امید ہے کہ ماضی کی علمی و تحقیقی بہار پھر لوٹ آئے گی اور دعا پر اس نشست کا اختتام ہوا، دوپہر میں انہیں کے یہاں کھانا تناول کیا گیا۔

''عوامی سالار'' کے دفتر میں: کھانے سے فارغ ہو کر ڈاکٹر عمار صاحب کی دعوت پر اخبار ''عوامی سالار'' کے دفتر میں جانا ہوا، اور وہاں بھی لوگوں کی درخواست پر دادا جان کا بیان ہوا، اس کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء واپسی ہوئی۔

حیدرآباد کا سفر: مورخہ ۴/اپریل رات نو بجے (Indigo) ایر ویز کے ذریعہ حیدرآباد کے لیے روانگی ہوئی اور دو گھنٹے بعد رات کے گیارہ بجے حیدرآباد ایر پورٹ پہنچ گئے، وہاں ہم لوگوں کے داعی مولانا نعمان صاحب ندوی اور ریحان صاحب وغیرہ ایر پورٹ پر موجود تھے، انھوں نے حیدرآباد کے ایک عمدہ ہوٹل میں ٹھہرایا، دادا جان نے فرمایا کہ بھائی ہم لوگ مدرسہ کے آدمی ہیں ہم کو اپنے مدرسہ میں ہی ٹھہرایئے اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس ہوٹل کا سارا خرچ تم ادا کردو، مدرسہ کے حساب میں نہیں۔

مولانا آزاد یونیورسٹی میں: دوسرے دن ہوٹل سے سارا سامان اٹھایا گیا اور جناب ظفر سریش والا چانسلر مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی کی طرف سے بھیجی گئی گاڑی کے ذریعہ یونیورسٹی پہنچے، وہاں پر ڈاکٹر فہیم اختر ندوی صاحب اوران کے رفقاء نے ہمارا استقبال کیا، شعبۂ اسلامیات اور عربی کے اساتذہ سے ملاقاتیں ہوئیں، سارے پروفیسران جمع ہوگئے تھے، ان سے مل کر داداجان نے خوشی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ ایسا مجموعہ کسی یونیورسٹی میں موجود ہونا اس کی بڑی کامیابی ہے، وائس چانسلر صاحب کہیں باہر تھے اس لیے ان سے ملاقات نہیں ہوسکی، دوپہر کے کھانے کا وہیں انتظام تھا اس لیے کھانے سے فارغ ہوکر وہیں مہمان خانہ میں آرام کیا گیا، یہ بہت ہی آرام دہ مہمان خانہ تھا۔

مسجد الزہراء میں خطاب: شام کو یونیورسٹی سے دار العلوم سبیل السلام واپسی ہوئی، دوسرا دن جمعہ کا تھا، داداجان کا خطاب مسجد الزہراء میں پہلے سے طے تھا، چنانچہ نماز جمعہ سے قبل داداجان کی تقریر ہوئی، جس کا عنوان تھا: **المجاهد من جاهد نفسه**، آپ نے فرمایا کہ: سب سے بڑا جہاد یہی ہے کہ اپنے نفس کی تربیت کی جائے، یہ ترمذی شریف کی حدیث ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں تزکیۂ نفس بھی ہے، یعنی نفس کو سنوارنا، تاکہ گناہوں سے نفرت اور طاعت وعبادت سے انسیت ومحبت پیدا ہوجائے، سارے مجاہدات وریاضات اور صوفیا کی خانقاہوں کا مقصد یہی ہے، اس میں ایک مقام ایسا آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قلب کو تمام گندگیوں سے

پاک فرما دیتا ہے اور آدمی کو قلب سلیم کی (نرو گا دل) کی کیفیت حاصل ہوتی ہے، لیکن یہ بہت اونچا مقام ہے، امت میں جو بھی بگاڑ آیا ہے اس زمانہ کے مصلحین ومجددین سب کی کوشش اسی جانب رہی ہے اور انہوں نے اس بگاڑ کی اصلاح فرمائی ہے، پانچویں صدی ہجری میں جب مادیت اور دنیاوی انہماک کی وجہ سے امت اسلامیہ میں بہت بڑی تبدیلی آچکی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے امام غزالیؒ کو پیدا فرمایا، انہوں نے احیاء علوم الدین جیسی عظیم الشان کتاب لکھی جس پر علامہ ابن تیمیہ اور بعض علماء نے بعض اعتبار سے نقد کیا ہے لیکن اس کی تاثیر اور ایمانی حرارت اور گرمی کا وہ بھی اعتراف کرتے ہیں، امام غزالیؒ نے امت اسلامیہ کو اسی اساس پر تیار کیا اور ایک پوری نسل تیار کردی، انہوں نے اس کتاب میں جہاد کی ساری قسمیں بیان فرمائی ہیں، لیکن جہاد بالسیف اور قتال کا بالکل ذکر نہیں ہے جس سے معلوم ہوا کہ امت کو اسی کی ضرورت تھی، جب یہ نسل تیار ہوگئی تو سلطان صلاح الدین ایوبی کو موقع ملا جو امام غزالیؒ کی تعلیمات سے متاثر تھے، اس وقت انہوں نے جہاد اور جنگ کا راستہ اختیار کر کے عیسائیوں سے بیت المقدس کو چھڑایا، ہر صدی میں اور آج بھی اگر کوئی شخص یا جماعت یہ چاہتی ہے کہ امت اسلامیہ کی رگوں میں ایمانی خون دوڑنے لگے اور پھر وہ نشاط اور طاقت آئے کہ یہ امت عزت کے مقام پر پہنچ جائے، تو یہی راستہ اختیار کرنا پڑے گا اور اس کے علاوہ جتنے راستے ہیں سب میں پریشانی ہے، اس لیے ضرورت ہے اعتدال کی، صبر کی، حکمت ودانائی کی، جوش سے اجتناب کی۔

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

تقریر کے بعد لوگوں سے مصافحہ کا سلسلہ رہا، پھر مدرسہ واپسی ہوئی۔

دارالعلوم سبیل السلام میں ختم بخاری: ۷/اپریل بروز شنبہ دارالعلوم سبیل السلام میں ختم بخاری کی تقریب کا اعلان ہو چکا تھا، ساڑھے گیارہ بجے دادا جان کو اس ہال میں لے جایا گیا جہاں ختم بخاری کا پروگرام طے تھا، پورا ہال بھرا ہوا تھا، مختلف علماء اور جماعتوں کے لوگ موجود تھے، لیکن تمہید وتعارف میں بہت وقت گزر گیا جس سے دادا جان کو بہت تکان محسوس ہوا، اس کے باوجود دادا جان نے ختم بخاری اور اس کے متعلقات پر سوا گھنٹے کی تقریر فرمائی، آخر میں بہت سے لوگوں سے مصافحہ ومعانقہ ہوا، جس میں مولانا عبدالعلیم صاحب اصلاحی بھی تھے، اس کے بعد کھانا ہوا اور آرام کیا گیا۔

دائرۃ المعارف العثمانیہ کی زیارت: مولانا ڈاکٹر محسن عثمانی صاحب ندوی حفظہ اللہ کی معیت میں دائرۃ المعارف العثمانیہ جانا ہوا، وہاں لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور اس کے علمی خزانوں سے واقفیت ہوئی، دادا جان نے یہاں آکر بہت خوشی کا اظہار کیا، دادا جان کا وہاں ڈائریکٹر لیجن نے استقبال کیا، اور اس کی تاریخ وکتابوں پر گفتگو رہی، وہاں کی بعض کتابیں جامعہ اسلامیہ کے لیے خریدنے کا وعدہ کیا گیا، وہاں سے مولانا عثمانی صاحب کے ساتھ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی مسجد میں نماز عصر پڑھی

گئی، جہاں مولانا گیلانیؒ کا کبھی درس ہوا کرتا تھا، دادا جان نے اس موقع پر فرمایا کہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی وفات کے موقع پر دار العلوم ندوۃ العلماء میں جو تعزیتی نشست ہوئی تھی اس میں مولانا گیلانیؒ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا، بعد میں ان کی کتابوں خاص طور سے تدوین حدیث اور اسلام کا نظام تعلیم وتربیت سے استفادہ کا موقع بھی ملا۔

یہاں سے رخصت ہوکر مولانا ڈاکٹر محسن عثمانی صاحب ندوی کے مکان پر حاضری دیتے ہوئے دار العلوم سبیل السلام واپسی ہوئی اور شام کو ساڑھے چار بجے کے جہاز سے ممبئی آنا ہوا۔

مورخہ ۲ر مئی کو راقم السطور کے یہاں لڑکا تولد ہوا، جس سے دادا جان کو بڑی مسرت ہوئی، اسی لیے حیدرآباد سے ممبئی کے سفر کی زحمت فرمائی، دادا جان نے تحنیک کی سنت ادا فرمائی اور حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی مدظلہ العالی نے اس بچے کا نام حضرت شیخ الحدیثؒ کے نام پر ''محمد زکریا'' تجویز فرمایا، دادا جان نے اس نام کو بہت پسند فرمایا، اور اسی نام کو طے فرمایا، آٹھویں دن دادا جان نے عقیقہ کرایا اور ممبئی میں ایک دن قیام کر کے ۸ر مئی کو وطن مظفر پور واپسی ہوئی اور جامعہ اور اس کی ضروریات کے پیش نظر چند دن گزار کر ۲۲ر مئی کو ابوظبی واپسی ہوئی۔

سہارنپور کا ایک تعزیتی سفر

(حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوری کے سانحۂ وفات پر مظاہر علوم کا سفر)

از قلم: مولانا ڈاکٹر ولی الدین ندوی

۹/جولائی بروز اتوار ۲۰۱۷ء ہمراہ جناب والد صاحب بمبئی آمد ہوئی، وہاں پر ۱۰/جولائی کو ۴/بجے ڈاکٹر سے وقت لے رکھا تھا، ان سے مراجعت کے بعد ۱۱/جولائی کو ۹/بجے فون کے ذریعہ مدینہ منورہ سے اطلاع آئی کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل بدات صاحب کا انتقال ہوگیا جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلفاء میں سے تھے، حضرت ہی کے ساتھ مدینہ منورہ آگئے تھے اور وہیں پر قیام پذیر تھے، حضرت شیخؒ کے متعلقین خصوصاً ہمارے والد محترم اور ہم لوگوں سے بے حد محبت فرماتے تھے، یومیہ ایک قرآن مجید ختم کرنے کا معمول تھا۔

اس حادثہ کا ہمارے والد صاحب پر بہت اثر تھا، یہی جانکاہ حادثہ ہی کیا کم تھا کہ اچانک ۹/بجے صبح دوسری خبر یہ آئی کہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری کا انتقال ہوگیا، شیخ ہمارے والد صاحب کے خاص الخاص دوستوں میں سے تھے، وہ جامعہ اسلامیہ دو مرتبہ تشریف لائے تھے، ادارہ کو دیکھ

کر بہت خوشی اظہار فرمایا اور دعائیں دیں، دوسری مرتبہ تشریف آوری کے موقع پر بخاری شریف کے درس کا آغاز فرمایا اور یہاں علمی کاموں کو دیکھ کر فرمایا کہ میری تمنا ہے کہ اگر میرا وصال ہو جائے تو یہیں دفن کیا جاؤں، ابھی رمضان سے پہلے دبئی ایئر پوٹ سے جب عمرہ کے لیے حرمین شریفین جا رہے تھے تو ٹیلی فون سے بات ہوئی، والد صاحب نے فرمایا کہ اس سفر میں ناچیز سہارنپور ضرور حاضر ہوگا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب درس بخاری میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے جانشین اور معتمد علیہ تھے، حضرت شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ سابق ناظم مظاہر علوم کی طرف سے بھی اجازتِ بیعت حاصل تھی، مولانا کے شاگردوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔

ان کی خبر وفات سن کر والد صاحب پر اتنا اثر تھا کہ بار بار یہ فرماتے رہے کہ ہندوستان سے علمی بہار جاتی رہی، فون پر ناظم مظاہر علوم مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری کو تعزیت پیش کی اور اپنے سہارنپور آنے کی اطلاع دی، نماز جنازہ اسی دن شام کو ہونے والی تھی اس لیے شرکت ممکن نہیں تھی، اس لیے جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ پہونچے اور ۱۵؍ جولائی کو اپنے مدرسہ کے نظم ونسق کو دیکھا، بعض مشورے دیئے اور ایک بجے جیٹ طیارے کے ذریعہ بنارس سے دلّی کے لیے روانہ ہوئے، ہمارے ہمراہ مولوی صلاح الدین ندوی بھی تھے، دلّی سے گاڑی کا انتظام تھا، خیال تھا کہ مظاہر علوم مغرب کی نماز تک پہنچ جائیں گے، ہم لوگ بذریعہ کار سہارنپور کے لیے روانہ

ہوئے، معلوم ہوا کہ میرٹھ کا قریبی راستہ بند ہے، چنانچہ شاملی، کیرانہ اور تھانہ بھون کے راستہ سے مظاہر علوم پہونچے، وہاں شدت سے انتظار ہو رہا تھا، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم اور مولانا محمد سلمان صاحب ناظم مظاہر علوم اور ان کے علاوہ مفتی محمد یونس گجراتی جو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے خادمِ خاص اور ہمارے والد صاحب سے خاص محبت رکھنے والے ہیں وہ بھی اپنے رفقاء کے ساتھ ہمارا انتظار کر رہے تھے، شہر کے قریب جب پہونچے تو اس قدر ہجوم تھا کہ شہر میں داخلہ اور مظاہر علوم پہنچنا دشوار تھا، اس لیے مولانا معاذ صاحب کاندھلوی نے ایک رہبر بھیجا جن کی رہبری میں ہم لوگ اپنے مستقر پر پہونچے، ملاقات کے بعد معلوم ہوا کہ رات کا کھانا صاحب زادہ حضرت شیخ الحدیثؒ جناب مولانا محمد طلحہ صاحب کے یہاں ہے، رات میں ۱۱ر بج رہے تھے مگر وہ والد صاحب کا انتظار کر رہے تھے، ان کے دروازہ پر ایک ہجوم تھا جن میں شیخ یونسؒ کے بھائی اور بھتیجے بھی تھے سب سے ملاقات ہوئی، والد صاحب نے سب کو تعزیت پیش کیا اور کھانا کھا کر اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے، شیخ کے کئی اہم شاگرد ہمارے کمرے میں صبح فجر کی نماز کے بعد والد صاحب سے حدیث شریف کی اجازت کے لیے آئے، والد صاحب نے گفتگو کے درمیان فرمایا کہ ہم سب کے شیخ کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ جن کے خصوصی شاگرد حضرت مولانا واستاذنا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ اور مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ ہیں، جب وہ حج کے موقع پر باب السلام سے حرم شریف میں داخل ہو رہے

تھے تو حرم شریف میں ایک نقشبندی عالم اپنے معمولات میں مشغول تھے اچانک فرمایا کہ حرم میں کون آگیا جس سے سارا حرم روشن ہوگیا، انہی دونوں شاگردوں سے مظاہر علوم اور تبلیغی جماعت وابستہ ہے، ان لوگوں سے اور مظاہر علوم کے دیگر لوگوں سے کہا کہ آپ میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے جو کچھ ہوا ختم کرو، اس کا الحمدللہ بڑا فائدہ ہوا۔

ناشتہ سے فراغت کے بعد شیخ یونس کی قبر پر فاتحہ کے لیے حاضر ہوئے، افسوس کہ ایک دن پہلے حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے داماد مولانا شاہد صاحب کے والد محترم سید حکیم محمد الیاس صاحب جو حضرت شیخ کے محبوب داماد تھے اس دار فانی سے رخصت ہوگئے تھے ان کے مزار پر بھی حاضری ہوئی اور ایصال ثواب کیا گیا، نیز مولانا شاہد صاحب کے مدرسہ تحفیظ القرآن جو حضرت شیخ کی یادگار میں قائم کیا گیا ہے مولانا شاہد صاحب ہی کے صاحبزادے مفتی محمد صالح صاحب کے ہمراہ زیارت کی، والد صاحب نے دعا کی اور خوشی کا اظہار کیا، مظاہر علوم وقف کے ناظم مولانا محمد سعیدی مظاہری صاحب کو اطلاع کی گئی تو وہ بہت سے علماء کے ساتھ اپنے آفس میں انتظار کررہے تھے، انہوں نے والد صاحب سے حدیث بالأولیہ پڑھ کر اجازت لی، وہاں بھی والد صاحب نے وہی بات دوہرائی کہ آپ کے اکابر سے پورا حرم روشن ہوچکا ہے اس لیے سارے اختلافات ختم کیجئے، اور بہت سے لوگوں نے والد صاحب سے اجازتِ حدیث لی، دوپہر کا کھانا حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے ساتھ تناول کیا جہاں مظاہر علوم کے ناظم صاحب اور دیگر متعلقین کھانے میں شریک تھے، حضرت

مولانا نے والد صاحب کی وجہ سے کھانے میں بہت اہتمام کیا تھا، وہاں سے فارغ ہوکر سب کو رخصت کر کے ہم لوگ دارِ جدید اپنی قیام گاہ پر آئے، جناب مفتی محمد یونس گجراتی اور ان کے ساتھیوں نے بے حد اصرار کیا کہ اس سفر میں بخاری شریف شروع کرانے کے لیے کچھ وقت گجرات میں دیں۔

مظاہر علوم سے ۴ ربجے بروز اتوار ہم لوگوں کو رخصت کرنے کے لیے ناظم مدرسہ مظاہر علوم اور مولانا محمد شاہد امینِ عام بھی آ گئے تھے، ان سے رخصت ہوکر ہم لوگ دیوبند روانہ ہو گئے اس لیے کہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی صاحب کا بار بار ٹیلی فون آ رہا تھا، وہاں حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی تعزیت کرنی تھی، والد صاحب نے مفتی صاحب سے کہا کہ لمبا پروگرام نہ رکھا جائے فجر کے بعد دلّی جانا ہے، امارات کے سفیر سے ہماری ملاقات طے ہے، چنانچہ ہم مغرب سے کچھ پہلے دارالعلوم پہونچے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے، بہت اہتمام فرمایا تھا، ہم لوگ مغرب کی نماز کے بعد مولانا عبداللہ معروفی صاحب کے ساتھ قبرستان گئے اور اکابر دیوبند و حضرت مولانا عبدالحق صاحب وغیرہ کی قبر پر جا کر ایصال ثواب کیا گیا، وہاں سے واپسی میں حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کی وفات پر ان کے صاحبزادے کو تعزیت پیش کی، اور چونکہ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند سے والد صاحب کے گہرے تعلقات رہے ہیں اس لیے

ان کے صاحبزادے کی دعوت پر ان کے گھر پر ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور پرانی یادیں تازہ ہوگئیں، ماشاءاللہ ان کی عمر مبارک ۹۴؍سال سے زیادہ ہے، لیکن دیکھا گیا کہ بغیر چشمہ کے مطالعہ میں مشغول ہیں۔

پھر والد صاحب مہمان خانہ واپس آئے وہاں بہت سے اساتذہ اور طلبہ سے ملاقاتیں رہیں، رات کے کھانے کے بعد حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری صدر المدرسین و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند بھی مہمان خانہ میں تشریف لائے اور اپنی تازہ تفسیر کی کتاب والد صاحب کو پیش کیا، والد صاحب نے خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حدیث وفقہ اور تفسیر تینوں علوم میں خدمت کا موقع نصیب فرمایا ہے، یہ بڑی سعادت کی بات ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

ان کو رخصت کر کے آرام فرمایا اور فجر کی نماز کے بعد ۶؍بجے حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی تشریف لائے اور دیر تک گفتگو جاری رہی، پھر حضرت مہتمم صاحب نے ناشتہ کرایا، اس کے بعد ہم لوگ تاخیر سے دیوبند سے دلّی کے لیے روانہ ہوئے، راستہ بہت طویل ہوگیا تھا، ساڑھے سات گھنٹے میں امارات کے سفارت خانہ پہونچے، وہاں سے فراغت کے بعد لکھنؤ کے لیے ایئر پورٹ آئے جہاں ہم ۵؍بجے پہونچ گئے تھے، لیکن جہاز بہت لیٹ تھا اس لیے ۱۰؍بجے رات میں لکھنؤ پہونچے، اور ۱۸؍جولائی کو حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی ناظم ندوۃ العلماء اور مولانا محمد واضح صاحب ندوی سے ملاقات ہوئی، پھر طے ہوا کہ حسب دستور بخاری کا آغاز

کرادیں، چنانچہ ۱۹ر جولائی کو دس بجے صبح حضرت ناظم صاحب کی سرپرستی میں درس بخاری کا آغاز فرمایا، اسی دن حضرت ناظم صاحب کے اصرارِ طویل پر طلبہ میں بعد نماز مغرب ایک پروگرام رکھا گیا، والد صاحب بہت تھکے ہوئے تھے عین وقت پر معذرت کی لیکن مولانا محمد خالد غازی پوری ندوی صاحب نے ایسی تقریر فرمائی کہ والد صاحب بالکل نشیط ہوگئے اور تقریر پر آمادہ ہوگئے اور ایک تاریخی اور یادگار تقریر فرمائی، دوسرے دن ہم لوگ ۸ر بجے لکھنؤ سے اعظم گڑھ اپنے وطن کے لیے روانہ ہوئے، لیکن تاخیر سے پہونچے۔

الحمد لله الذي تتم به الصالحات

جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم بنگلور کے عظیم الشان سمینار میں شرکت

از: ڈاکٹر فریدالدین ندوی

داداجان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری دامت برکاتہم کا بنگلور کا سفر ہوتا رہا ہے، مگر اس دفعہ جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور کے بانی ومہتمم جناب حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مدظلہٗ کی طرف سے ۶، ۷، ۸/اکتوبر ۲۰۱۷ء کی تاریخوں میں جلسۂ دستار بندی اور یک روزہ تعلیمی و تربیتی سمینار میں شرکت کا دعوت نامہ داداجان کے نام موصول ہوا، توانہوں نے بنگلور کے سفر کا پروگرام بنایا۔

یہ معلوم کرکے بے حد مسرت وخوشی ہوئی کہ حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ خان صاحب مدظلہٗ کو حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ کی خدمت میں عرصہ تک رہنے اور ان سے استفادہ کا موقع ملا، اور اخیر میں مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور کے سابق ناظم

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے خلافت واجازت بھی حاصل ہوئی۔

دعوت نامہ میں تصریح کے مطابق ۷/اکتوبر بروز ہفتہ بعد نماز مغرب کے جلسۂ عام میں داداجان کے لیے ''درس بخاری شریف واجازت حدیث'' کا موضوع متعین کیا گیا تھا، داداجان کے بعد دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کو خطاب کرنا تھا، نیز ۸/اکتوبر کے جلسہ میں دستار بندی کا پروگرام تھا، اس میں بھی داداجان کو شرکت کرنی تھی، لیکن انہوں نے اپنی حالت کی وجہ سے اس سے معذرت فرمادی۔

بنگلور کے لیے روانگی: داداجان ۵/اکتوبر ۲۰۱۷ء جمعرات کو دبئی سے بنگلور کے لیے روانہ ہوئے، یہ ناچیز اور ہمارے بڑے ابو پروفیسر ڈاکٹر ولی الدین ندوی ہمراہ تھے، ہمارے استقبال کے لیے جامعہ مسیح العلوم کے نمائندے جناب مولانا صغیر احمد ندوی اور ان کے رفقاء ومعاونین تھے، ہمارے لیے خصوصی گاڑی کا انتظام کیا گیا تھا ،اس لیے کہ دورات وہاں کی میزبانی میں گزارنی تھی، لیکن داداجان نے مولانا صغیر احمد صاحب کے ساتھ راستے میں ڈاکٹر حسینی صاحب کے مطب میں ان سے ملاقات کرکے بعض دوائیں لیں، وہ ہومیو پیتھک کے بہت اچھے ڈاکٹر ہیں، داداجان ان سے بھی علاج کراتے ہیں، وہاں سے اپنے مستقر (ہوٹل) پہنچے۔

ایک مفید خطاب: دوسرے دن (۶/اکتوبر جمعہ کو) بنگلور کی مسجد نور میں جہاں عام طور پر بنگلور کے سفر میں داداجان کا بیان ہوتا ہے آدھ گھنٹہ بیان ہوا، مدارس اور طلبہ کی

مناسبت سے یہ اہم بیان تھا، دادا جان نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن پاک اوراس کی شرح وبیان کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اسی طرح علماء اور مدارس جہاں سے یہ علماء تیار ہوکر نکلتے ہیں ان سب کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے، اور ہندوستان ایسا خوش قسمت ملک ہے جہاں یہ مدارس اپنی روحانی خصوصیت اور ربانی تربیت کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہیں، ان مدارس میں صحاح ستہ، موطئین ،مشکل الآثار امام طحاوی وغیرہ کونہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے، جبکہ عالم اسلامی کی جامعات اور یونیورسٹیوں میں ان کے منتخب ابواب ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے، مدارس سے ایسے علماء پیدا ہوئے جن کا اثر عالم عربی واسلامی ہر جگہ پہنچ رہا ہے، وہ ؎ در کفے جامِ شریعت در کفے سندانِ عشق

کا مصداق تھے۔

اخیر میں تجار اور عامۃ الناس کو توجہ دلائی کہ آپ لوگ ان علماء ومدارس کی قدر کریں، اور علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ آپ لوگوں سے تعلق ورابطہ پیدا کریں اور مدارس میں آپ کو مدعو کریں تا کہ جانبین کے باہمی تعاون سے یہ دینی وعلمی خدمات بہتر طور سے انجام پاسکیں۔

افتتاحی اجلاس: اسی روز (۶/اکتوبر جمعہ کو) بعد نماز عصر جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم کا افتتاحی اجلاس شروع ہوا، جس کا موضوع مظاہرۂ قراءت تھا، جس میں قرائے عظام نے قرآن پاک پڑھنے کا مظاہرہ کیا۔

۷؍اکتوبر بروز ہفتہ ’’تعلیمی وتربیتی سمینار‘‘ کا انعقاد ہوا، جس کا سلسلہ مختلف نشستوں میں صبح ساڑھے سات بجے سے رات ۱۱؍بجے تک جاری رہا، ان میں مختلف علماء کے بیانات ہوئے۔

بعد نماز مغرب پہلا بیان داداجان کا رکھا گیا تھا، بیان کا موضوع داداجان کے ذوق کے لحاظ سے ’’درسِ صحیح بخاری واجازتِ حدیث‘‘ جیسا کہ ذکر کیا گیا، پہلے سے طے تھا، چنانچہ داداجان اپنے رفقائے سفر کے ہمراہ جلسہ گاہ میں پہنچے، اور خود مفتی شعیب اللہ صاحب اپنے ہمراہ جلسہ گاہ میں لے گئے، جلسہ گاہ کو شاندار پنڈال سے سجایا گیا تھا، علمائے کرام کو ان کی قیام گاہ سے جلسہ گاہ تک گاڑی سے لے جانے کا اچھا انتظام تھا، مشتہر علماء کے علاوہ تین ہزار سے زیادہ علماء موجود تھے جو جنوبی ہند کے علاقوں سے آئے ہوئے تھے، اس اجلاس میں دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری، مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری مدرسہ شاہی مرادآباد، مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی اور عمرآباد اور مدراس کے بہت سے علماء سے ملاقاتیں ہوئیں۔

مجلسِ درس بخاری: پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، درس سے پہلے داداجان کا تعارف کرایا گیا، یہ تعارف مولانا صغیر احمد صاحب ندوی نے بہت سلیقے سے پیش کیا، اس کے بعد داداجان نے حدیث مسلسل بالاولیہ، حدیث محبت اور بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھ کر اپنے درس کا آغاز کیا، آپ نے فرمایا کہ یہ مجلسِ رسول

صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جو بہت ہی بابرکت ہے، اس کے بعد اپنی معروف اسانید اربعہ کو ذکر فرمایا، وہ اسانید اربعہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

سند اول: داداجان کی سب سے پہلی سند حدیث آپ کے شیخ واستاذ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے واسطہ سے ہے، آپ نے ''صحیح بخاری شریف'' مکمل حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے، حضرت شیخ الحدیثؒ سے آپ کو ساری حدیث کی کتابوں کی اور مسلسلات کی خصوصی اجازت حاصل ہے، آپ حضرت شیخ کے خاص الخاص شاگرد ہیں، حضرت شیخ کے درس کی ایک خاص کیفیت ہوتی تھی ؎

بادصبا آج بہت مشک بار ہے　　　شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زلفِ یار ہے

فرمایا کہ ہمارے استاذ کے درس میں کبھی آہ وبکا کا عالم ہوتا تھا اور کبھی سرور ونشاط کی کیفیت حاصل ہوتی تھی، داداجان نے بخاری شریف کے درس میں وضوء کا پورا پورا اہتمام فرمایا، فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ جب دارالحدیث میں تشریف لاتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ ہم لوگ تھوڑی دیر کے لیے باغ رسولؐ میں پہنچ گئے ہیں۔

سند دوم: داداجان کی دوسری سند دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ حلیم عطا صاحب سلونی کے واسطہ سے ہے، شاہ حلیم عطا صاحبؒ بڑے زبردست عالم تھے، ان کے بڑے بھائی شاہ نعیم عطا صاحبؒ بھی جید عالم تھے، صاحب عون المعبود نے شاہ حلیم عطا صاحبؒ سے ''عون المعبود'' کے اخیر میں

تقریظ لکھوائی ہے، شاہ حلیم عطا صاحبؒ سے داداجان نے بخاری شریف کا درس لیا ہے، یہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ اوران کے شاگرد حافظ ابن القیمؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم کے حافظ تھے، اپنے درس میں ان ارکان ثلاثہ کی کتابوں کا تعارف کراتے، جس سے طلبہ ان تینوں کے علوم سے آشنائی حاصل کرتے، مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب ''حجة الله البالغه'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''ومن الردیف: وقد رکبت غضنفراً''، ''وأنا ابن وقته''، یہ ''أنا ابن الوقت'' اور'' أبو الوقت'' صوفیہ کی خاص اصطلاح ہے، شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی تالیف کی توفیق دی، یہ بڑا نازک موضوع ہے، انہوں نے ''انفاس العارفین'' میں بھی یہ اصطلاح پیش کی ہے، کہیں اس کو ''ناطق دوراں'' سے بھی تعبیر کیا ہے۔

سند سوم: داداجان کی تیسری سند حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری علیہ الرحمہ کے شاگرد حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے واسطہ سے ہے، یہ داداجان سے بہت ہی محبت کا معاملہ فرماتے تھے، انہوں نے مسجد نبویؐ میں اعتکاف کی حالت میں صحاح ستہ کے اوائل پڑھا کر اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

سند چہارم: داداجان کی چوتھی سند حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے ہے، انہوں نے اپنے زمانے کے جید عالم شیخ بدر علی شاہ رائے بریلویؒ سے حدیث کی کتابیں پڑھی تھیں، جو سترہ برس تک ازہر شریف میں رہ

چکے تھے، بخاری شریف کے حافظ تھے، ان کے شیخ طریقت اور علم حدیث میں استاذ عالم ربانی حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ تھے، جنھوں نے ۱۱۳سال کی طویل عمر پائی تھی، حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ براہ راست حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد ہیں، اور ان سے بخاری شریف کا ایک پارہ اور حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھ کر گھر واپس آگئے تھے، پھر دوبارہ جا کر ان کے نواسے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ سے ساری کتابیں پڑھی ہیں، یہ سند بہت عالی ہے، اس کا ذکر کتانی نے ''فہرس الفہارس'' میں کیا ہے۔

ان اسانید کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اسلام کو جس زمانے میں جس چیز کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کا انتظام فرمایا، امام بخاریؒ کو اللہ نے پیدا فرمایا، یہ عجمی نژاد تھے، عربی النسل نہیں تھے، مگر اللہ نے ان سے کیسا عظیم الشان کام لیا، اسی ضمن میں امام بخاریؒ کے حالات پر مختصر روشنی ڈالی، صحیح بخاری کے خصائص وامتیازات، تراجم ابواب اور حدیث مسلسل کے ذکر کے ساتھ حدیث ''إنما الأعمال بالنیات'' کی بہت ہی دقیق عالمانہ شرح فرمائی، جس سے حاضرین محظوظ و مستفید ہوئے۔

گفتار دلبرانہ: اس درس حدیث کے سلسلہ کو دراز کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کی تاریخ میں اس امت پر بڑے نازک حالات پیش آئے ہیں اور ہر زمانہ میں یہ شکوہ رہا ہے کہ یہ زمانہ اسلام کے لیے بڑی مشکلات کا زمانہ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے

ہر دور میں ایسے علماء و رجال پیدا کئے جو مزاج نبوتؐ سے پوری طرح آشنا تھے، انہوں نے اسلام کی صحیح رہنمائی کر کے امت اسلامیہ کو فساد سے بچایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿ادع إلی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة ﴾، یعنی حکمت اور اچھی موعظت کے ساتھ اسلام کی دعوت کو عام کیا جائے، اس لیے ایک عالم ربانی کو قرآنی حکمت اور مزاج نبوت کو سمجھنے کی ضرورت ہے، آپ جانتے ہیں کہ بیت المقدس پانچویں صدی ہجری میں جب مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا تو اس زمانہ کے بڑے عالم امام غزالیؒ نے ''احیاء علوم الدین'' جیسی کتاب لکھی اور وہ اپنے زمانہ کے مجدد قرار پائے، ان کی اس کتاب نے ہزاروں دلوں میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت پیدا کی، افراد سازی کا کام کیا، جہاد بالنفس کی دعوت دی، ان کی تربیت سے ایک جیل تیار ہوئی، جو سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بڑا سہارا بنی اور ان کو بیت المقدس کو آزاد کرانے میں انہیں سے طاقت ملی، ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی دعوت کا طریقہ یہی تھا، جن کی برکت سے اللہ نے اکبر جیسے آزاد اور ہادم شریعت کے پڑپوتے اورنگ زیب عالم گیر کو اس کی جگہ رکھا جنہوں نے خادم شریعت بن کر خلفائے راشدینؓ کی یاد تازہ کردی، اس وقت اسی کی ضرورت ہے اور پورا عالم اس کا محتاج ہے، مسلمانوں کو اسلام کا صحیح نمونہ پیش کرنا ہے، اس کی چلتی پھرتی تصویر بننے کی ضرورت ہے ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن   کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہاں جو پروگرام ہونے جارہا ہے وہ نہ صرف اس شہر کے لیے بلکہ پورے ملک کے لیے فائدہ مند ثابت ہو، پھر اجازت حدیث کی حقیقت بیان فرما کر اپنی طرف سے اجازت حدیث مرحمت فرمائی، سندوں پر دستخط فرما کر حضرت مفتی شعیب اللہ صاحب کے حوالہ کر دیا، تاکہ جو کوئی لینا چاہے اس کا نام لکھ کر حوالہ کر دیں۔

درس بخاری واجازت حدیث کے بعد دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کا بیان ''موجودہ دور میں مدارسِ اسلامیہ کو زیادہ سے زیادہ کیوں کر مؤثر بنایا جاسکتا ہے؟'' کے موضوع پر ہوا، جو مدارس کے طلبہ کے لیے قیمتی نصائح پر مشتمل تھا، اس کی افادیت کے پیش نظر داداجان نے مشورہ دیا کہ یہ بیان کتابی صورت میں طبع کرا کے تمام مدارس میں تقسیم کر دینا چاہئے، علماء اور عوام کو اس بیان سے کافی دلچسپی رہی، مفتی صاحب نے فرمایا کہ مدارس کی کمی کو پورا کیا جاسکتا ہے، اس پر داداجان نے مندرجہ ذیل شعر پڑھا ؎

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشت ویراں سے ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

حضرت مفتی صاحب کے بیان کے بعد حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہٗ کا مختصر بیان ہوا، اس کے بعد حضرت داداجان کی دعا پر یہ جلسہ ۱۱ ربجے شب میں اختتام پذیر ہوا، ہم لوگ اختتام کے بعد مہمان خانہ واپس آئے، اور دوسرے دن کے لیے معذرت کر دی گئی تھی، مہمان خانہ کے ہال میں گلبرگہ اور بنگلور کے ۱۵، ۲۰ علماء

حاضر ہوئے اور اجازت حدیث طلب کی، مختصر بیان کے بعد ان کو بھی اجازت عطا کی گئی۔

میزبان کا شکریہ اور واپسی : سب سے رخصت ہو کر ساڑھے تین بجے ہم لوگ ایر پورٹ آگئے، داداجان نے اصل داعی اور میزبان حضرت مفتی شعیب اللہ صاحب کا شکریہ ادا کیا، ان کے تربیتی و علمی سمینار اور جلسۂ دستار بندی کے انعقاد پر مبارک باد پیش کی اور بتایا کہ ہم نے فجر کی نماز کے بعد مدرسہ کا جائزہ لیا جس سے خاص نورانیت محسوس ہوئی، نمازوں کا اہتمام دیکھا، خوش قسمتی سے آپ کو مخلص رفقاء وعلماء میسر ہیں، یہ سب اللہ کا فضل و کرم ہے، اور آپ کے مربی حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا ثمرہ اور برکت ہے ؎

نگاہ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ان شاء اللہ دوبارہ ملاقات ہوگی اور تعلقات کا یہ سلسلہ قائم رہے گا، بنگلور سے وارانسی ہوتے ہوئے ۱۰ ربجے شب میں جامعہ اسلامیہ پہنچے، اس کامیاب سفر پر اللہ کا شکر ہے، والحمدللہ أولاً وآخراً.

مدرسہ مظاہر علوم اور دار العلوم دیو بند کا ایک سفر

ڈاکٹر فرید الدین ندوی

میرے دادا جان حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ العالی کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مدنی نور اللہ مرقدہ اور ان کے خانوادے اور مدرسہ مظاہر علوم کے اکابر سے جو خصوصی ربط و تعلق رہا ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں، دادا جان مدظلہ عرصے سے مدرسہ مظاہر علوم کی شوریٰ میں شریک نہیں ہو سکے تھے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کا قیام ابوظبی میں رہتا ہے اور وہاں سے آمد و رفت آسان نہیں۔

اس مرتبہ کی مجلس شوریٰ جو ۲۵ر جولائی کو رکھی گئی تھی، ان تاریخوں میں دادا جان مدظلہ ہندوستان میں موجود تھے، مظاہر کے ذمہ داروں کے اصرار پر نیز صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم کی اہلیہ کے انتقال کی وجہ سے سہارنپور تعزیت کے لیے جانا ضروری تھا۔

چنانچہ جب ابوظبی سے ۴ر جولائی کو ہندوستان روانگی ہوئی، جامعہ اسلامیہ پہنچنے کے بعد ۲۲ر شوال ۱۴۳۹ھ مطابق ۷ر جولائی ۲۰۱۸ء کو جامعہ اسلامیہ میں بخاری

شریف کے درس کا افتتاح تھا، اس افتتاحی درس سے فارغ ہونے کے بعد ۸؍ جولائی کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لیے روانہ ہوئے اور ۹؍ جولائی کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں بخاری شریف کا افتتاح کرایا، جہاں سالہا سال سے دادا جان کے ذریعہ بخاری شریف کے افتتاح اور اختتام کا معمول ہے، عام طور پر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی دامت برکاتہم اور دارالعلوم کے مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن ندوی اور دیگر حضرات شرکت کرتے ہیں، لکھنو سے اگلے روز اعظم گڑھ جامعہ اسلامیہ واپسی ہوئی اور جامعہ کا نظم ونسق اور وہاں کے انتظام وغیرہ کا معائنہ فرمایا، بالآخر ۲۴؍ جولائی کو وارانسی جیٹ ایرویز کے ذریعے ہم لوگ دہلی ایرپورٹ پر آئے ، وہاں ایرپورٹ پر مظاہر علوم کے نمائندے مع کار موجود تھے، وہاں سے کار کے ذریعے مظاہر علوم سہارنپور روانگی ہوئی اور شام کو ۸؍ بجے وہاں پہنچے، مظاہر علوم کے ناظم حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد شاہد صاحب مدظلہ العالی اور دیگر حضرات سے ملاقات ہوئی ،معلوم ہوا کہ ہمارا قیام حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحبؒ کے خاص کمرے میں کیا گیا ہے، اس میں قیام رہا، اور دیگر علماء ومشائخ سے ملاقات ہوئی جس میں خاص طور پر حضرت مولانا محمد عاقل صاحب شیخ الحدیث وصدر المدرسین تشریف لائے، دادا جان سے ان کی بے تکلفی ہے، بڑی خوشی کا اظہار فرمایا، باتیں ہوتی رہیں اور دیگر ارکان شوریٰ جن میں محترم حکیم کلیم اللہ صاحب دامت برکاتہم سے دادا جان کا پرانا تعلق ہے، ان کے علاوہ مختلف حضرات

سے ملاقات ہوئی، حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کے کتب خانہ پر دادا جان نے نظر ڈالی اور اس میں سے پانچ کتابوں کو نوٹ کیا جو ہمارے یہاں کتب خانہ میں نہیں ہیں باقی کتابیں موجود ہیں، ان کے منگانے کا اس ناچیز کو آرڈر دیا، دوسرے دن شوریٰ کا اجلاس شروع ہوا جس میں حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب جو دادا جان سے خاص محبت رکھتے ہیں اور دادا جان بھی ان کا خاص خیال رکھتے ہیں، بلکہ ان کا اصرار تھا کہ آپ شوریٰ میں ضرور شرکت کریں، ان سے مل کر بیحد خوشی کا اظہار کیا، اور شوریٰ میں شرکت کے بعد دوپہر کا کھانا حضرت مولانا محمد شاہد صاحب کے دولت کدہ پر تھا، وہاں تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد ۴ / بجے دیوبند کے لیے روانہ ہوئے، ہمارے سفر کے لیے ناظم مدرسہ مظاہر علوم نے ایک ڈرائیور اور گاڑی اور ایک رفیق کا انتظام کر رکھا تھا کہ یہاں سے دیوبند اور دہلی ایر پورٹ تک پہنچا کر واپس آئیں، دادا جان نے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب کو دیوبند اپنی آمد کی اطلاع کر دی تھی، دادا جان سے ان کا بہت ہی گہرا اور محبت کا تعلق ہے، دادا جان فرماتے ہیں: حضرت مہتمم صاحب ہمارے استاذ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی زندہ یادگار ہیں، چنانچہ ہم لوگ دارالعلوم دیوبند پہنچے وہاں حضرت مفتی صاحب نے ہمارا استقبال کیا، اور دارالعلوم کے مہمان خانہ کو ہمارے قیام کے لیے متعین کیا تھا ان کے ہمراہ مہمان خانہ تشریف لائے اور بہت سے طلباء وعلماء سے ملاقات ہوئی، مہتمم صاحب نے فرمایا کہ عصر کے بعد حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب کے

یہاں اساتذہ کی آمد کی دعوت ہے، جس میں آپ کو بھی مدعو کیا ہے، ان کے دولت کدہ پر ہم لوگ حاضر ہوئے، دادا جان کے پیش نظر وہاں کے سفر میں اہم غرض حضرت مولانا سے ملاقات بھی تھی، الحمد للہ بہت اچھی ملاقات رہی اور کم شکر کا آم مرحمت فرمایا جس کا شوگر سے پرہیز کی وجہ سے انتظام کیا تھا، واپسی پر مہمان خانہ میں حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم تشریف لائے، ان سے پرانا تعلق ہے، کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں، اور مولانا عبداللہ صاحب معروفی استاذ حدیث بھی تشریف لائے، ان سے ملاقات ہوئی، ان کے بعد دارالعلوم کے شیخ الحدیث وصدر المدرسین حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری تشریف لائے، اور اپنی تازہ تالیف ''ہدایۃ القرآن'' ۴ر جلدیں ہدیۃً دیں، دادا جان نے فرمایا: مولانا اللہ تعالیٰ کا آپ پر خصوصی فضل ہے کہ آپ کو حدیث، فقہ اور قرآن شریف تینوں علوم پر تالیف کی سعادت عطا ہوئی ہے۔

اس کے بعد دارالعلوم کی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی، مغرب کے بعد مہتمم صاحب دارالحدیث لے آئے، وہاں مولانا قاری محمد عثمان صاحب کا درس ہونے والا تھا، اس پرشکوہ عمارت کو جو سات منزلہ ہے دادا جان دیکھنا بھی چاہتے تھے، وہاں پر طلباء کی خواہش پر دادا جان نے حدیث مسلسل بالاولیت پڑھی اور مختصر بیان کے بعد انہیں اجازت حدیث دی، دورۂ حدیث میں تقریباً ۲ر ہزار طلبہ شریک ہوئے۔

دادا جان نے اپنی تقریر میں حمد وصلاۃ کے بعد فرمایا:

دارالعلوم دیوبند میں آپ کا قیام بڑی سعادت کی بات ہے، یہ وہ جگہ ہے جس کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ مجھے یہاں علم کی خوشبو آرہی ہے،اور تقریبا یہی بات ہے حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ نے فرمائی تھی، جب ان کا قافلہ یہاں سے گذرا تو فرمایا کہ مجھے یہاں علم کی خوشبو آرہی ہے،اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام میں اس درس گاہ کی اہمیت ہے،جس کو''از ہر ہند'' کہا جاتا ہے، یہاں دارالعلوم میں اس وقت بھی منتخب اساتذہ موجود ہیں، دارالعلوم دیوبند کی پوری تاریخ میں علماء، محققین ومحدثین اور ربانیین کا تسلسل رہا ہے،اس دور میں بھی ان کے نمائندے یہاں موجود ہیں، یہ اللہ تعالی کا بہت بڑا فضل ہے، جب کہ اس سے عالم اسلامی خالی ہے،شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے کہا تھا ؎

سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب

دارالعلوم کی خصوصیات اور روایات میں اعتدال وتوسط ہے،محبت وشفقت ہے،اس کے بعد دادا جان نے حدیث مسلسل بالاولیت پڑھی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

وبالسند المتصل مني إلى عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الراحمون يرحمهم الرحمن

تبارك وتعالى، ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء (أخرجه البخاري في الكنى وأبوداود والترمذي وغيرهما)۔

اس کا تسلسل سفیان ابن عیینہ پر ختم ہوجاتا ہے "من رفعه فقد أخطأ" اس حدیث کو حدیث رحمت بھی کہا گیا ہے، یہ حدیث رحمت ومحبت، اعتدال ووسطیت پر دلالت کرتی ہے، اسی سے ہمارے درس کا آغاز ہوتا ہے، ہمارے یہ سارے مدارس عربیہ اور مراکز دینیہ رحمت ومحبت کے مراکز ہیں، اور یہاں سب سے بڑا مرکز دارالعلوم دیوبند ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی رحمۃ للعالمین ہے، آپ ؐ کی رحمت کا مشاہدہ اس وقت بھی کیا جائے کہ غزوۂ احد میں دندان مبارک شہید ہورہے ہیں، خود کی کڑیاں سر مبارک میں چبھ جاتی ہیں، خون کا فوارہ جاری ہے، آپ ؐ نے اس دم مبارک کو دامن مبارک میں تھام لیا، اگر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا دم مبارک زمین پر گرتا تو زمین متحمل نہیں ہوسکتی تھی، طائف میں لہولہان کیا جارہا ہے، مگر آپ ؐ فرماتے ہیں: "اللهم اهد لقومي فإنهم لا يعلمون" ۔اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھ کو جانتی نہیں ہے۔

ہمارے مدارس اعتدال ووسطیت کے نمونے ہیں، جس طرح ہمارے مشائخ نے مجھے اجازت حدیث دی ہے، میں بھی اسی طرح سے آپ کو اجازت حدیث دے رہا ہوں، جن مشائخ سے مجھے اجازت حدیث حاصل ہے ان میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ، حضرت مولانا شاہ حلیم عطا صاحب سیلونی رحمۃ

اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتا پگڈھی ہیں، ان میں حضرت مولانا شاہ حلیم عطا صاحب سلونیؒ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ کی کتابوں کے حافظ تھے، ایک مرتبہ جامعہ ام القریٰ میں اجازت حدیث کے موقع پر اس ناچیز نے بیان کیا کہ اگر آپ لوگ میرا امتحان لینا چاہیں تو انشاء اللہ میں کامیاب ہو جاؤں گا، اسی طرح حضرت مولانا محمد احمد پرتا پگڈھیؒ کی سند بہت عالی ہے، ان کے شیخ شاہ بدر علی شاہ ہیں، پھر ان کے شیخ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ ہیں، اور یہ شیخ ہیں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا مدنیؒ کے والد اور حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے والد کے، اور شاگرد ہیں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے، ان سے ایک پارہ بخاری اور حدیث "مسلسل بالأولیت" اور حدیث "مسلسل بالمحبة" پڑھ کر واپس آگئے تھے، اور باقی تکملہ شاہ محمد اسحاق صاحبؒ سے کیا تھا، "فہرس الفہارس" میں کتانی نے لکھا ہے کہ: شیخ محمد اسحاق کی سند بہت بلند درجہ کی ہے: "هو أجل من يحدث عنه في الديار الهندية في هذا القرن وأعلاهم إسناداً يروي عالياً عن محدث الهند الشيخ عبد العزيز الدهلوي ومحدث الهند بعده الشيخ محمد إسحاق الهندي" اور یہ فرمایا کہ: "وحصل له بالرواية عنهما (الشيخ محمد فضل رحمن والشيخ محمد إسحاق) الفخر الذي لا يدرك، والشأو الذي لا يلحق" (فهرس الفهارس: ۱/ ۱۷۰)۔

پھر صبح سویرے ناشتہ کر کے ہم لوگ دہلی ایرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے،

وہاں سے ممبئ ہوتے ہوئے جہاں دادا جان کو بعض ڈاکٹروں سے مراجعت کرنی تھی ۲۸/ جولائی ۲۰۱۸ء کو شارقہ ایر پورٹ سے واپسی ہوئی اور ۱۰/ بجے شب کو خیر وعافیت کے ساتھ اپنے مستقر العین پہنچ آئے، الحمد لله علی ذلك۔

ترکیسر گجرات کا بین الاقوامی سمینار

از: مولانا خطیب الرحمٰن ندوی

گجرات کے نامور عالم دین ،مفکر ملت، فخر گجرات حضرت مولانا عبد اللہ کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال ۱۵ ؍شوال ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء بروز منگل تقریباً ۴؍ بجے دن میں پیش آیا، ان کے متنوع کمالات واوصاف سے استفادۂ عام کے لیے ترکیسر، گجرات کے ادارہ ''دارالعلوم فلاح دارین'' کے زیر اہتمام ۸؍صفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۸؍اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز جمعرات ایک بین الاقوامی سمینار بعنوان: ''مفکر ملت، فخر گجرات حضرت مولانا عبداللہ کاپودرویؒ - حیات وکارنامے'' منعقد کیا گیا، اس سمینار میں بڑی تعداد میں ہندو بیرون ہند کے علمائے کرام کو مدعو کیا گیا تھا۔

فلاح دارین ترکیسر کے تعلق سے جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ کے بانی وسرپرست، محدث کبیر حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ العالی کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا کہ حضرت مولانا مدظلہ دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر کے پہلے شیخ الحدیث ہیں، جنھوں نے چار سال بڑے اہتمام سے وہاں صحیح بخاری کا درس دیا

ہے،اس تعلق ونسبت سے ارباب سمینار کی خصوصی دعوت پر اس بین الاقوامی سمینار میں شرکت کے لیے آپ براہ راست ۷؍صفر مطابق ۱۷؍اکتوبر بدھ کی شام کو ابوظبی سے احمد آباد ایرپورٹ پہنچے اور وہاں سے فلاح دارین ترکیسر تشریف لائے،ایرپورٹ پر فلاح دارین کے نمائندے اور جناب مفتی محمد یونس رندیرا صاحب وغیرہ موجود تھے،اس موقع پر حضرت مولانا کے ترکیسر پہنچنے سے قبل ممبئی سے ان کے چھوٹے صاحبزادے جناب ڈاکٹر صفی الدین اور اعظم گڑھ سے مولوی صلاح الدین ندوی بھی حاضر ہوگئے تھے۔

۸؍صفر/ ۱۸؍اکتوبر جمعرات سمینار کا دن تھا، اس سمینار میں کل تین نشستیں ہوئیں، افتتاحی نشست ۸؍بجے شروع ہوئی،اس افتتاحی نشست کی صدارت حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے فرمائی۔

دوسری نشست کی صدارت سرپرست جامعہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی صاحب ندوی مظاہری دامت برکاتہم نے فرمائی،اس نشست کا آغاز ۳؍بجے ہوا،اور اختتام عصر کی نماز سے پہلے ہوا۔

تیسری نشست کی صدارت شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم نے فرمائی، یہ نشست بعد نماز مغرب شروع ہوئی،اور ۱۰؍بجے شب میں اختتام کو پہنچی۔

سمینار میں کل مقالات کی تعداد(۱۵۰)تھی،اس کثرت تعداد کی وجہ سے اہم اہم مدارس کے نمائندوں نے پانچ پانچ منٹ میں اپنے مقالات کی تلخیص پیش کی،جبکہ صدارتی کلمات کے لیے دس دس منٹ کا وقت دیا گیا تھا،حاضرین کی تعداد ۱۰ر ہزار سے پندرہ ہزار تک تھی،لیکن بعد نماز مغرب پروگرام میں یہ تعداد پندرہ ہزار سے بھی متجاوز ہوگئی تھی،قابل ذکر امر یہ ہے کہ حاضرین میں مدارس کے علماء وفضلاء اور طلبہ کثرت سے شریک ہوئے۔

دوسری نشست جیسا کہ مذکور ہوا کہ حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی،اس کے صدارتی خطبہ کے علاوہ حضرت مولانا نے ''دارالعلوم فلاح دارین کے سمینار کا پیغام'' کے عنوان سے مقالہ تیار فرمایا تھا،اس کے علاوہ ایک اور مقالہ ''فلاح دارین میں سمینار کی ضرورت واہمیت'' کے عنوان سے تحریر فرمایا تھا، یہ دونوں اہم ترین مقالے بھی ''الشارق'' کی اسی اشاعت کی زینت ہیں اور خطبۂ صدارت جو بہت اہم ہے ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں آئے گا۔

اگلے روز صبح ساڑھے ۸ر بجے ناشتہ جناب مولانا نورگت مرحوم کے صاحبزادے الیاس نورگت کے گھر رکھا گیا تھا،ان کے صاحبزادگان ناشتہ پر موجود تھے،واپس آکر اور ملاقات کے بعد مفتی محمد یونس رندیرا صاحب کے ہمراہ ان کے جدید مکان پر دعا کی غرض سے تشریف لے گئے،وہاں ان کے والد محترم سے ملاقات ہوئی،مفتی صاحب نے بتایا کہ انہوں نے یہ جدید مکان والدین کی راحت

کے لیے تعمیر کرایا ہے، آبادی سے باہر حضرت موسی جی نقشبندیؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی وایصال ثواب کی غرض سے حاضری ہوئی، اس کے بعد مولانا غلام محمد نور گت صاحب کے محلّہ ''نورنگر'' میں ان کی جامعہ کی زیارت ہوئی، جامعہ میں طلبہ کے سامنے بیان ہوا، اور دعا فرمائی۔

وہاں سے سورت شہر کے لیے روانہ ہوئے، اور مفتی محمد یونس صاحب کے سورت کے مکان میں آرام کے بعد مفتی محمد طاہر صاحب کی تجویز کے مطابق چوڑگر مسجد، سوداگر واڑہ میں جمعہ سے پہلے بیان فرمایا، یہ موثر ومفید بیان بھی ''الشارق'' کی اسی شمارے میں شامل ہے جس کو جناب مفتی محمد طاہر صاحب نے قلمبند کیا ہے۔

اجازت حدیث کی مجلس: حضرت مولانا مدظلہ ''دارالعلوم فلاح دارین'' ترکیسر کے پہلے شیخ الحدیث تھے، اور علم حدیث میں اختصاص کی وجہ سے حدیثی ذوق آپ کے اندر رچ بس گیا ہے، اس لیے جلسہ کے اختتام کے وقت اعلان ہوا کہ کل بروز جمعہ بعد نماز مغرب صوفی باغ کے مدرسہ اسلامیہ میں اجازت حدیث کی مجلس منعقد ہوگی جس میں علماء اور دورۂ حدیث اور مشکوٰۃ شریف کے طلبہ شرکت کریں گے اور اجازت حدیث کے بعد شرکاء کو سند اجازت بھی دی جائے گی۔

چنانچہ مغرب کی نماز کے بعد مفتی محمد طاہر صاحب کی قیادت میں مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ، رام پورہ، سورت میں اوائل سنبلیہ، اوائل صحاح ستہ، موطئین، مسند احمد بن حنبل، شرح معانی الآثار امام طحاوی، وغیرہ کتب پڑھا کر سب شرکاء کو

اجازت حدیث دی گئی، اس موقع پر حضرت مولانا مدظلہ نے مختصر تقریر بھی فرمائی جو موضوع کے اعتبار سے بہت اہم تھی، اس میں بہت سے حدیثی وعلمی نکات بیان فرمائے، اس مجلس حدیث میں مدارس کے علماء اور شیوخ حدیث: مثلاً مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں ہیں اور حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کے خاص شاگرد ہیں وہ بھی شریک تھے، حضرت مولانا سے ان کا خصوصی تعلق ہے، ان کے علاوہ مفتی عباس داؤد بسم اللہ صاحب، قاری صدیق سانسرودی صاحب اور مولانا محمد حنیف لوہاروی صاحب بھی شریک تھے، مجمع کی کثرت کے سبب حضرت مولانا نے دستخط پر اکتفا فرمایا اور فرمایا کہ شرکاء کے نام لکھ کر مولانا محمد حنیف صاحب لوہاروی شیخ الحدیث سے سند حاصل کرلیں، دعا کے بعد یہ نشست پایہ تکمیل کو پہنچی، اس کے بعد قیام گاہ پر بہت سے علماء بالخصوص جناب خلیل راوت صاحب اور دیگر حضرات ملاقات وزیارت کے لیے تشریف لائے، اسی طرح اجلاس کے موقع پر بھی کافی حضرات تھے، جلسہ گاہ کے قریب کارکنوں اور مقامی لوگوں کی لمبی قطاریں تھیں، جناب خلیل راوت صاحب کے عم محترم جناب فاروق راوت صاحب صدر فلاح دارین اور ابراہیم راوت صاحب بھی تشریف لائے۔

اس کے بعد جناب مفتی محمد یونس رندیرا صاحب کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے جہاں ڈھائی سو کی تعداد میں علماء اور اعیان شہر کو کھانے پر مدعو کیا گیا تھا، اس

میں محترم جناب خلیل راوت صاحب اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اور حضرت مفتی احمد خان پوری مدظلہ اپنے رفقاء کے ہمراہ اور بھائی الطاف قریشی جنہوں نے جامعہ اسلامیہ مظفر پور کے ''مرکز الشیخ ابوالحسن الندوی'' کی ڈیزائننگ کی ہے تشریف لائے، ساڑھے دس بجے کھانے سے فارغ ہو کر عشاء کی نماز ادا کی گئی۔

۲۰/اکتوبر سنیچر کو عزیز ڈاکٹر فرید الدین ندوی کے مخلص دوست جناب عبدالرب صاحب اور ان کے والد حافظ عمر ناشتہ لائے، ناشتہ اور نماز کے بعد ایرپورٹ کے لیے واپسی ہوئی، حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب مدظلہ سے سورت ایرپورٹ پر ملاقات ہوئی، حضرت مولانا اپنے دو صاحبزادوں مولانا عبداللہ صاحب قاسمی اور مولانا عبیداللہ صاحب ندوی کے ہمراہ اس بین الاقوامی سمینار میں تشریف لائے تھے، ان کے سامنے حضرت مولانا عمار احمد صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کا ذکر آیا کہ ان کا سانحۂ ارتحال ۱۸/اکتوبر کو پیش آیا، سب ہی کو اس کا بہت افسوس وصدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو بلند درجات عطا فرمائے۔

جہاز سورت ایرپورٹ سے پونے ۹/بجے دہلی پہنچا، اور دہلی ایرپورٹ سے دوسرے جہاز سے ایک بجے بنارس ایرپورٹ پر پہنچے، اور جامعہ ۴/بجے پہنچے۔

ابوظبی سے گجرات تک

مولانا خطیب الرحمٰن ندوی

نومبر ۲۰۱۸ء میں ترکیسر، گجرات کے ''مفکر ملت، فخر گجرات حضرت مولانا عبداللہ کاپودرویؒ- حیات وکارنامے'' سمینار میں بانیٔ محترم حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ العالی ارباب سمینار کی دعوت پر گجرات تشریف لے گئے تھے، وہاں اجازت حدیث کے ساتھ کئی ایک مقام پر عمومی بیانات بھی ہوئے، جس کی روداد ''الشارق'' کے صفحات میں آچکی ہے۔

گجرات اور بالخصوص ترکیسر جس سے حضرت مولانا کی بڑی یادیں وابستہ ہیں، اور وہاں تدریس کا ایک طویل زمانہ حضرت مولانا نے گذارا ہے، ندوۃ العلماء کے بعد ترکیسر کے مدرسہ فلاح دارین میں اُن کی قابل قدر تدریسی خدمات رہی ہیں، خود حضرت مولانا کا دور شباب تھا، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات باطنی بھی مہمیز لگا رہی تھیں۔

الغرض حالیہ سفر اصلاً بخاری شریف کے ختم کی تقریب سے ہوا تھا، جناب مفتی محمد یونس صاحب رندیرا نے جناب مولانا محمد حنیف صاحب لوہاروی کی طرف

سے ان کے مدرسہ ''جامعہ قاسمیہ عربیہ'' کھروڈ میں ختم بخاری شریف کے لیے دعوت دی تھی، ان دونوں حضرات کے اصرار پر حضرت مولانا مدظلہٗ ۱۹/مارچ کو ابوظبی سے سوا دو بجے اتحاد ایر لائن کے ذریعہ روانہ ہو کر ۶ بجکر ۲۰/منٹ پر احمد آباد ایر پورٹ پہنچے، مولانا محمد حنیف صاحب لوہاروی شیخ الحدیث مع رفقاء اور جامعہ فیضان القرآن احمد آباد کے مہتمم جناب مولانا حبیب احمد صاحب اور ان کے رفقاء استقبال کے لیے ایر پورٹ پر موجود تھے۔

ایر پورٹ کی کارروائی کے بعد باہر نکل کر کھلے حصے میں مغرب کی نماز ادا کی گئی، یہیں پر جامعہ فیضان القرآن کے دورۂ حدیث کے طلبہ اور مدرسین بخاری شریف لے کر پہنچ چکے تھے، چنانچہ نماز سے فراغت کے بعد بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھ کر باب وعنوان کی مناسبت سے نصف گھنٹہ تقریر فرمائی، اور حاضرین کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی، حضرت مولانا نے ''وثیقۃ الاجازۃ'' بھی عطا فرمایا، اس کے بعد جامعہ فیضان القرآن تشریف لے گئے، جامعہ کی مسجد نہایت پُرشکوہ اور شاندار تعمیر کی گئی ہے، رات کا کھانا بھی یہیں ہوا، جامعہ فیضان القرآن سے روانہ ہو کر ۱۱ بجے ''جامعہ قاسمیہ عربیہ'' کھروڈ پہنچے، حضرت مولانا کو دو روز سے نیند نہیں آسکی تھی، الحمدللہ یہاں نیند آئی اور کچھ سکون ملا۔

دوسرے روز ۲۰/مارچ بدھ کو ساڑھے ۱۰ بجے بخاری شریف کی آخری حدیث کے درس کی تقریب تھی، اس تقریب میں گجرات کے مختلف مدارس کے طلبہ

شریک ہوئے، مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، حضرت مولانا نے سوا گھنٹہ بیان فرمایا، یہ بیان کیا تھا، ایک نورانی بیان تھا، سامعین بہت محظوظ ہوئے، بیان کے بعد مولانا محمد حنیف صاحب نے کچھ نکاح پڑھائے، پھر حضرت مولانا کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اسی روز ۲۰/مارچ کو ظہر کے بعد حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودرویؒ کے مزار پر حاضری ہوئی اور ان کے مکان پر پہنچ کر چائے وغیرہ پی گئی، یہاں سے قریبی فاصلہ پر واقع ''دارالعلوم فلاح دارین'' کے لیے روانگی ہوئی، اس قصبہ میں مولانا محمد یونس صاحب رندیرا ساتھ رہے، قصبہ ترکیسر کے اس ادارہ میں حضرت مولانا دامت برکاتہم عرصہ تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، بلکہ پہلے شیخ الحدیث ہوئے اور بڑے اہتمام سے بخاری شریف کا درس دیا، یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا کو یہاں کے لوگوں سے، اور یہاں کے لوگوں کو حضرت مولانا سے غایت درجہ انسیت ہے، اسی لیے مفتی صاحب کے اشارہ پر گاڑی سیدھے مدرسہ کے دروازہ پر رُکی، وقت قبیل عصر کا تھا، مسجد طلبہ سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی، یہاں آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث شریف: **''إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنةٍ من يُجدِّدُ لها دينها''.** (ابوداؤد شریف) پڑھ کر بیان کا آغاز فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر سو سال پر ایسے مجدد دین بھیجتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے)۔

یہ بیان سن کر بعض علماء نے فرمایا کہ یہ بیان الہامی ہے اور خود حضرت مولانا نے فرمایا کہ یہ مضمون فوری طور سے قلب پر وارد ہوا ہے، ان شاء اللہ اگلی اشاعت میں یہ بیان شائع کیا جائے گا۔

قصبہ ترکیسر میں حضرت موسی جی نقشبندیؒ کا مزار ہے، چنانچہ عصر کے بعد واپسی میں اُن کے مزار پر حاضری ہوئی، اور ایصال ثواب وفاتحہ خوانی کے بعد مولانا غلام محمد نور گت صاحب کے جامعہ واقع ''نور نگر'' میں رُک کر دعا کرائی، وہاں سے مدرسہ ''جامعہ اسلامیہ حقانیہ'' کٹھور کے ذمہ داروں کے اصرار تقاضے پر اُن کے مدرسہ میں حاضری ہوئی اور دعا ہوئی، پھر سورت شہر کے لیے روانگی ہوئی، جہاں مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ کے مہتمم وطلبہ انتظار کر رہے تھے، وہاں بھی دعا کرائی گئی، اس کے بعد مفتی محمد یونس صاحب کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے، قیام انہوں نے جناب محمد اسلم صاحب کے یہاں کرایا، ان کا مکان بہت کشادہ تھا، جناب مفتی صاحب نے ڈھائی سو کی تعداد میں علماء واعیان شہر کو کھانے پر مدعو کیا تھا، اہم لوگوں میں حضرت مفتی احمد خان پوری مدظلہ، مفتی محمد اسماعیل صاحب کچھولوی شیخ الحدیث، بھائی عبدالحفیظ منیار اور دیگر بہت سے حضرات شریک تھے، وہیں حضرت مولانا مدظلہ کے چھوٹے صاحبزادے ڈاکٹر صفی الدین بمبئی سے آگئے تھے۔

ناشتہ کا انتظام عزیز ڈاکٹر فریدالدین ندوی کے مخلص دوست عبدالرب اوران کے والد حافظ عمر نے کیا، اس کے بعد ایک رفیق کے ساتھ ایرپورٹ کے لیے

روانہ ہوئے، وہاں سے دہلی محترم جناب مولانا محمود مدنی صاحب مدظلہٗ کو فون کیا گیا تھا، اس لیے توانہوں نے استقبال کے لیے ایرپورٹ پر ایک آدمی بھیج دیا، پھر دہلی سے بنارس کے لیے روانگی ہوئی، الحمدللہ خیر وعافیت اور نہایت آرام سے ایک بجکر ۱۰ رمنٹ پر بنارس ایر پورٹ پہنچ آئے، بنارس ایر پورٹ پر مولوی صلاح الدین اور مولوی ابوثاقب موجود تھے، بنارس سے جامعہ اسلامیہ مظفر پور ۴ ربجے پہنچے۔

جامعہ اسلامیہ سے ندوۃ العلماء تک

مولانا خطیب الرحمٰن ندوی

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری مدظلہ ابھی ابوظبی سے گجرات ہوتے ہوئے اعظم گڑھ تشریف لائے تھے اور چند روز جامعہ میں گزرے تھے کہ پروگرام کے مطابق ۲۵/ مارچ ۲۰۱۹ء بروز دوشنبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے لیے رخت سفر باندھا، ان کے ہمراہ مولوی صلاح الدین ندوی اور مولوی ابوثاقب ندوی تھے، جامعہ سے صبح کو روانہ ہوئے اور رائے بریلی (تکیہ کلاں) حضرت مولانا سید محمد واضح رشید صاحب ندویؒ کے مزار پر ایصال ثواب کر کے مغرب کے قریب لکھنؤ ندوہ کے مہمان خانہ پہنچے اور حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب دامت فیوضہم (ناظم ندوۃ العلماء) سے ملاقات فرمائی اور تعزیت مسنونہ پیش کی، عشاء تک قیام کر کے آرام کرنے اپنے فلیٹ واقع ''ڈالی گنج'' تشریف لے گئے۔

اس موقع پر بخاری شریف کے آخری درس اور ندوہ کی مجلس انتظامیہ کے جلسہ کے علاوہ حضرت مولانا سید محمد واضح رشید صاحبؒ کے انتقال کے بعد ندوہ کے معتمد تعلیمات مقرر ہونے کے بعد پہلی بار حاضری ہو رہی تھی، اس لیے ضروری تھا کہ

سابق معمول سے ہٹ کر کچھ زیادہ ہی وقت ندوہ میں گزاریں اور حضرت ناظم صاحب دامت فیوضہم نے بھی فرمایا کہ مہمان خانہ ہی میں تشریف رکھیں تاکہ لوگوں سے ملاقات میں آسانی ہو، چنانچہ ملاقات اور مجلس انتظامیہ وعام شوریٰ کی وجہ سے دن میں ندوہ کے مہمان خانہ میں تشریف رکھتے اور رات کو ڈالی گنج آکر آرام فرماتے۔

۲۷/مارچ بدھ کو مجلس انتظامیہ کی شوریٰ تھی، ممبران کی آمد شروع ہوچکی تھی، اس روز بھی ناشتہ اور دوپہر کا کھانا حضرت ناظم صاحب دامت فیوضہم کے ساتھ مہمان خانہ میں ہوا، اس کے بعد مہمان خانہ اپنی رہائش پر آگئے، ملاقات کے لیے لوگ آتے رہے، جن میں محترم جناب ڈاکٹر احتشام احمد صاحب ندوی، جناب مولانا حمزہ صاحب حسنی ندوی اور جناب مولانا عبدالعزیز صاحب بھٹکلی ندوی نائب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء وغیرہم بطور خاص قابل ذکر ہیں، طلبہ بھی آتے رہے اور ملاقات واستفادہ کرتے رہے۔

۲۸/مارچ بدھ کی صبح ۱۱/بجے عباسیہ ہال میں طلبہ علیا کی جانب سے الوداعی تقریب تھی، دارالعلوم کے تمام اساتذہ اور حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم اور فارغ ہونے والے طلبہ جن کی تعداد ۲۶۰/تھی، سب موجود تھے، الوداعی تقریب کی مناسبت سے " **لا تزال طائفة من أمتي منصورين لايضرهم من خذلهم حتى تقوم الساعة**". (رواہ الترمذی:۲۲۲۹)

(قیامت تک ہمیشہ میری امت کا ایک طبقہ (دین کے دشمنوں پر) غالب رہے گا، اس

کو وہ لوگ نقصان نہیں پہنچا سکتے جو اُس کو بے یار ومددگار چھوڑ دیں)۔ پڑھ کر بیس (۲۰) منٹ مؤثر تقریر فرمائی، ان شاء اللہ یہ تقریر بھی شائع ہوگی۔

یہاں سے فارغ ہوکر حضرت مولانا مہمان خانہ میں اپنے کمرہ میں آئے، دوپہر کا کھانا حضرت ناظم صاحب دامت فیوضہم کے ساتھ ہوا، کھانے سے فارغ ہوکر اپنی قیام گاہ ''ڈالی گنج'' تشریف لے آئے اور عصر میں ندوہ واپسی ہوئی۔

بعد نماز مغرب ندوہ کی مسجد میں ختم بخاری شریف کی تقریب آراستہ ہوئی، دارالعلوم کے مہتمم صاحب مدظلہٗ، اساتذۂ دارالعلوم اور درجات علیا کے طلبہ کے علاوہ عام طلبہ سے مسجد بھری ہوئی تھی، اس موقع سے ختم بخاری شریف پر ایک گھنٹہ ۱۰/منٹ تقریر فرمائی، اور دعا پر یہ تقریب سعید اختتام کو پہنچی، اس مجلس میں اجازت حدیث بھی دی گئی۔

جمعرات کو عصر بعد جناب قاری مشتاق احمد صاحب کی عیادت کے لیے مدرسہ عرفانیہ تشریف لے گئے، اور اسی موقع پر ڈاکٹر شعیب قریشی صاحب سے ملاقات فرمائی، مغرب کی نماز معہد سیدنا ابوبکر الصدیق ، مہپت مئو، کاکوری میں ادا فرمائی، وہاں جلسہ تھا، حضرت ناظم صاحب دامت فیوضہم اپنی علالت کے وجہ سے تشریف نہ لے جاسکے، تو حضرت مولانا نے جلسہ کی صدارت فرمائی، اور ۲۰/منٹ بیان کیا، جلسہ کے بعد کھانا تناول فرمایا اور ڈالی گنج اپنی قیام گاہ پر آکر عشاء کی نماز ادا کی۔

۲۹؍مارچ جمعہ کا دن تھا، جمعہ کی تیاری کر کے دار العلوم کی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی، جمعہ کا دن گذار کر ۳۰؍مارچ سنیچر کو ۱۰ بجے مجلس انتظامیہ کا جلسہ تھا، اس میں شرکت فرمائی، جلسہ سے فارغ ہوکر ڈیڑھ بجے مولانا خالد رشید صاحب فرنگی محلی کے مدرسہ ''دار العلوم فرنگی محل'' تشریف لے گئے، اور فرنگی محل کی تاریخی اہمیت، اس کے علماء اور بزرگوں کے کارنامے مختصراً بیان کئے، اور اپنے تعلق کا اظہار اس طور کیا کہ آپ کے صاجزادے مولانا ڈاکٹر ولی الدین ندوی ناظم جامعہ اسلامیہ نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ کے لیے مولانا عبدالحیؒ لکھنوی فرنگی محلی کی بلند پایہ شخصیت کا انتخاب فرمایا اور ''**الإمام عبد الحي اللكنوي علامة الهند إمام المحدثين والفقهاء**'' کے عنوان سے ضخیم مقالہ لکھ کر قاہرہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے، اس مقالہ کے ایک حصہ کا اردو ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے، خود حضرت مولانا مدظلہ نے مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ کی ''**التعليق الممجد**'' اور ''**ظفر الأماني**'' کو اپنی گراں قدر تعلیق و تحقیق کے بعد شائع کی ہے، بیان میں آپ نے یہ امید ظاہر کی کہ ان شاء اللہ فرنگی محل کا فیض ہمیشہ جاری رہے گا، جلسہ کے بعد اپنے مستقر ڈالی گنج تشریف لے آئے۔

عشاء کے بعد حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب دامت فیوضہم سے دعاؤں کے ساتھ رخصت ہوکر ڈالی گنج اپنے فلیٹ پر آ کر آرام فرمایا، اور صبح ساڑھے آٹھ بجے مظفر پور اعظم گڑھ کے لیے روانہ ہوئے، سفر کے طویل ہونے کی وجہ سے سلطان پور

میں مدرسہ سیدنا عمر فاروقؓ سیف اللہ گنج میں قیام فرمایا اور دوپہر کا کھانا بھی یہیں تناول فرمایا، سلطان پور کا یہ مدرسہ اس اعتبار سے بڑا ہی خوش نصیب ہے کہ اعظم گڑھ لکھنؤ آمدورفت میں علماء واکابر کی مختصر قیام گاہ اور آرام گاہ بن جاتا ہے، وہاں اچھی عزت وضیافت بھی ہوجاتی ہے، اللہ تعالیٰ مدرسہ کو ترقیات سے نوازے۔

ایک روز قبل جناب مولانا ڈاکٹر ولی الدین ندوی صاحب دبئ سے لکھنؤ آچکے تھے، وہ بھی حضرت مولانا کے ہمراہ اعظم گڑھ تشریف لائے، اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے اور آرزو یہ بھی ہے کہ حضرت ناظم ندوۃ العلماء مدظلہ العالی کا سایۂ عاطفت قائم رہے، یہ مختصر قافلہ ۴؍ بجے عصر کے قریب بخیر وعافیت جامعہ پہنچ آیا۔

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی
بانی وسرپرست جامعہ اسلامیہ کا
مظاہر علوم سہارنپور کا تعزیتی سفر

بقلم: صلاح الدین ندوی پرتاپ گڑھی

حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مدظلہ العالی کا شمار حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نور اللہ مرقدہ کے ارشدِ تلامذہ اور مسترشدین میں ہوتا ہے، حضرت مولانا مظاہر علوم کے سب سے قدیم ممبر بھی ہیں، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ حضرت مولانا کا بہت زیادہ خیال کرتے تھے، ان کی علمی ترقیات سے بہت خوش ہوتے تھے، حضرت مولانا کے لیے ہمیشہ دل سے دعا کرتے تھے، حضرت مولانا نے بھی ایک نیاز مند شاگرد کی طرح حضرت شیخؒ کے علمی مشن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا، حضرت شیخ الحدیثؒ کے علمی کاموں کو عالمِ اسلام میں پھیلانے میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے، یہ چیز اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے، ان ساری مناسبتوں کی وجہ سے حضرت مولانا کا

مظاہراور اہلِ مظاہر سے زمانہ قدیم ہی سے غیر معمولی شغف اور تعلق رہا ہے، حضرت مولانا اپنی پیرانہ سالی اور گوناگوں مصروفیات کے باوجود بھی مظاہر علوم کے خاص خاص پروگراموں اور مجلسِ شوریٰ کی میٹنگوں میں برابر شرکت کرتے رہتے ہیں، اور مظاہر علوم کی تعلیم وترقی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحبؒ کے سانحہ وصال کی خبر جس وقت حضرت مولانا کو پہونچی آپ اس وقت اپنے مستقر شہر العین ابوظبی میں تھے، یہ جانکاہ خبر حضرت مولانا پر ایک صاعقہ بن کر گری، جس نے دل ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، حضرت مولانا پر اس حادثے کا بے حد اثر تھا، لیکن یہ کہہ کر دل کو تسلی دی کہ:

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی

جان ٹھہری جانے والی جائے گی

اس کے بعد فوراً آپ مختصرا تاثرات لکھے جو تعمیر حیات دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ، اور الشارق جامعہ اسلامیہ اعظم گڑھ میں شائع ہو چکے ہیں، اس کے بعد حضرت مولانا نے اپنی قیام گاہ مدینۃ العین ابوظبی سے سفر کر کے تعزیت کی نیت سے سہارنپو جانے کا ارادہ کیا، لیکن اچانک کمر میں تکلیف ہوگئی جس کی وجہ سے سفر ملتوی کرنا پڑا، بالآخر حضرت مولانا کا یہ تعزیتی سفر ۱۳؍ستمبر کو شروع ہوا، ۱۳؍ستمبر کی رات میں آپ دبئی سے سفر کر کے ۲؍بجے رات دہلی انٹرنیشنل ائر پورٹ پر پہنچے، ائر پورٹ پر یہ ناچیز صلاح

الدین، اور میرے ایک ساتھی مولانا ابو ثاقب صاحب ندوی حضرت مولانا کے انتظار میں موجود تھے، ہم نے حضرت مولانا کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا، سلام ومصافحہ کے بعد ہم حضرت مولانا کو بستی نظام الدین دہلی کے قریب ایک ہوٹل میں لے آئے جس کی بکنگ ہم نے پہلے سے کر رکھی تھی۔

۱۴/ستمبر صبح ساڑھے نو بجے حضرت مولانا مدظلہ مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی دعوت پر ان کے یہاں ناشتہ کے لیے تشریف لے گئے، حضرت مولانا نے مولانا سعد صاحب سے ملاقات پر حضرت مولانا صوفی افتخار الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ، اور حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی تعزیت پیش کی۔

نظام الدین سے نکل کر حضرت مولانا نے دہلی کے ایک ڈاکٹر سے مراجعت کی، اس کے بعد ہم لوگ ایک خصوصی گاڑی سے سہارنپور کے لیے روانہ ہوئے، ہم لوگ تقریبا ساڑھے ۳/ بجے دوپہر کے وقت سہارنپور پہونچے، وہاں ہمارے قیام کا انتظام مظاہر علوم کے ناظم اور خانقاہ کے نئے ذمہ دار حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری دامت برکاتہم نے خانقاہ کے اس حجرہ میں رکھا جہاں حضرت مولانا طلحہ صاحبؒ کا آخری قیام تھا، جس میں پہونچ کر حضرت مولانا طلحہ صاحبؒ کی اور زیادہ یاد آتی رہی، مگر اس بات سے خوشی تھی کہ یہ خانقاہ جو ان کے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی یادگار ہے اس کو حضرت مولانا طلحہ صاحب نے زندہ اور تابندہ کر رکھا تھا وہ الحمد للہ اب مولانا حضرت مولانا سلمان صاحب کی سرپرستی میں قائم دائم ہے،

ذاکرین کی تعداد فجر کی نماز سے پہلے اور بعد میں بھی ۵۰؍ سے زیادہ تھی، وہ سب کے سب ذکر و شغل میں مشغول تھے، فضا ذکر اللہ کے زمزموں سے گونج رہی تھی، اس مجلسِ ذکر میں مولانا سلمان صاحب، مولانا محمد معاذ صاحب کاندھلوی اور دیگر علما و فضلاء شریک تھے۔

مغرب کی نماز کے بعد مولانا محمد شاہد صاحب اپنے صاحبزادگان کے ساتھ حضرت مولانا سے ملاقات کے لیے تشریف لائے، اور کچھ کتابیں ہدیہ کے طور پر پیش کیں، حضرت مولانا نے ان کو تعزیت پیش کی اور فرمایا: آپ کی ذمہ داری بہت بڑی ہے، جس میں خانقاہ اور اس سے متعلق دوسرے امور بھی شامل ہیں، امید ہے کہ آپ اس کا پورا پورا خیال رکھیں گے، مولانا شاہد صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت مولانا عاقل صاحب دامت برکاتہم صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم بھی اپنے صاحبزادگان کے ساتھ تشریف لائے، ان سے بھی اسی طرح کی باتیں ہوتی رہی، حضرت مولانا نے ان سب حضرات سے یہ درخواست کی کہ آپ لوگ بھی جمعہ کے دن عصر کے بعد اس مجلس میں شرکت کریں تاکہ اس کے فیوض و برکات میں اضافہ ہو، بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ حضرت ناظم صاحب نے حضرت مولانا کی اس تجویز کو بہت پسند فرمایا۔

دوسرے دن یعنی ۱۵؍ ستمبر کی صبح کو ہم سب خانقاہ میں ناشتہ کے لیے بیٹھے ناشتہ اور دسترخوان وہی تھا جو کبھی حضرت مولانا طلحہ صاحبؒ کے زمانے میں ہوتا تھا،

سارے ذاکرین کو چائے سے نوازہ گیا، اور مہمانوں کو ناشتہ کرایا گیا، ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگ مولانا معاذ کاندھلوی کے ہمراہ سہارنپور کے مشہور قبرستان حاجی شاہ کمال کی طرف روانہ ہوئے تاکہ وہاں مدفون اکابر حضرات اور خاص طور حضرت مولانا طلحہ صاحبؒ کے لیے ایصالِ ثواب کیا جائے، چنانچہ قبرستان پہونچ کر حضرت مولانا نے بڑے اہتمام سے ایصالِ ثواب کیا، حضرت مولانا طلحہ صاحب اور ان کے دادا حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کی قبر قریب قریب ہی ہے، ان سے قریب حضرت مولانا اسعد اللہ نور اللہ مرقدہ سابق ناظم مظاہر علوم، اور مظاہر علوم کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہ اور دیگر اکابرِ مظاہر کی قبریں ہیں، سب پر فاتحہ پڑھا گیا۔

فاتحہ سے فراغت کے بعد حضرت مولانا بار بار یہ فرما رہے تھے کہ مظاہر علوم کی زندگی اور اکابر کی صحبتیں، اور ان کی علمی مجلسیں اس وقت بہت یاد آ رہی ہیں، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے یہاں شام کا کھانا کھانے کی سعادت، اور ان کا ابوداود کا درس، حضرت مولانا یونس صاحبؒ کی صحبتیں، ان سے مناقشہ، ان کی گفتگو ایک ایک کر کے ساری باتیں یاد آ رہی ہیں، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ابھی کل ہی کی بات ہے، لیکن کل من علیہا فان کے قاعدہ سے کس کو اختلاف ہو سکتا ہے، سب کو ایک نہ ایک دن اس دنیا سے جانا ہے:

موت سے کس کو رستگاری ہے　　　آج وہ، کل ہماری باری ہے

اس کے بعد ہم لوگ حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دامت برکاتہم صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور کے یہاں حاضر ہوئے، ان کی خانقاہ دیکھی، وہاں پر بھی ذاکرین کا مجمع رہتا ہے، حضرت مولانا اور مولانا عاقل صاحب کے درمیان گفتگو ہوتی رہی، حضرت مولانا نے بتایا کہ آپ کی کتاب ''الفیض السمائي'' دارالفتح بیروت کے حوالے کر دی گئی ہے، وہ اس کتاب کو متن کے ساتھ شائع کریں گے۔

وہاں سے رخصت ہو کر حضرت مولانا مظاہر علوم وقف تشریف لے گئے، وہاں کے ناظم مولانا محمد سعیدی صاحب سے ملاقات کی، ان کے والد حضرت مولانا اطہر صاحبؒ حضرت مولانا کے رفیقِ درس تھے، مولانا سعیدی نے حضرت مولانا کو دار الافتاء کی زیارت کرائی جسے دیکھ کر حضرت مولانا نے نہایت خوشی کا اظہار کیا، یہاں پر حضرت مولانا محمد سعید صاحب نور اللہ مرقدہ مفتی اعظم مظاہر علوم سہانپور جو کہ مولانا سعیدی کے دادا تھے ان کے فتاوٰوں کو مرتب کیا جا رہا ہے جو کئی جلدوں میں ہوں گے، اور ان کے پیشرو اکابر کے فتاوی بھی جمع کئے جا رہے ہیں، مولانا سعیدی نے حضرت مولانا سے مقدمہ لکھنے کی درخواست کی اور حضرت مولانا نے وعدہ بھی کر لیا، مزید فرمایا کہ یہ ہمارے اکابر کا سرمایہ ہے اس کے متعلق کسی اور طرح کا تعاون مطلوب ہوگا تو اس کے لیے میں تیار ہوں۔

وہاں سے ہم لوگ واپس مظاہر علوم آگئے جہاں تخصص فی الحدیث کے طلبہ ہمارا انتظار کر رہے تھے، وہاں پہونچ کر حضرت مولانا نے طلبہ سے بذل المجھود فی حل سنن

ابی داود، اوراوجز المسالک الی موطأ الامام مالک کے تحقیقی کام کا تعارف اور منہج کے بارے میں تفصیل سے بتایا، جس سے طلبہ کو بڑا فائدہ ہوا، اسی طرح بخاری شریف کے تحقیقی کام کا بھی تعارف کرایا، اس کے نمونے دکھائے، حضرت مولانا کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

اس کے بعد ہم لوگ دار جدید کے مہمان کھانے میں آئے، وہاں طلبہ اور علما کی ایک بڑی تعداد یکے بعد دیگرے ملاقات کے لیے آتی رہی، اسی سلام ومصافحہ میں دوپہر کا وقت ہوگیا، ہم لوگ واپس پھر اسی کچے گھر میں آگئے، اور کھانا کھایا، یہاں پر کھانے پینے کے منتظم بھائی عالم صاحب ہیں جو پرانے زمانے سے مہمانوں کے کھانے پینے کا انتظام کرتے ہیں، اللہ تعالی ان کو اس خدمت کا بدلہ اپنی شایانِ شان عنایت فرمائے، ہمارے ساتھ کھانے میں مولانا شاہد صاحب کے صاحبزادے مفتی محمد صالح صاحب بھی شریک تھے، ظہر کی نماز اسی کچے گھر میں ادا کی گئی۔

اس کے بعد حضرت مولانا کا اگلا پروگرام دیوبند کا تھا، ظہر کی نماز کے بعد حضرت مولانا ۳؍بجے تک آرام فرمانے کے بعد حضرت مولانا عاقل صاحب، حضرت ناظم صاحب اور دیگر اساتذہ سے سلام ومصافحہ کے بعد ہم لوگ دیوبند کے لیے روانہ ہوئے، دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابو القاسم دامت برکاتہم سے فون پر بات ہوئی اور مولانا نے انھیں اپنے سفر کے بارے میں بتایا، ہم عصر کی نماز کے وقت دیوبند پہونچے، عصر کی نماز کے بعد حضرت مولانا کا دار العلوم

وقف میں بیان تھا، جس کی دعوت دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم مولانا سفیان قاسمی صاحب نے پہلے ہی دے رکھی تھی، چنانچہ ہم لوگ دارالعلوم وقف میں پہونچے، اور عصر کی نماز کے بعد حضرت مولانا نے تھکاوٹ کی وجہ سے مختصرا بیان کیا، اور اپنے بیان میں یہ فرمایا: بانیٔ دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ، اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد سالم صاحبؒ کی اس مدرسے سے نسبت بڑی سعادت کی بات ہے، نیز مولانا سفیان صاحب نے نئے نئے حالات کی رعایت کرتے ہوئے بہت چیزوں کا خیال کر رکھا ہے، مثلاً ان کا عربی اور اردو مجلّہ دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حالاتِ حاضرہ پر بڑی گہری نظر ہے، اللہ تعالی ان کی مساعی کو قبول فرمائیں، اور اس مدرسے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے غیب سے امداد فرمائیں۔ اس کے بعد مولانا سفیان صاحب کے صاجزادے مولانا شکیب جو جواں سال اور بہت متحرک ہیں حضرت مولانا کو حجۃ الاسلام اکیڈمی کی زیارت کرانے کے لیے گئے۔

وہاں سے رخصت ہو کر ہم دارالعلوم میں آ گئے، مغرب کی نماز کے لیے ہم لوگ مسجد رشید میں پہنچے، تو معلوم ہوا کہ نماز ہو چکی ہے، ہم لوگوں کو الگ سے نماز پڑھنی پڑی، نماز کے بعد جیسے ہی طلبہ کی نگاہ حضرت مولانا پر پڑی وہ سب مصافحہ کے لیے ٹوٹ پڑے، اور یہ سلسلہ دیر تک چلتا رہا، آخر حضرت مولانا کو کہنا پڑا کہ: بھئی میں تو بہت بوڑھا ہو گیا ہوں، میرے اندر زیادہ دیر کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہے جاؤ

اپنے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید صاحب سے مصافحہ کرو۔

نماز کے بعد ہم لوگ مہمان خانہ آئے، ہمارے آنے کے بعد حضرت مہتمم صاحب بھی تشریف لائے، شام کا کھانا حضرت مہتمم صاحب کے یہاں عشاء سے پہلے ہوا، عشاء کے بعد حضرت مولانا مفتی سعید صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سے ملاقات کے لیے مہمان خانہ میں تشریف لائے، انھوں نے اپنی کتابیں حضرت مولانا کو ہدیہ کیں جن میں ہدایۃ القرآن کی چند جلدیں تھیں، ان کے بعد مولانا عبداللہ معروفی اور کچھ دوسرے اساتذہ کرام ملنے کے لیے آئے، سب سے اچھی ملاقاتیں رہیں۔

دوسرے دن ۱۶ر ستمبر کو فجر کی نماز کے بعد ناشتہ حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کے دسترخوان پر کرنا تھا، ہم لوگ حضرت مہتمم صاحب کے ساتھ حضرت مولانا ارشد مدنی دامت برکاتہم کے یہاں گئے، ان سے گرم جوشی کے ساتھ ملاقات رہی، مختلف موضوعات پر گفتگو بھی ہوئی، انھوں نے ''هدية الأحوذي لمن يطالع تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي'' اورایک دوسری کتاب ہدیہ کی۔

ناشتہ کے بعد حضرت مہتمم صاحب سے رخصت ہوئے، پھر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد صبح ۹ر بجے دیوبند سے دہلی کے لیے روانہ ہوئے، سہارنپور ہی سے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے ایک مرید جناب محمد وسیم صاحب غازی آبادی کا

زبردست اصرار تھا کہ حضرت مولانا دہلی جاتے ہوئے ہمارے گھر پر کچھ دیر کے لیے قیام فرمائیں، اس لیے حضرت مولانا کو غازی آباد میں از راہِ مروت رکنا پڑا، دوپہر کا کھانا انھیں کے یہاں کھایا گیا، وہاں سے ظہر کی نماز پڑھ کر ہم لوگ دہلی ائرپورٹ کے لیے روانہ ہوگئے، جہاز تاخیر سے روانہ ہوا، شام کو ۷؍بجے ہم بنارس ائرپورٹ پر پہنچے، وہاں سے اعظم گڑھ کے لیے روانہ ہوئے، اور شام ساڑھے نو بجے ہم لوگ جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ پہنچ گئے، الحمدللہ علی ذلک۔

پانچواں باب

چند اہم تقاریر

تدوین حدیث اور اس کی حفاظت کے غیبی انتظامات

(دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں کی گئی ایک اہم تقریر)

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ أجمعین أما بعد:

إنا نحن نزلنا الذکر و إنا لہ لحافظون .

عزیزان طلبہ وعلمائے کرام! رات بعد نماز عشاء، تقریر سے پہلے جناب مولانا محمد عارف صاحب سنبھلی نے میرا تعارف کراتے ہوئے یہ کہا کہ یہ ندوۃ العلماء کے جزء ہیں، اس ناچیز کو اس تعارف سے مسرت ہوئی، یہاں پر میری علمی وتدریسی زندگی کا بہترین زمانہ گذرا ہے، دارالعلوم کو میں اپنا گھر سمجھتا ہوں جس زمانہ میں یہ ناچیز یہاں حدیث شریف کی کتابوں کا درس دیا کرتا تھا وہ زمانہ درحقیقت ندوۃ العلماء کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز تھا جس میں حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ندوۃ العلماء کو ترقی دینا چاہ رہے تھے، اس ناچیز کی چھٹیوں کے اوقات مالیگاؤں، بمبئی کے دوروں میں صرف ہوتے، جہاں وہ دارالعلوم کی اعانت وامداد کے لئے کوشاں رہتا، سلیمانیہ ہاسٹل میں بمبئی کے اہل خیر کے ناموں کے کئی کمرے اسی دور کی یادگار ہیں۔

حضرت مولاناؒ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء سے جو اس ناچیز کا تعلق ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی بھی خواہش تھی اور اس ناچیز کا بھی بار بار ارادہ

ہوا کہ کچھ دن یہاں قیام کروں، خود بھی استفادہ کروں اور حدیث شریف کے موضوع پر جو اس ناچیز کا اختصاص ہے طلبہ کے سامنے کچھ بیان کر سکوں اور تجربات کی روشنی میں کچھ ایسی باتیں پیش کروں جن سے ان کو نفع حاصل ہو، کل بخاری شریف کے درس میں میں نے بخاری شریف سے متعلق باتیں بیان کی تھیں اور آج اس محاضرے میں حدیث شریف کی تدوین اور اس کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو غیبی انتظامات فرمائے تھے ان کو بیان کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے إن اللّٰه تعالىٰ تكفل بحفظ كتابه، كذلك هو تكفل بحفظ شرحه و بيانه و هو حديث رسول اللّٰه ﷺ، جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا تو اس سے یہ لازم آیا کہ قرآن کی شرح و بیان جو احادیث رسولؐ ہیں ان کی حفاظت کا بھی ذمہ لے لیا ہے، تاریخ اسلام میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس زمانے میں اسلام کو جس چیز کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لئے ان حالات میں ایسے رجال پیدا کئے کہ انہوں نے دین کی حفاظت کی، چنانچہ اسلام جب عرب ملکوں سے نکل کر عجم میں داخل ہو رہا تھا، بڑے بڑے صحابہ کرامؓ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے، ضرورت تھی کہ قرآن کو بین الدفتین جمع کیا جائے، صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہو رہا تھا کہ اس کام کو کیسے انجام دیا جائے جس کو حضور ﷺ کے عہد مبارک میں انجام نہیں دیا گیا، قرآن سینوں میں محفوظ ہے اور لکھا ہوا بھی ہے، اس لئے جمع بین الدفتین میں صحابہ کرامؓ کو تردد تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے دل میں یہ بات ڈالی اور ان کے اصرار پر امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور صحابہ کرامؓ کو شرح صدر ہو گیا اور قرآن جمع کیا گیا، اسی طرح جب ضرورت تھی کہ قرآن کو علی لغۃ قریش جمع کیا جائے

کیوں کہ اختلافات شروع ہو چکے تھے اور اسلام عجم کے ملکوں میں پھیل رہا تھا لیکن صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ابھی کوئی اندیشہ نہیں تھا اگر چہ مستقبل میں اندیشہ ضرور تھا، اس اندیشے کے پیش آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جماعت صحابہؓ کو حضرت عثمان غنیؓ کے اصرار پر علی لغۃ قریش، قرآن کو جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور وہ نقل کر کے تمام اسلامی ممالک کے مرکزی شہروں میں بھجوادیا گیا، اسی طرح احادیث مبارکہ کی تدوین بھی عمل میں آئی، انفرادی طور پر حضور ﷺ کی اجازت کے بعد صحابہ کرامؓ کتابت حدیث کررہے تھے، تابعینؒ کے دور میں اس میں عروج ہوا، آپ تدوین حدیث کے سلسلہ میں سن چکے ہوں گے کہ بعض صحابہؓ نے احادیث کو کتابی شکل میں جمع کیا تھا جیسے صحیفۂ صادقہ وغیرہ، لیکن یہ سب کام انفرادی تھے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد اسلامی حکومتوں میں کہ وہ بھی خلافت راشدہ کا زمانہ ہے رسمی طور پر تدوین حدیث کیوں نہ کرائی گئی جب کہ حدیث مصدر ثانی ہے؟

آج سے ۳۵ سال قبل جناب مولانا وحید الدین خان نے جب وہ ''الجمعیۃ'' کے ایڈیٹر تھے، اس سلسلے میں کچھ سوالات کئے تھے، انہوں نے لکھا تھا کہ میں نے بہت سے اہل علم کے پاس یہ سوالات بھیجے ہیں لیکن ان کے جوابات سے مجھے تشفی نہیں ہوئی، جو دلائل دیئے جارہے ہیں وہ سب کتابت حدیث پر ہیں، میرا بنیادی سوال یہ ہے کہ جب حدیث مصدر ثانی ہے اور عہد نبوت کے بعد قرآن وحدیث میں التباس کا اندیشہ بھی نہیں تھا تو کیوں نہیں سرکاری پیمانہ پر اس کی تدوین کی گئی؟ بلکہ ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تدوین کا ارادہ فرمایا اور رائے بدل گئی، ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے حکومتی پیمانے پر تدوین حدیث کا حکم دیا، تاریخ

کا اتنا لمبا فاصلہ کیوں؟ آپ کہتے ہیں کہ حدیث قرآن کی شرح ہے تو اس کی تدوین کا کام بہت پہلے ہونا چاہئے، ان کے سوال کا جواب دینے میں اس ناچیز کو بہت پریشانی ہوئی، میں نے فیض الباری باب کتابة العلم میں علامہ کشمیریؒ کا قول دیکھا جس میں انہوں نے اشارہ کیا ہے اور مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے اس کی توضیح کی ہے کہ منشائے الٰہی اور ارادۃ اللہ یہی تھا کہ حدیثیں رسمی طور پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ذریعہ جمع کی جائیں، کیوں کہ اگر ساری احادیث حضور ﷺ کے وصال کے بعد جمع کر دی جاتیں تو یا تو متواتر ہوتیں یا مشہور اور اس سے مستنبط ہونے والے احکام یا فرض ہوتے یا واجب، اور شارع علیہ السلام کا منشا یہ تھا کہ احادیث میں اخبار آحاد بھی رہیں اور اخبار آحاد کے درجات حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، حتیٰ کہ حدیث ضعیف مع اپنے سارے درجات کے موجود رہے، مولانا عبد الحئی لکھنویؒ نے "ظفر الامانی" میں احادیث ضعیفہ کی ۳۹ر قسمیں لکھی ہیں، میرے ایک شاگرد تھے جامعۃ الامارات میں، ائمہ کے مذاہب پر بڑے ناقد تھے، میں نے ان سے کہا کہ تم مجتہد ہو گئے ہو، معلوم ہے حدیث ضعیف کی ۳۹ قسمیں ہیں، تم ان میں سے پانچ کی تعریف بیان کرو، تو معلوم ہو کہ اجتہاد کی طرف جا رہے ہو، یا اگر تمہارا کوئی ماہر فن استاذ ہو اور احادیث ضعاف کی دس قسمیں بیان کر دے مع امثلہ کے تو پھر میں غور کروں گا کہ وہ اس زمانہ میں امام احمد بننے جا رہے ہیں، ان کو شاید احادیث ضعاف کی قسمیں بھی نہ معلوم ہوں، امام احمد بن حنبلؒ جنھوں نے اپنی کتاب "مسند" کو سات لاکھ احادیث سے ۳۰ یا ۴۰ر ہزار احادیث کو منتخب کر کے پیش کیا ہے، انھوں نے اس میں کتنی محنت صرف کی ہوگی اس کے بعد انھوں نے اجتہاد کیا اور اس میں تفقہ پیدا کیا اور امت کو مسائل بتائے، اور تم

اس درجہ کو پہنچ گئے ہو کہ اپنے امام احمدؒ کو چھوڑ کر اجتہاد کا راستہ اختیار کر رہے ہو، میں نے کہا کہ تقلید کے بغیر چارہ نہیں، یہ جملہ معترضہ تھا۔

میں یہ بیان کر رہا تھا کہ احادیث کے درمیان یہ درجات قائم رہیں، ان میں احادیث متواترہ بھی ہوں، احادیث متواترہ کی بھی کئی قسمیں ہیں، تواتر باللفظ تو بہت کم ملیں گی اکثر تواتر معنوی سے منقول ہیں، ان سے ثابت ہونے والے احکام یا تو فرض ہیں یا واجب یا سنت مؤکدہ، احکام کے مختلف درجات ہیں، فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح، اسی طرح سے حرام، تحریم لذاتہ، تحریم لغیرہ، مکروہ، خلاف اولیٰ، وغیر ذلک، یہ سارے انواع جو فقہاء نے بیان کئے ہیں احادیث ہی سے ماخوذ ہیں اور احادیث کے درجات کے مطابق ہی مستنبط کئے گئے ہیں، إن الدین یسر، اللہ تعالیٰ نے اس امت پر فضل فرمایا کہ من جانب اللہ یہ حدیثیں اسی طرح باقی رہیں، لیکن جب ضرورت پیش آئی کہ ان کو کتابی شکل میں پیش کیا جائے تو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ متوفی ۱۰۱ھ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ حدیث کی تدوین کا حکم دیں، چنانچہ انھوں نے محمد بن شہاب زہری ۱۲۴ھ اور محمد بن حزم ۱۲۰ھ وغیرہ کو حکم دے کر تدوین حدیث کرائی اور یہ سلسلہ جاری رہا، اور آگے چل کر اس میں ترقی ہوئی، اب یہ موطأ مالک جو امام مالکؒ نے تصنیف کی یہ بھی اسی غیبی نظام کے تحت انتظام حدیث کی ایک صورت ہے، امام مالکؒ کو دیکھ کر بہت سے علماء نے کتابیں لکھنی شروع کیں، چنانچہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ جس میں اخلاص ہوگا وہ باقی رہے گا اور جس میں اخلاص نہیں ہوگا وہ باقی نہیں رہے گا، میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ موطأ مالک کی تصنیف اللہ تعالیٰ نے اپنے غیبی انتظام کے تحت کرائی، امام مالکؒ جو امام دارالہجرہ ہیں، جن کو حضور ﷺ کی

خواب میں زیارت کا روزانہ شرف حاصل ہوتا رہا ہے جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب حضور ﷺ کی نگرانی میں تصنیف کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہوا کہ یہ کتاب باقی رہے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ دھلویؒ نے ابن العربی سے نقل کیا ہے کہ: الموطأ هو الأصل الأول والبخاری هو الأصل الثانی: صحاح ستہ اور مسند دارمی وغیرہ یہ موطأ کی مستخرج ہیں، بہر حال غیبی نظام کے تحت علم حدیث کی تدوین کا سلسلہ چلتا رہا، جس میں مسند امام احمدؒ کا خاص مقام ہے، اس کے بعد ارباب صحاح ستہ کا دور آیا، انہوں نے اپنی کتابوں کی تالیف کی اور ہر ایک کا انداز نرالا ہے، اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اور عجیب بات ہے کہ یہ سارے ارباب صحاح ستہ، امام مسلمؒ کے علاوہ اعاجم ہیں ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

امام مسلمؒ کے بارے میں تو بیشک یہ ثابت ہے کہ وہ قبیلہ بنی شیبان سے تھے، عربی تھے، باقی سارے ائمہ اعاجم ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا کام لیا اور حدیث کا اتنا بڑا سرمایہ دنیا کے سامنے آیا، انھوں نے رجال، رواۃ اور خاص طور پر صحیحین پر پوری بحث کی ہے، آئینہ کی طرح ساری احادیث ہمارے سامنے ہیں، اب کچھ لوگ چودھویں صدی میں ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو ازسرنو غور کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اور ان پر حکم لگا رہے ہیں کہ ھذا صحیح، ھذا حسن، ھذا ضعیف، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے الابواب والتراجم کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ بخاری شریف کی ہر ہر حدیث پر ازسرنو غور کرنے کی دعوت دینا علمائے امت کی بارہ سو سال کی کوششوں پر

پانی پھیر دینے کے مرادف ہے۔

آج نہ وہ ورع ہے نہ وہ تقویٰ، نہ علم نہ معرفت اور بخاری ومسلم کی احادیث پر حکم لگانے جارہے ہیں، ان دونوں کتابوں کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صحیحین کی عظمت کا قائل نہ ہو اور ان کا احترام نہ کرے تو وہ اہل سنت والجماعت کی شاہراہ کو چھوڑ چکا ہے، اگر کوئی بخاری شریف کی حدیث پر از سرِ نو غور کرنے کی دعوت دے رہا ہے تو یہ جہالت کے مرادف ہوگا، اولاً تو رجال کی ساری کتابیں ابھی تک چھپ کر آئی بھی نہیں، حافظ کی تقریب التہذیب، ذہبی کی الکاشف، ابن حبان کی کتاب الثقات وغیرہ ہمارے سامنے آئی ہیں، بعض دفعہ ان کو دیکھ کر صحیح اندازہ لگانا بہت مشکل ہے، اسی طرح جیسے کسی نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ ضعیف ہیں، یہ بات تحفۃ الاحوذی کے مقدمہ میں جب امام صاحبؒ کا ذکر آیا تو نقل کی گئی ہے، سبحان اللہ، جس امام نے اتنے سارے مسائل کا استنباط کیا ہو، اگر کسی معاصر نے معاصرانہ رقابت میں یہ جملہ کہہ دیا تو کیا اس کو تسلیم کرکے حکم لگایا جائے گا، اسی طرح بخاری شریف کے کسی راوی کے بارے میں رجال کی کسی کتاب میں في ذاکرته شيء آ گیا تو آپ یہ حکم لگادیں گے کہ بخاری کی حدیث حسن کے درجہ میں آجائے گی، ہوسکتا ہے کہ یہ ضعف امام بخاریؒ کے اس شیخ سے تلمذ اختیار کرنے کے بعد پیدا ہوگیا ہو اور بڑھاپے میں عام طور پر ضعف آجاتا ہے، میں خود اپنا حال بیان کرتا ہوں، جوانی میں ایک نظر کتاب پر ڈالنے سے مفہوم مستحضر ہوجاتا تھا اور اب یہ بات نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزیؒ جو نقد روایات میں متشدد ہیں، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

شدة ابن الجوزي وتساهل الحاكم لقد أعدم النفع بكتابيهما، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابن جوزیؒ کی شدت اور حاکمؒ کے تساہل نے ان کی کتابوں سے فائدہ اٹھانے میں مشکلات پیدا کردی ہیں، ابن جوزیؒ نے صحاح ستہ پر نقد کیا ہے، ترمذی شریف پڑھانے کے زمانہ میں میں نے ایک رسالہ ''الدفاع عما أورده ابن الجوزي على الصحاح'' لکھا تھا، اس میں تحقیق وتعلیق وغیرہ باقی ہے، اس میں میں نے ذکر کیا تھا کہ بخاری کے حماد بن شاکر کے نسخہ میں ایک حدیث پر ابن جوزیؒ نے کلام کیا ہے، اسی طرح ابوداؤد کی ۹، نسائی کی ۱۰، ترمذی کی ۳۰، اور ابن ماجہ کی ۳۰ یا ۳۴ حدیثوں پر کلام کیا ہے، لیکن علماء نے اس کو تسلیم نہیں کیا ہے، بلکہ بخاری ومسلم پر نقد سے علامہ عینی اور شیخ الاسلام ابن حجر اور دیگر علماء ناراض ہیں، وہ لکھتے ہیں: قد أساء ابن الجوزي، بہرحال اگر موجودہ دور میں کوئی شخص صحیحین کی احادیث پر کلام کرے تو کیا اس کی بات مان لی جائے گی؟ سنن اربعہ کا بھی علامہ سیوطیؒ نے دفاع کیا ہے، ان کی کتاب کا نام ''القول الحسن في الذب عن السنن'' ہے، لیکن یہ کتاب آج مفقود ہے، البتہ ان کی دوسری کتاب ''التعقبات على الموضوعات'' موجود ہے، اس میں وہ ساری احادیث جن پر ابن جوزی نے کلام کیا ہے، ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور ان کے شواہد بیان کرنے کی کوشش کی ہے، انہیں حسن لذاتہ، یا حسن لغیرہ مانا ہے اور ان میں سے بعض احادیث ضعیف ہیں، مگر ان کا ضعف اس درجہ میں ہے کہ فضائل اعمال میں ان کا اعتبار رہے، آج چودھویں صدی میں کوئی محقق ان سنن اربعہ پر کلام کرے اور یہ کہے کہ ھذا ضعیف، ھذا منکر اور سلف صالحین کے اقوال سے صرف نظر کرلے تو بہت مشکلات پیدا ہوجائیں گی، ذہنیت کو

بدلنے کے لئے اس ناچیز نے علم رجال الحدیث لکھی ہے، جو عربی و اردو زبان میں چھپ چکی ہے، اس کا مقصد بھی دفاع ہے، اس میں حدیث کو معلوم کرنے کا صحیح راستہ پیش کیا گیا ہے، بعض لوگ پی ایچ ڈی کر کے آتے ہیں اوران کو حدیث صحیح کی تعریف بھی نہیں معلوم ہوتی، لہذا ان کو ان ائمہ کی رائے سے اختلاف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے دکتورہ حاصل کیا ہے خواہ جامعہ ازہر سے یا دیگر جامعات سے اور انہوں نے اپنے رسالہ میں بہت قیمتی مواد جمع کیا ہے جو قابل استفادہ ہے، جیسا کہ میں نے کل رات کی تقریر میں بیان کیا تھا کہ طلبہ کو بہت زیادہ تیاری کی ضرورت ہے، اللہ کے فضل سے یہاں بہت بڑا کتب خانہ موجود ہے اور چھوٹے چھوٹے کتب خانے بھی ہیں، اچھے اساتذہ بھی ہیں، استفادہ کا راستہ یہاں پر آسان ہے، یہ معلوم کرنا کتب رجال سے کہ یہ حدیث ضعیف ہے یا حسن ہے یہ بھی آسان ہے، محنت کی ضرورت ہے، ترمذی شریف کے پڑھانے کا ایک لطیفہ سناؤں، میری آواز بڑی قوی تھی اور یہاں کی تدریس کے زمانہ میں سارے طلبہ خواہ وہ شہر میں رہتے ہوں یا اس سے دور سب درس میں شرکت کرتے تھے اور مجھے بھی بڑا اہتمام تھا کہ ترمذی شریف کے درس پر مجھ کو حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ اور حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ نے بٹھایا تھا، اس لئے میں پورے اہتمام اور پوری تیاری کے ساتھ پڑھاتا تھا، کتاب مکمل ختم کراتا، جوانی کا زمانہ تھا، ساری چیزیں یاد ہو جاتی تھیں، میرے اس زمانہ کے اہم شاگردوں میں مولانا احمد لاڈ، مولانا غزالی اور ڈاکٹر شفیق وغیرہ ہیں، مولانا احمد لاڈ کی آواز بہت اچھی تھی، عام طور پر وہی قاری ہوتے تھے، پورے اہتمام کے ساتھ اخیر سال میں کتاب ختم کرائی جاتی تھی، نصاب کی تکمیل

بھی ضروری ہے۔

آج کل جامعات کا یہ اصول ہے کہ استاذ کا کام رہنمائی ہے اور طلبہ کا کام استفادہ، ہمارے یہاں جامعۃ الامارات میں ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب تھے، ان کا طرز تدریس یہ تھا کہ طلبہ کو کتب خانہ میں لے جا کر ان سے کتابیں نکلواتے اور حدیث شریف کا کوئی موضوع سامنے رکھتے، راوی کے درجہ کی تعیین رجال کی کتابوں سے کراتے، فقہی مسئلہ ہو تو ائمہ کے مذاہب اور ان کے دلائل مع مناقشہ جمع کراتے، ہم نے بھی انہیں کا راستہ اختیار کرنے کی کوشش کی تھی، طلبہ کو ایک دن کتب خانہ لے جانا ضروری تھا، جو ذی استعداد لڑکے تھے ان کو بڑا فائدہ ہوتا، ہمارے یہاں تقریر کا رواج ہے اور حوالے بھی دیئے جاتے ہیں، لیکن ضرورت ہے کتابوں سے تعارف کرانے کی، دیکھو ابن مہلب کی شرح بخاری بہت سے علماء نے دیکھا نہیں تھا لیکن وہ طبع ہو کر آ گئی ہے، میں نے جیسا کہ رات بخاری کی تقریر میں کہا تھا کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ إنما الأعمال بالنيات کی حدیث یہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کا پہلا خطبہ تھا، حافظ نے اس کو نقل کر کے یہ فرمایا کہ ابن مہلب نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی، اب شرح کو دیکھ کر خود رائے قائم کی جا سکتی ہے، اسی طرح علامہ عینی کی ابوداؤد کی شرح طبع ہو کر آ گئی ہے، اس میں بھی بہت سی نئی نئی باتیں ہیں، اگر طلبہ پوری تیاری کر کے درس میں آئیں تو استاذ بھی مجبور ہو گا کہ وہ مزید تیاری کرے اور نئی کتابوں کا تعارف کرائے، امام بخاری کا مشہور مقولہ ہے کہ انہوں نے اپنے شاگرد امام ترمذی سے کہا تھا: إني انتفعت بك أكثر مما انتفعت بي، محنتی طالب علم استاذ کو مجبور کرے گا کہ وہ مزید مطالعہ کر کے درجہ میں آئے اور اس کو شوق ہو گا کہ مجھے ان طلبہ کو تیار کرانا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ مجھ سے بے حد محبت فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ بذل المجہود کے صدقہ میں آپ ڈاکٹر ہو گئے ہیں اور یہ ناچیز بھی بیان کرتا ہے کہ اس کی برکت سے ڈاکٹر ہو گیا، جامعہ ازہر کے نظام قدیم کے مطابق میں وہ تنہا طالب علم ہوں جس کو یہ موقع ملا، اس کے بعد نظام ہی بدل گیا، یہاں تک کہ میں اپنے لڑکے ڈاکٹر ولی الدین کو لے کر جامعہ ازہر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ نظام ہی بدل گیا ان کو پڑھنا پڑے گا، مجھے بار بار خیال ہوا مولاناؒ کا فرمانا کہ دکتورہ، بذل المجہود کا ہی صدقہ ہے اور اس دکتورہ کا فائدہ یہ ہوا کہ مجھے امارات میں کام کرنے کا مناسب موقع ملا، میرے جامعہ ازہر میں مناقشہ کے وقت تین جج تھے اور یہ اعلان ہوا کہ ''باحث هندی یحاول حصول الدکتورة،هذا شرف لجامعة الازهر و شرف لندوة العلماء ''اس ناچیز نے پہلے اپنے کام کی نوعیت پیش کی، تین ججوں میں سے دو نے اچھا معاملہ کیا اور تیسرے جج صاحب جو ازہر کے بڑے استاذ حدیث تھے، داڑھی کٹی تھی، کوٹ پتلون میں تھے، میں نے توجہ نہیں کی کہ حدیث شریف اور یہ وضع قطع یہ میرے لئے ایک عجیب بات تھی، بہرحال اس دکتور نے بھرے مجمع میں نقد کیا کہ ''أنت جئت بکتاب الزهد الکبیر و قدمته إلی جامعة الأزهر و أنا راجعت الکتاب أربع مرات وو جدت فیه أقوال الصوفیاء و فیه کذا و کذا، و أنت تدعوالناس للعزلة و الزهد و أنت سافرت من الهندإلی دولة الإمارات العربیة المتحد ة و إلی جامعة الأزهر و تجری و راء الدکاترة لحصول الدکتورة، هذا یخالف الزهد ''۔

عجیب بات ہے کہ جس زمانہ میں ابوظبی میں میں اپنا یہ رسالہ تیار کر رہا تھا

وہاں زیادہ مراجع ومصادر نہیں تھے، جو کتابیں تھیں انہیں سے استفادہ کیا، اب تو کئی بڑے بڑے کتب خانے قائم ہیں، جن میں مجمع ثقافی کا کتب خانہ بہت بڑا ہے۔

بہر حال تیسرے جج صاحب نے بڑی سخت تقریر کی اوران کی تقریر پر تالی بجی کہ دکتورہ گیا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یا اللہ میری مدد فرما اور دکتور کو خطاب کر کے عرض کیا: إني سافرت من الهند إلى فضيلتكم، أنتم أفاضل العلماء نحن جئنا للاستفادة من علومكم و بركاتكم'' اتنے میں وہ ٹھنڈے پڑ گئے، اس کے بعد میرے مشرف ڈاکٹر مصطفیٰ امین تازی جو ایک دین دار آدمی تھے اور اخیر میں جامعہ ام القریٰ آ گئے تھے، مکہ مکرمہ ہی میں ان کا انتقال ہوا، ان کی خدمت میں یہ ناچیز اپنے قیام مصر کے زمانہ میں ہدیہ لے کر گیا تھا، انہوں نے کہا کہ أنا أغنى من الرئيس و أنت تلميذ الشيخ أبي الحسن الندوي بہر حال وہ کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے، انہوں نے اس دکتور پر رد کیا، اور انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ جامعہ ازہر نے ایک کتاب دی کہ اس کی تحقیق کرو، اب اس میں یہ دیکھنا ہے کہ تحقیق سلیم ہے یا غیر سلیم، آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ اعتراض کریں کہ اس میں صوفیاء کے اقوال ہیں، بہر حال انہوں نے درجہ ثانیہ کے دکتورہ کی شہادت دی، یہ کتاب تین مرتبہ چھپی ہے، تیسری مرتبہ تحقیق و تصحیح کے ساتھ مجمع ثقافی نے چھاپا ہے، وأما بنعمة ربك فحدث اور اس سلسلہ میں ندوۃ العلماء سے محترم مولانا محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا معین اللہ ندویؒ نے میری مدد کی تھی، قیام قاہرہ کے زمانہ میں جو بذل المجہود کا زمانہ تھا بعض ساتھیوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو لکھا کہ مولانا تقی الدین صاحب دکتورہ کر رہے ہیں حالانکہ وہاں دکتورہ کا کوئی کام

نہیں تھا سوائے تسجیل کے، حضرتؒ کی اس ناچیز پر خصوصی شفقتیں تھیں، دیکھنے والے موجود ہیں، مدینہ منورہ سے حضرتؒ کا گرامی نامہ آیا کہ مصر کا دکتورہ لاؤ یا امریکہ کی عروسہ، بذل المجہود جلد پورا کراؤ۔

عرض کر رہا ہوں کہ اگر ہمارے بزرگوں کا منہج ہمارے سامنے ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ ہوگی، اوجز المسالک کی طباعت کے لئے ابوظبی کے کئی اداروں سے میری گفتگو تھی، لیکن کوئی بات بن نہ سکی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا راستہ ہموار کیا اور ہم نے یہ موضوع شیخ سلطان بن زاید آل نہیان کے سامنے پیش کیا، انہوں نے اس کو ابتدائی منظوری دی، بڑا اس کا خرچ تھا، اس سے ہمیں خوشی ہوئی مگر پورا مشروع لے کر جب ہم دوبارہ حاضر ہوئے تو انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی اور وہاں سے خستہ دل واپسی ہوئی، اور بہت اثر ہوا کہ میری پانچ سالہ محنت کے بروئے کار لانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا ہے اور ابوظبی سے واپسی پر ایک سو کیلومیٹر کے فاصلہ پر پہونچا تو شیخ کے سکریٹری کا فون آیا کہ شیخ دوبارہ مجلس میں آگئے ہیں اور آپ کو یاد کر رہے ہیں، چنانچہ ہمارے ایک بیٹے گاڑی چلا رہے تھے فوراً دو سو میل کی رفتار سے واپسی ہوئی، ابوظبی کے قریب پہونچ کر تیل ختم ہوگیا، انہوں نے فون کر کے اپنے دوسرے بھائی کو بلا لیا، دوسرے لڑکے کی گاڑی میں بیٹھ کر ہم ابوظبی پہونچے، شیخ کی مجلس ختم ہونے والی تھی کہ ہمارے مشروع پیش کرنے پر بے تکلف دستخط کر دیا، یہ اللہ کی غیبی مدد تھی، جس کے نتیجے میں کتاب آپ کے سامنے ہے۔

عرض یہ کر رہا ہوں کہ کام کے بڑے میدان ہیں اور اللہ کی نصرت وحمایت ساتھ ساتھ ہے، اگر اخلاص ہو اور دل میں لگن ہو، علم حدیث کے سلسلہ میں ایک فقہ

حدیث ہے، ایک رجال حدیث ہے، ایک اصول حدیث ہے اور کئی موضوعات ہیں، جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے، عام طور پر عالم عربی اور وہاں کی جامعات میں علمائے حدیث کی ساری گفتگو اصول حدیث پر ہوتی ہے اور اسی موضوع پر ان کی کتابیں آرہی ہیں، فقہ حدیث پر بہت کم ان کا کام ہے۔

ہمارے یہاں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فقہ حدیث پر کام کا راستہ بتایا، حدیث کے اسرار و حکم پر گفتگو فرمائی، اس موضوع پر کام کرنے کی ضرورت ہے، حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ اور دوسری کتابوں میں جو اپنا منہج پیش کیا ہے وہ اجمال ہے، ضرورت ہے کہ اس کو پھیلایا جائے، ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ اور عزالدین بن عبد السلام کی قواعد اور ابن القیم و ابن تیمیہ کی مؤلفات کو سامنے رکھ کر اس منہج کو پھیلایا جاسکتا ہے، مثلاً حضرت شاہ ولی اللہؒ نے الخیر الکثیر میں لکھا ہے کہ میں نے احادیث پر غور کرنا شروع کیا، کتاب الطہارۃ کی ہر حدیث کو کسی نہ کسی آیت قرآنی سے متعلق یا مستنبط پایا، اس موضوع پر شروح ابی داؤد میں متقدمین کی ایک شرح کا نام ملتا ہے جس میں ابوداؤد کی ہر حدیث کو آیت قرآنی سے مستنبط بتایا گیا ہے مگر یہ کتاب مفقود ہے۔

بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیبی انتظام کے تحت حدیث شریف کی خدمت کے لئے ہر زمانہ میں ایسے محدثین پیدا کئے جنہوں نے حدیث کی حفاظت کی، اس کے درجات بیان کئے، اس کے اسرار و حکم پر گفتگو کی، یہ پوری جماعت ورع و تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھی، امام ترمذیؒ کے حالات میں آپ سن چکے ہوں گے کہ وہ روتے روتے آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے، امام بخاریؒ کا زہد و تقویٰ ضرب المثل ہے، بخاری کے شارحین میں علامہ عینی و حافظ و قسطلانی ہیں، ان

لوگوں کے مصادر و مراجع میں ابو جمرہ مالکی کی کتاب بھجۃ النفوس ہے جو مختصر البخاری کی شرح ہے اور یہ چھپ بھی گئی ہے، ساتویں صدی ہجری میں یہ گذرے ہیں، یہ جب اپنی کتاب کی شرح لکھ رہے تھے تو فرماتے ہیں کہ عام طور پر ان کے شاگردوں میں کوئی نہ کوئی حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کرتا، کبھی آپؐ یہ فرماتے کہ فلاں عبارت پر نظر ثانی کرلو، کبھی فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے بہت عمدہ ہے، استحسان فرماتے، ان کے شاگردوں کے رؤیا کا مجموعہ جو تقریباً ساٹھ خوابوں پر مشتمل ہے بھجۃ النفوس کے اخیر میں چھپا ہوا ہے، سبحان اللہ جب شاگردوں کا یہ حال تھا تو ان کے استاذ کا کیا حال رہا ہوگا، جب ساتویں صدی کے ایک محدث کی یہ کیفیت تھی تو دوسری تیسری صدی کے محدثین کا حضور ﷺ کی ذات گرامی سے کیا تعلق رہا ہوگا، اس لئے اس کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ نہایت عظمت وادب کے ساتھ حدیث شریف کے درس میں بیٹھیں، تاکہ حدیث پاک کے پڑھنے پڑھانے کی لذت سے فیضیاب ہو سکیں، اس کے سامنے ساری دنیا ہیچ نظر آئے، جب ہم دین کی خدمت کریں گے اللہ تعالیٰ ہماری ضروریات کا غیبی طور سے انتظام فرمائے گا، کتا کسی کے دروازے کی نگرانی کرتا ہے تو اس کو دو روٹی مل جاتی ہے، خواجہ مخدوم بہاریؒ کا یہ شعر جس کو وہ پڑھتے تھے

جَے کتا دَر دَر پھرے دَردَر دُردُر ہوئے
ایک دَر کو تھام لے دُردُر کرے نہ کوئے

کتا جب سب دروازہ پر پھرتا ہے تو سب دُردُر کرتے ہیں، مگر ایک دروازہ کو پکڑ لے تو اس کو روٹی ملتی رہتی ہے، بندہ اگر سب دروازہ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دروازے کو تھام لے تو کون بھگا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے اور آپ کو بھی۔

بھائی اگر محنت سے پڑھو گے اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھو گے تو ہر جگہ تمہاری قدر کی جائے گی اور اگر طالب علمی کا زمانہ گشت وتفریح میں ضائع کر دیا تو فارغ ہونے کے بعد بے حد افسوس کرنا پڑے گا، حضرت تھانویؒ نے اپنے مواعظ میں ایک قصہ نقل کیا ہے، ایک صاحب تھے جنہوں نے اپنے پڑھنے کے زمانہ میں بالکل محنت نہیں کی، فارغ تو ہو گئے مگر علم سے خالی تھے، ان کو بے حد پریشانی ہوئی، وہ اپنے کسی استاذ کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں، کیا کروں لوگ مجھ سے مسائل پوچھتے ہیں تو کیا جواب دوں، ان استاذ صاحب نے ان سے یہ کہہ دیا کہ یہ کہہ دینا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اگر کوئی عالم عام لوگوں کے سامنے یہ بیان کرے کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے تو سمجھنے والے یہ سمجھ جاتے ہیں کہ یہ عالم ہیں، مگر کوئی جاہل یہ کہے تو اس کے چہرے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ جاہل ہے، کچھ جانتا نہیں، ایک منچلا آدمی تھا، اس نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کیا حکم ہے، ان صاحب نے جواب دیا کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے، پھر تو یہ صاحب لطیفہ بن گئے اور جہالت ظاہر ہو گئی، تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جو محنت سے پڑھے گا اس کی قدر دنیا وآخرت دونوں جگہ ہو گی، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو دین کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

(ماخوذ از: (الشارق) جنوری تا مارچ ۲۰۰۶ء)

طلبائے دارالعلوم دیوبند

سے

ایک خطاب

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له، ونشهد أن لاإلٰه إلا الله وحده لا شريك له، ونشهد أن سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله ، أما بعد !

حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث، دیگراساتذہ کرام وعزیزان طلبہ !

آپ حضرات اور حضرت شیخ الحدیث صاحب نے اس ناچیز کے ساتھ جس محبت اور تعلق کا اظہار کیا اس کا یہ ناچیز تہہ دل سے شکر گزار ہے، چند سال پیشتر لکھنؤ کے ایک جلسے میں تعارفی تقریر کرتے ہوئے مولوی اسحاق حسینی ندوی مرحوم نے اس ناچیز کو علاؤالدین کے چراغ سے تشبیہ دی تھی، جوابی تقریر میں میں نے عرض کیا تھا کہ آپ جو چاہیں بیان کریں مگر یہاں پر یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہمارا تعلق جس ذات گرامی سے ہے، جن کی طرف ہمارا خصوصی انتساب ہے وہ ہیں ہمارے استاذ اور شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ، میں نے اس کے

جواب میں کہا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں ؎

جہاں جاتے ہیں ہم تیرا فسانہ چھیڑ دیتے ہیں

اللہ والوں کی کسی پر نظر پڑ جائے تو یہ بڑی سعادت کی بات ہے اور دونوں جہاں میں خیر و برکت کا ذریعہ ہے، درس نظامی کے بانی ملا نظام الدینؒ جن کا نصاب دینی مدارس اور خود دارالعلوم دیوبند میں پڑھایا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ، شیخ عبدالرزاق بانسویؒ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے، لیکن روحانیت کے اتنے اونچے مقام پر فائز تھے کہ اگر کسی پر نظر پڑ جاتی تو ولی بن جاتا، چنانچہ انہیں کی برکت سے اس درس نظامی کو یہ قبولیت حاصل ہوئی، حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی اس ناچیز پر خاص نظر تھی جس کے دیکھنے والے بڑی تعداد میں لوگ موجود ہیں، اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرتؒ نے بذل المجہود کی خدمت کے لئے ایک سال کے لئے اپنے پاس سہارنپور بلایا، دوسرے سال اسی کام لیے قاہرہ بھیجا، اسی طرح حضرت شیخ الحدیثؒ نے مکہ مکرمہ کے قیام کے زمانے میں ایک دوسرا حدیثی و علمی کام اس ناچیز کے سپرد فرمایا، اس پر حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ کو لکھا کہ مولوی تقی الدین کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ایسے مبارک کام کے لیے حضرت والاؒ کی نظر ان ہی پر پڑتی ہے، اللہ تعالیٰ قدردانی اور تواضع اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے شیخ ثانی حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ کا شعر ہے ؎

کچھ ہونا مرا ذلت و خواری کا سبب ہے
ہے یہ مرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

اس مختصر سے وقت میں چند باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جس علم کو آپ یہاں سیکھنے آئے ہیں وہ علم نبوت ہے، اس کے حصول میں صرف اللہ کی رضا وخوشنودی مطلوب ہونی چاہئے، دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا وقت بہت قیمتی ہے، بہت تیزی کے ساتھ گزر رہا ہے، اس کی حفاظت کریں اور تیسری بات اس ادارے اور اپنے اساتذہ کی قدر کریں اور یہ سمجھیں کہ آپ بہت اونچے مقام پر ہیں۔

ہمارے مدارس کے طلبہ مہمانان رسولؐ ہیں، آپ کا بہت اونچا مقام ہے، آپ دارالعلوم دیوبند کے طالب علم ہیں جس کے بانی حضرت مولانا نانوتویؒ ہیں، جس سے فارغ ہوکر نکلنے والے حضرت شیخ الہندؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ وعلامہ کشمیریؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ جیسے اکابر ہیں، جنہوں نے اس ملک میں اسلام کی حفاظت کی ، ان میں سے خصوصیت سے حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ نے انگریزوں کے چیلنج کو قبول کیا اور اس ملک سے انگریزوں کو نکالنے میں ان کا زبردست کارنامہ ہے، آپ ایسے مدرسے کے طالب علم ہیں جن کی طرف انتساب بہت بڑی سعادت سمجھا جاتا ہے، اس کی قدر پہچانیں۔

بر خود نظر کشا زتہی دامنی مرنج
در سینۂ تو ماہ تمامے نہادہ اند

دیکھو تمہارے سینے میں کیا چیز ہے، تمہارے سینے میں قرآن وحدیث کا علم ہے، اگر آپ نے اپنی قیمت کو پہچانا اور کسی اللہ والے سے وابستہ ہوگئے یا اس سے تعلق پیدا کرلیا تو آپ قیمتی بن جائیں گے۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

میں کہتا ہوں کہ یہ تو بڑا مقام ہے، اگر وابستہ رہ شجر سے، یہ بات پیدا ہو جائے تو بھی بڑی بات ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ جب میں شیخ عبدالوہاب متقی کے پاس گیا تو سمجھتا تھا کہ میں بڑا عالم ہوں، ان کے پاس کچھ بھی نہیں، لیکن کچھ دن رہنے کے بعد محسوس ہوا کہ علم کی حقیقت تو ان ہی کے پاس ہے، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، اس وقت دنیا میں بہت سے چیلنجوں کا جواب دینا ہے، باہر ممالک کی یونیورسٹیاں چاہے وہ مکہ یونیورسٹی ہو، مدینہ یونیورسٹی ہو یا جامعۃ الامارات ہو یا قاہرہ کی یونیورسٹیاں ہوں، ان سب کے مقصد میں شاید یہ بات بھی ہے کہ ایسے رجال تیار ہوں جو بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر کے حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو سکیں، لیکن یہاں دین کے داعی بنائے جاتے ہیں، حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ جیسے افراد تیار کیے جاتے ہیں، امام غزالیؒ نے احیاء علوم الدین میں جہاد کا باب قائم نہیں فرمایا، ایک بڑا سوال ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام غزالیؒ کے پیش نظر جہاد بالنفس کی اہمیت کو بیان کرنا تھا، اس پر ایک پوری جیل تیار کرنی تھی، اس لیے کہ اسلامی سوسائٹی میں مادیت کا غلبہ ہو گیا تھا، اسلام پر ہر طرح سے یورش تھی، اس مادیت کے طوفان میں پڑ کر لوگ دین سے بیزار ہو رہے تھے، ضرورت تھی کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جیل تیار کی جائے جو آئندہ چل کر اسلام اور عالم اسلام کی حفاظت کر سکے، چنانچہ احیاء علوم الدین سے ایک پوری جیل تیار ہو گئی، جس کا صلاح الدین ایوبیؒ نے پورا پورا

فائدہ اٹھایا اور بیت المقدس کو آزاد کرایا، اسی طرح سلطان ٹیپو نے جنوب ہند میں شہید ہو کر اور حضرت سید احمد شہیدؒ نے بالاکوٹ میں جام شہادت نوش فرما کر ایک ایسی جیل تیار کردی جو اسلام کی اس ملک میں پاسبان بن گئی، دارالعلوم دیوبند کے اکابر کی نسبت بھی انہیں بزرگوں کی طرف ہے، اس وقت ضرورت ہے کہ آپ علمی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے پوری تیاری کریں اور اپنے وقت کی قیمت پہچانیں، اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونصرت آپ کے ساتھ ہوگی ۔

جب میں نے تعلیم سے فراغت حاصل کی تو ہمارے اعزہ واقارب کی رائے ہوئی کہ اگر یہ کسی مدرسے میں پڑھائیں گے تو زیادہ سے زیادہ پچاس روپیہ پائیں گے، میرے ماموں خوشحال تھے، ان کی رائے ہوئی کہ میں کپڑے کی دوکان کھول لوں، وہ ہر طرح امداد کرنے کے لیے تیار تھے، میری شادی بھی ہو چکی تھی، کچھ لوگوں نے کہا کہ طبیہ کالج میں داخلہ لے لو تو معاشی مسئلہ حل ہو جائے گا، میں نے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کو سہارنپور خط لکھا کہ ہمارے اعزہ واقرباء کا یہ مشورہ ہے، جواب آیا کہ تمہارے اس خط سے مجھے بہت قلق ہوا، اولاً علم دین کا موضوع معاش نہیں ہے بلکہ معاد ہے، احمق اور دیوانے ہیں وہ لوگ جو علم دین کا موضوع معاش بتاتے ہیں، میں نے بہتوں کو دیکھا ہے جنہوں نے علم دین حاصل کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو دنیا میں وہ مقام عطا فرمایا کہ بہت سے دنیاوی علم حاصل کرنے والے کو حاصل نہیں ہے، اصل مقصد تو اللہ کی رضا ہے، آخر میں یہ شعر تھا ؎

لوگ سمجھیں مجھے محروم وقار و تمکیں

وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا

اس کے بعد تجارت اور طب سے طبیعت ہٹ گئی، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کی طرف اللہ نے متوجہ کیا، زندگی میں بہت نشیب وفراز آئے، یہ سلسلہ جو نوجوانی سے قائم ہوا بفضلہٖ تعالیٰ اب تک باقی ہے، مختلف کتابیں جن میں الامام البخاری التعلیق الممجد، اُوجز المسالک وغیرہ ہزاروں کی تعداد میں، اور اردو تصانیف بار بار شائع ہورہی ہیں، مزید دیگر تصانیف اور بذل المجھود جس کے بارے میں حضرت شیخ الحدیثؒ کی تمنا تھی کہ یہ کتاب پورے عالم عربی میں پھیل جائے عنقریب ان شاء اللہ بیروت سے طبع ہوکر منصۂ شہود پر آرہی ہے، یہ کتاب دارالعلوم دیوبند کی بہت بڑی ترجمان ہے، اللہ کا شکر ہے کہ ان کتابوں کی نشر واشاعت کے لیے ابوظبی کی حکومت کا تعاون بھی حاصل ہے، یہ میں نے اس لیے ذکر کردیا تاکہ آپ کے اندر شوق پیدا ہو، محنت سے پڑھیں، مقصد پیش نظر رکھیں، دنیا قدر کرے گی، نچنیا ناچ میں کمال پیدا کرتا ہے تو دنیا اس کی قدر کرتی ہے یہ تو علم نبوت ہے۔

اورنگ زیبؒ کے زمانے میں ایک بہروپیا تھا، ایک دو بار تو اس کو کچھ دے دیا، وہ لباس بدل بدل کر آتا، اورنگ زیبؒ اس کو پہچان جاتے، وہ دو سال کے لئے غائب ہوگیا، صوفیاء کا لباس پہن کر کسی پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ گیا، شہر میں شہرت ہوگئی کہ یہاں ایک بزرگ آئے ہیں، بڑے اللہ والے ہیں، ان سے لوگوں کو بڑا فائدہ ہے، مخلوق خدا ان سے رجوع کررہی ہے، لوگوں نے اورنگ زیبؒ سے ذکر کیا، انہوں نے کوئی توجہ نہ کی مگر وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مدرسہ کے پروردہ تھے، لوگوں نے

اصرار کیا کہ حضرت پورا شہر چلا آرہا ہے، آپ بھی چل کر دعا کرالیں، اورنگ زیبؒ راضی ہو گئے، جا کر ملاقات کی، دعا کرائی، کچھ رقم پیش کی جس کو لینے سے انہوں نے انکار کر دیا، کیوں کہ وہ بہروپیا اب ولی بن چکا تھا، کہا حضرت آپ نے پہچانا نہیں، میں وہی بہروپیا ہوں جو آپ کی خدمت میں آیا کرتا تھا، اورنگ زیبؒ نے کہا کیا بات ہے، اس وقت تو تھوڑی سی رقم کو بھی قبول کر لیتے تھے، آج تو بہت بڑی رقم میں نے پیش کی ہے، اس کو کیوں قبول نہیں کیا، انہوں نے کہا، جس مالک کا میں نے لباس پہن رکھا ہے مجھے شرم محسوس ہو رہی ہے کہ میں اب کسی اور بادشاہ کا ہدیہ قبول کروں۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اگر آپ حضرات اپنے اندر کمال پیدا کریں گے تو آپ کی قدر دنیا میں بھی ہو گی اور آخرت میں بھی سرخروئی حاصل ہو گی، عصر سے پہلے تقریر میں میں نے قصہ سنایا تھا کہ جامعۃ الازھر میں پی ایچ ڈی کا مناقشہ ہو رہا تھا، میں وہاں بیٹھا ہوا تھا، مناقشہ میں ایک حدیث آئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو ملک الموت ان کی روح قبض کرنے کے لئے گئے، موسیٰ علیہ السلام نے پہچانا نہیں، جب وہ قریب ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک تھپڑ مارا جس سے ان کی آنکھ نکل آئی، اس حدیث کے بارے میں کہا گیا کہ یہ حدیث ہو ہی نہیں سکتی، مجھ سے دکتور مصطفیٰ امین تازی نے سوال کیا جو بعد میں میرے دکتورہ کے مشرف بھی بنے کہ کیا آپ اس حدیث کا درجہ بتا سکتے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ یہ بخاری کی حدیث ہے، انہوں

نے کہا کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ بخاری نے دو جگہ تخریج کی ہے، ایک کتاب الانبیاء میں اور دوسری جگہ کتاب الجنائز میں، انہوں نے کہا اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ میں نے حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ کو ان کے سامنے بیان کیا، وہ یہ ہے جاء ملك الموت عليه السلام بصورة البشر فتأثر كما يتأثر به البشر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تھپڑ مارا اور آنکھ نکل آئی، یہ بات عقل کے بالکل موافق ہے خلاف نہیں، انہوں نے کہا کہ یہ بڑی اچھی توجیہ ہے، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دارالعلوم دیو بند ام المدارس ہے، اس کی ایک خاص عظمت ہے، یہ صرف مدرسہ ہی نہیں بلکہ یہ ایک دعوت ہے، اس لئے یہاں پر بڑی تیاری کی ضرورت ہے۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين ۔

(ماخوذ از: الشارق اپریل تا مئی ۲۰۰۶ء)

بھٹکل شہر کی جامع مسجد میں ایک اہم خطاب

ایمانی زندگی کے لیے محاسبۂ نفس کی ضرورت ہے

الحمد لله رب العالمین و الصلاة و السلام علی سید المرسلین و علی آله و أصحابه أجمعین أما بعد ! قال رسول الله ﷺ : الکیِّس من دان نفسه ، و عمل لما بعد الموت ، والعاجز من أتبع نفسه هوا ها ، وتمنی علی الله الأمانی ، أو کما قال علیه الصلوٰة والسلام .

حضرات علمائے کرام اور حاضرین جلسہ!

اس وقت میرے ذہن میں یہ حدیث آئی، اس کا ترجمہ یہ ہے: عاقل وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور مرنے کے بعد والی زندگی جو حقیقی زندگی ہے اس کو پیش نظر رکھ کر عمل کرے، یہاں کیّس کے مقابلے میں عاجز آیا ہے و العاجز من أتبع نفسه هوا ها ، وتمنی علی الله الأمانی ،عاجز کا ترجمہ درماندہ سے کرنا صحیح نہیں ہے، مقابل میں کیّس کے آیا ہے، یہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بے عقل ہے، جاہل ہے، غیر عاقل ہے جس نے اپنی زندگی من مانی گزاری، جو چاہا کرلیا، جس نے اپنے نفس کو خواہشات کے تابع بنایا اور اللہ سے بڑی بڑی امیدیں بھی

رکھتا ہے، یہ کہتا ہے کہ میرے ساتھ اللہ کا خصوصی معاملہ ہونا چاہے، زندگی من مانی ہے اور امیدیں بہت لگائے ہوئے ہے اور کام وہ کر رہا ہے جو اللہ کی مرضیات کے خلاف ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی زندگی کا محاسبہ کرتے رہیں، اس کا جائزہ لیتے رہیں، صبح سے شام تک دیکھیں کہ کیا کیا اعمال ہم کر رہے ہیں، غفلت کے پردے ہم پر پڑے ہوئے ہیں، دیکھو جو عقل مند تاجر ہوتا ہے وہ ہر وقت محاسبہ کرتا رہتا ہے کہ کتنی آمدنی ہوئی، نقصان کتنا ہوا، فائدہ کتنا ہے، خسارہ کیا ہے اور وہ نامعقول اور جاہل ہے اس کی تجارت بے فائدہ ہے جو اپنا جائزہ نہ لے، اپنی من مانی کرے، ایسے آدمی کی تجارت برباد ہو جائے گی۔

یہ حدیث ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ ہم اپنی زندگی کا محاسبہ کریں اور اس کا جائزہ لیں، جب زندگی کا جائزہ لیں گے تو ہم کو یہ معلوم ہوگا کہ ہم کو کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے، ہماری یہ من مانی زندگی ہے، ایمانی زندگی نہیں ہے، ساون کا بھینسا ہمارے یہاں مشہور ہے، یوپی میں ساون کا بھینسا جدھر چاہتا ہے جس کی جائداد کو چاہتا ہے چر لیتا ہے، تو جب آدمی کے دل میں خوف نہیں ہے تو جو چاہے گا کرے گا، حرام و حلال کوئی کھلا دے تو کھاتا چلا جائے گا، حضور ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا: الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر، دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے، بعض لوگوں نے اس حدیث کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ مسلمان ہمیشہ دنیا میں پریشان حال رہے، حالانکہ یہ مطلب نہیں ہے، الدنیا سجن المؤمن، دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے یعنی مومن کی زندگی شریعت کے احکام کی

پابند ہے اور کافر کے لئے جنت ہے یعنی کافر کی زندگی پابند نہیں وہ آزاد ہے، جس طرح قید خانہ میں قیدی کی زندگی پابند ہوتی ہے، جو کھانا چاہے نہیں کھا سکتا ہے، اس کو وہی کھانا پڑے گا جو قید خانہ کی طرف سے مل رہا ہے، جو پینا چاہے نہیں پی سکتا، اس کو وہی پینا پڑے گا جو وہاں موجود ہے، خواہ نہایت گرم ہو اور تلچھٹ ہو، جو پہننا چاہے نہیں پہن سکتا، اس کو وہی لباس پہننا پڑے گا جو قیدی کے لئے مقرر ہے، جس سے ملاقات کرنا چاہے نہیں کرسکتا، ملاقات میں بھی وہاں کے احکام کا پابند ہے، حضور ﷺ بیان فرمارہے ہیں کہ مومن کے لئے دنیا قید خانہ ہے یعنی اس کی زندگی پابند ہے مسلمان سود نہیں کھا سکتا، قرآن نے سود کو حرام قرار دیا ہے، اسلام میں سود کھانا، کھلانا یا اس کے لئے واسطہ بننا سب حرام ہے اور اس کے ذریعے تجارت کو بڑھانا ناجائز ہے، اللہ تعالیٰ نے سود خور سے اعلان جنگ کر رکھا ہے تو مومن جو کھانا چاہے نہیں کھا سکتا، جو پینا چاہے نہیں پی سکتا، وہ شراب نہیں پی سکتا، جو پہننا چاہے نہیں پہن سکتا، ریشم کو رسول اللہ ﷺ نے مردوں پر حرام قرار دیا ہے، کیا کوئی مسلمان مرد ریشم پہنے گا؟ جس سے ملاقات کرنا چاہے نہیں کرسکتا، حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کچھ لوگ میرے صحابہ کرام کو برا بھلا کہیں گے، ان کی شان میں گستاخی کریں گے، ان سے تم ناطے توڑ لینا، ان سے رشتہ نہ رکھنا، تو معلوم ہوا کہ مومن ملاقات میں بھی آزاد نہیں ہے، کافر آزاد ہے ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

کافر تو آفاق میں گم ہے جو چاہے کھا سکتا ہے، مومن کی زندگی پابند ہے، میں نے عرض

کیا کہ من مانی زندگی گزارنا یہ مسلم کا شیوہ نہیں، مومن ایمان کا تابع ہے، اس لئے مومن کی زندگی ایمان کے تابع ہونی چاہئے، اس وقت جو پریشانیاں مسلمانوں پر آرہی ہیں، جو حوادث ان پر ٹوٹ رہے ہیں وہ اس لئے کہ مسلمان من مانی زندگی بسر کر رہا ہے، جو جی میں آتا ہے کر گذرتا ہے، اس لئے حضور ﷺ نے بیان فرمایا کہ اپنا محاسبہ کرو، مسلمان تجارت کرتا ہے، زراعت کرتا ہے، ملازمت کرتا ہے، اس کے ساتھ اپنا محاسبہ کرے، اپنی آخرت کی فکر کرے، ایمانی زندگی گزارے، حضور ﷺ نے فرمایا: التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء، یعنی سچے امانت دار تاجر کا حشر انبیاء وصدیقین وشہداء کے ساتھ ہوگا۔

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ میں ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ تھے، وہ حج میں گئے، منیٰ میں پہونچے تو کپڑے کا ایک بیوپاری کپڑے فروخت کررہا تھا، لوگ آرہے ہیں، کپڑے خرید رہے ہیں، وہ اللہ والے تھے، صاحب حال تھے، وہ بزرگ کہہ رہے ہیں کہ میں اس کے قلب پر متوجہ ہوا تو دیکھا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ سے غافل نہیں، اور میں جب مکہ مکرمہ پہونچا، وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر رو رہا ہے، آنکھیں اس کی رو رہی ہیں، دل اس کا بھیڑیئے کی طرح ہے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی اللہ کا خوف نہیں ہے۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ تجارت کرے یا زراعت، ہمارے اکابر میں حضرت خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تجارت بھی ہوتی تھی، تجارت تو وہ خود کرتے نہیں تھے خدام تجارت کرتے تھے، تجارت کی کشتیاں چلتی تھیں، ایک دن مسجد میں حضرت بیٹھے ہوئے بیان فرمارہے تھے، ایک صاحب نے آکر خبر دی کہ حضرت آپ کی کشتی مال

سے لدی ہوئی آ رہی تھی وہ تو ڈوب گئی، ہم میں کا کوئی ہوتا تو پریشان ہو جاتا، ہمارا ایمان کمزور ہے مگر حضرت پر کوئی اثر نہیں ہوا، بیان کرتے رہے، اس کے بعد ایک دوسرا آدمی آیا اور عرض کیا کہ حضرت وہ کشتی کنارے لگ گئی، خادم نے پوچھا کہ حضرت پہلی خبر آئی تو کوئی اثر نہیں ہوا، اسی طرح دوسری خبر آئی اس پر بھی آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا، حضرت نے جواب دیا کہ تم لوگ کشتی کو دیکھ رہے تھے کہ ڈوبی یا کنارے لگی اور میں اپنی کشتی کو دیکھ رہا تھا کہ اس کا کیا حال ہے، الحمد للہ، اللہ پر توکل باقی تھا، اس لئے میں بیان کر رہا ہوں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے نفس کا محاسبہ کریں، اس وقت جو پریشانیاں آ رہی ہیں وہ سب ہماری بداعمالیوں کے سبب سے ہیں ﴿ ما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم و يعفوا عن كثير ﴾ دنیا کا شکوہ کرنا اور غیروں کا شکوہ کرنا بالکل بیجا ہے، ہمارے اعمال، ہماری تجارتیں، ہماری معیشتیں اسلام سے دور ہیں، وہ اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنے والی نہیں ہیں، اگر ہمارے اعمال ایسے ہوں جو اللہ کی رحمت کو متوجہ کرنے والے ہوں تو اللہ کی رحمت ہمارے ساتھ آئے گی، اللہ کی نصرت بھی آئے گی، اللہ کی نصرت اور حفاظت کے لئے شرط ہے کہ ایمانی زندگی ہو، آدمی اگر تھوڑی بھی محنت کرے تو اللہ تعالیٰ دروازے کھولتے ہیں ﴿ والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا ﴾ تمنائیں تو بہت بڑی بڑی کرتے ہیں لیکن اس میں محنت کرنے کی ضرورت ہے، ایمان کے لئے جو محنت کرے گا جد و جہد کرے گا اللہ تعالیٰ کی نصرت و حفاظت اس کے ساتھ آئے گی، پوری اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ اللہ کی نصرت و حفاظت ساتھ ساتھ اس وقت چلے گی جب آدمی ایمانی زندگی گزارے گا، اس کے لئے محنت کرنی پڑے گی ۔

زباں سے کہہ بھی دیا لاالہٰ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

دل ونگاہ کومسلمان بنانے کے لئے محنت کرنی پڑے گی، ایسے ماحول میں جا کر زندگی گزارنی پڑے گی جس سے دل میں ایمان آئے، دل میں استغنا پیدا ہو،صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ۔

تعلق سے غنی کے ہو گیا غیروں سے مستغنی
پسند آئے نہ کیوں ان کو مرا مغرور ہو جانا

حقیقی غنی سے، اللہ کی ذات سے تعلق پیدا کرو سارے عالم سے اللہ تعالیٰ بے نیاز کر دے گا، اس کی حفاظت اس کی نصرت ہمارے ساتھ آئے گی، خواہ وہ فرد ہو خواہ جماعت، فرد کی مثال قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے، انھوں نے جب ایمان پر، تقویٰ پر محنت کی تو اللہ تعالیٰ نے مصر کے تخت پر پہونچا دیا، اور قوموں کی مثال اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سے دی ہے، جب وہ محنت کر کے ایمان پر آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرعون سے ان کو نجات دی، اسی لئے محنت کی ضرورت ہے، دین کے راستے میں محنت کی نہیں جاتی، مشقت کی نہیں جاتی، تمنائیں لمبی لمبی ہوتی ہیں، ایک قصہ یاد آیا حضرت تھانویؒ نے اسے ذکر کیا ہے کہ دو احدی تھے، احدی جانتے ہیں؟ احدی کے معنی بالکل جو کوئی کام کرنا نہیں چاہے، دو احدی تھے، دونوں نے باری باندھ رکھی تھی، رات کو ایک سوتا تھا تو دوسرا بیٹھا ہوا رہتا، دونوں کی ڈیوٹی لگی تھی، اس کے پاس سے ایک سوار گذرا، سوار سے اس نے کہا کہ اس کے سینے پر جو بیر رکھی ہوئی ہے ذرا اتر کر یہ بیر میرے منھ میں ڈال دے، اس نے کہا تم مجھ سے کیا

مطالبہ کررہے ہو تمہارے سامنے وہ آدمی بیٹھا ہوا ہے، تمہارا ساتھی ہے، اس سے کیوں نہیں کہتے، جیسا احدی یہ تھا ویسا احدی وہ بھی تھا، اس نے کہا کہ واہ واہ میں اس کے منھ میں بیر ڈالوں؟ ارے کل تو کتا آیا، اس نے منھ پر پیشاب کیا، وہ بھی بیٹھا ہوا تھا، ہٹایا تک نہیں، ہم لوگوں میں بھی احدی کی طرح کسل پیدا ہوگیا ہے، جب کسل پیدا ہو جائے گا تو ایمان نہیں آئے گا، اس لئے ضرورت ہے محنت کی اور قربانی کی، جب محنت اور قربانی کوئی فرد یا جماعت دے گی اس کے ساتھ اللہ کی نصرت آئے گی، اور اگر قومی طور پر مسلمانوں کا یہ مزاج بن جائے، وہ ایمان پر آجائیں تو یہ جس راستے سے چلیں گے، جس گلی سے گزریں گے غیر بھی دیکھیں گے تو اسلام سے متأثر ہوں گے، کہیں گے کہ یہ چلتی پھرتی اللہ کی رحمت ہیں ۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن ☆ گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

جب اللہ کی برہان بن کر کوئی چلے گا تو غیر بھی متأثر ہوں گے ان کے قلوب متأثر ہوں گے، وہ اسلام سے قریب آئیں گے، ہم غیروں کی شکایت کرتے ہیں، یہ شکایت کرنا بیجا ہے اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس وقت ہندوستان میں صرف سیاست کے راستے سے کامیابی ممکن نہیں، میں سیاست سے منع نہیں کرتا۔

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلام اور سیاست میں تو گہرا ربط ہے مگر یہ سیاست نہیں جو گندی ہے، ہمارے یہاں یہ سیاست نہایت گندی ہے، جو حالات یہاں کے چل رہے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر فلاں پارٹی جیت گئی اور فلاں لوگ الیکشن میں کامیاب ہوگئے تو ہمارا معاملہ حل ہو جائے گا، اس سے حل نہیں ہوگا، حل اس وقت ہوگا جب ایمان ہمارے اندر آئے گا،

کس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے اس کے لئے بھی ایمان کی ضرورت ہے اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله مومن کی فراست سے بچو کیوں کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اگر اس کے دل میں ایمان ہے تو سمجھ لے گا، ''المؤمن غرّ کریم '' مومن دیکھنے میں تو بھولا بھالا ہے، سیاسی لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بھولے بھالے ہیں، یہ کچھ سمجھتے نہیں، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ حق کیا ہے باطل کیا ہے، انہیں ہماری قیمت معلوم نہیں ہے، ہم بھی اپنے کو بے قیمت نہ بنائیں۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں جیسا کہ ابھی مولانا نے اشارہ کیا یہ مسائل ہمارے لائے ہوئے ہیں، مسائل تو ہم مسلمانوں نے خود پیدا کئے ہیں، ہماری زندگی میں اگر ایمان پیدا ہوجائے، تقویٰ پیدا ہوجائے تو غیر بھی ہم سے متأثر ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے قلوب کو مسخر کردے گا، جیسے صحابہ کرامؓ کے لئے سمندر کی مچھلیوں نے دعائیں کیں، اللہ تعالیٰ نے سمندر کی مچھلیوں کو، شیر کو، چیتے کو مسخر کردیا، اس لئے اس کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور یہ عقلمندی کی بات ہے کہ اپنے نفس کا جائزہ لیں اس طور پر کہ ہماری صبح کیسی گزری، اس کے لئے ماحول کی ضرورت ہے، بغیر ماحول کے یہ چیزیں پیدا نہیں ہوسکتیں، بہت بڑا مقرر ہے، نہایت زور وشور کی تقریر کرتا ہے، تقریر سن کر الحمد للہ، سبحان اللہ کہنے کے بعد اگر آنکھوں سے آنسو بھی نکل آئیں تو ایسا ہے جیسے کسی نے وضو کرلیا اور نماز کی توفیق نہیں ہوئی، اس لئے اس کی ضرورت ہے کہ ہم ایمانی زندگی اپنے اندر پیدا کرنے کی محنت کریں، بڑی جد وجہد کی ضرورت ہے، ماحول کی ضرورت ہے، حدیث شریف کا قصہ ہے کہ ایک آدمی نے ۹۹ آدمیوں کو صاف کردیا تھا، اس نے ایک صاحب سے پوچھا کہ میرے لئے کوئی راستہ ہے، میں

بہت بڑا مجرم ہوں، مجھ سے بہت بڑا گناہ ہوا ہے، کوئی راستہ بتایئے، انہوں نے کہا کہ کوئی راستہ نہیں ہے، ان کا بھی سر قلم کر دیا، پھر وہاں سے گئے، سنا کہ کوئی اللہ کا بندہ ہے وہ عالم تھے، سمجھدار تھے، انہوں نے کہا کہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تم اس بستی کو چھوڑ دو فلاں بستی میں چلے جاؤ، وہاں صالحین رہتے ہیں، اچھے اور دین دار لوگ رہتے ہیں، اگر اِس ماحول میں رہو گے تو برائی تم سے نہیں چھوٹے گی، اس لئے انہوں نے مشورہ دیا، وہ بچارے بڑے اخلاص سے گئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی۔

فضیل بن عیاض ڈاکوؤں کے سردار تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اولیاء کا سردار بنا دیا، حضرت عمرؓ اسلام کے کتنے مخالف تھے، اللہ نے انہیں خلیفہ ثانی بنا دیا، چلے تھے اللہ کے رسول ﷺ کو شہید کرنے کے ارادے سے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے " تؤتی الملك من تشاء و تنزع الملك ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بيدك الخير إنك على كل شئ قدير" اللہ تعالیٰ نے ہدایت اپنے پاس رکھی، نبیوں کے پاس بھی ہدایت نہیں، ان کا کام تو راستہ دکھانا ہے لیکن ہدایت اور مقصود تک پہونچانا اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔

اس کی ضرورت ہے کہ ہم ماحول بدلیں اور میں نے اشارہ بھی کیا کہ اللہ والوں کے پاس جانے کی ضرورت ہے، میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ سارے لوگ کسی سے مرید ہو جائیں لیکن کسی اللہ والے کی مجلس میں جائیں، ان سے تعلق رکھیں، وہاں اس ماحول میں رہنے سے دین کی طرف توجہ پیدا ہوگی، قلب میں اللہ سے محبت پیدا ہوگی، جب کوئی محبت والے کے پاس جائے گا تبھی محبت پیدا ہوگی، اس وقت ایسا گندا ماحول

ہے اور ایسی گندی فضا ہے کہ ؎

می نہ روئید تخم دل از آب و گل　　بے نگاہے از خداوندانِ دل

جب صاحب دل کے پاس آدمی جائے گا تو اس کے دل میں کچھ پیدا ہوگا، صرف کتابوں کے پڑھنے سے مقصد حاصل نہیں ہوگا ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

صاحبِ حال کے پاس جائیں گے اور استفادہ کی نیت سے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ایک خاص کیفیت دل میں پیدا کر دیں گے، میں ایک قصہ سنا رہا ہوں، ہمارے یہاں لکھنؤ میں سب سے پہلا اجتماع حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے بعد ندوہ میں طے ہوا، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ نے یہ طے کیا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اس اجتماع میں ابتدا میں شرکت نہ فرمائیں، حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے حضرت شیخ کو خط لکھا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب پہلے دن تقریر نہ کریں اس لئے کہ یہاں کی فضا ابھی تبلیغی نہیں ہوئی ہے، ہم دونوں تقریر کریں گے، اس کے بعد وہ بیان کریں، حضرت مولانا منظور صاحب نعمانیؒ اور حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے تقریر کر کے فضا بنائی، اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی باری آئی، مولانا نے تقریر فرمائی، اس تقریر میں ۱۰۰ نام آئے، ان میں ایک شاعر شرابی تھے، لکھنؤ کے مشہور شاعر تھے، یہ صاحب بھی اجتماع میں شریک ہوئے اور ایک چلہ (۴۰ دن) لکھایا اور اس چلہ میں وہاں سے پٹنہ تک گئے، واپس آئے تو ان کی زندگی ایسی بن گئی کہ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر

رائے پوریؒ کے خاص خدام میں ہو گئے، ذاکر وشاغل ہو گئے، ان کا مجھ پر بھی احسان ہے، وہ اس طرح کہ میں طالب علم کی حیثیت سے لکھنؤ گیا تو میرا ندوہ میں داخلہ نہیں ہوا، محرم میں گیا تھا، انہوں نے کہا کہ یہاں داخلہ مشکل ہے آپ سہارن پور چلے جائیں، حضرت شیخ کو خط لکھا، خط لے کر میں سہارن پور پہونچا، حضرت شیخ سے ملاقات ہوئی، حضرت نے پوچھا کہاں سے آئے ہو، میں نے کہا کہ اعظم گڑھ کے مدرسۃ الاصلاح سے داخلہ کے لئے آیا ہوں، میرے سر پر ٹیڑھی ٹوپی تھی، علی گڑھی قمیص و پائجامہ تھا، ہمارا ضلع اعظم گڑھ جماعت اسلامی کا مرکز ہے، اس وقت سہارن پور، دیوبند اور جماعت اسلامی کا شدید اختلاف چل رہا تھا، حضرتؒ نے اس ناچیز پر اس حال میں بھی خاص شفقت کا معاملہ فرمایا، بہرحال میں یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ولی بن گئے، جگر صاحب ایک مشہور شاعر گزرے ہیں، جب وہ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا کہ حضرت دعا کر دیجئے کہ میں داڑھی رکھ لوں، دوسری دعا یہ کہ میں حج بیت اللہ کرلوں، تیسری دعا یہ کہ شراب پینا چھوڑ دوں، حضرت نے دعا فرمائی، لوگوں نے لاکھ کوشش کی تھی کہ جگر صاحب شراب چھوڑ دیں مگر ان کے بس کا نہیں تھا، اس تعلق اور نسبت کی برکت یہ ہوئی کہ شراب چھوڑ دی اور داڑھی بھی رکھ لی، ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے معائنہ کر کے یہ کہا کہ جگر صاحب آپ کو زندہ رہنے کے لیے تھوڑا تھوڑا پینا پڑے گا، انہوں نے کہا کہ ہم نہیں پئیں گے، اب تو ہم نے توبہ کر لی ہے چاہے کل چلا جاؤں پرسوں چلا جاؤں یا آج ہی چلا جاؤں، شراب نہیں پی سکتا، ایسی استقامت اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ ان کی شاعری بدل گئی ان کی حقیقت بدل گئی، ہمارے ضلع اعظم گڑھ اور جونپور میں ایک خواجہ صاحب ڈپٹی

انسپکٹر تھے، ان کا حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق پیدا ہوا اور وہ با لآخر حضرتؒ کے قدموں میں پڑ گئے اور حضرتؒ کے خاص خلفاء میں ہو گئے، وہ فرماتے ہیں ؎

مجذوب نا رسیدہ کو واصل بنادیا ☆ ناقص کو اک نگاہ میں کامل بنادیا
ایسے کو جو پڑا تھا مذلّت کے قعر میں ☆ اتنا اُبھارا صدرِ افاضل بنادیا

بھائی اس کی ضرورت ہے کہ اگر طالب بن کر کسی شیخ کے پاس جائیں تو فائدہ ہوگا، مطلوب بن کر جائیں گے تو فائدہ نہیں ہوگا، اگر کسی شیخ نے یہ سمجھا کہ بغیر اصلاح ان کو اجازت دیدیں کہ یہ بڑے عالم ہیں، میرے حلقہ ارادت میں داخل ہو جائیں تو حضرت فرماتے کہ وہ بھی خائن ہے۔

میں اس وقت زیادہ دیر تک تقریر نہیں کرسکتا جیسا کہ میں نے حدیث شریف پڑھی ''الکیّس من دان نفسہ'' ہم اپنے نفس کا محاسبہ کریں اور اپنے ماحول کو بدلیں، اگر ہم اللہ والوں سے تعلق رکھیں گے اور اپنا محاسبہ بھی کریں تو حلال وحرام کی تمیز پیدا ہوگی۔

(ماخوذ از: الشارق اگست تا ستمبر ۲۰۰۶ء)

دارالمصنفین اعظم گڑھ میں

چند مفید باتیں

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتوكل عليه، و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادی له، و نشهد أن سيدنا مولانا محمداً عبده و رسوله، أما بعد!

جناب پروفیسر ریاض الرحمٰن شروانی صاحب، جناب مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب!

اس اجتماع میں پروفیسر شروانی صاحب کے قیمتی مقالہ بعنوان "مدارس اسلامیہ کے نصاب کا مسئلہ علامہ شبلی کے حوالے سے" سے مستفید ہوا، اس مقالہ میں تبدیلیٔ نصاب کے سلسلے میں علامہ شبلی کے نقطہ نظر کو پوری تفصیل سے واضح کیا گیا اور ندوۃ العلماء میں نصاب تعلیم کے سلسلے میں انہوں نے جو کوششیں کی تھیں ان کو بیان کیا گیا، اس پر حاضرین جلسہ کے بعض اہل علم کی آراء اور ان کے مناقشات بھی سامنے آئے، اس ناچیز کو صدر جلسہ کی حیثیت سے جو اعزاز بخشا گیا اس پر مشکور ہوں، اس موقع سے چند معروضات پیش کرنی ہیں۔

اس ناچیز کا دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس اور اس کے کاموں میں مشارکت کا تجربہ ہے، میرا وہاں سے تعلق تقریباً پچاس سال سے قائم ہے، اس کے علاوہ مدرسہ مظاہر علوم اور دارالعلوم دیوبند سے بھی گہرا تعلق ہے، خود متحدہ عرب امارات میں خلیج کی سب سے ماڈرن یونیورسٹی جو العین میں قائم ہے جس میں اس وقت سولہ ہزار طلباء زیر تعلیم ہیں، اس میں میں عرصہ تک پروفیسر رہا ہوں، اس لئے پروفیسر شروانی صاحب کے مقالے کی روشنی میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ علامہ شبلی نے ہندوستانی مدارس کے نصاب تعلیم کے سلسلے میں جو صدا بلند کی تھی وہ کہاں تک اثر انداز ہوئی، علامہ رشید رضا مصری نے جامعہ ازھر میں نصاب تعلیم کی تبدیلی کے سلسلے میں جو کوششیں کیں ان کا ماحصل کیا رہا، ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کے بعد مغربی نظام یہاں قائم ہوا، اور اس کے اثرات اس ملک میں بلکہ پورے عالم پر پڑ رہے تھے، اسلامی علوم میں تحریف وتبدیل کی نئی نئی سازشیں کی جارہی تھیں، ان میں شکوک و شبہات پیدا کئے جارہے تھے، مستشرقین کی پوری جماعت نے (جن کی مغربی حکومتیں سرپرستی کررہی تھیں) بہت سی اسلامی کتابوں کو ایڈٹ کر کے اسلامی دنیا کے سامنے پیش کیا، مثلاً تاریخ ابن سعد، لیکن اس کتاب میں سب سے پہلے اس جزء کو شائع کیا جس کا تعلق حضور ﷺ کی ازواج مطہرات سے تھا، اس کا مقصد نقد اور تشکیک و شبہات تھا، بلاشبہ ان کی تحقیقات سے بعض مفید باتیں بھی سامنے آئیں، اس موضوع پر دارالمصنفین میں ایک عالمی سمینار منعقد کیا جاچکا ہے جس میں بہت سے علمی مقالات پیش کئے گئے تھے، مستشرقین کی جماعت کے افکار سے ہمارا جدید طبقہ جو تعلیم کی غرض سے یورپ جارہا تھا وہ خاص طور سے متأثر ہورہا تھا، علامہ شبلی چونکہ علی گڑھ میں رہ چکے

تھے اس لئے ان کو ان کے حالات اور افکار و خیالات کے جائزہ لینے کا پورا موقع ملا، انہوں نے مولانا احمد علی سہارنپوری سے جو مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی کے شاگرد ہیں حدیث پڑھی تھی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے ادب پڑھا اور علامہ عبدالحئ لکھنوی کے سامنے فقہ کے حصول کے لئے زانوئے تلمذ تہہ کیا، اس لئے ان کے اندر یہ غیرت پیدا ہوئی کہ اسلام کا دفاع کیا جائے اور ایسے علماء تیار کئے جائیں جو مستشرقین کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے کہ عالم میں جب بھی اسلام کے خلاف کوئی سازش ہوتی ہے یا کوئی فتنہ ہونے والا ہوتا ہے، اس کی حفاظت اور دفاع کے لئے ایسے افراد پیدا ہوتے رہتے ہیں جو اس سازش اور فتنہ کا پورا مقابلہ کرتے ہیں، ہندوستان میں جب یہ شکوک وشبہات کا فتنہ پیدا ہوا تو بلاشبہ جو نصاب تعلیم دارالعلوم دیوبند اور سہارنپور میں پڑھایا جارہا تھا وہ بھی بہت ضروری تھا، لیکن اس کی بھی ضرورت تھی کہ ایک ایسا دارالعلوم قائم کیا جائے جو جدید وقدیم کا سنگم ہو، وہاں ایسے افراد تیار کئے جائیں جو مغرب سے آنے والے فتنوں کا بھرپور جواب دے سکیں، اس کا مقصد صرف یہی نہیں تھا کہ انگریزی پڑھ کر کسی یونیورسٹی میں لکچرار یا پروفیسر بن جائیں اور نہ صرف یہ تھا کہ محض روایتی مذہبی معلومات رکھنے والے دیندار افراد پیدا کئے جائیں، اس کے لئے تو بہت سے مکاتب قائم تھے، ان کا مقصد اس سے آگے یہ تھا کہ خود دیندار ہوں اور دین کے داعی بھی ہوں، حضور اکرم ﷺ کی نیابت کرنے والے ہوں، اس کے لئے فقہ اور تفسیر وحدیث میں بڑی تیاری کی ضرورت تھی، مزید برآں علوم جدیدہ کو پوری طرح حاصل کرنے کی ضرورت تھی، تاکہ مغرب سے آئے ہوئے

اشکالات معلوم کئے جاسکیں اوران کی تردید کی جاسکے،اس لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں علامہ شبلی کو اصرار تھا کہ انگریزی کو نصاب تعلیم میں داخل کیا جائے ،صرف ونحو آسان کیا جائے ، ادب وانشاء کا ذوق پیدا کیا جائے تاکہ طلبہ بے تکلف لکھنے اور بولنے پر قادر ہوں ،انہوں نے یہ جو صدا بلند کی اس سے عام طور پر لوگوں کا اتفاق تھا اختلاف نہیں تھا،اگر اختلاف پیدا ہوا تو وہ دیگر مسائل تھے۔

چنانچہ علامہ شبلی کے اس نظریہ کو آئندہ زمانے میں علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی نافذ کرنے کی کوشش کی اور مولانا علی میاں صاحب نے اس کی اپنے دور میں تکمیل کرائی ،صرف ونحواور ادب وانشاء میں کتابیں نئے انداز میں تیار کرائیں ،اور عربی زبان کو نہایت اہمیت دی گئی ،اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ شبلی کا دل عشق الٰہی اور حبّ نبویؐ سے معمور تھا،سیرۃ النبیؐ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عاشق رسولؐ تھے، جو عاشق رسولؐ ہوگا اس کو امت اسلامیہ کی فکر ہوگی ، چنانچہ علامہ شبلی کی محنتوں کا ثمرہ دنیا کے سامنے آیا ، ان کے شاگردوں میں علامہ سید سلیمان ندوی ،مولانا حمیدالدین فراہی ،مولانا عبدالماجد دریابادی اور مولانا سید عبدالباری ندوی وغیرہ ہیں، یہ وہ حضرات ہیں جو درحقیقت ؎

در کفے جامِ شریعت در کفے سندان عشق

کا مصداق تھے ، علامہ شبلی اسی طرح کے افراد پیدا کرنا چاہتے تھے، اس سلسلے میں نصاب تعلیم کی تحسین کے لئے اوراس کو عمدہ بنانے کے لئے ندوہ میں کوششیں جاری تھیں۔

آج کل تبدیلیٔ نصاب کے سلسلے میں جو سمینار ہو رہے ہیں،ان کے عمومی اور

مشتہر ہونے میں یہ خطرہ ہے کہ مخالفین کو یہ ہتھکنڈا نہ مل جائے جو مدارس عربیہ ہی کے مخالف ہیں جس کا مشاہدہ ہم کر رہے ہیں اور اخبار میں آپ پڑھ رہے ہیں، اس لئے اگر تبدیلیٔ نصاب کرنا ہے تو جو مدارس کے بڑے ذمہ دار ہیں وہ ایسے افراد کی ایک کمیٹی بنائیں جنہوں نے تدریس میں لمبی زندگی گزاری ہے اور وہ نصاب تعلیم میں غور و فکر کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں، اس مسئلہ کو میڈیا کے سامنے لانا یا اس کے جلسے اور سمینار منعقد کرنا مدارس کے لئے ضرر رساں اور نقصان دہ ہے، ایک ایسا آدمی جو بخاری شریف سے واقف نہیں، فقہ میں اس کو رسوخ حاصل نہیں، مستشرقین کے افکار سے واقفیت نہیں، زمانے کے حالات پر اس کی نظر نہیں، وہ نصاب تعلیم کے سلسلے میں کیا مقالہ لکھے گا، اہل حضرات کی غیر موجودگی میں ورکشاپ منعقد کرنا ضیاع وقت ہے، اس لئے عرض ہے کہ علامہ شبلی نے جو آواز اٹھائی تھی اور امتداد زمانہ کے بعد تقریباً اس کے اکثر حصہ کو قبول کیا گیا، اس کا بہترین نمونہ ندوہ ہے جس کا اعتراف عرب کی یونیورسٹیوں نے کیا ہے۔

اخیر میں میں جناب مولانا ضیاء الدین صاحب کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے مدعو کیا اور جلسہ کی صدارت کا شرف بخشا، اور جناب ریاض الرحمٰن شروانی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے قیمتی مقالہ پیش فرمایا، جن کا پورا خاندان علامہ شبلی کا عاشق ہے اور میرا بھی اس ادارے سے گہرا تعلق ہے، اللہ کرے کہ اس طرح کے جلسے بار بار منعقد ہوتے رہیں، آمین۔

(ماخوذ از: الشارق مئی، جون ۲۰۰۷ء)

ابوظبی میں شیخ زاید کی مسجد کبیر میں

ایک تاریخی درس بخاری

بقلم: مولوی اسعد عالم مظاہری ندوی

ابوظبی کی مسجد کبیر اپنی وسعت اور خوبصورتی میں پوری دنیا کی مسجدوں میں تیسری مسجد شمار کی جاتی ہے، جس میں بیک وقت اکتالیس ہزار (۴۱۰۰۰) مصلی نماز ادا کر سکتے ہیں، فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ اس میں پیش کیا گیا ہے، صدر مملکت شیخ زاید بن سلطان آل نہیان رحمہ اللہ کو اس کی تعمیر کا خاص اہتمام تھا، انہوں نے اپنے صاحبزادے سمو الشیخ سلطان بن زاید آل نہیان نائب وزیر اعظم حفظہ اللہ ورعاہ کو اس کی نگرانی کا ذمہ دار بنایا تھا، یہ مسجد اب تعمیر ہو چکی ہے اور دور دور سے سیاح اس کی زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔

۳؍مئی ۲۰۰۹ء کی شام کو میرے نانا حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی کو فون پر اطلاع دی گئی کہ کل یعنی ۴؍مئی بروز دوشنبہ مغرب کے بعد آپ کا شیخ زاید کی مسجد کبیر میں بخاری شریف پر بیان رکھا گیا ہے، اس کا سبب یہ پیش آیا کہ بخاری شریف کو متعدد نسخوں سے مقابلہ کے بعد حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث

سہارنپوریؒ (متوفی ۱۲۹۷ھ) کے حاشیہ کے ساتھ نانا زید مجدہ کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ ۱۵ر جلدوں میں شائع کیا گیا ہے، یہ کتاب سمو الشیخ سلطان بن زاید آل نہیان کی خصوصی اعانت پر طبع ہونے ہوئی، اسی مناسبت سے حضرت مولانا کا درس بخاری تجویز کیا گیا، اسی درمیان یہ معلوم ہوا کہ اس درس میں سمو الشیخ بذات خود شریک ہو رہے ہیں، نیز ان کے صاحبزادگان ودیگر علماء وقضاۃ اور ائمہ کو بھی دعوت دی گئی ہے، اس لیے دوسرے دن مغرب کی نماز نانا زیدت مکارمہ نے اپنے رفقاء کے ساتھ اس مسجد میں ادا کی، شیخ سے اور دیگر حضرات سے ملاقات ہوئی، خیال تھا کہ حضرت مولانا کے علاوہ دوسرے علماء کا بھی بیان ہوگا لیکن سب نے متفقہ طور پر نانا مدظلہ کی طرف اشارہ کیا، چنانچہ حمد وثنا کے بعد درس بخاری کا آغاز فرمایا اور اس درس میں اس کی بھی رعایت فرمائی کہ گفتگو علمی ہونے کے ساتھ ساتھ عام حاضرین کے لئے بھی استفادہ آسان ہو۔

حضرت مولانا مدظلہم نے پہلے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھی اور یہ بتایا کہ اس کو حدیث رحمت بھی کہا جاتا ہے اور اس حدیث شریف میں آپس میں محبت کی دعوت دی گئی ہے، ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ رحمۃ للعالمین تھے، آپ کی ذات گرامی سارے عالم اور پوری انسانیت کے لیے رحمت بن کر آئی تھی، ان تمہیدی کلمات کے بعد انھوں نے اصل موضوع پر گفتگو فرمائی اور یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، ارشاد خداوندی ہے: ﴿إنا نحن نزلنا الذكر و إنا له لحافظون﴾ لہذا جب قرآن مقدس کی حفاظت کا وعدہ ہے تو اس کی شرح وبیان کا بھی وعدہ ہے: ﴿وأنزلنا إليک الذكر لتبين للناس﴾ اس لیے دین اسلام،

قرآن وحدیث کی تمام خصوصیات اور پوری جامعیت کے ساتھ عہد بہ عہد امت میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک باقی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے غیبی نظام کے تحت دین مبین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، جس زمانہ میں اسلام کی حفاظت کے لیے جیسی ضرورت پیش آئی اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسے محافظ افراد پیدا کیے جنھوں نے اسلام کی پاسبانی کا پورا حق ادا کیا، جب ضرورت تھی کہ احادیث صحیحہ کا مجموعہ تیار کیا جائے اور ایسی کتاب وجود میں آئے جو ''أصح الكتب بعد كتاب الله العزيز'' قرار پائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تالیف کے لیے سرزمین عجم سے محمد بن اسماعیل البخاری کو پیدا فرمایا جن کے دادا کے دادا مجوسی اور کاشتکار تھے، امام بخاریؒ پیدائش کے بعد بچپن ہی میں نابینا ہو گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کی دعا کی برکت سے ان کو بینا بنا دیا اور ان کی بینائی اس طرح عود کر آئی کہ ۱۸ سال کی عمر میں مدینہ منورہ کی چاندنی راتوں میں روضۂ پاک علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ''التاريخ الكبير'' اور ''قضايا الصحابة و التابعين'' جیسی کتاب تالیف فرمائی اور حافظہ ایسا تھا کہ اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے مصنفین نے آپ کے بارے میں یہ اعتراف کیا ہے کہ امام صاحبؒ کا حافظہ اسلام کی کرامت ہے، زہد و تقویٰ، ورع و توکل اور اخلاق حسنہ میں بہت اونچے مقام پر فائز تھے، حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ''الجامع الصحيح'' کا خُطہ حرمین شریفین میں تیار فرمایا اور ابواب وتراجم کو پانچ سال مدینہ منورہ میں قیام کر کے مسودہ سے مبیضہ میں تبدیل فرمایا، ہر ترجمہ کے لیے دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے استخارہ فرماتے تھے، جب شرح صدر ہو جاتا تو ترجمہ لکھتے تھے جیسا کہ حدیث شریف

کے درج میں ان کا اہتمام تھا، اس لیے کہا گیا ہے:

كـأن البـخـاريَّ في جـمـعـه تلقّى من المصطفى ما اكتسب

گویا امام بخاریؒ اپنی اس تالیف میں براہ راست نبی کریم ﷺ سے استفادہ فرما رہے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کے عناوین وتراجم میں ایسے اسرار وحِکم ہیں جن کے سمجھنے سے بڑے بڑے علماء قاصر رہے ہیں، اس موضوع پر سب سے اہم اور جامع کتاب ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیثؒ کی ''الأبواب والتراجم'' ہے۔

پھر حضرت مولانا دامت برکاتہم نے حدیث اخلاص پر گفتگو کی اور اخلاص نیت کی شرح کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ اس وقت مسلمانوں میں دینی حالت کے اعتبار سے تین طبقے ہیں:

(۱) بہت تھوڑی تعداد تو ان لوگوں کی ہے جو نیک نیتی سے اللہ ورسول کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور اللہ کی رضا کا حصول ان کا منتہیٰ ومقصود ہے۔

(۲) دوسری بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو خاندانی اور موروثی مسلمان کہلاتے ہیں، ان کی زندگی میں اسلامی احکام وہدایات کی کوئی پابندی نہیں ہے اور احکام اگر ادا کرتے ہیں تو نیت کا استحضار نہیں ہوتا۔

(۳) ان دونوں طبقوں کے علاوہ ایک بہت معمولی طبقہ ایسا ہے جو بدنیتی سے عبادت میں شریک ہوتا ہے۔

اس لیے ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں اخلاص واستحضار پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، اس کے لیے صحبت اور ماحول کی ضرورت ہے ﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين﴾. (سورۂ توبہ ۱۱۸)

پھر ناناز ید مجدہم نے حدیث ''إنما الأعمال..........'' پر گفتگو کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث شریف کو اپنی کتاب ''الجامع الصحیح'' کے آغاز میں نقل فرمایا ہے، اس میں حدیث شریف کا پہلا فقرہ ''فمن کانت هجرته إلى الله ورسوله..........'' حذف کردیا ہے حالاں کہ اس حدیث کو کتاب میں اس مقام کے علاوہ چھ مقام پر بھی نقل فرمایا ہے لیکن مذکورہ فقرہ کو حذف کرنے میں کیا مصلحت ہے اس سلسلہ میں شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تواضعاً حذف فرمادیا ہے تاکہ یہ نہ خیال ہو کہ اپنا تزکیہ کررہے ہیں۔

حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ نے ہمارے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ سوال رکھا کہ حافظ صاحبؒ کے جواب سے اطمینان نہیں ہورہا ہے، حضرت نے برجستہ فرمایا: ایک ہے جلب منفعت اور ایک ہے دفع مضرت، پہلے فقرہ کا تعلق جلب منفعت سے ہے اور دوسرے کا تعلق دفع مضرت سے ہے، اس سے پہلے فقرہ کے حذف کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ پہلے دفع مضرت کیا جائے، یعنی قلب کو سارے خارجی خیالات سے پاک کرکے دل کو سنوار جائے اور اس قابل بنایا جائے کہ سہولت سے اسلامی احکام پر چلنا آسان ہو جائے، یہ اصول میں ہے کہ پہلے تخلیہ ہوگا پھر تزکیہ ہوگا، اس کے بعد حضرت مولانا دامت برکاتہم نے امام بخاریؒ کے نسخوں پر گفتگو فرمائی کہ یہ کتاب امت میں تواتر کے ساتھ منتقل ہوتی چلی آرہی ہے اور ہر دور میں علماء کی کثیر جماعت صحیح بخاری کی تدریس یا اس کی خدمت میں مشغول رہی ہے، اس کے بعد مولانا نے بخاری شریف کے نسخوں

کے اختلاف کی حقیقت کو تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بفضل اللہ بعض اہم نادر نسخے مخطوطات کی شکل میں ''مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی'' ہند کی لائبریری میں موجود ہیں۔

اور اخیر میں یہ بیان فرمایا کہ حدیث شریف سے اشتغال رکھنے والے کا تعلق حضور ﷺ کی بارگاہ سے بلا واسطہ ہوتا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ روضۂ پاک سے ایک نورانی دھاگہ نکل کر مشتغل بالحدیث کے قلب تک پہونچ رہا ہے، اس کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے، مشہور حدیث ''نضر اللہ امرءاً سمع مقالتی..........'' آپ ﷺ اس حدیث شریف میں حدیث پاک کے سننے والے اور خدمت کرنے والے کے لیے دعا بھی فرمائی ہے اور آخرت میں بشارت بھی دی ہے کہ جو شخص حدیث شریف سے اشتغال رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو دنیا میں بھی تر وتازہ رکھے گا اور آخرت میں بھی اس کے لیے بشارتیں ہیں۔

یہ مختصراً میں نے اشارہ کیا ہے ورنہ تقریر بہت مفصل اور مدلل تھی، حاضرین بہت محظوظ ومتأثر ہوئے، ٹیلی ویژن وغیرہ پر پوری تقریر نشر کی گئی تھی، مقامی عربی اخباروں کے علاوہ لندن کے جریدہ 'العرب' نے بھی اس خبر کو نقل کیا، اخیر میں دعا پر جلسے کا اختتام ہوا۔

(ماخوذ از: الشارق مئی جون ۲۰۰۹ء)

معوذتین کی اہمیت

[جامعہ اسلامیہ کی مسجد میں معوذتین کی اہمیت پر کی گئی تقریر]

نحمده ونصلي على رسوله الكريم ،أما بعد!

قرآن کریم عربی زبان میں اترا جس کا ہندوستان کے عوام کو سمجھنا مشکل تھا، اس لیے ہندوستان میں سب سے پہلے عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے ۱۱۵۰ھ میں فارسی زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا جس کا نام ''فتح الرحمٰن'' رکھا۔

شاہ ولی اللہؒ کے ترجمہ کے پچپن سال کے بعد ۱۲۰۵ھ میں ان کے فرزند ارجمند شاہ عبدالقادر دہلوی نے اردو میں قرآن کریم کا با محاورہ ترجمہ کیا مگر اس کا پورا پورا لحاظ رکھا کہ محاورہ مدلول قرآنی کے تابع رہے، ایسا نہ ہو کہ مدلول قرآنی محاورۂ زبان پر قربان کر دیا جائے، یہ اردو میں سب سے پہلا ترجمہ تھا جو نہایت عمدہ ہے اور بے مثال اور بے نظیر ہے اور علمائے ربانیین کے نزدیک مستند اور معتمد ہے، اس کا نام ''موضح القرآن'' ہے۔

دوسرا اردو ترجمہ شاہ عبدالقادر کے بھائی شاہ رفیع الدین دہلوی متوفی ۱۲۳۳ھ نے کیا مگر شاہ رفیع الدین کا ترجمہ تحت اللفظ تھا کہ جو ترتیب الفاظ قرآنی کی

ہے وہی اردو ترجمہ کے الفاظ کی رہے تا کہ کم استعداد والے کو یہ معلوم ہو سکے کہ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

شاہ ولی اللہ کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز نے ۱۲۰۸ھ میں فارسی زبان میں ایک مبسوط تفسیر لکھنی شروع کی جو حقائق و معارف میں بلاشبہ امام رازی کی تفسیر کبیر کا نمونہ تھی مگر افسوس کہ مکمل نہ ہوسکی، ایک حصہ میں صرف پارہ الم اور پارہ سیقول کی آیت ﴿وأن تصوموا خيرٌ لكم﴾ تک تفسیر آئی اور دوسرے حصہ میں پارہ تبارک الذی اور پارہ عم کی تفسیر آئی، اگر یہ تفسیر مکمل ہو جاتی تو اس کی نظیر نہ ہوتی جیسا کہ تفسیر عزیزی کے موجودہ حصہ کو دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ ایسے دقیق اور عمیق علوم کسی اور تفسیر میں نظر نہیں آتے۔

اب اس منزل کے طے ہو جانے کے بعد ضرورت اس کی تھی کہ اردو زبان میں قرآن کریم کی کوئی مختصر اور جامع تفسیر لکھی جائے جس میں فقط حل مطالب اور ربط آیات کا خاص اہتمام کیا جائے اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی طرح اقوال مختلفہ میں سے ارجح الاقوال پر اکتفا کیا جائے اور لطائف اور نکات اور مذاہب باطلہ کی تردید کی تفصیل سے گریز کیا جائے تا کہ خاص و عام اس سے نفع اٹھا سکیں۔

یہ خدمت اور یہ سعادت من جانب اللہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ متوفی ۱۳۶۲ھ کے حصہ میں آئی اور بیان القرآن کے نام سے ۱۳۲۵ھ میں ایک تفسیر لکھی جو اپنی افادیت اور جامعیت اور مقبولیت میں ثریا تک پہونچ گئی، یہ ترجمہ بالکل الہامی ہے، مثلاً حضرت نے ﴿ووجدك ضالا فهدى﴾ کا ترجمہ کیا ہے "اور پایا تم کو ناواقف تو واقف بنا دیا"۔

اوراسی طرز پر ایک نہایت مختصر اور جامع تفسیر جو جدید شبہات کے قلع قمع کے لیے کافی اور شافی ہے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیراحمد عثمانی دیوبندی نے لکھی جو نہایت مقبول ہوئی اور فصاحت و بلاغت اور حسن تعبیر کے اعتبار سے بھی بے نظیر ہے اور ترجمہ بھی الہامی ہے۔

سورۃ الناس مکی ہے،اس کا نزول سورۃ الفلق کے بعد ہوا اور سورۂ فلق کا نزول سورۃ الفیل کے بعد ہوا،اور سورۃ الناس ترتیب قرآنی میں اخیر میں رکھی گئی اور قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی قرآن کریم کو مختلف آیتوں اور سورتوں میں تقسیم وترتیب خود رسول اللہ ﷺ فرما گئے تھے،ربط آیات وسور کے سلسلہ میں دو کتابیں بڑی اہم ہیں (۱) نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور، یہ امام المفسرین برہان الدین أبی الحسن ابراہیم بن عمر البقاعی متوفی ۸۸۵ھ مطابق ۱۴۸۰ء کی تصنیف ہے جو ۲۲ جلدوں میں ہے (۲) اور دوسری کتاب شیخ علی مہائمی متوفی ۸۳۵ھ-۱۴۳۲ام کی تفسیر مہائمی ہے۔

جب نعمت مکمل ہوجاتی ہے تو دشمن کے حسد وفریب اور تخریب کے سوا کوئی خوف باقی نہیں رہتا،تو تخریب سے حفاظت کے واسطے معوذتین کا نزول ہوا،یا تو یہ تخریب حسد کے ذریعہ ہوگی یا شیطانوں کے ذریعہ ہوگی،چنانچہ ان تمام چیزوں سے ان دونوں سورتوں میں پناہ مانگی گئی ہے۔

شان نزول: لبید بن اعصم یہودی نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا جس کا اثر آپ پر یہ ظاہر ہوا تھا کہ جو کام آپ نے نہیں کیا ہوتا تھا آپ کو ایسا گمان ہونے لگتا تھا کہ

شاید کرلیا ہے، جب یہ عارضہ لاحق ہوئے چھ ماہ ہوگئے تو ایک رات آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آئے، ایک آپ کی پائنتی کی طرف کھڑا ہوگیا دوسرا آپ کے سرہانے کی طرف کھڑا ہوگیا، دونوں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے، ایک نے پوچھا کہ ان کو کیا ہوا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ان پر جادو ہوا ہے، پہلے نے پوچھا کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا لبید بن اعصم یہودی نے ان کا بال کنگھی سے لیا ہے اور ان کی کنگھی کے دندانوں میں کمان کے چلّے سے گیارہ گرھیں لگائی ہیں اور اس کو کھجور کے پھول کے غلاف میں لپیٹ کر فلاں اندھے کنویں میں پتھر کے نیچے دبا دیا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب صبح بیدار ہوئے تو صحابۂ کرامؓ کے ساتھ اس کنویں پر گئے، دو آدمی کنویں کے اندر اتارے، وہ پتھر کے نیچے سے نکال لائے، تب حضرت جبریل علیہ السلام معوذتین لے کر آئے، ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں، جب آپ ﷺ ایک آیت پڑھ کر پھونکتے تو ایک گرہ کھل جاتی، اس طرح آپ ﷺ نے جب گیارہ آیتیں پڑھیں اور اس پر دم کرتے رہے تو وہ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ ﷺ کو مکمل صحت یابی حاصل ہوئی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر سحر کا اثر کیسے ہوگیا؟ جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ پر بحکمت الٰہی سحر کا اثر ہوجانے سے مقصود یہ تھا کہ امت کے ساتھ یہ واقعہ پیش آسکتا ہے اور جب یہ صورت حال پیش آجائے تو اس کا علاج یہ دونوں سورتیں ہیں۔

اس سورہ میں شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ تین ناموں رب ،

ملک ،إلٰہ، سے استعاذہ میں نکتہ یہ ہے کہ شیطان انسان کے دل میں تین راستوں سے داخل ہوتا ہے۔

(۱) شہوت کے راستے سے

(۲) غضب کے راستے سے

(۳) باطل عقیدے کے راستے سے۔

سو "رب الناس" میں شان ربوبیت کو بیان کیا ہے اور "ملک الناس" میں شان بادشاہت کو بیان کیا ہے اور "إلٰہ الناس" میں باطل عقیدے کے شر کو دفع کرنا مقصود ہے۔

گویا یہ تعلیم دی ہے کہ اگر شیطان تمہیں شہوت کے راستے سے وسوسہ ڈالے تو تم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر نظر کرو، اس سے شہوت کا ازالہ ہو جائے گا اور اگر غضب کے راستے سے وسوسہ ڈالے تو اللہ تعالیٰ کی بادشاہت، اس کا عدل اور بدلہ لینے کی قدرت کو یاد کرو (کہ اگر تم بے جا زیادتی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بدلہ لے گا) اس سے غضب کا ازالہ مقصود ہے اور اگر باطل عقیدے کے راستے سے وسوسہ ڈالے تو الوہیت کے مرتبے کی طرف التجا کرو اس سے باطل عقیدہ کا ازالہ مقصود ہے۔

سوال یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت اور بادشاہت وغیرہ تو تمام مخلوقات کو شامل ہے پھر یہاں "الناس" کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ ان صفات کا جیسا کامل ظہور انسانوں میں ہوا کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہوا، اس لیے "رب" اور "ملک" وغیرہ کی اضافت اُن ہی کی طرف کی گئی، نیز وسواس میں مبتلا

ہونا بجز انسان کے دوسری مخلوق کی شان بھی نہیں۔

’’الوسواس الخناس‘‘ یہاں وسواس سے مراد شیطان ہے اور وسوسہ اس خفیف آواز کو کہتے ہیں جس کا مفہوم تو دل تک پہونچ جائے اور تلفظ سنائی نہ دے ،اور ’’الخناس ‘‘الوسواس کی صفت ہے، یہاں اس کو خاص اس صفت کے ساتھ ذکر کر کے اس سے پناہ اس لیے مانگی گئی ہے کہ اس مردود سے بچنا بہت مشکل ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر اس سے محفوظ رہنا کسی کے بس کی بات نہیں، اس لیے کہ وہ چھپا ہوا دشمن ہے، سامنے کے دشمن سے بچنا آسان ہوتا ہے مگر چھپے ہوئے دشمن سے حفاظت مشکل ہوتی ہے۔

’’صدور‘‘ سے مراد قلوب ہے یا یہ کہ سینہ ہے جس میں دل چھپا ہوا ہے۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ الناس کو صراحت کے ساتھ پانچ بار ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر جگہ الناس سے مراد جدا جدا ہے ،پہلی جگہ ’ناس‘ سے مراد لڑکے ہیں وہاں پرورش کا ذکر ہے جو اُن کے حال کے مناسب ہے، دوسری جگہ جوان مراد ہیں وہاں ملک کا لفظ آیا ہے جو قہر و سیاست پر دلالت کرتا ہے اور یہ ان کے حال کے زیادہ مناسب ہے اس لیے کہ قوت غضبیہ و شہو یہ ان میں درجۂ کمال پر ہوتی ہے، تیسری جگہ ناس سے مراد بوڑھے ہیں کہ وہاں ’إلٰہ‘ کا لفظ آیا ہے جو طاعت وعبادت پر مبنی ہے اور یہ ان کے حال کے مناسب ہے، چوتھے مقام پر صلحاء مراد ہیں اس لیے کہ شیطان اکثر صالحین کو گمراہ کرنے پر ہی کمر بستہ ہوتا ہے اور ان کے دلوں میں وساوس ڈالنے کی بہت کوشش کرتا ہے، پانچویں مقام پر مفسد و شیاطین مراد ہیں

جن کا کام ہی وسوسہ ڈالنا اور بہکانا ہے۔

قرآن کریم کو حق تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ سے شروع فرمایا ہے جس کا خلاصہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد اس کی مدد حاصل کرنا اور اس سے صراط مستقیم کی توفیق مانگنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد اور صراط مستقیم یہی دو چیزیں ہیں جن میں انسان کی دنیا و دین کے سب مقاصد کی کامیابی مضمر ہے، لیکن ان دونوں چیزوں کے حصول میں اور حصول کے بعد اس کے استعمال میں ہر قدم پر شیطان لعین کے مکر و فریب اور وسوسوں کا جال بچھا رہتا ہے، اس لیے اس جال کو پاش پاش کرنے کی مؤثر تدبیر استعاذہ پر قرآن کو ختم کیا گیا۔

(ماخوذ از: الشارق ستمبر، اکتوبر ۲۰۰۹ء)

برصغیر میں اسلام کی بقاء وتحفظ کے لیے

مدارس اسلامیہ کا کردار اوران کے فضلاء کے کارنامے

ایک مختصر جائزہ

[جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں کی گئی تقریر]

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد وآله وصحبه أجمعين، أمابعد!

اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کا قیامت تک کے لیے ذمہ لیا ہے، ''**إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون**'' اللہ تعالیٰ نے اس دین کے اندر ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ وہ کسی خارجی اثرات سے متأثر نہیں ہوسکتا، وہ اپنی بقا وتحفظ کے لیے، اپنی مضبوط ترین قوت سے ہر طرح باطل کا دفاع کرتا رہے گا، لیکن اللہ اس کی حفاظت کے لیے ہر زمانے میں اس زمانے کی ضرورت کے مطابق ایسے افراد پیدا فرماتا رہا ہے جو اس دین الٰہی کی حفاظت کا کام انجام دیتے رہے، پچھلی صدیوں میں جو کچھ پیش آیا اور ہر دور میں اسلام کی حفاظت، اسلام دشمنوں کا مقابلہ اور ان سے مدافعت اور وقت کی دینی ضرورت کے مطابق اشخاص جس طرح پیدا ہوتے رہے ان کے حالات تاریخ کے صفحات میں مذکور ہیں، انسانی طبیعت وفطرت زمانے کے حالات کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے، انسان کے نظریات تبدیل ہوتے رہتے ہیں، ہر

صدی کے آغاز میں آپ غور کریں، تو اس طرح کی تبدیلیاں نظر آتی ہیں، ہر زمانے میں باطل پرستوں نے دین کے اندر نئے نئے شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوششیں کیں، اس لیے ضرورت کے تحت اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آغاز میں ایک مجدد یا مجددین کی جماعت پیدا فرماتا رہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''**إن الله يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها**''۔

(سنن ابوداؤد: ص۴۲۹۳)

اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں اس امت کے لیے ایسے شخص یا اشخاص پیدا کرتا رہا جو دین کی تجدید وحفاظت کی خدمت انجام دیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''تفہیمات'' میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اس سے مراد فرد واحد بھی ہوسکتا ہے اور پوری جماعت بھی، اور سو سال کی مدت حدیث شریف میں تقریبی ہے اس میں کمی زیادتی بھی واقع ہوسکتی ہے، اس کی بکثرت مثالیں تاریخ اسلام میں موجود ہیں، کبھی کوئی ایسی طاقتور شخصیت مجدد بن کر منصۂ شہود پر آئی، جس نے اپنے شاگردوں اور متعلقین کے ساتھ مل کر دین کی حفاظت کا کارنامہ انجام دیا، اور کبھی ایسا ہوا کہ پوری جماعت اس کام کے لیے وجود میں آئی اور ہر ایک فرد نے اپنے اپنے میدان میں اسلام کی خدمت انجام دی، جیسے حضرت شاہ صاحبؒ نے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو مجددین کی صف میں شمار فرمایا ہے، یہاں کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب صدی کے شروع میں مجدد یا مجددین کی جماعت وجود میں آئے گی آیا لوگ دوسری صدی کے آغاز تک انتظار کریں گے؟ ایسی حالت میں تو باطل طاقتیں صدی کے وسط میں اسلام کی صورت مسخ کرنے کی کوشش کرتی رہیں گی، اور وہ اپنے

حملوں سے باز نہیں آئیں گی، اس کا بھی اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين، وانتحال المبطلين، وتأويل الجاهلين. (مشکل الآثار: ص ۳۴۶۹)

سلف کے بعد ان کے خلف میں ایسے معتدل لوگ ہمیشہ رہیں گے جو غلو کرنے والوں کی تحریفوں، باطل پرستوں کی دروغ گوئیوں اور تلبیسات اور جاہلوں کی رکیک تاویلات کا پردہ چاک کرتے رہیں گے۔

ہر زمانے میں ایک جماعت حقہ جو مؤید من اللہ ہوگی، وہ نبیؐ کی پیروی کرے گی اور شریعت پر گامزن رہے گی، ارشاد نبویؐ ہے: "**لا يزال من أمتي أمة قائمة بأمر الله لا يضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتى يأتي أمر الله وهم على ذلك**". (بخاری شریف: رقم ۳۴۴۲)

امت میں ہمیشہ ایک جماعت امر حق پر قائم رہے گی، کوئی ان کو بے یارومددگار چھوڑ کر، ان کی مخالفت کر کے ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

کیا مٹائے گا مرا نام و نشاں   جس کے قبضے میں نہیں سود و زیاں

بارہویں صدی ہجری میں پورے عالم اسلامی پر دینی وفکری انحطاط طاری تھا، خود ہندوستان کو دیکھئے یہاں اکبری عہد میں اسلام کی جو حالت زار ہو چکی تھی، وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلام کی بنیادیں اس ملک میں درہم برہم ہو جائیں گی، عین اس وقت سرہند ودہلی کے دو خانوادوں سے وہ اشخاص پیدا ہوئے جنہوں نے ان فتنوں کا سد باب کیا، اور اسلام کے قلعے اور اس کی تعلیمات کو

اس سرزمین میں ازسرنو محفوظ کیا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اوران کے صاحبزادگان وتلامذہ اوراس سلسلہ کے افراد کے ذریعہ اس ملک میں اصلاح اوردعوت وتبلیغ دین کا ایسا ولولہ پیدا ہوا جس نے پورے ملک کے اندر بیداری پیدا کردی، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجدد دین کی تاریخ میں اس شان کے مالک ہیں جن کواللہ تعالیٰ نے پیدا فرما کران سے زبردست اصلاحی وفکری اورعلمی وروحانی کام لیا جس کے اثرات آج تک اس ملک میں باقی ہیں، اوران کا فیض سارے عالم میں رواں دواں ہے، ان کے مدرسہ رحیمیہ سے ایک ایسی جماعت تیار ہوکر سامنے آئی جس نے اسلام کی ترجمانی کا صحیح نقشہ اوراس کی فکری قیادت کے اعلیٰ نمونے پیش کیے، ان میں ان کے بڑے صاحبزادے سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اوران کے شاگردوں میں حضرت سید احمد شہیدؒ اورحضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اورشاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلویؒ وغیرھم ہیں، ان حضرات سے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں جو کام لیا اس کا فیض اب تک جاری ہے۔

حضرت شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کے تلامذہ میں حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ، جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے شاگرد بھی ہیں، اورحضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددیؒ اورحضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ وغیرہم ہیں۔

۱۸۵۷ء میں انگریزوں کی عمل داری کے بعد شدید ضرورت تھی کہ اسلامی علوم اوران کی خصوصیات وامتیازات کی اس ملک میں حفاظت کی جائے تو اسی جماعت کے افراد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اورحضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور دیگر علماء نے الہامی طور پر مدارس قائم فرمائے، چنانچہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم اوراس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء اور

دیگر ادارے وجود میں آئے، اور اس کے بعد انہیں کے منہج اور طریقے کے مطابق مدارس کا سلسلہ پھیلتا رہا اور آج تک پھیل رہا ہے، یہ پوری جماعت اپنے اسلاف کی روحانیت اور ان کے علوم کی جامع تھی اور ؎

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق

کی مصداق تھی، ان حضرات کا پیغام یہی ہے کہ ہر فاضل کا سینہ دینی حمیت وغیرت سے معمور رہے اور وہ عشق الٰہی اور حب رسولؐ سے سرشار ہو، رسوخ فی العلم اور حالات حاضرہ پر نظر اس کی امتیازی شان ہو، ان مدارس کے فضلاء کو ہم اگر میدان تدریس میں دیکھیں تو ان کا سلسلہ اس ملک سے نکل کر عرب ملکوں تک پہنچتا ہے، ان میں سے ایک حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کا ذکر کر رہا ہوں کہ وہ جس وقت مسجد نبویؐ میں درس دے رہے تھے، شیخ بشیر ابراہیم جزائری جو الجزائر کی آزادی کے مشہور رہنما تھے، وہ مسجد نبویؐ میں حاضر ہوئے اور مختلف علماء کے درس کا جائزہ لیتے رہے، لیکن وہ جس وقت حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث میں پہنچے تو وہ فرماتے ہیں کہ میری حالت دگرگوں ہوگئی، ایسی نورانیت اور ایسی لذت وحلاوت محسوس ہوئی کہ میں بیان نہیں کرسکتا، ان کے علاوہ ہمارے ملک کے بہت سے علماء ہیں جو حرمین شریفین جاتے رہے اور ان سے سینکڑوں علماء فیضیاب ہوتے رہے۔

اسی طرح تصنیف وتالیف کے میدان میں ان مدارس کے فضلاء کی کتابیں پورے عالم اسلامی کے کتب خانوں کی زینت ہیں، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی فتح الملہم، علامہ کشمیریؒ کی فیض الباری، علامہ شوق نیمویؒ کی آثار السنن، حضرت سہارنپوریؒ کی بذل المجھود، مولانا عظیم آبادیؒ کی عون المعبود، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ کی تحفۃ الأحوذی، اور ہمارے استاذ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

أوجز المسالک، الأبواب والتراجم اور جزء حجۃ الوداع وغیرہ کتابیں اس وقت پورے عالم اسلامی کے باحثین اور قضاۃ کے لیے مرجع ومصدر بنی ہوئی ہیں، شیخ الازہر نے اپنے ایک خط میں اوجز المسالک کے جدید ایڈیشن کو دیکھ کر تحریر فرمایا: ''یہ کتاب علماء وباحثین کے لیے مؤلف کی طرف سے بہت عظیم تحفہ ہے اور عرب وہند کے تعلقات کا بڑا ذریعہ ہے''، اور اخیر میں الجامع الصحیح للامام البخاری جو حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ کے حاشیہ کے ساتھ منصۂ شہود پر آئی ہے اس کے بارے میں علمائے عرب اور عالم اسلامی کے تأثرات اگر میں تحریر کروں تو ایک پورا مقالہ تیار ہو جائے۔

انہیں مدارس کے فضلاء میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کی دعوت نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے عرب وعجم میں دینی اصلاح کا بہترین ذریعہ ثابت ہوئی، اور حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی کتاب حیاۃ الصحابہؓ کثرت سے پڑھی جانے والی کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔

اسی طرح جب پورے عالم عربی میں ذہنی وفکری ارتداد کی لہر قومیت عربیہ کی شکل میں ظاہر ہوئی تو ہمارے انہیں مدارس کے فضلاء میں ہم سب کے استاذ حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات اور محاضرات نے اس کے لیے سدّ سکندری کا کام انجام دیا، اور بہت سے عرب نوجوانوں کو فکری ارتداد سے بچالیا۔

جب خمینی کی دعوت سے نوجوان طبقہ متأثر ہو رہا تھا تو بلاشبہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'الثورۃ الإیرانیۃ' اور حضرت مولانا علی میاںؒ کی کتاب ''صورتان متضادتان'' نے نوجوان طبقہ کو اسلام کی صحیح فکر سمجھنے میں مدد کی، آج بھی پورے عالم اسلامی میں فکری قیادت کا فقدان ہے ؎

سنی نہ مصر وفلسطیں میں وہ اذاں میں نے

دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب

دین کی صحیح فکر اور اس کی وہ ترجمانی جو ہمارے اسلاف سے ہم تک پہنچی ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس کی قدردانی کی توفیق دے اور ہمارے اندر علمی رسوخ اور حب الٰہی اور عشق رسولؐ کا جذبہ پیدا ہو تو آج بھی ان مدارس سے ایسے فضلاء تیار ہو سکتے ہیں جو نہ صرف اس ملک میں بلکہ پورے عالم اسلامی میں بھی فکری و اصلاحی قیادت کا فریضہ انجام دے سکیں گے، ان مدارس سے ہمیں بہت سی امیدیں وابستہ ہیں ؎

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اخیر میں اپنی گفتگو کو ایک قصہ کے بیان پر ختم کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا جہاز حج سے واپسی میں یمن کی بندرگاہ پر رُکا، تو انہیں معلوم ہوا کہ یہاں کوئی معمر بزرگ محدث رہتے ہیں، ان سے اجازت حدیث کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ ان کی خدمت میں تشریف لے گئے، انہوں نے پوچھا کہ آپ کس کے شاگرد ہیں؟ جواب دیا کہ حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کے، وہ ان سے ناواقف تھے، پھر پوچھا کہ وہ کن کے شاگرد ہیں؟ جواب دیا کہ حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ کے وہ ان سے بھی ناواقف تھے، پھر پوچھا وہ کن کے شاگرد ہیں؟ جواب دیا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے، وہ حضرت شاہ صاحبؒ سے واقف تھے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ طوبیٰ کا درخت ہیں، جہاں جہاں اس کی شاخیں ہیں وہ جنت ہے، ان کا یہ کلام بڑی اہمیت کا حامل ہے، بلاشبہ ہمارے مدارس اسی شجرۂ طوبیٰ کی شاخیں ہیں، انہیں میں سے آپ کا یہ ادارہ بھی ہے، جس میں آج کا یہ اجلاس منعقد ہو رہا ہے۔

اللہ کرے ہمارے ان مدارس اور اس مدرسہ سے ایسے افراد پیدا ہوں جن کی اس زمانہ میں ضرورت ہے ؎

بہت غور سے سن رہا تھا زمانہ
ہمیں سوگئے داستاں کہتے کہتے

وما ذلک علی اللہ بعزیز.

(ماخوذ از: الشارق مئی، جون ۲۰۱۲ء)

سچا طالب علم بننے کی ضرورت ہے

(جامعہ اسلامیہ مظفر پور کے طلبہ کے سامنے کیا گیا خطاب)

نحمدهٗ ونصلي على رسوله الكريم، أما بعد!

قال النبي صلى الله عليه وسلم: العلماء ورثة الأنبياء.

عزیز طلبہ! کئی روز سے کچھ کہنے کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن مصروفیات اجازت نہیں دے رہی تھیں، آج تھوڑی دیر کچھ کہنے کا ارادہ کرر ہا ہوں، کوئی نئی بات تو ہے نہیں، وہی پرانی بات، لیکن نئے انداز میں بیان کرر ہا ہوں تا کہ پرانی بات یاد آجائے اس لیے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جو کچھ کہا تھا سب بھول گیا ہے، کچھ عمل کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں، لٰہذا وہ پرانی بات یاد دلانے کے لیے کچھ کہنا چاہ رہا ہوں۔

دیکھو یہ جتنے مدارس ہندوستان کے اندر ہیں جن کی ایک امتیازی شان ہے یہ مدرسہ بھی انہیں کا ایک جزء ہے۔

آج پوری دنیا کے اندر شر و فتن کا دور دورہ ہے، کفر والحاد، زندیقیت، فرعونیت، طاغوتیت کا دریا رواں ہے، جدھر بھی دیکھئے فتنے پھیلتے اور بڑھتے چلے آرہے ہیں، مادیت کا طوفان زوروں پر ہے جس نے تمام انسانیت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے، ایسے نازک اور پُر فتن دور میں ان مدارس کی حالت اس ٹرین کی سی ہے جو مادیت

کے طوفان میں گھری ہوئی ہے بلکہ یوں کہیے کہ کشتی نوح کے مانند ہے، من رکب نجا، اب جو کشتی پر سوار ہونے کی قدر نہ کرے گا یا اس میں پہنچ کر چھلانگ مارے گا تو ڈوب جائے گا، کوئی ایسا طالب علم جو یہ سوچے کہ میں کشتی نوح سے چھلانگ لگا کر نکل جاؤں گا، ساحل نجات تک پہنچ جاؤں گا، کامیابی کی منزلوں کو طے کرلوں گا تو یہ اس کی خام خیالی ہوگی، نفس کا دھوکہ ہے جو اس کا جانی دشمن ہے، ایسا طالب علم یقیناً ڈوب جائے گا، کامیابی کی راہیں اس کے لیے ہموار ہو ہی نہیں سکتیں، یہ مدارس کشتی نوح ہیں جو موج حوادث کو چیرتے پھاڑتے، منزل ربانی کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں، لہٰذا ان کی قدر کرو، ان کو پہچانو، انہیں عزت ووقار کی نگاہوں سے دیکھو، ان کے دستور وقوانین کو بجالاؤ، یہ جس منہج پر لے چلیں اس منہج کو اختیار کرو، جس سانچے میں ڈھالیں اسی میں ڈھل جاؤ، ان کی بے حرمتی نہ ہونے پائے، ان کے حقوق کی ہرگز پامالی نہ ہو، اس لیے کہ یہ روضة من رياض الجنة ہیں اور ظاہر ہے جو شخص باغ رسولؐ میں ہو وہ اپنے روز وشب کتنے نپے تلے انداز میں گذارے گا، کتنے احتیاطی پہلو اختیار کرے گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی لغزش سرزد ہو جائے اور یہاں کے فیوض وبرکات سے محرومی کا بار اٹھانا پڑے۔

تمہارے والدین نے تمہارا انتخاب کیا اور مدارس میں بھیجا تا کہ تم کامیاب ہو اور دوسروں کو بھی کامیابی کا راز بتلاؤ، میرے والد کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا، میرے دادا مرحوم کی خواہش تھی کہ میرا یہ بچہ عالم بنے، لہٰذا ان کے رحلت فرمانے کے بعد دادا نے پرورش کی اور دادا جان جب دوسرے عالموں کو مسجدوں میں تقریر کرتے ہوئے دیکھتے تو کہتے تھے کہ میرا ابو بھی عالم بنے گا لہٰذا میرا داخلہ مدرسہ کے اندر کرا دیا

اور جب میں پڑھ کر فارغ ہوا تو رشتہ وغیرہ کی عورتیں میری والدہ محترمہ سے کہا کرتی تھیں کہ خدا کا شکر ادا کرو تیرا بیٹا عالم ہو گیا ہے۔

یہ مدرسہ کشتی نوح ہے لہٰذا جو اس کی رعایت کرے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو نہ کرے گا وہ ڈوب جائے گا، تم کو اس کشتی نوح پر سوار اس لیے کیا گیا ہے تا کہ تم اس کشتی کو چلانے والے بنو، منجدھار سے اسے باحفاظت نکالنے والے بنو، دین کو پھیلاؤ، اس کی خوب اشاعت کرو، یہی تمہارا شیوہ ہونا چاہیے، تمہارے مقاصد تو بہت بلند ہیں، جو حدیث میں نے پڑھی ہے اس میں تم کو نائب نبی کہا گیا ہے، اللہ مجھے بھی نائب نبی بنائے اور تمہیں بھی۔

اپنے اسلاف کے حالات کو پڑھو، دیکھو کہ انہوں نے اپنا تعلق اللہ سے جوڑ لیا تھا تو کیا کیا اکرام کیا جاتا تھا کیسے کیسے محبوبیت کے مقام حاصل ہو رہے تھے، تم طالب علم ہو، سمندر کی مچھلیاں بھی تمہارے لیے دعائیں کرتی ہیں اگر تم اس علم کی رعایت کرو گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب تک روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی رہے گا تب تک اس عالم فانی کا وجود باقی رہے گا، دیکھو اس علم کا مقام کہ ہمارے اور تمہارے وجود سے، اس علم کی صفت سے متصف ہونے کی برکت سے نظام عالم قائم ہے، لہٰذا تم اگر صحیح رہو گے تو نظام عالم صحیح قائم رہے گا، تمہارا فساد پورے عالم کا فساد ہے، لہٰذا اس کے حصول کے لیے شب و روز ایک کر دو، اس لیے کہ امام غزالیؒ کا ایک مقولہ ہے کہ علم تم کو اس وقت تک کچھ بھی نہ دے گا جب تک کہ تم خود کو اس کے حوالے

نہ کر دو لہٰذا جب تم اس کے حصول کے لیے خود کو مٹاؤ گے تو تم کو کچھ ملے گا ورنہ نہیں ؎

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ گھس جانے کے بعد

یہ مدرسہ بڑی ہی مقدس جگہ ہے، لہٰذا مقدس جگہ کے تقدس کو پامال نہ کیا جائے، جیسے بیت اللہ کے اندر عمل کا درجہ بڑھتا ہے اسی طرح اگر کوئی غلط عمل کرے گا تو پھر اس کی پکڑ بھی زبردست ہوگی، اس طرح اگر کوئی اس جگہ میں رہ کر بدخواہی کرے، خیانت کرے، زنا کرے، بدنگاہی میں مبتلا رہے، تو پھر ایسا شخص برباد ہو جائے گا، دیکھو مجھے تم سے محبت ہے، تم میری اولاد کے برابر ہو، تمہارے والدین نے تمہیں ہمارے سپرد کیا ہے، لہٰذا تمہاری خیر خواہی کرنا ہمارا اولین فریضہ ہے، لہٰذا جو میں اپنے لڑکے سے کہوں گا وہی تم سے بھی کہوں گا، لہٰذا تم میں سے کوئی احساس کمتری کا شکار نہ ہو، تمہاری قدر کل بھی تھی اور آج بھی ہے، زمانہ گوش برآواز ہے تم ان کی امیدوں پر پورے اترو، خود کو سنوا اور دیکھو کہ اب بھی زمانہ سننے کے لیے تیار ہے ؎

بڑے غور سے سن رہا تھا زمانہ　　ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

ایک بات پوری ہوگئی دوسری بات درجے کی پابندی ہے، دیکھو درجوں کی پابندی بڑی ہی اہمیت کی حامل ہے، تم درجے جاؤ تو ایسی تیاری کرو کہ استاذ مطالعہ پر مجبور ہو جائے، اس لیے کہ مرید میں اگر طلب ہوگی تو شیخ بھی متوجہ ہوگا، اسی طرح اگر تمہارے اندر طلب صادق ہوگی تو پھر استاذ کی نظر تمہارے اوپر پڑے گی اور پھر کامیابی کی راہ ہموار ہو جائے گی۔

دار العلوم ندوۃ العلماء جانا ہوا، تو مولانا عبد العزیز بھٹکلی کے ساتھ وہاں کے

دارالمطالعہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا، وہاں مطالعہ کا ماحول مجھے بہت ہی پسند آیا، میں چاہتا ہوں کہ تم بھی ایسا ماحول یہاں پر قائم کرو ؎

ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

جمعہ کا دن تمہارے کھیلنے کا دن نہیں ہے بلکہ تمہارا وقت بہت ہی مرتب ہونا چاہیے، لہٰذا ان دنوں میں غیر درسی کتابوں کا مطالعہ کرو، مقالہ وغیرہ لکھو، تمہارے کھیلنے کا وقت صرف عصر کا وقت ہے، جمعہ کا دن عبادت کا دن ہے، اس میں خوب عبادت کرو، عصر کے بعد درود شریف پڑھو، نماز سے پہلے آؤ، یعنی مغرب کی نماز سے پہلے درود پڑھو، اپنے لیے اپنے والدین کے لیے دعا کرو، طبیعت کو بدلو، نہ لگے تب بھی لگاؤ پھر دیکھو تمہارا حال کیا ہوگا، خود اندازہ ہو جائے گا لہٰذا خود کو بدل دو، ماحول بدل جائے گا۔

آخری بات یہ ہے کہ استاذ کا ادب کرو، کتاب کا ادب کرو، مدرسے کا ادب کرو، ادب بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک شخص کے بارے میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے سوانح میں ہے، وہ دہریہ تھا، وہ اسلام کے خلاف مناظرہ کیا کرتا تھا، لوگ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے کہ حضرت لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کا مناظرہ اس سے ہو جائے، حضرت نے اس کا نام پوچھا بتلایا گیا کہ فلاں ہے، نام سن کر فرمایا کہ اس کو اپنی حالت پر چھوڑ دو اس لیے کہ اس کو حضرت شاہ صاحب (حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ) کی بددعا لگی ہے، اس نے دوران درس کتاب کے ساتھ بے ادبی کی تھی، حالاں کہ بڑا ہی ذہین وفطین تھا، لہٰذا میں اس سے مناظرہ کیا کروں، اس کو تو بددعا لگی ہے، دیکھو یہ ہے

بے ادبی کا نتیجہ، کہ ملحد ہو کر مر گیا۔

ایک واقعہ اور سنا دیتا ہوں تا کہ عبرت حاصل کرو، حضرت شاہ صاحبؒ کے درس میں ایک نہایت ہی خوبصورت نوجوان حاضر ہوا کرتا تھا دہلی کی گلیوں سے گذرا کرتا تھا، اس پر ایک خوبصورت نوجوان لڑکی عاشق ہوگئی، اس نے اپنی بوڑھی خادمہ سے کہا کہ مطوع کو بلاؤ، کچھ دم وغیرہ کر دے تا کہ مرض جاتا رہے، خادمہ آئی، بلا کر لے گئی، اب جب اس نوجوان نے اس لڑکی کی نیت دیکھی تو بڑا پریشان ہوا اور کہا کہ استنجاء کی حاجت ہے، تو اس نے استنجاء کی اجازت دی، وہ گیا اور بیت الخلاء کی گندگی پورے جسم پر لگا کر واپس ہوا، جب اس نے اس کی یہ حالت دیکھی تو کہا: چھی چھی یہ کہہ کر وہ ایک طرف بھاگی اور انہوں نے اپنا راستہ لیا، کسی ندی میں صفائی وغیرہ کر کے جلدی سے درس میں پہنچے، مارے ڈر کے کہ کہیں سبق نہ چھوٹ جائے، دوران درس بڑی عجیب خوشبو پھوٹ رہی تھی، حضرت شاہ صاحبؒ نے پوچھا کہ بھائی خوشبو کس نے لگائی ہے، سب خاموش رہے، تو حضرت شاہ صاحبؒ نے خود ہی کہا کہ اس لڑکے نے لگائی ہے تو اس نے رو رو کر اپنا پورا حال سنایا، دیکھو طالب علم ہو تو ایسا سچا ہو، آگے چل کر یہ مولانا مشکی کے نام سے مشہور ہوئے۔

چلتے چلتے ایک اور بات کہتا ہوں کہ دیکھو یہ ٹی وی اور رنگین موبائل وغیرہ تمہارے لیے بالکل جائز نہیں ہے، بہت ہی گناہ کی بات ہے، اتنی گندی چیز میں تم کیسے مبتلا ہو گئے، یہ کوئی رکھنے کی چیز ہے، یہ تو تمہاری شان کے بالکل خلاف ہے، کہاں تم اور کہاں یہ گندی اور گھناؤنی شے، قبل اس کے کہ نگراں جن کو حق حاصل ہے کہ وہ تمہارے پاس جائیں اور ان کو ضبط کر لیں، تم اس سے پہلے ہی لا کر جمع کر دو، اتنی

گندی چیز کو خود سے دور کر دو، انہیں تمہارے پاس جانا نہ پڑے، تم تو طالب علم ہو، سچے طالب علم بن کر رہو۔

۲۷/سال سے العین میں مقیم ہوں، جبل حفیت ایک جگہ ہے جو بہت ہی خوبصوت ہے، دور دور سے دیکھنے کے لیے لوگ آتے ہیں، لیکن میں نے ۲۷/سال میں تین مرتبہ دیکھا ہے، جب خود کو سچا طالب علم بناؤ گے تو کچھ ملے گا، لہٰذا خود کو لغویات وخرافات سے بچاؤ، خود کو بناؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اپنے دین کا کام لے گا۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

(ماخوذ از: الشارق مئی، جون ۲۰۱۲ء)

ایک اہم درس حدیث

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذبالله من شرور أنفسنا ومن سيآت أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له، ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ونشهد أن سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله، أمابعد!

وہ مجلس بہت مبارک مجلس ہے، جہاں بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف اور ریاض الصالحین اور حدیث کی دیگر کتابوں کا درس ہو، جس میں ان کو سمجھنے کے لیے علماء وطلبہ جمع ہوں، یہ درحقیقت نبی کریم ﷺ کی مجلس مبارک ہے، امام نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ) جو مؤلف کتاب ہیں انہوں نے اپنی کتاب کا نام ہی ریاض الصالحین رکھا، ریاض کے معنی باغات ہیں، إذامررتم برياض الجنة فارتعوا منها آپؐ نے فرمایا کہ جب جنت کے باغات سے ہوکر گزرو تو ان میں چرلیا کرو، فائدہ اٹھالیا کرو، اس کتاب کی ساری احادیث إنما الأعمال سے لے کر اخیر باب تک جو علامہ نوویؒ نے جمع فرمایا ہے حقیقت میں ہر حدیث روضة من رياض الجنة ہے، شیخ الاسلام علامہ نوویؒ کا اسلامی تاریخ میں بہت اونچا مقام ہے، جس دارالحدیث میں وہ درس دیتے تھے یعنی دارالحدیث الاشرفیہ دمشق، وہ جگہ اتنی متبرک تھی کہ علامہ تاج الدین سبکی نے ذکر کیا کہ ان کے والد تقی الدین سبکیؒ تہجد کے وقت نکلتے تھے اور

دارالحدیث الأشرفیہ میں تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد اس گدے پر اپنے دونوں رخساروں کو رگڑتے تھے جس پر بیٹھ کر امام نوویؒ نے درس حدیث دیا تھا اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

وفي دار الحديث لطيفُ معنىً   علـى بُسـطٍ لها أصبو وآوي

عسى أنّي أمـسُّ بِـحُرِّ وَجهي   مـكـانـاً مسّـه قَـدَمُ الـنَّواوي

اس دارالحدیث میں ایک ایسا راز ہے کہ اس فرش پر (جس پر امام نوویؒ کا درس ہوتا تھا) ایک جذب و کیفیت پاتا ہوں، اور میں اپنے رخسار کو اس جگہ مس کرتا ہوں جس پر امام نوویؒ کے قدم پڑے ہوں (یعنی ان کی نشست گاہ پر)۔

بیشک یہ کتاب اللہ والوں کے لیے زادراہ ہے، **هـم الـقوم لا يشقى بهم جليسهم** ۔

میخانے کا محروم بھی محروم نہیں ہے

جو اس طرح کی مجلس میں بیٹھے، جو ان لوگوں کی جماعت میں آنا چاہے جو صالحین کی جماعت ہے، مقبولین کی جماعت ہے، جن کی جماعت کیساتھ ربط رکھنا ان کے ساتھ چلنا حاصل زندگی ہے، اُس جماعت کے لیے یہ کتاب تحریر فرمائی ہے، احادیث کا یہ مجموعہ منتخب فرمایا ہے، جو اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہوا، جس مقصد کے لیے امام نووی نے یہ کتاب لکھی تھی، اس کا بدل کوئی کتاب نہیں، بعد کے علماء کی کوئی تصنیف اس درجہ تک نہ پہونچ سکی، اسی لیے میں نے عرض کیا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی مجلس مبارک ہے، اس مجلس کے کچھ آداب بھی ہیں ۔

باخدا دیوانہ باشی بامحمد ہوشیار

یہاں کی بے ادبی سے اللہ تعالی ہمیں اور تمہیں بچائے ،حدیث پاک کے درس کی بے ادبی ایسی ہے کہ آدمی کو دنیا و آخرت دونوں میں رسوائی اٹھانی پڑے گی ،اور اس کو اگر تم نے ذوق وادب کے ساتھ پڑھا ہو،تو حضور پاک ﷺ کی مجلس کے شرکاء میں شمار کئے جاؤ گے، اور تمہارے لیے آگے کے راستے کھلیں گے، مشکوۃ شریف و بخاری شریف وغیرہ کے لیے۔

امام نوویؒ نے اپنی کتاب کا آغاز **إنما الأعمال بالنيات** سے کیا ہے، اللہ کو راضی کرنا پیش نظر ہونا چاہیے، اعمال کا دارومدار نیات پر ہے، دیکھو ثواب الاعمال مقدر ہے یا صحۃ الاعمال، ہم کہتے ہیں وضو کی بحث چھوڑو کہ ہمارے حنفیہ کے یہاں وضو میں نیت شرط نہیں ہے اور امام شافعی کے یہاں شرط ہے، میں دوسری بات کہنا چاہ رہا ہوں کہ حدیث کا مقصد حسن نیت کو بیان کرنا اور فساد نیت کے ضرر پر تنبیہ کرنی ہے، ہم مسلمانوں میں تین طرح کے لوگ ہیں، ایک بڑی جماعت ایسے لوگوں کی ہے جو عبادت کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں مگر اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ ہم کہاں ہیں، استحضار نیت سے غافل ہیں، اور ایک جماعت ایسی ہے جو روزہ و نماز کرتی ہی نہیں ،اور شاید ہی ان میں کچھ ایسے ہوں جو بدنیتی سے عبادت کرتے ہوں ان کی تعداد اقل قلیل ہے، اور تیسری جماعت مسلمانوں میں الحمدللہ موجود ہے جو صدق نیت و استحضار اور خشوع و خضوع سے نماز ادا کرتی ہے ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے، یہ حدیث ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ تم اپنی عبادت اللہ کو راضی کرنے کے لیے کرو، تاکہ صالحین میں تمہارا شمار ہو، جس قدر عبادت میں اخلاص ہوگا اسی قدر تمہارا درجہ بلند ہوگا، اس وقت سب سے بڑا مرض بے نیتی کا ہے، علماء نے کہا کہ اگر درس کے شروع

میں نیت کا استحضار کرلے تو پورا کا پورا درس عبادت بن جائے گا، ایک تو اس کتاب ریاض الصالحین سے یہ سبق ملا کہ نیت کا استحضار ہو، کوشش کرنی چاہئے کہ ہم جو کام کریں، اللہ کو راضی کرنے کے لیے کریں، اس طرح جو بھی کرے گا وہ ولی بن جائے گا، تمام تصوف کا حاصل جو بزرگان دین نے لکھا ہے، امام غزالی کی احیاء علوم الدین ہو یا ابو طالب مکی کی قوت القلوب ہو، سب کا حاصل یہی ہے کہ اپنے اندر اخلاص پیدا کریں، اللہ کو راضی کرنا پیش نظر ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ سنت کے مطابق کام ہو، یہ کتاب اخلاص سے شروع ہوئی ہے، اس کے ہر باب میں حضور ﷺ کی سنتوں کو بیان کیا گیا ہے، امام نوویؒ نے اس کتاب کو صحاح ستہ سے منتخب کیا ہے اور اس میں وہ احادیث ہیں جن کو پڑھنے سے دل میں رقت پیدا ہو، نرمی پیدا ہو، نماز میں خاص کیفیت پیدا ہو، جب آدمی زکوۃ دے تو اس کو شعور ہو کہ اللہ کا حکم ہے، ثواب کے لیے مال کا حق ادا کر رہا ہوں، رشتہ داروں کے یہاں جائے یا کسی سے ملے تو یہ سمجھے کہ اللہ کو راضی کرنے کے لیے جا رہا ہوں، اس کے لیے مشق کی ضرورت ہے اور مشق کے لیے صحبت کی ضرورت ہے، جب تک کسی اللہ والے کی صحبت نہ ہوگی یہ بات نصیب نہیں ہوگی، اللہ کرے کہ ہم سب کے اندر یہ شعور پیدا ہو جائے، اس کے لیے محنت کرنے کی ضرورت ہے، استادوں کو بھی محنت کی ضرورت پڑے گی تاکہ دل میں اخلاص وحلاوت پیدا ہو، نور حدیث پیدا ہو، جب پڑھو گے اور پڑھاؤ گے تو اس سے ایک نور پیدا ہوگا، ایک لذت معلوم ہوگی، تمہارے ایمان وعمل میں اس وقت تک تابانی نہیں آئے گی جب تک اخلاص نہ پیدا ہو۔ ؎

عمل کی روح ہے اخلاص جب تک یہ نہ ہو حاصل

نہیں آئے گی ایمان و عمل میں تیرے تابانی

اگر صحیح معنوں میں اخلاص پیدا ہو جائے تو زندگی کی کایا پلٹ جائے، حدیث کا شان ورود تو استاذ نے بتایا ہوگا کہ مہاجر ام قیس کا قصہ ہے، میں بتاتا ہوں کہ مہاجر ام قیس ایک صحابی ہیں، ان کا نام تو معلوم نہیں، انہوں نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی تو اس عورت نے شرط لگا دی کہ تم ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلو تو وہاں شادی ہوگی، یہ قصہ حدیث کی کتابوں میں بیان کیا گیا ہے، لوگ اتنا بیان کر کے چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی شرح نہیں کرتے، بتائیے کہ صحابی رسول مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ شادی کے لیے سفر کرے گا یہ تو صحابی کی شان کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی ہجرت کی نیت میں زواج کو شامل کر لیا تھا، ان کی ہجرت کی نیت اللہ کی رضا کے لیے تھی لیکن یہ شامل کرنا بھی ان کی شان کے منافی تھا جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اختیار کی تھی، یہ قصہ **حسنات الأبرار سیئآت المقربین** کے قبیل سے ہے، لہذا اس پر تنبیہ کی گئی کہ تمہارے شایان شان یہ نہیں تھا، حضور ﷺ نے منبر پر خطبہ دیا، خطبہ بھی عجیب انداز کا ہے، منبر کی روایت بخاری کے اندر نہیں ہے لیکن اس میں اشارہ ہے، بعض کتابوں میں علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے منبر پر خطبہ دیا لیکن خطاب عام فرمایا کہ وہ صاحب یعنی مہاجر ام قیس بھی سمجھ لیں، یہ بھی تربیت نبوی ؐ کا عجیب انداز تھا۔

اس کتاب کا اخلاص سے آغاز ہوا ہے، اس کے بعد احادیث لا کر حضور ؐ کے طریقے اور سنتوں کو بیان کیا گیا ہے، اگر اس کے مطابق عمل کرو گے تو جنت میں جاؤ گے، جس کو اللہ کی رضا حاصل ہوگی وہ سیدھا جنت میں پہنچ جائے گا، جس درجے کا

اخلاص ہوگا اسی درجے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ معاملہ ہوگا، ایسے بھی لوگ ہوں گے جو بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے اور ایسے بھی لوگ ہوں گے کہ اگر اخلاص میں کمی ہوگی تو ان کے ساتھ ویسا معاملہ کیا جائے گا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ان پر فضل خصوصی ہو جائے۔

یہ کتاب بہت قیمتی ہے اور اپنی زندگی کو بنانے کے لئے بہت اہم ہے، اس کتاب کو حرز جان بنالو، حدیث شریف کو سمجھنے کا راستہ یہ کتاب پیدا کرے گی اور اپنی عملی زندگی کو سیدھا کرنے کا بھی راستہ بتائے گی، جس میدان میں تم نے قدم رکھا ہے یہ حضور ﷺ کی نیابت ہے، **العلماء ورثة الأنبياء**، اس طریقہ پر چلنے والوں کے بلند اخلاق ہونے چاہئیں، اگر بلند اخلاق نہیں ہوں گے تو خلافت نبوت کی ذمہ داری نہیں ادا ہو سکے گی، ہندوستان میں آج مدارس بہت ہیں اور تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے اور عالم اسلام میں یونیورسٹیوں کی تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے، لیکن ہم کو کچھ امید نظر آتی ہے تو ہندوستان کے یہ مدارس ہیں۔

ہماری نظر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جو مدینہ منورہ سے دہلی تشریف لائے تھے حالاں کہ ہر مسلمان کی تمنا ہوتی ہے کہ ہماری موت مدینہ طیبہ میں ہو، وہ اتنے زبردست عالم ہیں کہ ان کے شیخ علامہ کردی یہ کہتے ہیں کہ ''وہ مجھ سے الفاظ سیکھ رہے ہیں میں ان سے معانی سیکھ رہا ہوں''، وہاں ان کو حکم ہوتا ہے کہ مدینہ چھوڑو، اور دہلی چلو، دہلی اجڑ رہی تھی، چاروں طرف خطرات گھیرے ہوئے تھے، وہ دہلی پہونچتے ہیں اور وہاں حجۃ اللہ البالغہ لکھتے ہیں اور حدیث شریف کے درس کا سلسلہ شروع کرتے ہیں، اس وقت ان حالات میں اللہ تعالیٰ چاہ رہا تھا کہ ان سے کام لے

اور ان کا سلسلہ ہندوستان میں باقی رہے، مشہور واقعہ ہے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ حج سے واپسی میں یمن کی بندرگاہ پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہاں ایک بڑے سن رسیدہ بزرگ محدث رہتے ہیں، ان کو شوق ہوا کہ ان سے اجازت حدیث لیں، ان سے ملنے گئے، انہوں نے پوچھا کس سے پڑھا ہے، انہوں نے فرمایا حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ سے، وہ ان سے واقف نہیں تھے، انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے کس سے پڑھا ہے، فرمایا شاہ محمد اسحاق صاحبؒ سے، ان سے بھی وہ واقف نہیں تھے، انہوں نے کس سے پڑھا ہے، فرمایا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے، وہ بزرگ ان سے واقف تھے، فرمایا ''شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا سلسلہ شجرۂ طوبیٰ ہے جہاں جہاں اس کی شاخیں ہیں، وہاں وہاں جنت ہے''، میں یہ کہتا ہوں ہمارے یہ مدارس جہاں جہاں ہیں یہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے فکر کی شاخیں ہیں، چاہے دارالعلوم دیوبند ہو یا مظاہر علوم ہو، ندوۃ العلماء ہو، یہ سب جنت کی شاخیں ہیں ؎

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

اللہ کرے یہاں سے کچھ ایسے افراد تیار ہو جائیں جو پورے ملک کے لیے داعی ہو جائیں اور عالم اسلامی کے لیے روشنی کا ذریعہ بنیں، کچھ بعید نہیں، زمانہ اب بھی سننے کے لیے تیار ہے ؎

بڑے غور سے سن رہا تھا زمانہ   تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

ہمیں نہیں تمہیں سو گئے، ہمارے مدارس کے فضلاء عالم اسلام کے رہنما تھے، حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کا مسجد نبویؐ میں درس ہو رہا تھا، شیخ ابراہیم جزائری

بہت بڑے عالم اور مجاہدین میں تھے، جن کا الجزائر آزاد کرنے والے مجاہدین میں شمار ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں کہ میں مسجد نبویؐ میں حاضر ہوا دیکھا کہ کئی لوگ حدیث شریف پڑھا رہے ہیں، جب میں مولانا حسین احمد فیض آبادی کے درس میں گیا تو مجھے وہ حلاوت ولذت ملی کہ میری پوری زندگی پلٹ گئی کہ یہ نور کہاں سے آرہا ہے، حضرت سے بہت مشورے لیے اور اس مشورے سے میں نے بہت روشنی حاصل کی، وہ انہیں مدارس سے پڑھے ہوئے تھے، مولانا محمد یوسف صاحبؒ، مولانا علی میاں صاحبؒ، مولانا محمد الیاس صاحبؒ یہ حضرات انھیں مدارس کے پڑھے ہوئے تھے، اخیر صدیوں میں ان کا کوئی بدیل نہیں ہے، بس اسی پر میں اپنی بات ختم کرر ہا ہوں۔

ریاض الصالحین میں جنت میں جانے کا راستہ حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے، اگر تم اس پر عمل کروگے تو ہوسکتا ہے تم میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو اس ملک کے لیے، اور ملت کے لیے، بلکہ پورے عالم اسلام اور پوری انسانیت کے لیے نافع ہوں، آج پورے عالم اسلام کو ضرورت ہے ہادی کی، رہنما کی، صاحب دعوت کی، ہمارے اکابر اور حضرت شاہ صاحبؒ کے سلسلہ کے حضرات جن میں حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ و مولانا محمد علی مونگیریؒ ہیں، اگر ہم ان کے راستے پر اخلاص کے ساتھ چلیں گے تو سارا زمانہ سننے والا ہے اپنے کو حقیر نہ سمجھو۔

برخود نظر کشا زتہی دامنی مرنج　　　در سینۂ تو ماہِ تمامے نہادہ اند

(ماخوذ از: الشارق جولائی، اگست ۲۰۱۲ء)

ابوظبی میں ایک یادگار درس

بقلم: مولانا ڈاکٹر ولی الدین ندوی

حدیث شریف کے درس وتدریس کی برکت ہے کہ ہندوستان کے ممتاز تعلیمی اداروں میں محترم حضرت والد صاحب ناسازئ طبع اور کثرت کار کے باوجود تشریف لے جاتے ہیں اور الحمد للہ ان کے مطالعہ وتحقیق سے طلبائے حدیث کو استفادہ کا موقع ملتا ہے، لیکن ابوظبی میں والد صاحب مدظلہ کا ایک درس اس لحاظ سے جدا اہمیت کا حامل ہے کہ یہ کسی تعلیمی ادارے یا طلبہ کی خواہش پر نہیں بلکہ اوقاف اور امور اسلامی کی وزارت کے ایک اہم عہدیدار ڈاکٹر محمد جمعہ کے اصرار کا نتیجہ تھا، ڈاکٹر محمد جمعہ جو وکیل وزارت کے عہدے پر فائز ہیں، والد صاحب کے محبّ خاص ہیں، عرصے سے وہ والد صاحب سے اپنی ملاقاتوں میں اس خواہش کا اظہار کرتے رہتے تھے کہ وزارت سے متعلق ذمہ داروں کے درمیان والد صاحب بخاری شریف کا درس دیں، ان کی محبت اور اصرار کا اثر تھا کہ ۱۹/جنوری ۲۰۰۷ء کو عشاء کی نماز کے بعد یہ پروگرام طے ہوا، حاضرین میں وزارت اوقاف کے علماء، سرکردہ ذمہ دار، تمام عدالتوں کے جج شامل تھے، ان کے علاوہ متحدہ عرب امارات کی اہم علمی شخصیت ڈاکٹر احمد محمد حسن خزرجی بھی شریک تھے۔

والد صاحب نے تسمیہ کے بعد حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھی، اس کے بعد بالسند المتصل منی إلی الحافظ الإمام الحجة أمیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن إسماعیل بن إبراهیم ابن المغیرة الجعفی البخاری رضی الله عنه پڑھ کر کتاب کا آغاز فرمایا، شروع میں اپنے سلسلہ کی اسانید کو بیان کیا اور اس پر روشنی ڈالی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غیبی نظام کے تحت حدیث شریف کی حفاظت کا بھی انتظام فرمایا ہے، جس کا مظہر موطأ امام مالک و مسند احمد اور صحاح ستہ وغیرہ کتابیں ہیں، خصوصیت سے صحیح بخاری کی تالیف کے لیے ایسی شخصیت کو پیدا کیا جو عجمی نژاد ہیں، پھر امام بخاری علیہ الرحمہ کے ابتدائی حالات ذکر کرتے ہوئے یہ بیان کیا کہ اس کتاب کی تالیف میں امام بخاریؒ نے کیا التزامات کیے ہیں، نیز صحیح بخاری کے خصائص اور خاص طور پر تراجم ابواب پر علماء کی تالیفات اور اپنے شیخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الابواب والتراجم'' کا تعارف کرایا، نیز ان کے درس کی بعض خصوصیات کو بیان فرمایا، کتاب الوحی اور ترجمہ کیف کان بدأ الوحی کے درمیان مناسبت کو بیان فرمایا، اس کے بعد دعا پر درس کا اختتام ہوگیا۔

اس مبارک مجلس کا اثر ہر شخص پر نمایاں تھا اور یہ بھی محسوس ہو رہا تھا کہ ذوق وشوق کی تسکین صرف ایک مجلس سے نہیں ہوسکی، تشنگی کا احساس تھا، شاید اسی وجہ سے اس درس کی توسیع کرنا پڑی اور ۲۵؍جنوری کو عشاء کے بعد ایک اور شام حدیث ابوظبی کے فضاؤں کے نام مقدر ہوئی، اس میں مجمع پہلے سے بھی زیادہ تھا، پورا ہال بھرا ہوا تھا اور درحقیقت پورا ہال ایک حال کی کیفیت سے سرشار نظر آرہا تھا، اس ہمہ تن گوش مجمع کے سامنے حضرت والد صاحب نے درس سابق کے بعض اور اہم مباحث کی تکمیل

فرمانے کے بعد حدیث اور ترجمۃ الباب کی مناسبت بیان فرمائی، نیز بخاری شریف کی دوسری روایتوں کی شرح کی، یہ درس تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔

درس ختم ہوا تو شام کے ایک عالم جوش مسرت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اس درس کے متعلق تحسین وتبریک سے لبریز تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ علم حدیث کی خدمت اس دور حاضر میں جس طرح علمائے ہند نے کی، اس کی مثال پورے عالم اسلام میں نہیں ملتی، انہوں نے والد صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ آج ان کی وجہ سے غیر ہندی علماء کو علمائے ہند کی عظیم خدمات سے واقفیت اور مستفید ہونے کا موقع ملا ہے اور اس علم شریف کی اشاعت میں ان کی حیثیت واسطۃ العقد کی سی ہے، شامی عالم کے تأثرات کے بعد شیخ علی ہاشمی نے بھی حضرت والد صاحب اور ان کے درس کے متعلق قابل قدر تأثرات کا اظہار کیا اور اس کامیاب مجلس کے لیے شکریہ ادا کیا، اخیر میں جناب ڈاکٹر محمد جمعہ نے فرمایا کہ اس درس کے بعد شوق میں اور شدت آگئی ہے اور انہوں نے آئندہ کے لیے بھی حضرت والد صاحب سے اصرار کیا، والد صاحب نے وعدہ بھی فرمالیا، دعا پر اس مبارک سلسلۂ حدیث کا اختتام ہوا، دونوں مجلسوں کی ریکارڈنگ کا بھی اہتمام تھا۔

(ماخوذ از: الشارق مارچ، اپریل ۲۰۰۷ء)

شارجہ یونیورسٹی میں حدیث شریف کے عنوان پر ایک تقریر

بقلم: مولوی اسعد عالم مظاہری

۲۱/نومبر ۲۰۱۱ء بروز دوشنبہ شارجہ یونیورسٹی کی کلیہ شرعیہ و دراسات اسلامیہ کے ڈین ڈاکٹر بشیر صاحب نے ہمارے نانا حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب دامت برکاتہم کو جامعہ میں حدیث شریف پر لکچر کی دعوت دی تھی، چنانچہ نانا دامت برکاتہم مولانا ڈاکٹر ولی الدین صاحب کے ہمراہ جامعہ حاضر ہوئے، وہاں کے اساتذہ نے پرتپاک استقبال کیا، کچھ دیر ملاقات کا سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد تقریر کا آغاز ہوا جس میں نانا مدظلہم نے حدیث شریف کی اہمیت بیان کرتے ہوئے، ’ہندوستان کے علماء اور حدیث شریف‘ پر ان کی خدمات کا تذکرہ فرمایا جس کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے لے کر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ پر پہونچتا ہے۔

ان کی خدمات کے ذکر کے ساتھ ساتھ ان کے طریقۂ کار کا بھی ذکر فرمایا، صحاح ستہ کے مقاصد اور اجازت کے طریقہ کا ذکر فرمایا، اس کے بعد یونیورسٹی کے ڈین ڈاکٹر بشیر صاحب نے تعلیق فرماتے ہوئے یہ تأثر پیش کیا کہ ایسی فضا دیکھنے میں

نہیں آئی، اس کے بعد ایک طالب علم نے کھڑے ہوکر یہ خواب بیان کیا کہ حضرت مولانا کی صورت اوران کا حلیہ میں نے خواب میں دیکھا تھا، ملاقات کی دیرینہ خواہش تھی، چنانچہ آج وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا، اس کے بعد اجازت حدیث کی درخواست کی، حضرت نانا دامت برکاتہم نے حدیث مسلسل بالاولیہ اور بخاری شریف کی حدیث شریف پڑھ کر اجازت دی اور دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا، ظہرانہ سے فراغت کے بعد دبئی ہوتے ہوئے واپسی ہوئی۔

(ماخوذ از: الشارق جنوری، فروری ۲۰۱۲ء)

شارجہ یونیورسٹی کے علماء وطلباء
کی
ایک مفید علمی مجلس العین میں

بقلم: ڈاکٹر فرید الدین فہیم الدین ندوی

اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف سے اشتغال میں بہت خیر و برکت رکھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فبلّغه كما سمعه فرب مبلَّغ أوعىٰ من سامع .**

(اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے ہماری حدیث سنی اور اس کو دوسروں تک پہنچایا، کیوں کہ بہت سے ایسے لوگ جن کو پہنچایا جاتا ہے وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوتے ہیں)۔

حدیث شریف کے درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تحقیق و تعلیق کے تعلق سے عرض ہے کہ میرے دادا محترم حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین صاحب ندوی مظاہری دامت برکاتہم جن کی پوری زندگی اشتغال بالحدیث سے عبارت ہے، اور جن

کے حدیث سے متعلق کئی نمایاں کارنامے منظر عام پر آچکے ہیں، خاص طور سے اوجز المسالک اور بذل المجہود کی تحقیق وطباعت کے بعد الجامع الصحیح للبخاري کی تصحیح وتعلیق نے عالم اسلامی میں ان کی قدر ومنزلت میں کافی اضافہ کردیا ہے اور جلیل القدر علمائے عرب سے علمی رابطے کی راہ ہموار کردی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے علمی کارناموں کو قبولیت سے سرفراز فرمائے۔

اس مبارک فن سے خصوصی اشتغال کی برکت ہے کہ علم حدیث کے شائقین طلبہ ومدرسین آپ سے فیضیاب ہوتے رہتے ہیں، چنانچہ ۱۱ر نومبر ۲۰۱۱ء بروز جمعرات شارجہ یونیورسٹی کے صدر شعبۂ حدیث استاذ مکرم جناب پروفیسر ڈاکٹر صالح رضا حفظہ اللہ نے دادا صاحب مدظلہ سے ایک گفتگو کے دوران عرض کیا کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ جمعرات کے روز حاضر ہونا چاہتے ہیں، تاکہ ان سے حدیث شریف کی اجازت حاصل کریں، احقر تو شارجہ یونیورسٹی سے ایک روز قبل بدھ کی شام ہی میں داداجان کی خدمت میں العین حاضر ہوگیا، لیکن میرے ساتھیوں کی پوری جماعت استاذ محترم ڈاکٹر صالح رضا کی رفاقت میں العین پہونچی، ڈاکٹر صالح رضا صاحب شام کے ایک مشہور عالم ہیں، جو مدینہ منورہ اور ریاض یونیورسٹی کے استاذ حدیث رہ چکے ہیں، اور اب شارجہ یونیورسٹی میں رئیس القسم فی الحدیث کے منصب پر فائز اور اس حقیر کے استاذ بھی ہیں، قافلہ کے ایک اہم فرد، شارجہ اوقاف کے واعظ شیخ مامون سوری بھی تھے، پروگرام کی اطلاع پاکر محترم ڈاکٹر عبداللہ سعدی استاذ زاید یونیورسٹی بھی تشریف لے آئے۔

بعد نماز مغرب، ضیافت کے بعد، دادا جان نے مختصر بیان فرمایا، حدیث

مسلسل بالا ولیہ اور بخاری شریف کی پہلی حدیث تلاوت فرمائی، بقیہ کتب حدیث انہیں میں سے ایک صاحب نے پڑھنا شروع کی، لیکن دادا صاحب کے ایماء پر مولانا رضی الرحمٰن قاسمی مدرس جامعہ اسلامیہ نے جو آج کل دادا جان کے علمی تعاون کے لیے العین میں مقیم ہیں، پورا کیا، دادا جان نے صحاح ستہ کی اہمیت، ان کے مراتب، اور ان میں سے ہر کتاب کے آغاز کی خصوصیت وندرت بیان فرمائی، امام بخاری کی صحیح کے بعض خصائص و امتیازات، ترجمۃ الباب کے اسرار وحکم، باب الوحی سے کتاب کا آغاز وانداز اور حدیث **إنما الأعمال بالنیات** کے بعض نادر گوشوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی، تمام شرکائے درس مستفید بھی ہوئے اور مسرور بھی، عشاء کی اذان پر یہ مبارک درس اختتام کو پہنچا، اس کے بعد ان لوگوں کی طرف سے بعض سوالات ہوئے جن کے جوابات دادا جان نے دیئے، اخیر میں دادا جان کے اشارے پر ڈاکٹر صالح رضا صاحب نے دعا کرائی، جو بڑی جامع اور پُر اثر تھی۔

(ماخوذ از: الشارق نومبر، دسمبر ۲۰۰۹ء)

مسلمانانِ عالم کی پریشانیوں کا حل

صبر وتقویٰ، حسنِ اخلاق، حسنِ معاشرت، حسنِ معاملہ

بقلم: صغیر احمد شریف ندوی

[یتیم خانہ، بنگلور میں کی گئی تقریر]۔

حضرت مولانا نے حمد وصلاۃ کے بعد سورۂ یوسف کی آیتِ شریفہ: ﴿إنه من یتق ویصبر فإن الله لا یضیع أجر المحسنین﴾ (ترجمہ: جو تقویٰ اور صبر اختیار کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا) کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی اس آیت کو نقل فرمایا ہے، جس میں ہم تمام مسلمانوں کے لیے ایک عظیم سبق اور عبرت وموعظت کا ایک حسین درس ہے، اللہ رب العزت نے حضرت یوسف علیہ السلام (جنہوں نے اپنے بھائیوں کو 'لا تثریب علیکم الیوم' آج تم پر کوئی داروگیر نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو، کہہ کر یک لخت ان کی تمام حاسدانہ اور ظالمانہ کارروائیوں کو معاف فرمادیا) کو فرش سے عرش پر پہونچادیا اور اسیری سے باعزت نکال کر تختِ شاہی پر جلوہ افروز فرمادیا۔

حضرات! ذرا سوچئے ایسا کیوں کر ہوا؟ صرف دو شرطوں کی بنیاد پر، ایک تقویٰ اور دوسرے صبر۔ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ تقویٰ کا مطلب: گناہوں کی خاردار جھاڑیوں سے اپنے آپ کو بچا کر نکالنا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے تقویٰ کی تعریف پوچھی، تو عرض کیا کہ: امیر المؤمنین! جب آدمی کسی خاردار جھاڑی سے گذرتا ہے تو اپنے دامن کو سمیٹ کر کہ کہیں کانٹوں سے الجھ نہ جائے احتیاط سے گذرتا ہے، اسی طرح مسلمان اپنے آپ کو گناہوں کی خاردار جھاڑیوں سے بچا کر نکل جائے اُسے کہتے ہیں تقویٰ۔

اور صبر کیا ہے؟ صبر کے معنی ہیں: ثابت قدم رہنا، جمے رہنا، طاعت پر اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر اور گناہوں سے بچنے پر، یہ ہے صبر۔ اگر یہ دو باتیں مسلمانوں کے اندر ہوں تو دنیا کی کوئی طاقت، دنیا کی کوئی ٹکنالوجی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اور ان کو ختم نہیں کر سکتی، چنانچہ یہ دو شرطیں نہ ہونے کی وجہ سے آج مسلمان، دشمنوں کے ہاتھ کا کھلونا بنا ہوا ہے اور وہ اُسے گیند کے مانند استعمال کر رہے ہیں۔

بھائیو! اپنے اندر صبر و تقویٰ اور ایمان کی طاقت پیدا کرو، دشمنوں کی تمام کارروائیاں اور سازشیں تمہارے حق میں تارِ عنکبوت ثابت ہوں گی، انشاء اللہ۔

ایمان اور اعمال صالحہ کا انسانوں کی زندگیوں اور ماحول پر کیا اثر پڑتا ہے، اس کا اندازہ حدیث شریف میں بیان کردہ بنی اسرائیل کے تین شخصوں کے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، جو بارش سے بچنے کے لیے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لیے ہوئے تھے، خدا کا کرنا یہ ہوا کہ ان پر بھاری بھرکم چٹان آگری اور اس نے غار کے منھ کو بند کر دیا جس کی وجہ سے ان کا باہر نکلنا محال ہو گیا، اس موقع پر ان تینوں نے خالصۃً لوجہ اللہ

اپنے اپنے کیے ہوئے اعمال صالحہ کی دُہائی دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

ایک نے کہا کہ: اے اللہ! میں ایک لڑکی پر بُرے ارادے کے ساتھ قادر ہو گیا تھا، اس نے مجھ سے کہا: اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر، میں نے کبھی یہ بُرا کام نہیں کیا ہے، بس اس کا اتنا کہنا تھا کہ مجھ پر تیرا خوف غالب آیا اور میں اس بُرے کام سے باز آ گیا، اے اللہ! میں نے یہ کام خالص تیری خوشنودی کے لیے کیا تھا تو، تو اس چٹان کو ہٹا کر ہمیں نجات دے۔

دوسرے شخص نے اللہ سے فریاد کر کے کہا: اے اللہ! میرے بوڑھے والدین تھے، میرا یہ معمول تھا کہ میں بکریاں چرا کر گھر واپس لاتا اور ان کا دودھ دوہ کر سب سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا، ایک دن میں بکریاں چراتا ہوا چارہ کی تلاش میں دور نکل گیا، رات دیر گئے واپسی ہوئی، تو والدین انتظار کرتے کرتے سو چکے تھے، مجھے انہیں نیند سے جگانا اچھا نہیں لگا، میں ان کے جاگنے کے انتظار میں ان کے سرہانے کھڑا رہا دودھ کا پیالہ لیے ہوئے، دوسری طرف میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھوک سے بلبلاتے ہوئے میرے پیروں سے لپٹ گئے، لیکن میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ میں اپنے والدین سے پہلے انھیں پلا دوں، چنانچہ جب والدین بیدار ہوئے تو سب سے پہلے حسبِ معمول ان کو پلایا، پھر اپنے بچوں کو پلایا، خدایا! میں نے یہ عمل تیری رضا کے لیے کیا تھا تو، تو اس پتھر کو ہٹا دے کہ ہم باہر نکل جائیں۔

تیسرے آدمی نے اللہ رب العزت سے یوں دعا کی، کہ: اے اللہ! میں نے ایک شخص کو اپنے یہاں مزدور رکھا، کام سے فراغت کے بعد جب مزدوری لینے کا وقت آیا تو وہ اپنی مزدوری لیے بغیر میرے ہی پاس چھوڑ کر چلا گیا، میں نے اس کی

مزدوری تجارت میں لگائی، اس میں اتنی ترقی ہوئی، اتنی ترقی ہوئی کہ اچھا خاصا ریوڑ ہو گیا، بیلوں، گایوں، اونٹوں اور بکریوں کا۔ایک مدتِ دراز کے بعد ایک دن وہ مزدور میرے پاس آیا اور اپنی چھوڑی ہوئی مزدوری کا مجھ سے مطالبہ کیا، میں نے کہا: بھائی! یہ جو کچھ ریوڑ تمہیں نظر آرہا ہے یہ سب کچھ تمہارا ہے، اسے لے جاؤ، اس نے کہا: مجھ سے مذاق مت کرو، میں صرف اپنی مزدوری مانگ رہا ہوں، میں نے کہا: یہ تمہاری ہی مزدوری ہے جو میں نے تجارت میں لگائی، تو یہ اتنا بڑا ریوڑ تیار ہوگیا، وہ یہ سن کر ہنسی خوشی تمام ریوڑ ہانک لے گیا، کچھ بھی نہ چھوڑا، تو میں نے اس پر صبر کیا، کہ اس نے مجھے میری محنت کا کوئی صلہ نہ دیا، اے اللہ! میں نے یہ عمل تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو اس کی برکت سے اس چٹان کو ہٹا دے، اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی دعا قبول فرما کر، ان اعمال صالحہ کی برکت سے جو انہوں نے صرف اللہ کی رضا کے لیے کیے تھے، ان کو اس چٹان سے نجات عطا فرمائی۔

بھائیو! اس واقعہ سے ہمیں تین سبق ملتے ہیں۔(۱) حسنِ کردار کا، جو پہلے شخص نے پیش کیا۔ (۲) حسنِ معاشرت کا، جس کا دوسرے شخص نے مظاہرہ کیا۔ (۳) حسنِ معاملہ کا، جس پر تیسرے شخص نے عمل کیا۔

بزرگو! آج کا مسلمان پریشان ہے، انفرادی بھی اجتماعی بھی۔ بنی اسرائیل کے ان تین شخصوں کی طرح کسی پہاڑ کی چٹان کے گرنے کی وجہ سے نہیں، بلکہ کوئی کسی بیماری کی وجہ سے پریشان ہے، جس کے علاج پر اپنی کمائی ہوئی ساری پونجی صرف ہو رہی ہے، کوئی مالی پریشانی کا شکار ہے، کوئی گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے پریشان ہے، کوئی مقدمات میں پھنسا ہوا ہے، کوئی سب کچھ ہونے کے باوجود بے چین و بے کل

اور بے خوابی کا شکار ہے، آخر کیا وجہ ہے کہ یہ پریشانیاں مسلمانوں کا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہیں؟ ہم مسلمان اپنا جائزہ لے کر تو دیکھیں کہ ہمارے اندر کوئی کمی تو نہیں؟ یقیناً ہے۔ اور وہ ہے حسنِ اخلاق، حسنِ معاشرت اور حسنِ معاملہ کی کمی۔ بھائیو! اپنے اندر یہ تینوں باتیں پیدا کرو، پھر دیکھو خدائے تعالیٰ کی مدد کس طرح آتی ہے اور ہمارے تمام مسائل کیوں کر حل ہوتے ہیں، اور اسی کے ساتھ ہمیں دعاؤں کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، اس لیے کہ اس واقعہ سے ہمیں دعا کی تاثیر کا بھی پتہ چلتا ہے، چنانچہ امام بخاریؒ جو ایک مجوسی خاندان سے تھے، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے خاندان میں پیدا ہونے والے فرد سے اپنے دین کی ایسی خدمت لی کہ باتفاق علمائے عالَم کلام اللہ کے بعد اگر کوئی صحیح ترین کتاب ہے، تو وہ امام بخاریؒ کی ''بخاری شریف'' ہے، جس کو پڑھے بغیر کوئی عالم، عالم نہیں کہلاتا۔

اللہ رب العزت کی قدرت کی یہی کرشمہ سازی ہمیں تاتاریوں میں بھی نظر آتی ہے، جو دین اسلام اور مسلمانوں کے سخت ترین دشمن تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کی کایا ایسی پلٹی کہ دین کے دشمن، دین کے محافظ بن گئے ؎

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

بہر حال میں دعا کی تاثیر کے بارے میں بتا رہا تھا، امام بخاریؒ کی بچپن میں بینائی چلی گئی تھی، ان کی نیک اور صالحہ والدہ نے دعا کی، تو ایسی بینائی لوٹ آئی کہ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر چاند کی روشنی میں بغیر کسی چراغ کے 'قضایا الصحابۃ والتابعین' اور 'التاریخ الکبیر' جیسی عظیم الشان کتاب سات جلدوں میں تالیف فرمائی، جو ہمارے یہاں ہندوستان میں حیدر آباد دکن سے بھی شائع ہوئی۔

مدارس دینیہ ہندیہ اور عالم اسلام کی درسگاہوں کی خصوصیت وامتیاز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں پورے ۳۵ سال سے عرب ممالک میں رہتا ہوں، اللہ کے کرم سے مختلف یونیورسٹیوں کا جج بننے کی سعادت بھی حاصل ہے لیکن ہندوستان کے مدارس میں جو نور ہے وہ کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملا، کیوں کہ ان میں ہمارے بزرگوں اور اسلاف کے باقیات صالحات کا اثر اخلاف میں کسی نہ کسی حد تک پایا جاتا ہے، اس لیے ان مدارس کی قدر اور ان کی ہر ممکن مدد کریں کہ یہ دین کے سرچشمے اور اسلام کے قلعے ہیں۔

اللہ والوں سے ربط وتعلق اور ذکر اللہ کی ضرورت واہمیت کو بتلاتے ہوئے فرمایا کہ اس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے، اور دل میں اطاعت کا نور ہو تو باتوں میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، لہذا ہمیں رجوع الی اللہ، انابت الی اللہ کی سخت ضرورت ہے، جماعتوں میں بھی جایا کریں کہ اس سے بھی دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے، بشرطیکہ اصولوں کے مطابق وقت گذاریں، ورنہ جماعتوں میں جانا کھیل بن جاتا ہے، دعوت سے دین زندگی میں آتا ہے، آج کل دین کی باتوں کو جاننے اور پہنچانے کے لیے جدید ذرائع ابلاغ بالخصوص انٹرنیٹ، ٹیلی ویژن وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے، ہم ان چیزوں کو غلط اور ناجائز نہیں کہتے، بشرطیکہ ان کا استعمال شرعی حدود میں رہ کر کیا جائے، اسی ضمن میں فرمایا کہ مفتی کو فتویٰ دینے میں ارشاد نبوی ؐ **بشروا و لا تنفروا، یسروا و لا تعسروا**" (خوشخبری کی باتیں بتاؤ، نفرت نہ دلاؤ، آسانی کی باتیں بتاؤ، مشکلات میں نہ ڈالو) کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

بہرحال زندگیوں میں دین دعوت سے آتا ہے، انٹرنیٹ یا ٹیلی ویژن سے

نہیں، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے جو مجھ سے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی نسبت سے بڑی محبت فرماتے تھے، صرف دولفظوں میں بڑے پتے کی بات ارشاد فرمائی: ایک ہے دعوت اور دوسرا ہے دِعایہ، جسے انگریزی میں (Propaganda) کہتے ہیں، تو دعوت یعنی منہجِ نبویؐ سے دین زندگیوں میں آتا ہے، موجودہ ذرائع ابلاغ سے دِعایہ یعنی صرف پروپیگنڈہ ہوتا ہے، زندگیوں میں دین نہیں آتا، اس لیے دعوت کے کام کو اپنائیں، اللہ تعالیٰ ہم کو علم وعمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

و آخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین.

(ماخوذ از: الشارق فروری، مارچ ۲۰۱۰ء)

دارالعلوم فلاح دارین کے سیمینار کا پیغام

حضرات علماء کرام اور حاضرین جلسہ!

میرے لیے آج یہ ایک مبارک وقت ہے، جس میں جناب مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اہل مدرسہ اور ان کے اعزہ کو تعزیت پیش کررہا ہوں، اس کے ساتھ ساتھ سیمینار کے مقصد پر جو ان کی شخصیت اور ان کے کارنامے ہمارے سامنے آئے ہیں اس پر مختصر روشنی ڈالنی ہے، گرچہ ان کی وفات پر میں مقالہ لکھ چکا ہوں، لیکن اس مناسبت سے یہ تحریر پیش کررہا ہوں، مولانا کا اور میرا تعلق ورشتہ بہت ہی گہرا تھا، فکری وذہنی مناسبت تھی، یہ تعلق چار سال ترکیسر کے قیام کے زمانے میں اور اس کے بعد یہاں سے جانے کے بعد زندگی کے اخیر دم تک قائم ودائم رہا، مولانا جس وقت ڈابھیل سے ترکیسر تشریف لائے تھے، بیشک ان کو لانے والے مولانا نورگت صاحب مرحوم تھے جو اس وقت فلاح دارین کے مہتمم تھے، لیکن ان کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے یہاں کی کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ مولانا کو اہتمام کی ذمہ داری سونپی جائے، کسی ادارے کی تعمیر وترقی اس کی عمارتوں کی تعمیر سے صرف نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے کوئی ایسی شخصیت درکار ہوتی ہے جو اپنے علمی اور عملی میدان میں وسیع النظر ہو، اور یہ صفت مولانا میں اللہ تعالی کی طرف سے ودیعت کی گئی تھی۔ ادارہ کا

آغاز اس کی ترقیات اس میں مناسب اور اچھے مدرسین کا انتخاب اور پوری جماعت کو ساتھ لے کر مقصد کی طرف رواں دواں ہونا، اس کے لیے بہت زیادہ بصیرت اور بصارت کی ضرورت پڑتی ہے، یہ دولت اللہ تعالی نے ان کو ودیعت فرمائی تھی۔

اس لیے سیمینار منعقد کرنے کا مقصد ان کارناموں پر روشنی ڈالنا ہے، علماء کرام جس شخصیت سے واقف ہوں، ان کی زندگی کے ایسے گوشے جو لوگوں کے لیے مشعل راہ بن سکے، اس کو سلیقے سے پیش کریں، خواہ تقریراً ہو یا تحریراً، تاکہ وہ اعمال آئندہ نسل کے لیے مشعل راہ بن سکے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اس شخصیت کو اس زمانے میں جس میں اس نے کام کا آغاز کیا، جہاں پر کام کا اختتام ہوا اس کو سامنے رکھا جائے، اگر دونوں باتیں پیش نظر ہوں گی تو صحیح صورت حال سامنے آئے گی، عام طور پر بڑے لمبے لمبے القاب جو شاید ان کے مشائخ اور مشائخ کے مشائخ کو بھی نہ وہ پسند کرتے تھے، لگا دینے سے شخصیت نمایاں نہیں ہوتی، بلکہ اپنے کارناموں سے معروف ہوتی ہے۔

ابوظبی میں ایک پروگرام کے تحت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو دعوت دی گئی تھی، حضرت کے لیے جو صاحب تعارف کرانا چاہتے تھے، اس ناچیز نے تمام القاب و آداب کے ساتھ ان کی سیرت ذاتیہ کو پیش کیا، حضرت مولانا کو معلوم ہوا تو ناگواری کا اظہار فرمایا اور مجھ سے کہا: **أنا أبو الحسن الندوی یعرفنی من یعرفنی یکفی ھذا، لا یحتاج الی ھذہ الألقاب** ہمارا بیان خود بتادے گا کہ ہم

کیا ہیں، ایک مؤرخ کا کام یہ ہے کہ جس شخصیت پر قلم اٹھائے، زمانے میں اس کے کیا کارنامے ہیں اس کو پیش نظر رکھے، ماضی میں جن شخصیتوں نے نمایاں کارنامے انجام دیے اس کو اسی دور میں رکھ کر اگر جانچا جائے تو اس کا صحیح اندازہ ہوگا، اس زمانے کی مشکلات اور اس کے فتن کا کیسے مقابلہ کیا، اور کس طرح دعوت اسلام کو پیش کیا، جن لوگوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا وہ صحیح طریقے پر ان بزرگوں کے حالات نہیں پیش کر سکے۔

اگر امام غزالیؒ کے حالات لکھنا ہو تو پانچویں صدی کے حالات کا مطالعہ کرنا پڑے، اسی طرح اگر امام ابن تیمیہؒ کے حالات دیکھنا ہو تو آٹھویں صدی ہجری کو دیکھے، اگر حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حالات پر روشنی ڈالنی ہے تو دسویں صدی ہجری کے حالات پر نظر رکھے، اگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ پر لکھنا چاہتے ہیں تو جس ماحول میں انہوں نے آنکھیں کھولیں ان کا مطالعہ کیا جائے، اسی طرح اگر حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے حالات پر روشنی ڈالنی ہے تو ان کے زمانے کے حالات کو دیکھا جائے، اسی طرح ہمارے اکابر حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا شبلی نعمانیؒ اور دیگر حضرات سے اللہ تعالیٰ نے جو کام لیا ہے اس زمانے کے حالات کو بھی پیش نظر رکھنا پڑے گا تا کہ ان کے کاموں کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

مودودی صاحب کی بڑی غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے آٹھویں صدی کے عالم

کواور دسویں صدی کے مجدد کواور گیارہویں صدی کے مجدد کو چودہویں صدی میں لاکر جانچنا شروع کیا، اس وجہ سے ان کے کاموں میں ہر جگہ نقص نظر آیا، یہ ایک لمبی داستان ہے۔

اس لیے جس شخصیت پر یہ سیمینار منعقد کیا جارہا ہے، اس دور کے ابتدائی احوال اور ان حالات میں دارالعلوم فلاح دارین کی کشتی کو کس طرح آگے بڑھانے کی کوشش کی اس کی طرف اشارہ کررہا ہوں۔ جیسا کہ میں اپنے پہلے مقالے میں لکھ چکا ہوں، یہ صوبہ گجرات وہ جگہ ہے جہاں پر علماء ومحدثین اور فقہاء کی بڑی جماعت حرمین شریفین وعالم عربی سے ہجرت کر کے آئی، اور خود اس علاقے میں ایسی باکمال شخصیتیں پیدا ہوئیں جس کی نظیر دوسرے ملکوں میں نہیں ملتی، اس کی تفصیل حضرت مولانا سید عبدالحئیؒ صاحبؒ کی کتاب ''یادایام'' یااس ناچیز کی کتاب ''ہندوستان میں علم حدیث'' اور مولانا عبداللہ صاحب کی کتاب '' أضواء علی غجرات'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

یہ قصبہ ترکیسر جو حضرت موسی جی نقشبندیؒ کی خانقاہ اور ان کے مدفن کی جگہ، ان کے حالات پڑھیے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایک خاص کیفیت تھی، ہزاروں بندگان خدا اس سے وابستہ تھے، ان کی برکات وفیوض سے یہ قصبہ اور علاقہ منور ہوا ہے۔

یہاں کا مکتب اور تحفیظ القران عرصہ سے قائم تھا، اچانک اس کے

سرپرستوں، خاص طور پر راوت فیملی کے دلوں میں یہ بات اللہ تعالی نے ڈالی کہ کسی ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو اسے ایک ادارہ کی شکل دے سکے، اس کے لیے مولانا نورگت صاحب مولانا عبداللہ صاحب کوڈابھیل سے یہاں لے آئے، اور مدرسہ کا پورا انظام ان کے سپرد کردیا تھا، اس کے بعد میری یہاں ۱۹۶۸ء میں آمد ہوئی۔

۱۔ مولانا کو میں نے دیکھا کہ رات دن اراکین مدرسہ کو مطمئن کرنا، اس کو صحیح مشورہ دینے میں اور راوت فیملی کو صحیح سمت متوجہ کرنے میں صرف کرتے، اور ہر شعبہ میں خواہ حفظ ہو یا تجوید یا عربی درجات ہو یا دورہ حدیث ہو، اچھے افراد کی تلاش شروع کی اور اچانک یہ مدرسہ گجرات میں ایک نمایاں کردار کی حیثیت سے شہرت پذیر ہوگیا، طلبہ کی بتدریج آمد شروع ہوئی، پھر تعمیرات کی طرف توجہ کی اور اس کے لیے بھی یہاں کی کمیٹی اور ری یونین کی کمیٹی اور افریقہ کی کمیٹی سب نے بہت توجہ کی، اس کی تمام ضروریات کو پورا کیا۔

۲۔ کتب خانہ کی ضرورت تھی، کسی ادارہ کے لیے ایک اچھے کتب خانہ کی ضرورت بہت اہم ہے، کوئی علمی ترقی اور کوئی بھی بڑا علمی کام بغیر کتب خانہ کے وجود نہیں آسکتا، ایسا کتب خانہ جس سے طلبہ اور اساتذہ فیضیاب ہوں اس کا بھی پورا پورا انتظام کرنے کی پوری زندگی انہوں نے کوشش کی، یہاں تک کہ ایک معیاری کتب خانہ بنادیا۔

علمی وادبی ذوق ان میں الحمد للہ شروع سے تھا، میرے قیام کے زمانے

میں معلوم ہوا کہ ایک صاحب کنتھاریہ میں بڑے حکیم تھے ان کے پاس بڑا کتب خانہ ہے، مجھے لیکر وہاں کا سفر کیا، کتابیں دیکھا وہاں یونہی پڑی ہوئی تھیں اور بعض بہت قیمتی تھیں، افسوس کہ حکیم صاحب کے صاحبزادے پڑھے ہوئے نہیں تھے، میں نے کہا کہ اسے وقف کردیں، انہوں نے کہا مجھے پیسہ چاہیے، مولانا نے پیسے دے کر تمام کتابیں لے آئے، اس کے بعد انہوں نے حجاز اور بغداد کا سفر کیا اور کتابوں کا بڑا مجموعہ لے آئے، اور بعد میں اضافہ کرتے رہے، اس زمانے میں کتابوں کا لانا آسان تھا، اب تو بہت مشکلات ہیں۔

۳۔ مدرسین وملازمین کو اور ان کی تنخواہوں کے بارے میں بہت وسیع النظر تھے اور اس کے لیے ہمیشہ کوشش کرتے اور کہتے کہ انہیں مطمئن ہونا چاہیے، اس مشورہ میں یہ ناچیز یہاں سے جانے کے بعد بھی برابر شریک تھا، اس وقت یہاں کے حالات اللہ تعالی نے اچھے کر رکھے ہیں، ملازمین اور اساتذہ کی قدر کرنی چاہیے۔

۴۔ وہاں کے قیام کے بعد جب یہ ناچیز ابوظبی آیا اور پھر گجرات کا سفر ہوا تو اس ناچیز نے حضرت مولانا عبداللہ صاحب اور حضرت مولانا غلام محمد وستانوی صاحب سے اس کا تذکرہ کیا، تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے اس کا بہت خیال رکھا ہے، جس کا اثر پورے گجرات پر پڑ رہا ہے، ایک اور اہم بات کی طرف ان کی خاص توجہ تھی، اس ناچیز سے بار بار گفتگو ہوتی رہی، ان کی ابوظبی آمد پر بھی اس سلسلے میں بات ہوئی کہ ترکیسر کے فلاح دارین اور گجرات کے دیگر مدارس سے اچھے اچھے فضلاء

فارغ ہوتے ہیں ان کی اگر علمی تربیت کردی جائے تو علوم اسلامیہ میں خواہ تفسیر ہو یا حدیث ہو، فقہ ہو یا ادب ہو، ان میں آئندہ چل کر اس صوبہ سے ہندوستان کے مدارس کے لیے بہت بڑی ضرورت پوری ہوجائے گی، طلبہ کی اگرچہ بہت کثرت ہے لیکن باصلاحیت اساتذہ نہیں ملتے، اس صوبہ پر اللہ تعالی کی خاص نظر کرم ہے، یہاں کے تجار اور اہل ثروت یہاں موجود ہیں، اگر ہر مدرسہ میں اس کا فنڈ قائم کردیا جائے، جو طلبہ کو کسی موضوع پر تیاری کرایا جائے، اس کی تیاری کے لیے ضروری ہے کہ کسی صاحب فن کی صحبت میں رہ کر اس فن کو سیکھے، صرف تخصص کا شعبہ کافی نہیں۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

الحمد للہ یہاں کی مٹی بہت زرخیز ہے، بلکہ باکمال عالم کے یہاں جاکر اس سے سال دو سال استفادہ کرنا پڑے گا، جس سے آئندہ چل کر وہ اپنی زندگی میں آگے ترقی کرسکے، اس پر کہاں تک کامیاب ہوئے یہ تو وقت ہی بتائے گا، میرے نزدیک یہ موضوع تشنہ ہے۔

۵۔اس میں فلاح دارین کو پیش رفت کرنی چاہیے، اس لیے گجرات کے مدارس کے ذمہ داران خاص طور پر حضرت مولانا غلام محمد وستانوی کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، افراد پیدا کریں، کثرت مقصود نہیں، کیفیت مقصود ہے، یہ اس دور کی بڑی خدمت ہوگی۔

مجھے امید ہے کہ اس مختصر پیغام میں میں نے فلاح دارین گجرات کے دیگر مدارس کو متوجہ کرر کھا ہے، اللہ کرے اس کی جانب توجہ ہو جائے، ان کی روح کو خوشی ہوگی اور جلسے کا بڑا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

اس وقت عالم عربی واسلامی بھی ایسے علماء سے خالی ہو رہا ہے ؎

سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے

دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشہ سیماب

اخیر میں یہ ناچیز شکریہ ادا کرتا ہے، آپ حضرات نے، مولانا خلیل راوت صاحب اور جناب مولانا عبداللہ راوت صاحب اور ان کے بھائیوں نے اس جلسے میں شرکت کا موقع عطا فرمایا، بعد میں معلوم نہیں ملاقات ہو یا نہ ہو، تمام حضرات کا بہت بہت شکریہ، فقط

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

چھٹا باب

چند اہم مقالات

عرب وہند کے تعلقات میں علم حدیث کا کردار

[جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے مذاکرۂ علمی کے لئے لکھا گیا]

عرب اور ہندوستان کے ثقافتی روابط وتعلقات کی ایک طویل تاریخ رہی ہے، یہ تعلق اس وقت اور نمایاں ہوا جب علم حدیث، اسلامی فتوحات کے ابتدائی دور میں ملک ہندوستان میں آیا، عرب مجاہدین اسلام کا پہلا وفد جو ہندوستان آیا اس میں زبردست محدث امام ربیع بن صبیح سعدی تھے، علامہ چلپی ''کشف الظنون'' میں ان کے متعلق رقم طراز ہیں: ''وھو أول من صنف فی الإسلام''.

اگر یہ علی الاطلاق سب سے پہلے مصنف نہ بھی ہوں تو بھی وہ علم حدیث کے ابتدائی مصنفین میں بلاشبہ شمار کیے جاسکتے ہیں، ۱۶۰ھ میں ایک وبائی بیماری میں ان کا انتقال ہوا اور خاک ہند کا پیوند ہو گئے۔

ہندوستان کی سرزمین پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل رہا، نویں اور دسویں صدی ہجری میں اللہ تعالیٰ نے اس کو عالم اسلام کے متعدد علماء ومحدثین کی آمد سے سرفراز فرمایا تو ہندوستان کے بہت سے علماء ومحدثین نے بھی علم حدیث کے مرکز حرمین

شریفین جا کر وہاں کے علماء سے فیض حاصل کیا۔

بعد کی صدیوں میں بلادِ عربیہ میں علم حدیث میں انحطاط آنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہندوستان سے ایسے علماء کو منتخب کیا جنھوں نے اس کی پاسبانی کا فریضہ ادا کیا، ان میں قابل ذکر شیخ علی بن حسام الدین متقی صاحبِ ''کنز العمال'' (م ۹۷۵ھ)، تذکرۃ الموضوعات، المغنی اور مجمع بحار الانوار کے عظیم مصنف ملک المحدثین شیخ محمد بن طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ)، اور لمعات شرح مشکوٰۃ اور دوسری مفید کتب کے مصنف شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) ہیں، خاص طور سے آخر الذکر سے اللہ تعالیٰ نے درس وافادہ کا بڑا کام لیا اور ایسی مقبولیت پائی کہ بقول نواب صدیق حسن صاحب ''وہ پہلے آدمی ہیں جو علم حدیث کو ہندوستان میں لائے اور یہاں کے باشندوں کو اس سے فیض یاب کیا'' ان کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ نور الحق (م ۱۰۷۳ھ) اور ان کے بعض تلامذہ نے بھی خدمت حدیث کا کام انجام دیا۔

پھر تھوڑے ہی وقفہ کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کا دور آیا، جنھوں نے حجاز کا سفر کیا اور شیخ ابو طاہر مدنی کردی اور دوسرے مشائخ حرمین سے حدیث شریف کا علم حاصل کیا اور ہندوستان واپس آ کر حدیث کی تدریس اور اس کی نشر واشاعت کی، ان کا فیض ایسا عام ہوا کہ آج تک وہ جاری وساری ہے، اس علم حدیث کی اشاعت میں حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادوں اور شاگردوں کی مبارک کوششیں بڑی بارآور ثابت ہوئیں، انھوں نے حدیث شریف میں متعدد کتابیں تالیف کیں، حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء اور موطأ کی شروح مسوّیٰ اور مصفّیٰ

جیسی بلند پایہ تصنیفات کے علاوہ صحاح ستہ کی تدریس کا منہج مقرر کیا، ہندوستانی علماء کی کتابوں میں علامہ سیوطی (م۹۱۱ھ) کی جمع الجوامع کی ترتیب پر شیخ علی بن حسام الدین متقی برہان پوری کی کتاب ''کنز العمال'' ہے جس سے علماء نے خوب استفادہ کیا اور اس کے مصنف کی عظیم کوشش کا کھلے دل سے اعتراف کیا، دسویں صدی کے حجاز کے عالم شیخ ابوالحسن بکری شافعی لکھتے ہیں:

''إن للسيوطي منةً على العالمين، وللمتقي منةً على السيوطي''

(سیوطی کا احسان ساری دنیا پر ہے، اور علی متقی کا احسان خود سیوطی پر ہے)۔

ان کتابوں میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح اور غریب الحدیث کے موضوع پر شیخ محمد بن طاہر پٹنی کی مجمع بحار الانوار ہے جو صحاح ستہ کی شرح کا درجہ رکھتی ہے، اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب شرح تراجم ابواب صحیح بخاری اور حجۃ اللہ البالغہ بھی اپنی خوبیوں کی وجہ سے محتاج تعارف نہیں ہے۔

علمائے ہند کی فہرست میں امیر بھوپال نواب صدیق حسن خاں صاحب قنوجی (م۱۳۰۷ھ) کا نام بھی بہت روشن ہے، وہ ۲۲۲ کتابوں کے مصنف ہیں، ان میں ۵۶ کتابیں عربی زبان میں ہیں، ان میں ''عون الباری شرح مختصر البخاری'' دس جلدوں میں ہے۔

ان مصنفین حدیث میں علامۃ الہند فخر المحدثین مولانا عبدالحی لکھنوی (م۱۳۰۴ھ) کا نام بھی ممتاز اور نمایاں ہے جن کی ۱۲۰ تصنیفات ہیں، ۸۶ کتابیں عربی زبان میں ہیں، ان کی مشہور کتابوں میں التعلیق الممجد شرح موطأ امام محمد، راقم کی تحقیق

کے ساتھ تین جلدوں میں چھ بار طبع ہوکر عالم عربی واسلامی میں پھیل چکی ہے، اس کے علاوہ ظفر الأمانی ، الرفع والتکمیل ، الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة بھی علامہ موصوف کی شاہکار کتابیں ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کی عظیم المرتبت تالیف بذل المجھود فی حل سنن أبی داود ۱۴ر ضخیم جلدوں میں ہماری تحقیق وتعلیق سے شیخ سلطان بن زاید آل نہیان نائب رئیس مجلس الوزراء، متحدہ عرب امارات کی توجہ سے نہایت شان کے ساتھ دوسال قبل طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہے، مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی غایۃ المقصود شرح ابوداؤد اور اس کی تلخیص عون المعبود، مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری کی تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی، محدث شہیر علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی امالی وافادات فیض الباری علی البخاری اور العرف الشذی شرح ترمذی، مولانا محمد یوسف بنوری کی معارف السنن شرح سنن ترمذی، مولانا شبیر احمد عثمانی کی فتح الملہم شرح صحیح مسلم اور مولانا ظفر احمد تھانوی کی اعلاء السنن حدیثی خدمات میں قابل قدر کتابیں ہیں۔

ہمارے استاذ وشیخ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدنی کی تالیفات سو سے زائد ہیں، ان میں لامع الدراری علی الجامع الصحیح للبخاری، الأبواب والتراجم للبخاری، الکوکب الدری اور اوجز المسالک شرح موطأ امام مالک ہیں، اوجز المسالک ہماری تحقیق سے ۱۸ مجلدات میں شیخ سلطان بن زاید آل نہیان کے تعاون سے نہایت عمدہ اور دیدہ زیب طبع ہوچکی ہے، داعی ومبلغ مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کی امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار بھی قابل ذکر حدیث کا سرمایہ ہے،

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق وتعلیق سے طبع شدہ

کتابیں مثلاً کتاب الزھد الکبیر، مسند حمیدی اور مصنف عبد الرزاق اور ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق سے شائع شدہ کتب، کتاب العلل، صحیح ابن خزیمہ اور موطأ امام مالک ہیں۔

ان چند کتب حدیث کے ناموں کے ذکر سے مقصد یہ ہے کہ ان کے متعلق ایک مختصر خاکہ سامنے آجائے کہ یہ کتابیں طبع ہوکر اطراف عالم میں پھیل چکی ہیں، علمائے ہند کی ان کاوشوں کا اعتراف علمائے عرب نے بھی کیا ہے، علامہ زاہد کوثری لکھتے ہیں:

”لو استعرضنا ما للعلماء الهند من همة عظيمة فى علوم الحديث لوقع ذلك موقع الإعجاب والاستغراب، كم لهم من شروح ممتعةوتعليقات نافعة على الأصول الستةوغيرها،ومؤلفات واسعةفى أحاديث الأحكام،وكم لهم من أياد بيضاء فى نقدالرجال“.

(فن حدیث میں اگر ہم علمائے ہند کی علوئے ہمت اور بلند حوصلگی کا جائزہ لیں تو بہت تعجب ہوگا، ان علمائے ہند کی صحاح ستہ اور ان کے علاوہ احادیث احکام پر مفید تالیفات اور شرحیں ہیں، اسی طرح فن رجال کے سلسلہ میں بھی ان کے عظیم احسانات ہیں)۔

علوم دینیہ میں ان علمائے حدیث کا شغف وانہماک معروف ہے، فن حدیث میں درس وافادہ اور تصنیف وتالیف کی ریاست وبرتری ان پر ختم ہے، عہد اخیر میں فن حدیث کی قیادت علمائے ہند کے لیے تسلیم کی جاچکی ہے، علامہ سید رشید رضا مصری مدیر ”المنار“ نے مفتاح کنوز السنہ کے مقدمہ میں علمائے ہند کی حدیثی خدمات کا

اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

"لولاعناية إخواننا علماء الهند بعلوم الحديث في هذا العصر لقُضِيَ عليها بالزوال من أمصار الشرق، فقد ضعفت في مصر و الشام و العراق و الحجاز منذ القرن العاشر للهجرة".

(اگر ہندوستانی علماء اس زمانہ میں علوم حدیث کی طرف توجہ نہ کرتے تو یہ فن مشرقی دنیا سے رخصت ہو جاتا، کیوں کہ مصر، شام، عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری ہی سے علم حدیث زوال پذیر ہو گیا تھا)۔

جامعہ ازہر کے رئیس ڈاکٹر احمد محمد طیب کو جب ہماری تحقیق و تعلیق شدہ اوجز المسالک کا علم ہوا تو انہوں نے ایک مقالے میں اپنا تأثر اس طرح سپرد قلم کیا:

"هذا الكتاب نعمة عظيمة للباحثين و الدارسين في الأزهر، وهو سبب علاقة بين العرب و الهند".

(شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی یہ کتاب ان طلبہ و باحثین کے لیے جو جامعہ ازہر سے منسلک ہیں، بہت بڑی نعمت ہے، نیز یہ عرب و ہندوستان کے درمیان (علمی و ثقافتی) رابطہ کا بہترین ذریعہ ہے)۔

یہ مذاکرۂ علمی (جو اس جامعہ کے احاطہ میں اور اس شہر میں منعقد ہو رہا ہے جو حدیثی سرمایہ کے احیا میں معروف ہے) اہل علم کے لیے باعث فخر و اعزاز ہے، حدیث کی بہت سی کتابیں اسی دائرۃ المعارف العثمانیہ کی بدولت وجود میں آئی ہیں، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اس کو ان بڑے علمی اداروں میں شمار کیا ہے جن کا دینی و علمی کتابوں کے زندہ و تابندہ رکھنے میں بڑا حصہ ہے، اس ادارہ (دائرۃ

المعارف العثمانیہ) نے مسند ابوداؤد طیالسی، سنن کبریٰ بیہقی، مستدرک حاکم، معرفۃ علوم الحدیث، استیعاب، تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، تاریخ کبیر، منتظم ابن الجوزی، کتاب الجرح والتعدیل اور کنز العمال کے علاوہ فن حدیث وتاریخ اور رجال کی سیکڑوں کتب کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

علمائے ہند کی مذکورہ بالا کتابیں عالم عربی واسلامی کی جامعات ومراکز اسلامیہ اور علماء وقضاۃ تک پہونچ چکی ہیں، اوجز المسالک، بذل المجہود، التعلیق الممجد، جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی، تحقیق: ڈاکٹر ولی الدین ندوی، کتاب الزھد الکبیر وغیرہ کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے، زہد کبیر کا ایک قلمی نسخہ یہاں کے مکتبہ آصفیہ میں ہم کو دستیاب ہوا ہے۔

ہماری اس گفتگو سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علمائے عرب نے ہندوستانی علماء کی تصنیفات کو کس درجہ اہتمام سے دیکھا ہے۔

اخیر میں ذمہ داروں اور منتظمین کو مکرر سلام اور تہنیت پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس جامعہ کے اندر ایسے وقیع مذاکرۂ علمی کا انعقاد کیا، اس کا افسوس ہے کہ دعوت نامہ ہمیں تاخیر سے ملا، اس لیے اسی اختصار پر اکتفا کرتا ہوں۔

علامہ محدث محمد بن طاہر پٹنی
اوران کی علمی خدمات

[جامعہ علوم القرآن جمبوسر، گجرات کے سمینار کے لئے لکھا گیا]

رابطہ ادب اسلامی کی زیر سر پرستی ''علامہ محدث محمد بن طاہر پٹنی اور علمائے گجرات کے آثار علمیہ'' کے عنوان پر جامعہ علوم القرآن کے احاطہ میں ۲۲،۲۳،۲۴ر جنوری کو منعقد ہونے والے سیمینار میں شرکت کے لیے کو آپ کا دعوت نامہ موصول ہوا، مجھے اس سیمینار کے عنوان سے اور آپ کے اہتمام سے بہت خوشی ہوئی، میں آپ کو اس سیمینار کے منعقد کرنے کے اقدام پر مبارک باد دیتا ہوں، یہ سیمینار بہت سے علمی، ثقافتی اور دینی فوائد پر مشتمل ہے، ہم نے بھی ''مرکز الشیخ أبوالحسن الندوی'' کی سر پرستی میں جامعہ اسلامیہ اعظم گڑھ یوپی میں دو سیمینار منعقد کیے ہیں، پہلے سیمینار کا عنوان ''**الإمام الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي المدني و آثاره في علم الحديث**'' تھا، اور دوسرے سیمینار کا موضوع ''**علم الحديث في الهند في القرن الثالث عشر والرابع عشر الهجريين**'' تھا، اس موضوع پر علماء اور محققین نے اپنے علمی مقالات کے ذریعہ شرکت کی اور یہ دونوں سیمینار ملک اور

بیرون ملک میں بڑی شہرت سے ہمکنار ہوئے۔

آپ کا یہ سیمینار بھی اپنے موضوع کی وجہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے، فتوحات اسلامیہ کے بعد اسلامی علوم کی نشر واشاعت میں صوبہ گجرات کا خاص مقام ہے اور علم حدیث تو اس صوبہ میں اسلامی فتوحات کی ابتدائی صدیوں میں ہی داخل ہو چکا تھا، گجرات کے فاتحین میں جو لوگ وہاں آئے ان میں ربیع بن صبیح سعدی بھی ہیں جن کے بارے میں علامہ چلپی نے 'کشف الظنون' میں لکھا ہے کہ یہ اسلام کے پہلے مؤلفین میں ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ علم حدیث کے اولین مصنفین میں سے تھے، ان کی وفات بھروچ کے قریب ۱۶۰ھ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے، اسلامی مؤرخ علامہ عبدالحی حسنیؒ نے سرزمین ہند کے صوبہ گجرات میں علم کا خصوصی تذکرہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ گجرات ہندوستان کے مغربی ساحل سے صوبہ ممبئی تک کا علاقہ ہے "فحدث عن البحر ولا حرج"، گجرات قدیم زمانے سے علماء ومحدثین کا گہوارہ رہا ہے، اس سرزمین میں بدرالدمامینی، خطیب گازرونی، عماد طارمی جیسے علماء کی آمد ہوئی، ان کے درس وتدریس کے نتیجہ میں فضلاء کی ایک جماعت تیار ہوئی اور سلطنت مظفریہ کی عنایت سے خصوصاً علم حدیث نے خوب ترقی کی، اس حکومت نے علم حدیث کی اشاعت اور محدثین کے اعزاز میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

ان محدثین میں سے بدرالدمامینی جن کا نام بدرالدین محمد بن أبي بكر الإسكندراني المعروف بابن الدماميني المالكي النحوي الأديب ہے، ۷۶۳ھ میں اسکندریہ میں پیدا ہوئے، سکونت قاہرہ میں اپنائی، ابن خلدون، ابن عرفہ، تنیسی، بلقینی جیسے مشاہیر علماء سے علم حاصل کیا اور پھر جامعہ ازہر میں عربی

تدریس کے لیے تقرری ہوگئی۔

انہوں نے دمشق کا سفر کیا اور وہاں سے حج کا قصد کیا، حج کے بعد یمن آئے اور جامع زبید میں تدریس کی خدمت انجام دی، اس کے بعد ہندوستان کا رخ کیا اور سلطان احمد شاہ بن محمد بن مظفر کے زمانے میں اواخر شعبان ۸۰۰ھ میں گجرات تشریف لائے اور مقبولیت عامہ سے سرفراز ہوئے۔

ان کی فن ادب ونحو میں کئی تصانیف ہیں، اور صحیح بخاری کی ''مصابیح فی شرح الجامع الصحیح'' نامی شرح بھی ہے، انہوں نے اس کتاب کے مقدمے میں ذکر کیا ہے کہ اسے سلطان احمد شاہ کے لیے تالیف کیا تھا، ان کی وفات گلبرگہ میں ۸۲۸ھ میں ہوئی، سلطان احمد شاہ گجراتی علمائے حدیث کا قدرداں تھا۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کا برماوی، ابن حجر اور عینی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے، یہ کتاب مخطوطہ کی شکل میں تھی جو شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری کے مصادر میں سے ہے، اب دمشق سے دس جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

گجرات میں درس حدیث کے حلقے کثرت سے قائم ہوئے جن سے علماء و محدثین فارغ ہوکر نکلے، نیز یہ بات تاریخ میں مشہور ہے کہ علم حدیث شمال ہند میں کمزور تھا البتہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ کی آمد پر شمالی ہند توجہات کا مرکز بن گیا، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس ملک کو نویں اور دسویں صدی ہجری میں ممالک اسلامیہ کے چند علمائے کرام کا تحفہ عطا کیا، اور سلطانِ گجرات کے علماء و محدثین کی تکریم کی وجہ سے یہ لوگ وہاں داخل ہوگئے، اسی طریقہ سے توفیق خداوندی بہت سے علمائے کرام کو اس علم کے مصدر ومنبع حرمین شریفین لے گئی جن کے اسماء کی

فہرست خاصی طویل ہے، ان علمائے ماہرین میں علامہ شیخ محمد بن طاہر پٹنی ملک المحد ثین بھی ہیں جنہوں نے ۹۴۴ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج وزیارت سے مستفیض ہونے کے بعد ایک مدت تک وہاں قیام کیا اور وہاں کے علماء سے علوم و فیوض حاصل کرتے رہے، وہ خاص طور پر شیخ علی بن حسام الدین المتقی کی صحبت میں رہے، بہت سے علوم کی حصول یابی کے بعد ہندوستان لوٹے اور تصنیف وتالیف کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی، حضرمی نے النور السافر میں کہا ہے کہ انہوں نے اپنے معاصرین علماء پر فوقیت حاصل کی، حتی کہ علمائے گجرات میں کوئی بھی ان کے مقام تک نہیں پہنچا، ۹۸۶ھ میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، ان کی اہم تصانیف میں زیادہ مشہور ومعروف کتابیں یہ ہیں:

(۱) **مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار**، اس میں تمام غریب حدیثوں کو جمع کر دیا ہے، یہ کتاب صحاح ستہ کی شرح کے طور پر ہے، جب سے یہ منصۂ شہود پر آئی ہے وہ علماء کے درمیان متفقہ طور پر مقبول ہوئی ہے اور ان کا یہ کارنامہ اہل علم پر بڑا احسان ہے، انہوں نے اس کتاب کی تالیف میں ابن الاثیر کی ''النہایہ فی غریب الحدیث والأثر'' کو اصل بنایا ہے اور ''ناظر عین الغریبین'' کے فوائد کو اور ان زوائد کو جن سے لوگ ناواقف تھے انہیں بھی شامل کیا ہے، وہ ایک طالب علم کے لیے لغت حدیث میں کافی ہے اور فنون علمی اور غرائب قرآن کے مراجع کے لیے جامع کتاب ہے، انہوں نے اس کتاب کا منہج اپنے مقدمہ میں ذکر کیا ہے، اس کتاب کی تالیف میں جن مصادر سے استفادہ کیا ہے ان کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، یہ کتاب ۱۲۶۴ھ میں لکھنؤ سے شائع ہوئی، اس کے بعد ۱۲۸۲ یا ۱۲۸۳ھ میں مطبع نول کشور سے

مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کی عنایت سے جملہ نسخ کے مقابلہ کے بعد دو جز میں شائع ہوئی، پھر اس کی طباعت بار بار ہوئی، اخیر میں محدث کبیر شیخ حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کی سرپرستی میں مولانا عبدالحفیظ بلیاوی مرحوم کی تصحیح کے ساتھ جلی حروف میں مکتبۂ دارالمعارف العثمانیہ حیدرآباد سے بڑے ہی اچھے انداز میں شائع ہوئی، اس طباعت کے ضبط نصوص کے اعتبار سے ممتاز ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ہے، اس کے باوجود یہ کتاب مندرجہ ذیل امور کی رعایت کے ساتھ ازسرنو خدمت کی محتاج ہے:

☆ مناسب جگہ پر کتاب کے مقاطع کو رکھنا۔

☆ کتاب کے مصادر کو بیان کرنا اور ان کا تعارف کرانا۔

☆ فنی ترقیمات مناسب فواصل کے ساتھ رکھنا۔

☆ جو جگہیں تعلیق کی مستحق ہیں ان کی تعلیق کرنا، مثال کے طور پر علامہ محمد بن طاہر پٹنی نے کتاب کے مصادر میں ''صفحہ ہ لتوسط شرح سنن أبی داود'' ذکر کیا ہے تو اس عبارت کی توضیح کی ضرورت ہے، اس لیے کہ کتاب کا صحیح نام **"التوسط المقصود في شرح سنن أبي داود لعبد الرحيم العراقي"** ہے، اس کتاب سے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح فتح الباری میں فائدہ اٹھایا ہے، یہ شرح شیخ پٹنی کے اہم مراجع میں سے ہے، اس کے مخطوطے بھی نایاب تھے، لیکن اس زمانہ کے بعض علماء نے اسے حاصل کیا ہے، اس کی فوٹو کاپی ہمارے یہاں مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی اعظم گڑھ میں موجود ہے، یہ کتاب بھی ازسرنو تحقیق کی محتاج ہے۔

☆ علامہ پٹنی نے مصطلحات علوم حدیث اور سیرۃ النبیؐ اور مناقب صحابہؓ اور مختصر قانون الموضوعات اور ضبط اسماء الرجال کے علاوہ دیگر علوم کا خلاصہ بھی بیان کیا ہے،

یہ سارے مباحث تحقیق وتعلیق کے محتاج ہیں۔

(۲) ان کی کتاب المغنی فی ضبط أسماء الرجال اولاً تو ہندوستان سے شائع ہوئی پھر دوبارہ بیروت سے اس کی اشاعت ہوئی، صاحب 'الثقافة الإسلامية' کے قول کے مطابق یہ کتاب جامع اور شامل ہے۔

علامہ پٹنی اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ''اس کے واسطے لوگوں کی متفق علیہ کتابوں کو میں نے خوب کھنگالا، مسلسل شب بیداری کی، اپنی بدنی اور مالی کوشش کے ذریعہ عرب وعجم کی خاک چھانی، لیکن مجھے کوئی تشفی بخش کتاب دستیاب نہیں ہوئی، اس کے باوجود میں نے چند مہینے خوب محنت کی تو اللہ کے فضل وکرم سے بہت سی جلدوں سے بے نیاز کرنے والی یہ مختصر جامع کتاب منظر عام پر آئی''۔

علامہ پٹنی نے یہ کتاب اپنے شیخ علامہ علی المتقی کی زندگی میں لکھی تھی، یہ کتاب بھی از سر نو خدمت کی محتاج ہے، ان مصادر کی طرف رجوع کرتے ہوئے جن سے علامہ پٹنی نے اپنی اس کتاب میں فائدہ اٹھایا ہے اور دیگر جو اس کے بعض مصادر شائع ہو چکے ہیں، ان سے فائدہ اٹھایا جائے، فن اسماء الرجال پر اب بہت سے مصادر دیدہ زیب تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں، لہذا اس کتاب کو اسی معیار پر ہونا چاہیے۔

(۳) **تذکرة الموضوعات**: علامہ نے کتاب کے مقدمہ میں تالیف کا سبب بیان کیا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ پہلے سے اس موضوع پر علامہ صغانی وغیرہ کی کتابیں موجود تھیں، میرا خیال ہے ان لوگوں کے سامنے علامہ ابن الجوزی کی موضوعات تھی، اس لیے حدیث وضع کا فیصلہ کرنے میں افراط سے کام لیا جس پر علماء نے نقد کیا ہے، علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ: '' علامہ ابن الجوزی نے اپنی کتاب میں ضعیف روایات بلکہ

حسان وصحاح کو بھی داخل کر دیا ہے، میں اس کتاب میں فیروز آبادی کی مختصر سے جو شیخ زین الدین عراقی کی کتاب ''المغنی عن حمل الاسفار فی تخریج مافی الاحیاء من الاخبار'' سے لی گئی ہے فائدہ اٹھاؤں گا، نیز سخاوی کی مقاصد حسنہ اور علامہ سیوطی کی اللآلی المصنوعہ اور اس کے ذیل اور صغانی کی موضوعات اور موضوعات المصابیح لسراج الدین بلقینی اور شیخ علی بن ابراہیم عطاء وغیرہ کی کتابوں سے فائدہ اٹھاؤں گا''۔

علامہ پٹنی نے اپنی کتاب میں موضوعات کے سلسلے میں جرح وتعدیل میں میانہ روی اختیار کی ہے، وہ جرح وتعدیل کے باب میں اعتدال پسندوں میں ہیں، وہ اس سلسلے میں اپنے شیخ علی المتقی کی آراء کو بیان کرتے ہیں، اس کتاب کی تکمیل ۹۵۸ھ میں ہوئی اور طباعت ہندوستان میں ہوئی پھر ۱۹۲۴ء میں قاہرہ سے مؤلف کے قانون الموضوعات کے ساتھ شائع ہوئی۔

(۴) **قانون الموضوعات والضعفاء:** یہ ان کی کتاب تذکرۃ الموضوعات کا تکملہ سمجھی جاتی ہے، اس میں ضعفاء اور کذابین کی فہرست دی گئی ہے۔

(۵) تلخیص خواتم جامع الاصول جو شیخ محدث حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کے اہتمام سے شائع ہوئی۔

(۶) تلخیص جامع الاصول: یہ کتاب اب تک مخطوطہ کی شکل میں ہے، یہ ناچیز پٹنہ لائبریری میں اس کی زیارت سے مستفید ہو چکا ہے۔

(۷) کتاب اسماء الرجال: اس کتاب کی تقسیم تین فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اول: سیرۃ النبیؐ پر مشتمل ہے۔

فصل ثانی: انبیاءؑ کے احوال پر مشتمل ہے۔

فصل ثالث: اس میں دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: عشرہ مبشرہؓ کے ساتھ خاص ہے۔

دوسری قسم: اس میں حروف تہجی کی ترتیب پر صحابہؓ وصحابیاتؓ، تابعینؒ اور محدثینؒ کے تراجم ناموں کے اعتبار سے بیان کیے گیے ہیں، یہ کتاب بھی پٹنہ لائبریری میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے، جو تحقیق اور طباعت کی محتاج ہے۔

(۸) صحیح بخاری، (۹) صحیح مسلم، (۱۰) مشکاۃ المصابیح اور (۱۱) جامع ترمذی پر بھی علامہ پٹنی کے حواشی اور تعلیقات ہیں، لیکن ان کتابوں کے بارے میں ہماری معلومات نہیں ہیں، ممکن ہے کسی مکتبہ میں موجود ہوں لأن في الزوايا خبايا۔

علمائے گجرات کی علوم وفنون پر شاندار تصنیفات ہیں لیکن یہ ناچیز علم حدیث میں ان کے کارناموں کو بیان کرتا ہے، ان میں سے شیخ صدیق عربی ہیں جن کی مشکاۃ المصابیح پر نجوم المشکاۃ نامی شرح ایک جلد میں ہے، اس کی فوٹو کاپی مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی اعظم گڑھ میں موجود ہے، ہوسکتا ہے اس کی اصل پٹن میں موجود ہو۔

شیخ عبد النبی شطاری گجراتی کی بھی ایک کتاب **زینة النکات فی شرح المشکاۃ** کے نام سے ہے۔

شیخ جعفر بن جلال الدین حسینی گجراتی (م ۱۱۶۰ھ) کی بھی چند تصانیف ہیں، جن میں دو جلدوں میں فیض الطاری فی شرح صحیح البخاری ہے، اس کا مخطوطہ مکتبہ آصفیہ حیدر آباد میں موجود ہے۔

ایسے ہی شیخ نور الدین احمد بن محمد صالح احمد آبادی گجراتی ۱۰۶۴-۱۱۵۵ھ بھی ہیں جو بہت سے علوم وفنون کے عالم تھے، ان کی تصانیف میں نور القاری شرح صحیح

البخاری ہے، اس کا مخطوطہ پایا جاتا ہے، اور شیخ محمد اسحاق بھٹی نے ذکر کیا ہے کہ جامع ترمذی کی شرح ہے، اس وقت موضوع کے مناسب جو باتیں ذہن میں آئیں ان کو اشارۃً ذکر کیا گیا۔

مگر مکتبات میں یہ کتابیں ڈھونڈی جائیں تو ممکن ہے بعض ایسے نوادرات ملیں جن سے ہم واقف نہیں ہیں، اس لیے کہ میں نے نسخہ صحیح بخاری اور اس کے متعلقات کے دیگر مخطوطات کی حصول یابی کے سلسلہ میں تجربہ کیا ہے، الحمدللہ میں نے وہ چیزیں حاصل کرلیں جو میرے تصور سے بالاتر تھیں، مثال کے طور پر صحیح بخاری کے نسخہ یونینیہ کے رموز کو ذکر کرتا ہوں، اس کا ایک نسخہ دارالکتب مصر میں موجود ہے، میں نے اس کا فوٹو حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن حاصل نہ کرسکا، تلاش و جستجو اور محنت و کوشش کے بعد میں نے اس کی فوٹو کاپی ہندوستان میں پائی۔

لہٰذا جامعہ علوم القرآن کے احاطہ میں علمائے گجرات کے علمی سرمایہ کے احیاء کے لیے جو سیمینار علامہ محدث شیخ محمد بن طاہر پٹنی کے نام سے منعقد کیا گیا وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے کہ اس صوبے کو سنت کی نشر واشاعت اور درس و تدریس میں اولیت اور افضلیت کا مقام حاصل ہے، اس سے پہلے مجمع علمی ڈابھیل سے بعض نادر کتابیں شائع کی گئی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱. نصب الراية في تخريج أحاديث الهداية للزيلعي.

۲. المصنف لعبد الرزاق الصنعانی.

۳. فيض الباری للعلامة الكشميری.

۴. مشكلات القرآن للكشميری، اور اس کے علاوہ بھی دیگر مطبوعات ہیں۔

مطبوعات کے سلسلہ میں اس ادارہ کی کاوشوں کا ملک و بیرون ملک کے علمائے کبار نے اعتراف کیا ہے، اخیر میں جامعہ علوم القرآن میں علمائے گجرات کی مؤلفات پر بحث وتحقیق کے لیے مجمع علمی قائم کرنے کی تجویز پیش کرتا ہوں اور میں خود مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی کے ذریعہ اس معاملہ میں تعاون کے لیے تیار ہوں جس میں چار ہزار سے زائد مخطوطات اور اسی ہزار مطبوعات ہیں، اس میں مختلف علوم پر نوادرات بھی موجود ہیں، واللہ الموفق۔

اسلام، اعتدال اور صحیح فکر کی تعلیم دیتا ہے

[مدینہ منورہ میں منعقدہ کانفرنس کے لئے لکھا گیا]

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علی رسوله سیدنا محمد خاتم النبیین والمرسلین، المبعوث رحمة للعالمین، وعلی آله وصحبه ومن دعا بدعوته واتبع هداه بإحسان إلی یوم الدین، أما بعد!

اللہ عزوجل نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو امین و معلم اور شارح کی حیثیت سے مبعوث فرمایا، آپؐ کے لیے صحیح دین منتخب فرمایا، اپنی کتاب عظیم کے مطابق آپؐ کو صراط مستقیم کی ہدایت سے بہرور فرما کر پوری انسانیت کے لیے آپؐ کو امام اور پیشوا کے طور پر پسند کیا، اور تمام آسمانی شریعتوں کے لیے آپؐ کی ذات اقدس کو خاتم اور مہر قرار دیا، آپ پر نبوءات اور رسالوں کا سلسلہ منتہی ہو چکا ہے، قرآن کی شہادت ملاحظہ ہو: **ما کان محمد أبا أحد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین وکان الله بکل شئی علیماً.** (سورہ احزاب:۴۰)

(محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں)۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم جس شریعت اور دین کو لے کر آئے وہ ہر زمانے اور ہر

جگہ کے مناسب حال ہے، قرآن نے بہت صاف لفظوں میں ذکر کیا ہے کہ یہ دین کامل ومکمل ہے اور اس کے اندر ہر دور کے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے، ارشاد خداوندی ہے: **اليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا.** (المائدۃ:۳)

(آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنا احسان پورا کیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا)۔

اللہ عز شانہٗ نے اپنے رسولؐ کا نبوت کی تکمیل کے ساتھ ایسے اوصاف سے ذکر کیا ہے جو آپؐ کی سرمدی رسالت پر دلالت کرتے ہیں، نیز آپؐ کا وجود باسعادت بلاتفریق ہر زمانے اور ہر طبقہ کے لوگوں کے لیے آئیڈیل اور نمونہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا.** (الأحزاب : ۲۱)

(تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے، یعنی اس شخص کے لیے نمونہ ہے جو اللہ سے، یوم آخرت سے امید رکھتا ہو، اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو)

حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہر خیر وسعادت کا مرکز وسرچشمہ ثابت ہوئی، اس کے نتیجے میں ایک منفرد اسلامی معاشرہ تیار ہوا، اس اسلامی معاشرہ کی تشکیل تین عناصر سے ہوئی، پہلا عنصر قرآن مجید ہے، دوسرا عنصر آپؐ کی سیرت طیبہ واخلاق ہیں، تیسرے آپؐ کے اقوال وافعال وارشادات کا مجموعہ ہے جس کو ''سنت اور حدیث'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کسی بھی مثالی معاشرہ کی تشکیل میں ان ہی عناصر کی کارفرمائی ہوتی ہے، ان کے بغیر کسی اچھے معاشرے کا

تصور نہیں کیا جا سکتا، صحابہ کرامؓ کی زندگی میں اسلامی اخلاق اور ایمانیات کی جو تابناک جھلک نظر آتی ہے، وہ صرف قرآن اور اس کی تلاوت سے نہیں ہے بلکہ اس کے پہلو بہ پہلو سیرت واخلاق اور آپ ؐ کی جامع تعلیمات وہدایات کا بہت بڑا رول ہے، صحابہ کرام کے ذہنوں میں یہ تصور سرایت کر چکا تھا کہ دنیا ڈھلتی چھاؤں ہے اس کے لیے قرار نہیں ہے، دار القرار تو صرف آخرت ہے: **وما الحياة الدنيا إلا لهو ولعب وإن الدار الآخرة لهي الحيوان . (العنكبوت : ۶۴)**

(دنیا کی زندگی صرف کھیل اور جی بہلانا ہے، اور آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے)

آپ ؐ کی سیرت طیبہ اور آپ ؐ کے اہل خاندان کے طریقۂ زندگی کو دیکھ کر صحابۂ کرامؓ دنیا اور آخرت کی حقیقت خوب اچھی طرح سمجھ رہے تھے، تاہم رحمت، تواضع، نرمی اور اخلاق حسنہ کا صحیح مفہوم ان پر اس وقت آشکارا ہوا، جب انہوں نے کمزوروں، بچوں، عورتوں محتاجوں اور بیکسوں، نیز عام صحابہ اور اپنے خاندان والوں کے ساتھ نبیؐ کو بلند کردار پیش کرتے ہوئے دیکھ لیا، درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی، اور آپ کی تعلیمات وہدایات نے عالمی فضا کو روحانیت سے معطر کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی احوال وواقعات، حدیث نبوی ؐ کا مجموعہ ہیں جن سے امت، ممتاز خوبیوں اور خصوصیتوں سے آراستہ وپیراستہ ہوئی۔

ہمارے استاذ محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ رقم طراز ہیں:

'بلاشبہ حدیث رسول ؐ، میزان عدل ہے، علماء ومصلحین نے ہر دور میں اسی سے امت کے اعمال وکردار کو اور اس کی کجی کو جانچنے اور پرکھنے کا کام انجام دیا ہے اور رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جو خلا پیدا ہوا، وہ

قرآن وسنت دونوں کی جامعیت سے ہی پُر کیا جاسکتا ہے، اور اخلاق واعمال میں کامل اعتدال کی صرف یہی راہ ہے، اگر حدیث رسولؐ، معتدل اور متوازن زندگی کی نمائندگی نہ کرتی، اس کی حکیمانہ تعلیمات نہ ہوتیں، اور خود مسلم سوسائٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بجا آوری نہ کرتی، تو یقیناً امت افراط وتفریط کا شکار ہو جاتی اور اس کا توازن بگڑ جاتا، امت کے سامنے یہی قابل عمل نمونہ ہے جس کے اختیار کرنے کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تلقین وترغیب دی ہے: **لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة.** (تمہارے لیے اللہ کے رسول کی ذات میں بہترین نمونہ ہے)۔

حدیث شریف، اسلامی معاشرہ میں احتساب کا طاقت ور ذریعہ ہونے کے ساتھ بدعات وخرافات کی بیخ کنی کا سبب ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیث رسولؐ اس امت کی بنیادی ضرورت ہے، اور کتب حدیث، اصلاح وتجدید کی بنیادی مصادر ہیں، اور مسلمانوں کو صحیح دین پر گامزن رکھنے کے لیے اس سے استغناء ممکن نہیں ہے، اس حقیقت پر اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ حدیث رسولؐ سے جب بھی مسلمانوں کا تعلق کمزور ہوا، ان پر رسوم ورواج اور بدعات کا غلبہ ہونا شروع ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کس قدر ان پر صادق آیا ہے: **لتركبنّ سنن من كان قبلكم شبراً بشبر وذراعاً بذراع.** (أخرجه الحاكم)

(تم ضرور ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ ان لوگوں کی روش پر چلو گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں)۔

الحمد للہ علماء ومحدثین کی کوششوں کے نتیجہ میں قرآن کریم کے ساتھ عہد رسالت کا پورا ریکارڈ تاریخ میں موجود ہے، قرآن کے ساتھ حدیثوں کی حفاظت اور

اس کی بقا اسلام کا ایسا معجزہ ہے، جس میں کوئی مذہب اس کا شریک وسہیم نہیں ہے، بے شک دین آیا ہی ہے اس لیے تاکہ روز قیامت تک باقی رہے، إنا نحن نزلنا الذکر وإنا لہ لحافظون . (بے شک ہم نے ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہیں اس کی حفاظت کرنے والے)۔

اخیر میں اس تقریب کے تعلق سے میں اپنی مسرت وانبساط کا اظہار کرتا ہوں کہ صاحب السمو الملکی امیر نایف بن عبدالعزیز وزیر داخلہ ونائب وزیر اعظم سعودیہ عربیہ نے اس زمانہ میں سنت نبویؐ کی عظیم خدمت کی فکر اوڑھ لی ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپؐ کی حدیثوں کو اختیار کرنے کے سلسلے میں امت اسلامیہ کی رہنمائی کا بہترین طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ ان کو خوب اجر سے نوازے۔

معاشرہ جب نبیؐ کی سنت پر مضبوطی سے گامزن ہوجائے، تو فکری ارتداد سے محفوظ ہوجاتا ہے، اور زندگی اعتدال اور راستی سے ہمکنار ہوجاتی ہے، شاعر مشرق علامہ اقبال نے اعتدال اور فکر صحیح کی اپنے شعر میں اس طرح ترجمانی کی ہے ؎

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

معلم عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات وارشادات کے بغیر زندگی میں اعتدال اور صحیح فکر نہیں آسکتی۔

اس مبارک موقع سے یہ چند کلمات میں نے گوش گذار کردیئے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خادم حرمین شریفین اور سعودیہ عربیہ کو عزت ورفعت اور صحیح رہنمائی کی دولت سے سرفراز فرمائے۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری بانئ دار العلوم ندوۃ العلماء اور علم حدیث

[مونگیر سیمینار کے لئے لکھا گیا]

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ پر یہ عالمی سیمینار جو مورخہ ۸/ دسمبر ۲۰۱۹ء کو ”فروغ ادب رحمانی فاؤنڈریشن“ کے زیر اہتمام مونگیر، بہار میں منعقد ہو رہا ہے، جس کی سرپرستی حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کی زندہ یادگار مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کر رہے ہیں، ان کی ذات گرامی سے اس ناچیز کا قدیم قلبی تعلق اور قریبی رابطہ رہا ہے، مگر اس ناچیز کو اس میں شرکت کا دعوت نامہ بہت تاخیر سے ملا، ایسے وقت میں یہ ناچیز ایک اہم کتاب جو سیرت پر عربی میں ہے تالیف کر رہا ہے اختتام پر ہے، اس کی مشغولیت کے علاوہ دبئ اور ابوظبی کی دو عالمی کانفرنسوں میں شرکت کرنی ہے، نیز ری یونین میں بخاری شریف کے ختم کا سفر بھی تھا جسے مؤخر کیا گیا، ایسے حالات میں حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ گیر شخصیت جو اپنے دور میں اپنے صفات وکمالات اور کارناموں میں بے نظیر ہے ان پر لکھنے کے لیے وقت اور کتب

خانے کی ضرورت ہے، یہ ناچیز اس وقت ہندوستان سے دور ابوظبی میں مقیم ہے، ان کی ہمہ گیر شخصیت پر انشاء اللہ مختلف اہل علم کے مقالات آئیں گے، ان کے خاندانی حالات اور ان کے خاندان میں بزرگوں کا جو تسلسل رہا ہے اس کا بھی ذکر آئے گا، حضرت مولانا کی پیدائش اور ان کی ابتدائی زندگی، علماء وفضلائے ربانیین سے ان کا استفادہ یہ ساری چیزیں انشاء اللہ پیش کی جائیں گی، گرچہ ہمارے دوست اور رفیق درس مولانا محمد میاں مرحوم نے اس موضوع پر بہت جامع کتاب تصنیف کی ہے۔

حضرت مولانا جن خصوصیات اور کمالات کے حامل تھے اور اس دور میں اللہ تعالی نے جو ان سے عظیم الشان اسلام کے دفاع اور پاسبانی کا کام لیا، جس کی طرف مختلف مقالہ نگاروں نے اپنے مقالات میں مفصل طور سے بیان کیا ہوگا۔

بیشک اسلام کی تاریخ میں ہمیں ملتا ہے کہ جس زمانے میں جیسے اشخاص کی دین کی خدمت کے لیے اور اس کے دفاع کے لیے ضرورت تھی اللہ تعالی نے ایسی شخصیتوں کو پیدا فرمایا، اور اللہ تعالی کا فیصلہ ہے کہ یہ دین تا قیامت باقی رہے گا **لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم (صحيح مسلم : ۱۹۲۰)** جب اسلام کو ضرورت تھی کہ قرآن پاک کو بین الدفتین جمع کیا جائے تو اللہ تعالی نے حضرت عمر بن الخطابؓ کے قلب میں یہ بات ڈالی ان کے اصرار پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور صحابہ کرامؓ کو اس پر انشراح ہوگیا اور یہ کام اپنے وقت پر انجام پایا، ورنہ آئندہ چل کر فتنے پیدا ہو سکتے تھے، اسی طرح سے جب

ضرورت تھی کہ تدوین حدیث کا کام حکومتی پیمانے پر عمل میں آئے تو اللہ تعالی نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ متوفی ۱۰۱ھ کے قلب میں یہ بات ڈالی اور حکومتی سطح پر تدوین حدیث کا کام انجام پایا، اسی طرح پوری تاریخ اسلامی میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی اسلام کو جیسی شخصیتوں کی ضرورت تھی اللہ تعالی ویسے افراد پیدا کرتا رہا۔

ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانیؒ متوفی ۱۰۳۴ھ اور ان کے صاحبزادگان اور خلفاء، اور ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ متوفی ۱۱۷۶ھ اور ان کے صاحبزادگان اور خلفاء جن کا سلسلہ قائم ودائم ہے، ان بزرگوں نے اپنے زمانے کے فتنوں کا مقابلہ کیا اور اپنے شاگردوں اور سلسلے کے علماء کی بڑی تعداد یادگار چھوڑی، انگریزوں کی عملداری کے بعد جو علماء میدان میں آئے اور انہوں نے اسلام کی حفاظت اور پاسبانی کی خدمت انجام دی ان میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور یہ پوری جماعت نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں ان کو دیکھنے اور مطالعہ کرنے کے بعد اس پوری جماعت کو ہندوستان کا مجدد کہا جائے گا اور مشہور حدیث جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إن اللہ یبعث لھذہ الأمة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا** (سنن ابی داود: ۴۲۹۱) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی ہر صدی میں ایسے مجدد پیدا کرتا رہے گا جو دین کو ہر فتنے سے بچانے کی کوشش کرتے رہیں گے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ”من“ سے

پوری جماعت مراد ہوسکتی ہے اور ''مائة سنة'' سے مراد تخمین ہے تعیین نہیں، اس لیے ا
س پوری جماعت میں حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اسلام کے
مختلف محاذ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کو اُس
دور کے مجددین میں شمار کیا جائے گا۔

حضرت مولانا کی بچپن ہی سے خاص روحانی ماحول میں تربیت ہوئی تھی،
چنانچہ تعلیم کے مراحل طے کرتے ہوئے درسیات سے فارغ ہونے کے بعد وہ
فرماتے ہیں کہ: ''مجھے جس قدر فلسفہ سے نفرت تھی اسی قدر حدیث کی طرف رغبت تھی،
جب قال قال رسول اللہ ﷺ کی آواز کانوں میں گونجتی تھی تو عجب لطف آتا تھا''،
چنانچہ حضرت مولانا نے حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھیؒ جو استاذ الکل تھے،
ہندوستان کے مشہور اساتذہ میں ان کا شمار ہے، ان کی پیدائش ۱۲۴۴ھ میں علی گڑھ
کے قریبی گاؤں میں ہوئی، وہاں سے سفر کرکے مفتی عنایت احمد کاکوروی اور دیگر
علماء سے استفادہ کیا، حدیث شریف قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے پڑھی اور عرصۂ دراز
تک مدرسہ فیض عام میں مدرس رہے، ان کے درس کی شہرت سے ہندوستان حتی کہ
خارج ہندوستان خراسان تک کے طلبہ ان سے استفادہ کے لیے حاضر ہوتے تھے، ان
کے شاگردوں کی تعداد بہت بڑی ہے، ۱۳۳۴ھ میں انتقال ہوا، اور ۹۰ رسال عمر
پائی، (نزہۃ الخواطر ۱۳۳۵/۸) ان سے حضرت مولانا نے درسیات کی کتابیں پڑھنے
کے بعد صحاح ستہ کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا، اس کے بعد جب حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج

مرادآبادی سے ملاقات وزیارت کی خواہش ورغبت پیدا ہوئی اور ان کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت وصحبت سے سرفراز ہوئے،اس کے بعد حدیث شریف سے اشتغال اور استفادہ کا شوق اورزیادہ پیدا ہوا،اس لیے کہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ سے ایک پارہ بخاری شریف اور حدیث مسلسل بالاولیۃ اور حدیث محبۃ پڑھ کر واپس آگئے تھےاور بعد میں جاکر حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی مہاجر مکی نواسہ سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث سے صحاح ستہ کی تکمیل کی۔

نیز حضرت مولانا نے مولانا آل محمد محدث پھلواری متوفی ۱۲۹۶ھ جو نوجوانی ہی میں مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے،حدیث وفقہ کی تحصیل شیخ محمد بن یحیی السنجیطی سے کی، شیخ محمد اکرم لاہوری سے حصن حصین کی خاص اجازت حاصل ہے،مولانا نے بہت سے ممالک کی سیاحت کی،سمرقند، بخارا، کابل،غزنی،کشمیراور پنجاب کا بار بار سفر کیا،اجلۂ علماء نے ان سے علم حدیث میں استفادہ کیا،۱۲۹۶ھ میں وفات پائی اور بقیع میں آسودۂ خواب ہوئے، (نزہۃ الخواطر ۲/۷) مولانا رحمانی نے اپنے مقالہ متعلقہ سوانح میں لکھا ہے کہ انہوں نے حدیث شریف شیخ احمد سندھی محدث سے پڑھی اور شیخ محمد یحیی کے علاوہ شیخ عبدالجلیل بن عبدالسلام برادر علامہ سید احمد زینی اور شیخ ارتضی گوپامئوی مہاجر سے کامل تین سال تک درس لیااور سند واجازت حاصل کی،انہوں نے مولانا کا سنہ وفات ۱۲۹۵ھ لکھا ہے،جب وہ کان پور تشریف لائے،۲/مہینہ مسلسل

آپ کے مہمان رہے تو حضرت مولانا نے ان سے بھی بخاری شریف کا کچھ حصہ سنا اور انہوں نے بلاطلب بڑی مسرت کے ساتھ آپ کو حدیث شریف کی سند عطا فرمائی۔

حدیث شریف کی تکمیل: جیسا کہ ذکر کیا ہے کہ حضرت مولانا نے اپنے شیخ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے اہتمام کے ساتھ درس حدیث لیا تھا ان کی صحبت نے اور زیادہ مولانا کے قلب میں حدیث شریف کے فن میں کمال پیدا کرنے کا شوق پیدا کردیا، ان کو اپنے اس موضوع میں تشنگی پیدا ہوتی رہی، اس دور کے مشہور عالم محدث حضرت مولانا احمد علی سہارن پوری متوفی ۱۲۹۷ھ جن کا درس ایک امتیازی شان رکھتا تھا، حضرت مولانا احمد علی صاحب نے مختلف علماء سے پڑھنے اور استفادہ کے بعد حضرت مولانا شاہ اسحاق صاحب دہلوی کے خاص شاگردوں میں ہیں، انہوں نے ۲/سال جاکر مکہ مکرمہ میں ان کی خدمت میں قیام کر کے صحاح ستہ اور دیگر حدیث کی کتابیں پڑھیں اور اپنے ساتھ قلمی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہندوستان بھی لائے، جس میں خاص طور پر بخاری شریف کے ۱۰/نسخے تھے، اس کتاب کو سب سے پہلے دنیا میں تحقیق وتعلیق کے ساتھ دہلی سے ۱۲۶۷ھ میں شائع کرایا(۱)، اسی طرح جامع ترمذی کو بھی شائع کیا، اس کے ۱۳/سال بعد مصر میں قاہرہ سے بخاری شریف شائع ہوئی۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب کے شاگردوں میں بڑے بڑے علماء جن میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ اور علامہ شبلی نعمانیؒ وغیرہ داخل ہیں، ان سے حضرت مولانا نے جاکر ان کی خدمت

---

(۱) حاشیہ صحیح البخاری (۱۳/۱)

میں ۱۱ر مہینہ قیام کر کے صحاح ستہ اور موطین پڑھی، حضرت سہارن پوری مولانا مونگیری کی بہت عزت اور قدر کرتے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی نگاہ بصیرت نے یہ معلوم کرلیا تھا کہ مولانا کے اندر کیا جواہرات پوشیدہ ہیں۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب کا بھی حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بہت گہرا تعلق تھا، یہ سارے حالات دیکھنے کے بعد اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کا علم حدیث میں کیا مقام رہا ہوگا، اور پھر حدیث شریف سے فراغت کے بعد حضرت مولانا کے قلب میں حب رسول کا جوجذبہ موجزن تھا اور ان کے شیخ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی تدریس حدیث کے جو حالات ہیں کہ روزانہ ان کی مجلس میں بخاری شریف یا مسلم شریف کا درس ہوا کرتا تھا۔

اس وقت حضرت مولانا کا یہ حال تھا۔

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم   الا حدیث دوست کہ تکرار می کنیم

حضرت مولانا محمد علی مونگیری فرماتے ہیں: صبح بخاری کا سبق ہورہا تھا، اس میں وہ حدیث آئی کہ لوگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین کو تلاش کیا کرتے تھے، تاکہ ان کی برکت سے دشمن پر فتح یابی چاہیں، اس وقت حضرت نے یہ شعر پڑھا۔

سرسبز سبزہ ہو جو ترا پائمال ہو

ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

جب حضرت مولانا کے شیخ ومرشد کا یہ حال ورنگ ہے تو ظاہر بات ہے کہ یہ خصوصیات حضرت مولانا محمد علی مونگیری میں منتقل ہوئیں جس پر ان کی زندگی شاہد عدل ہے، ان کی حدیث کے درس وتدریس اور اس فن میں جو رسوخ ہوگا، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

حضرت مولانا نے کان پور کے مدرسہ فیض عام میں درس حدیث دینا شروع کیا تھا، اور ڈھائی یا ۳؍سال تک درس دیا، درس کے زمانے میں دن رات کا بیشتر حصہ درس حدیث، ذکر وشغل ومراقبہ میں گذرتا، طلبہ کے اصرار کا یہ عالم تھا کہ حوائج ضروریہ اور نماز وغیرہ کے علاوہ فجر سے لے کر عشاء تک سارا وقت درس حدیث ہی میں صرف ہوتا، اس کے بعد بھی طلبہ کا ہجوم اور شوق میں برابر اضافہ ہوتا رہا، افسوس کہ اس زمانے کے شاگردوں کے اسماء اور حالات معلوم نہیں ہو سکے، اس کے علاوہ حضرت مولانا سے استفادہ کرنے والوں میں مولانا تجمل حسین بہاری جو حضرت مولانا گنج مرادآبادی کے خلیفہ وخادم خاص ہیں، نیز وہ مولانا مونگیری کے خاص شاگردوں میں ہیں، ان کے علاوہ کئی علماء نے فائدہ اٹھایا جن میں علامہ شوق نیموی، مولانا مناظر احسن گیلانی جیسے محدثین بھی شامل ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان سب حضرات نے ان سے پڑھا ہوگا اور فائدہ اٹھایا ہوگا، امید ہے کہ کسی عالم کو اللہ تعالی توفیق دے گا وہ اس موضوع پر مکمل ومحققانہ مقالہ پیش کرے، نیز اس کے علاوہ مولانا کا علمی ذوق اتنا بڑھا

ہوا تھا کہ انہوں نے اپنی خانقاہ میں اتنا عظیم الشان کتب خانہ تیار کرایا کہ وہ بھی اپنی انفرادی شان رکھتا تھا، یہ سب اس بات کی دلیل ہے جس کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت مولانا کا علم حدیث میں کتنا بلند مقام ہوگا۔

چونکہ میں اس وقت ہندوستان سے دور ہوں اور میرے پاس مصادر و مراجع مفقود ہیں ورنہ میں اس موضوع پر تلاش کرتا شاید مزید معلومات حاصل ہوتیں، میں اہل علم کی توجہ اس جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ کوئی فاضل اس کو اپنا موضوع بحث بنائے وہ اہل علم کی طرف سے خاص شکریہ کا حق دار ہوگا اور بڑی خدمت انجام پائے گی۔

اخیر میں حضرت مولانا ولی رحمانی صاحب اور ان کے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس مبارک بزم میں شرکت کے لیے اس ناچیز کو یاد فرمایا، اور مبارکباد پیش کرتا ہوں اور مولانا فیروز اختر ندوی کو اپنی طرف سے بھیج رہا ہوں، وہ اس مبارک مؤتمر میں ان کلمات کے ساتھ شریک ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سیمینار کو کامیاب بنائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين